تحفظ ناموس رسالت ﷺ نمبر

جون 2007

اردو - انگریزی

ماہنامہ کنز الایمان لاہور

مرتب

محمد نعیم طاہر رضوی

تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ نمبر

اہلِ سنت وجماعت کا ترجمان ۔ فکرِ رضا کا امین

جمادی الاول 1428ھ / جون 2007ء ، شمارہ 6 / جلد 17

زرِ تعاون

عام شمارہ	: =/20 روپے
سالانہ (عام)	: =/200 روپے
سالانہ (کتاب خانے و ادارے)	: =/250 روپے
تاحیات (پاکستان)	: =/5000 روپے

دیگر ممالک

سالانہ	: =/30 امریکی ڈالر
تاحیات	: =/250 امریکی ڈالر
امریکہ	: =/30 ڈالر
یورپ اور عرب ممالک	: =/25 ڈالر
عراق، ایران، ترکی، بھارت	: =/15 ڈالر

ترسیل زر اور ادارتی و انتظامی امور میں رابطے کا پتہ:
کنز الایمان دہلی روڈ صدر بازار لاہور کینٹ
پاکستان پوسٹ کوڈ نمبر 54810

www.kanzuliman.org
kanz_ul_iman@hotmail.com
Tel: 042-6680752, 6681927
Mob: 0333-4284340

ڈرافٹ: کنز الایمان اکاؤنٹ نمبر 71-5685 حبیب بینک، لاہور کینٹ پاکستان

پرنٹر:۔ محمد نسیم چاچا پرنٹنگ پریس صدر لاہور چھاؤنی

حکومت پنجاب کے سرکلر نمبر 96-5-4 (S-O(A-IV کے تحت سکولوں، ٹیکنیکل اداروں اور پبلک لائبریریوں کے لئے منظور شدہ

ہفتہ '6 ر رمضان المبارک' 1427ھ '30 ر ستمبر 2006ء

مسلسل اشاعت کے 66 سال

توہین آمیز خاکوں کو اشتعال انگیز نہیں سمجھتا: ڈینش وزیر اعظم کی ڈھٹائی

کوپن ہیگن (اے ایف پی) ڈنمارک کے وزیر اعظم اینڈاس فوگ راسموسین نے کہا ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ

صفحہ 8 پر بقیہ نمبر 10

بقیہ: 10 ڈینش وزیر اعظم

ایک سال قبل شائع ہونے والے پیغمبر اسلام کے توہین آمیز خاکے اشتعال انگیز تھے۔ ایک متنازعہ کتاب کے معنف پر یچ تھامسن کو انٹرویو دیتے ہوئے ڈینش وزیر اعظم نے کہا کہ میرے سمیت بہت سارے ڈینش لوگوں کے نزدیک خاکے اشتعال انگیز نہیں تھے۔ جمعہ کے روز ایک روزنامے میٹر ایکسپریس میں کتاب کے چند اقتباسات شائع کئے گئے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ڈینش وزیر اعظم نے توہین آمیز خاکوں ہرزہ سرائی کرتے ہوئے ڈھٹائی سے کہا کہ دنیا میں ہمیں انتہا پسند مسلمانوں کے آگے نہ جھکنے پر قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔

THE DAILY JANG LAHORE

اتوار 25 ذیقعد 1427ھ 17 دسمبر 2006ء 3 پوہ 2063ب

ڈنمارک: توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے کو صحافت کا اعلیٰ ایوارڈ دیا جائے گا

کوپن ہیگن (ٹی وی رپورٹ) ڈنمارک کی فیڈریشن آف جرنلسٹ سے الحاق شدہ کمیٹی نے توہین آمیز کارٹون شائع کرنے والے ڈینش اخبار یالینڈز پوسٹن کے ثقافتی شعبے کے

صفحہ 23 بقیہ نمبر 4

بقیہ	ایوارڈ	4

چیف ایڈیٹر فلیمنگ روسے کو صحافت کا اعلیٰ ایوارڈ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ عربی ٹی وی کے مطابق کمیٹی کا کہنا ہے کہ فلیمنگ کو آزادی صحافت میں اعلیٰ خدمات کی بناء پر اس ایوارڈ کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔ کمیٹی نے کہا ہے کہ اندرونی اور بیرونی طور پر شدید دباؤ کے باوجود فلیمنگ نے آزادی صحافت کو مجروح نہیں ہونے دیا اور اپنا کام جاری رکھا اور توہین آمیز کارٹون شائع کرنے کے بعد وہ اس ایوارڈ کے اصل حقدار بن گئے ہیں۔ دوسری جانب ڈنمارک مسلم کیمونٹی کے رہنما امام عبدالواحد نے کہا ہے کہ فلیمنگ کو ایوارڈ کے لیے نامزد کرنے سے ایوارڈ کی قدر و قیمت ختم ہوجائے گی۔

Daily JINNAH LAHORE

جمعتہ المبارک 6 محرم الحرام 1428ھ 26 جنوری 2007

توہین آمیز خاکے: ڈنمارک کے وزیر خارجہ نے معذرت سے انکار کردیا

کوالالمپور (اے این این آن لائن) ڈنمارک کے وزیر خارجہ پرسنگ موئیلر نے حضور اکرمؐ کے بارے میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر پھر معذرت سے انکار کردیا ہے اور دعویٰ کیا کہ ان کی وجہ سے مسلم دنیا اور مغرب کے طویل المدتی تعلقات متاثر نہیں ہونگے۔ کوالالمپور میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ خاکوں کی اشاعت کے بعد مسلم دنیا میں پیدا ہونے والا بحران ختم ہوچکا ہے' تمام ممالک اس کا خاتمہ چاہتے ہیں۔

ایڑیاں

شیخ الاسلام مفتی محمد اختر رضا بریلوی الازہری

عرش پر ہیں اُن کی ہر سُو جلوہ گستر ایڑیاں
گہہ بہ شکل بدر ہیں گہہ مہر انور ایڑیاں

ہیں فدا کیا خوب ہیں تسکین مضطر ایڑیاں
روتی صورت کو ہنسا دیتی ہیں اکثر ایڑیاں

دافع ہر کرب و آفت ہیں وہ یاور ایڑیاں
بندۂ عاصی پہ رحمت بندہ پرور ایڑیاں

غنچہ اُمید اُن کی دید کا ہوگا کبھی
پھول کہ ہیں اب نظر میں ان کی خوشتر ایڑیاں

نور کے ٹکڑوں پہ اُن کے بدر و اختر بھی فدا
مرحبا کتنی ہیں پیاری ان کی دلبر ایڑیاں

یا خدا تا وقت رخصت جلوہ افگن ہی رہیں
آسمانِ نور کی وہ شمس اظہر ایڑیاں

ان کی رفعت واہ واہ کیا بات اختؔر دیکھ لو
عرشِ اعظم پر بھی پہنچیں ان کی برتر ایڑیاں

چراغِ محبت

مقصود احمد تبسم . دبئی (متحدہ عرب امارات)

میں نے ہاتھوں میں اُٹھائے جو دعاؤں کے چراغ
اُن کی جانب سے نظر آئے عطاؤں کے چراغ

مُصحفِ عشق میں نام ان کے لکھے جاتے ہیں
خونِ دل سے جو جلاتے ہیں وفاؤں کے چراغ

اب دکھاتے ہیں مرے زخم ہی منزل کا نشاں
روشنی دیں گے مجھے کیا یہ دواؤں کے چراغ

غم کا مارا ہوں مریضِ شبِ فرقت ہوں میں
آپ کے جلووں میں ہیں میری شفاؤں کے چراغ

جادۂ عشق میں گر چاہو چراغاں کرنا
اُف نہیں کرنا جلا لینا رضاؤں کے چراغ

جو جلاتے ہیں رہِ حق میں شہادت کے دیئے
موت اُن کے لئے لاتی ہے بقاؤں کے چراغ

مرے اللہ سدا ان کو فروزاں رکھنا
یہ ہیں تطہیر و طہارت کی رداؤں کے چراغ

ہو شمائل کہ خصائل کہ فضائل کی ضیاء
سارے اوصاف ہیں آقا کی اداؤں کے چراغ

مجھ سے سُن لیجئے زخمِ شبِ ہجراں کا علاج
خاکِ طیبہ میں ہیں پوشیدہ شفاؤں کے چراغ

منکرو ! فکرِ رضا سے ہی مٹے گی ظلمت
جگمگائیں گے غلاموں کی وفاؤں کے چراغ

ہم نے قرآن کی گہرائی میں جا کر دیکھا
روشنی دیتے ہیں بس اُن کی اداؤں کے چراغ

اُن کی دہلیز پہ لے جاؤں چراغِ ہستی
پھر بجھے سامنے طیبہ کی ہواؤں کے ! چراغ

میں نے جب گوہرِ مقصود کو پانا چاہا
بحرِ افکار میں جل اٹھے ثناؤں کے چراغ

فہرست

محمد نعیم طاہر رضوی (چیف ایڈیٹر ماہنامہ ''کنزالایمان'' لاہور)

اپنی بات

بیڑہ غرق ہو روشن خیالی کا جب سے یہ ہوا چلی ہے ماں باپ بہن، بھائی، تایا، چچا غرضیکہ دوست احباب کی بھی عزت وقار داؤ پر لگ گیا ہے۔ اس میں پیش پیش یورپ اور امریکہ ہیں جن کے ہاں خاندانی نظام ملیامیٹ ہو چکا ہے۔ پھر اسی روشن خیالی اور اعتدال پسندی نے اورتو اور انبیاء کرام کو بھی نہ بخشا۔ اسی تسلسل کو آگے بڑھاتے ہوئے اب انھوں نے سرکار ابد قرار سید العالمین محمد ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کر دیئے۔ کم بختوں نے یہ نہ سوچا کہ مسلمان بے عمل تو ہوسکتا ہے لیکن سرکار ابد قرار ﷺ کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی برداشت نہیں کرسکتا۔

ان خاکوں کے خلاف دنیا بھر میں احتجاج ہوا۔ مظاہرے ہوئے 14 فروری 2006ء کو لاہور میں تحفظ ناموسِ رسالت محاذ کے زیر اہتمام مظاہرہ ہوا اور اس میں مسلمان سراپا احتجاج بن گئے۔ خفیہ ہاتھ اپنا کام کر گیا اور مظاہرے کو پرتشدد بنا کر آگ وخون کی ہولی کھیلی گئی۔ سینکڑوں افراد کو گرفتار کیا گیا اور دہشت گردی کے مقدمات قائم کر دیئے۔ اس دوران اسیران ناموس رسالت نے نہایت پامردی سے مقابلہ کیا اور پھر دہشت گردی کی عدالتوں نے بھی انہیں بے گناہ قرار دیا۔

لیکن ایک بات مجھے اُن علماء و مشائخ سے بھی کرنا ہے جنہوں نے اس سارے عرصہ میں چُپ سادھے رکھی۔ اور اُن نام نہاد عشاقان مصطفیٰ سے بھی کہ جنہوں نے اس موقع پر دیہاڑیاں لگائیں۔ اور کارکنان اہلسنت کے جزبات کو کیش کروایا۔ کیا قیامت کے دن وہ سرکار ابد قرار ﷺ کی شفاعت کے مستحق ہوسکتے ہیں؟

غازی عبدالرحمٰن چیمہ اور دوسرے دو افراد (محمد رفیق، محمد قیصر) کی شہادت پر بھی انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اس سارے عرصہ میں قومی اخبارات میں جو فکر انگیز مضامین اور اداریے شائع ہوئے انہیں یکجا کر کے ایک گلدستہ آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ ان میں وہ مضامین بھی ہیں جن میں سرکار ﷺ کی عظمتوں اور رفعتوں کی باتیں ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے ہولناک ارادے بھی ہیں۔ حکومت کو اس کا اصلی چہرہ بھی دکھایا گیا ہے۔ اور ان کے مضامین بھی ہیں جو اس سارے عمل کو تنقید کی نگاہ سے

دیکھتے ہیں صرف اس لئے کہ ایسے رائٹروں کے نظریات سے ہرکوئی آگاہ ہوسکے۔

الحمدللہ! کنزالایمان کے سترہ سالہ سفر کا یہ 13واں خصوصی شمارہ ہے۔اس سے قبل 12 خاص نمبر اہل علم سے داد تحسین وصول کر چکے ہیں۔یہ آپ نے بتانا ہے کہ اس اہم دستاویز کو شائع کر کے ہم کہاں تک کامیاب ہوئے۔اس کے لیٹ ہونے کی دو وجوہات بڑی اہم ہیں ایک یہ کہ خود مجھ پر دہشت گردی کے مقدمات قائم ہوئے۔ کنزالایمان کے کارکنان ادھر اُدھر رہے اور دوسرے یہ کہ ہم چاہتے تھے کہ غازی عامر چیمہ شہید کے پہلے عرس مبارک پر یہ عشاقان مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھوں میں ہو۔

اس کی تیاری میں یوں تو بہت سے مخلص احباب نے جہاں تعاون فرمایا وہاں میرے ساتھیوں محمد رضوان قادری، محمد نقاش علی رضوی، اظہر احمد رضوی، محمد طارق فاروقی رضوی، محمد خرم خان، عثمان احمد، حسن امیر اور پروفیسر محمد اعجاز بھی خصوصی شکریے کے مستحق ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں قیامت کے روز حضور سید العالمین محمد ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔

آمین۔

رنگ لائیں اہلِ دین کی کاوشیں
آج ہے پیشِ نظر نمبر یہ خاص
مرحبا اے ''کنزالایمان'' مرحبا
بالیقیں ہے معتبر نمبر یہ خاص

''کنزالایمان'' کے تمامی کارکن
ہیں مبارک باد کے سب مستحق
کر کے شائع عظمت و شانِ نبی ﷺ
ہو گئے ہیں داد کے سب مستحق

سید عارف محمود مہجور رضوی، گجرات

توجہ فرمائیں:۔ یہ 2007ء کی پہلی ششماہی کا شمارہ ہے۔ (جنوری تا جون)

تقریظ

اُستاذُ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی

شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ لاہور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد

یہود ونصاریٰ بشمول ہنود۔ رسول اللہ ﷺ کے دنیا میں جلوہ گر ہونے اور اعلان نبوت سے لے کر ہر دور میں نہ صرف نبی کریم ﷺ کی ذات عالیہ سے بلکہ اسلام اور اسلام کے ماننے والوں سے دلی بغض عناد اور دشمنی کا اظہار کرتے چلے آرہے ہیں۔ قرآن مجید نے ان کی دشمنی اور مسلمانوں سے بغض وعناد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآء من اَفْوَاهِهِمْ وما تخفی صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْبَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰياتِ ان كُنْتُمْ تَعْقِلُوْن (سورہ ال عمران 118)

ان کا بغض انکے مونہوں (یعنی زبانوں) سے ظاہر ہو چکا اور جو چھپا رکھا ہے ان کے سینوں نے وہ اس سے بھی بڑا ہے ہم نے اپنی آیتیں تمہارے لئے کھول کر بیان کر دیں اگر تم سمجھو۔

قرون اولیٰ سے لے کر اب تک کسی نہ کسی اسلوب میں مسلمانوں کی دل آزاری ان کا طریق و شیوہ رہا ہے۔ کبھی انبیاء کرام کی اہانت سے کبھی کتب الہیٰہ کی پامالی سے تو کبھی اسلام کے زریں اصول پر اعتراض سے۔ یہ جانتے ہیں کہ مسلمان ہی وہ ملت واحدہ ہیں جو سبھی انبیاء پر دل و جان سے فدا ہیں۔ یہی سبھی کتب سماوی پر ایمان کے قائل ہیں۔

یہ بھی انہیں معلوم ہے کہ مسلمان بڑے صابر وشاکر مگر غیور قوم ہیں۔ اسی وجہ سے گاہے گاہے انبیاء کرام اور حضور اکرم ﷺ کے بارے میں اہانت آمیز افعال واقوال شنیعہ سے مسلمانوں کی دل آزاری سے ان کی غیرت کو للکارتے ہیں۔ حال ہی میں ڈنمارک کے اور پھر یورپ کے دیگر ممالک کے اخبارات نے سرکار دو جہاں ﷺ کے بارے میں اہانت آمیز خاکے شائع کر کے مسلمانوں کی غیرت کو پھر سے چیلنج کیا اور عالم اسلام کے مسلمانوں نے ردعمل کا اظہار کر کے ثابت کر دیا

نہ کٹ مروں میں جب تک خواجہ طیبہ ﷺ کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

ہر مسلمان نے جس کے دل میں شمع ایمان فروزاں ہے اس نے اس پر اپنے ردعمل کا اظہار کیا، اخبارات نے اداریہ لکھے۔عوام نے جلوسوں کی صورت میں اپنے ردعمل کا اظہار کیا اور عامر جیسے قومی سپوت نے تو جان فدا کردی۔

ان تمام خبروں، اداریوں اور تبصروں کو کنز الایمان سوسائٹی اور اہل سنت و جماعت کے سپاہی محمد نعیم طاہر رضوی نے یکجاہ کر کے اپنے نبی ﷺ سے لگاؤ اور عشق و محبت کی چنگاری کو ہمیشہ کے لئے شعلہ جوالا بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے ان کی اس کاوش کو پذیرائی عطا فرمائے۔

خادم العلماء
محمد عبدالعلیم سیالوی

غیرتِ دینی کا پھر احیاء کریں

سید عارف محمود مہجور رضوی، گجرات

سرورِ کونین ہیں میرے نبی ﷺ — دو جہاں میں آپ ﷺ ہی کا راج ہے
آپ ﷺ کے در کے ہیں منگتے بادشاہ — آپ ﷺ کو زیبا کرم کا تاج ہے
آپ ﷺ ہیں اذنِ خدا سے دادرس — جس کو دیکھو آپ ﷺ کا محتاج ہے
آپ ﷺ کے شایانِ شان ہے سروری — آپ ﷺ کو ملتا ثنا کا باج ہے
آپ ﷺ کی ناموس پر مرنے کا نام — اصل میں ایمان کی معراج ہے
آپ ﷺ کی حرمت پہ جو بھی کٹ گیا — اہلِ ایماں کا وہی سرتاج ہے
غیرتِ دینی کا پھر احیاء کریں — حق پرستی کا تقاضا آج ہے

آؤ کہ مہجور جاں قرباں کریں
ہم کو رکھنی مصطفیٰ ﷺ کی لاج ہے

تقریظ

مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی

شیخ الحدیث جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم

رب ذوالجلال نے قائد المرسلین حضرت محمد ﷺ کو تمام مخلوقات میں سے بڑا مقام عطا فرمایا ہے۔ عشاق کے سینے ہر وقت اس بات سے ٹھنڈے رہتے ہیں لیکن عداوت زدہ دماغ اور حسد سے بھرے ہوئے سینے دھواں پھیلاتے رہتے ہیں۔ اس دھویں کی آلودگی سے فضاؤں کے دفاع کے لئے عشاق رسول ﷺ اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ جس کردار سے ہماری پوری تاریخ روشن ہے۔

گذشتہ سال جب ڈنمارک میں گستاخانہ خاکے بنائے گئے تو پھر امت مسلمہ کے جذبات میں ہل چل مچ گئی ہر طرف احتجاج اور ہر طرف ریلیوں کے مناظر تھے۔ ایسے میں چپکے سے عامر عبدالرحمٰن شہید نے اپنا منفرد کردار ادا کیا۔

اس موقع پر تحفظ ناموس رسالت کا موضوع مختلف جہات سے نوک قلم پے پھر سے جلوہ گر ہوا۔ ہمارے متحرک اور فعال نوجوان، کنزالایمان سوسائٹی کے روح رواں محمد نعیم طاہر رضوی صاحب نے ماہنامہ کنزالایمان کا ایک وقیع نمبر تیار کر کے اس موضوع پر قابل فخر اور گراں قدر ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اور آپ کے رفقاء کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔

آمین۔ ثم آمین

محمد اشرف آصف جلالی

6 ربیع الثانی، 1428ھ

تقریظ

ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی

مدیر ماہنامہ ''درویش'' لاہور

ناموسِ رسالت ﷺ کا تحفظ ہر مسلمان کا اوّلین اور اہم فریضہ ہے۔ جس مسلمان کے اندر حضور پُر نور شافعِ یوم نشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حُرمت پر جان، مال اور اولاد قربان کر دینے کا جذبہ صادق نہیں۔ وہ محض نام کا مسلمان ہے۔ بقول ابوالاثر حفیظ

محمد ﷺ پر نہ جب تک جان و مال، اولاد قربان ہو
مسلماں لاکھ کہلاؤ، مگر تم نا مسلماں ہو

توہین رسالت کے واقعات عہدِ رسالت مآب (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں بھی پیش آئے۔ جن کا اہل ایمان نے فوری نوٹس لیا۔ یعنی ''شاتم'' کو کیفرِ کردار تک پہنچا کر دم لیا۔

سورۂ توبہ میں ارشاد ربانی ہے۔

''(اے حبیب ﷺ!) آپ فرمایئے، اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویوں اور تمہارا کنبہ، اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں۔ اور وہ کاروبار کہ اندیشہ کرتے ہو جن کے مندے کا۔ اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو۔ تمہیں زیادہ پیارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے، اور اُس کے رسول ﷺ سے۔ اور اُس کی راہ میں جہاد کرنے سے، تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ لے آئے اپنا حکم...... اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اُس قوم کو جو نافرمان ہے۔ (آیت 24)

عہدِ رسالت کے چند واقعات:۔

1:۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا نے اپنی ایک لونڈی کو جس سے اُس کی اولاد بھی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دیتے ہوئے سنا، تو اُس نے اُسے قتل کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس لونڈی کے خون کو ساقط کر دیا۔ (بحوالہ سنن ترمذی، ابوداؤد)

2:۔ امام شعبی حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت

نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی۔ اُس پر ایک آدمی نے اس کا گلا دبا دیا۔ جس سے وہ مرگئی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کے خون کو ساقط کر دیا۔ (ابو عبید، کتاب الاموال صفحہ 259، 260)

3:۔ کعب بن اشرف عہد رسالت میں نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کا مرتکب ہوتا تھا۔ ایک روز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

"کون ہے، جو کعب بن اشرف کو ٹھکانے لگائے؟ کیونکہ اُس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائی ہے۔"

صحیح بخاری اور فتح الباری میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ تو محمد بن مسلم بڑھے اور پوچھا۔

یارسول اللہ ﷺ! آپ چاہتے ہیں کہ اُسے قتل کر دیا جائے؟

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "ہاں"

یہ سن کر محمد بن مسلم اور اُن کے ساتھیوں نے گستاخ رسول کعب بن اشرف کو جہنم رسید کر دیا۔

5:۔ عمر بن امیہ نے اپنی ایک بہن کو قتل کر دیا۔ جو حضور پر نور ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی۔ عمر بن امیہ نے تلوار سے اسے جہنم رسید کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ کو معلوم ہوا۔ تو آپ نے اس کا خون ساقط کر دیا۔

اس طرح اور بھی کئی واقعات ہیں۔ جنہیں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو اردو ترجمہ از مولانا عبدالرحیم، قومی کتب خانہ، مطبوعہ 1962، صفحات 662، 661)

عہد رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے انہی واقعات واحکام کا اثر تھا۔ کہ بعد کے زمانوں میں ایسے واقعات بہت ہی کم پیش آئے۔ کیونکہ دشمن اس حقیقت کو اچھی طرح جان گئے تھے۔ کہ کوئی بھی سچا مسلمان اہانت رسول کو برداشت نہیں کر سکتا۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کے عہد خلافت یہ واقعہ تو بہت مشہور ہے کہ کسی علاقے میں دو عورتوں نے مسلمانوں کی دل آزاری اس طرح کی کہ ایک عورت نے مسلمانوں کے حق میں بدکلامی کی اور دوسری نے حضور رحمت عالم، نور مجسم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کی۔ علاقے کے مسلمان گورنر نے ان دونوں عورتوں کے دانت نکلوا دیئے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر ؓ کو خبر ہوئی تو آپ نے مسلمان گورنر کو لکھا کہ تمہیں سرکار دو عالم ا کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والی عورت کو قتل کر دینا چاہیے تھا۔ گویا حضرت سیدنا صدیق اکبر ؓ کے نزدیک محض دانت نکلوا دینا، شاتم رسول ﷺ کی کافی سزا نہیں ہے۔

متحدہ ہندوستان میں انگریزوں کے قابض ہو جانے کے بعد ہندوؤں کو یہ جرأت ہوئی کہ وہ رسول

اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کریں۔ تاکہ اُس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہو۔ لیکن ہر ایسے کمینہ خصلت شخص کا وہی حشر ہوا۔ جو ہونا چاہئے تھا۔ یعنی وہ سب کے سب اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ مثلاً 1927ء میں غازی عبدالرشید نے ''شردھانند'' کو قتل کردیا۔ 1929ء میں غازی علم الدین نے ''راج پال'' کو جہنم رسید کیا۔ 1933ء میں غازی عبدالقیوم نے ''نتھورام'' کو ایک تیز دھار چاقو سے داخلِ دوزخ کیا۔ 1936ء میں بھلہ شریف (ضلع چکوال) کے غازی مرید حسین نے ڈاکٹر ''رام گوپال'' کو خنجر کے ایک ہی وار سے جہنم میں پہنچادیا۔ اور 1937ء میں چکوال ہی کے ایک فوجی جوان ''غازی میاں محمد'' نے ایک ڈوگرہ سپاہی ''چرن داس'' کے جسم سے رائفل کی دس گولیاں گزار کر اپنے لئے پروانہ جنت حاصل کیا۔ متحدہ ہندوستان کے یہ وہ خوش نصیب بہادر مسلمان ہیں جنہیں بیک وقت غازی اور شہید ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ستمبر 2005ء میں ڈنمارک کے شیطان صفت کارٹونسٹ نے پیغمبر اسلام ﷺ کی اہانت کی غرض سے ایسے خاکے شائع کئے کہ تمام دنیا کے مسلمان تڑپ اٹھے۔ ہر ملک میں احتجاجی جلسے ہوئے اور جلوس نکالے گئے۔ اس سلسلے میں اہل لاہور کے غیظ وغضب اور جوش وخروش کا اندازہ 14 فروری 2006ء کی مکمل ہڑتال اور عظیم الشان جلوس سے لگایا جاسکتا ہے۔ اس موقع پر پاکستانی مسلمانوں کے کرب کا اندازہ آپ کو ان احتجاجی مضامین اور کالموں سے بخوبی ہوگا۔ جو اس وقت قومی اخبارات میں شائع ہوئے۔ اور جنہیں مرتب کر کے محفوظ کرنے کی سعادت اب ماہنامہ ''کنزالایمان'' حاصل کررہا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک اہم تاریخی دستاویز ہے۔ اکیسویں صدی کے اس شردھانند اور راجپال کو جو ڈنمارک کے ایک کارٹونسٹ کے روپ میں سامنے آیا۔ پاکستان کے ایک قابل فخر فرزند اسلام ''غازی عامر چیمہ شہید'' نے ٹھکانے لگایا۔

ایں سعادت قسمت شہباز دشاہیں کردہ اند

ڈنمارک کے خاکوں کی اشاعت پر ہمارے قومی اخبارات میں جو احتجاجی اور ایمان افروز مضامین (کالم) شائع ہوئے۔ وہ ہماری ملی غیرت کا منہ بولتا ثبوت اور اہم حصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ''کنزالایمان'' کے مدیر جناب محمد نعیم طاہر رضوی صاحب کو جزائے خیر سے نوازے، جو ملی اخبارات میں شائع ہونے والے مضامین کو بڑی محنت اور تلاش کے بعد مرتب کر کے یکجا شائع کررہے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک نہایت اہم ملی دستاویز ہے۔ جس کی ضرورت ہر دور میں محسوس کی جائے گی۔

''کنزالایمان'' کا یہ ایمان افروز نمبر مسلمانوں کو ناموس رسالت کے تحفظ کا ہمیشہ احساس دلاتا رہے گا۔

عابد نظامی مدیر ماہنامہ ''درویش''، لاہور

تقریظ

علامہ عبدالحق ظفر چشتی

مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''نور العرفان'' لاہور

ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی کشتی و دریا و طوفانم توئی
در دل مسلم مقام مصطفیٰ ﷺ است آبروئے ما زنام مصطفیٰ ﷺ است

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نسبتِ مصطفوی کے بغیر کوئی نسبت اللہ تعالیٰ کے دربار میں کوئی مقام نہیں رکھتی۔۔ اگر کوئی صرف رضائے الٰہی سے ہی کام کرنا چاہتا ہو۔ تو وہ بھی مقبولیت کا شرف جبھی پائے گا۔ جب نسبت مصطفوی سے ہوگا۔ بے حد وعد انبیاء و ذوالکرم علیہ السلام۔ اُن پہ ہزار جان سے فدا ہوں۔ لیکن وہ ساری شمعیں سراج منیر ﷺ کی طلعت سے ماند پڑ چکی ہیں۔

وہ نسبت جو مجھے بارگاہِ ربوبیت میں معتبر بناتی ہے۔ وہ نسبت جو مجھے کفر کی ذلالت سے نکال کر مصفیٰ و منقیٰ بناتی ہے۔ وہ نسبت جو ہر مقام و ہر جگہ میری سرخروئی کا سبب بنتی ہے۔ وہ نسبت جس سے میرا نظامِ تنفس ہی نہیں بلکہ سارا نظم کائنات وابستہ ہے۔ اگر اُس کی طرف کوئی میلی آنکھ سے دیکھے۔ اور پھر بچ کر چلا جائے تو تف ہے، میرے جینے پر۔ تف ہے، میرے دعویٰ عشق و محبت پر۔ تف ہے، دعویٰ ایمان پر۔

محترم محمد نعیم طاہر رضوی صدر ''کنز الایمان سوسائٹی'' صدر بازار لاہور کینٹ اسی غیرت ایمانی، اسی غیرتِ نسبتِ مصطفوی سے سرشار، کسی بھی سطح پر، کسی بھی قیمت پر سودے بازی کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ نرم گوشے کا تصور بھی اُن کے نزدیک کفر کی دلدل میں گرا دیتا ہے۔

اسی جذبہ ایمان، اسی جذبہ غیرت اور اسی جذبہ محبت سے سرشار اور ناموس مصطفیٰ کی تحفیظ سے سرشار قلم برداشتہ ہوئے ہیں۔ اور ایک ضخیم نمبر ''ماہنامہ کنز الایمان'' نکالنے میں کامیاب ہوئے۔

اے نعیم! ہم جھوٹوں کی طرف سے، ہم کھوکھلوں کی طرف سے، ہم کمزوروں کی طرف سے تیرے پختہ ایمان و نسبت کو ہدیہ تبریک۔ تیری آواز مکے تے مدینے۔

عبدالحق ظفر چشتی

پناہ گزیں۔ ادارہ آغوش محمد ﷺ مصطفیٰ آباد، لاہور

محمد نواز کھرل (جنرل سیکرٹری کونسل آف جرائد اہلسنت، پاکستان)

تحفظِ ناموسِ رسالت ۔۔۔۔۔ایک روح پرور دستاویز

حضور پرنور، شافع یوم النشور، فخرِ دو جہاں، نبی آخر الزماں، سید المرسلین، خاتم النبین، احمد مجتبیٰ، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ بابرکات ابتدا ہی سے مومن نگاہوں کا مرکز ہے۔آپ ﷺ کا فکر و تصور اہلِ عشق کی نماز اور درود و سلام کا ملکوتی وظیفہ افضل ترین عبادت ہے۔رسول پاک ﷺ سے لفت و ارادت ہی مغزِ قرآن، روحِ ایمان اور جانِ دین ہے۔آپ ﷺ کے فضائل، شمائل اور خصائل سے وابستگی ملتِ اسلامیہ کا سب سے بڑا اثاثہ ہے۔ ہر سچے مسلمان کا دل آپ ﷺ کی عقیدت و محبت کا مسکن ہے۔اسی محبتِ رسول ﷺ کا اعجاز ہے کہ تحفظِ ناموسِ رسالت اور شاتمانِ نبی کی ہلاکت و بربادی کا اہتمام ملتِ حجاز نے ابتدا ہی سے روا رکھا۔قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے اس باب میں لاتعداد روشن حوالے اور ایمان پرور نمونے چھوڑے ہیں۔ بلاشبہ مسلمان قوم نے جس جذبہ ایمانی اور عزتِ عشق کے ساتھ رسولِ صادق ﷺ کی حرمت و ناموس کا تحفظ کیا۔اس کی نظیر دنیا کی کوئی اور قوم پیش نہیں کر سکتی۔تحریک شاتمتِ رسول صرف ہندوستان میں ہی نہیں چلی بلکہ قبل ازیں اس فتنے نے اندلس میں بھی سر اٹھایا تھا۔مؤرخین بتاتے ہیں کہ صلیبی جنگوں کے پس منظر میں بھی تحریک شاتمتِ رسول کارفرما تھی۔تاریخی ماخذ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تحریک شاتمتِ رسول 850ء مطابق 234ھ میں شروع ہوئی اور 860ء میں اس کا مکمل طور پر قلع قمع ہو گیا تھا۔بتایا جاتا ہے کہ اس عرصے میں بہت سے شاتمانِ مصطفیٰ ﷺ کو واصلِ جہنم کیا گیا۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں 53 افراد کی فہرست ہے۔اسی تحریک شاتمتِ رسول کے تسلسل میں ڈنمارک کے اخبار میں 30 ستمبر 2005ء کو شرمندۂ اشاعت ہونے والے توہین آمیز خاکے محض لاعلمی یا لاابالی پن کا نتیجہ نہیں تھے۔ بلکہ یہ ایک سوچی سمجھی سازش کا مکروہ ترین حصہ تھے۔اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے خلاف مغرب کا یہ رویہ محض لاعلمی کی پیداوار نہیں بلکہ چرچ کی پوری تاریخ حضور نبی کریم ﷺ کی مخالفت کی تاریخ ہے۔اس متعفن روّیے کو مغرب کے مؤرخوں، دانشوروں اور فلسفیوں نے بھی جاری رکھا چنانچہ موجودہ مغرب کی پوری اٹھان و پروان ہی اسی نفسیات میں ہوئی ہے وہ اسلام کو اپنی مادر پدر آزاد و بے لگام

تہذیب کے خلاف ایک خطرہ سمجھتا ہے۔

ڈنمارک میں چھپنے والے دل آزار خاکوں کے ردِ عمل میں دنیا بھر میں ہونے والے شدید اور تاریخی احتجاج سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اگر عالمِ اسلام کے بے حس اور غیرت وحمیت سے عاری حکمرانوں کی نفسیاتی رکاوٹیں تحلیل ہو جائیں تو اب بھی مسلمانوں کا خرمن راکھ کا ڈھیر نہیں بن سکا۔ عشق کی آگ اب بھی فروزاں ہے۔ مسلمانوں کے پاس اس ایک چیز کے علاوہ باقی بچا ہی کیا ہے۔ حکومتیں امریکی استعمار کی غلام ہیں۔ علم کی عظمت ہمارے بخت پر شرمندہ رہتی ہے۔ ہماری تمام متاعِ اقبال لٹ چکی ہے۔ تختِ شاہی الٹ چکے ہیں۔ چوٹیاں زیر ہو گئی ہیں۔ ایوانِ اقتدار لرز گئے ہیں۔ اب ہمارے پاس صرف اور صرف سرکار دو جہاں ﷺ سے محبت کا بے پناہ جذبہ ہی باقی بچا ہے۔ لیکن گنبدِ خضریٰ کے مکیں، انسانیت کے سب سے بڑے محسن اور قائد سے امت کا تعلق چند آنسوؤں اور چند آہوں کا نہیں ہے۔ یہ عشق سے سرشار زندگی وموت کا تعلق ہے۔ اس کے سامنے مغرب اپنے حیوانی غرور کی ساری حدیں پھلانگ لے۔ اپنے غضب کے آسماں کی ساری بجلیاں اتار لائے اور اپنے بغض وعناد کے حجم کو ہمالیہ سے بھی بلند کر لے مگر مسلمانوں کے دلوں سے سرکارِ دو جہاں، جانِ کائنات ﷺ کے عشق کو شکست نہیں دے سکتا۔ یہ جذبہ عشق جب بھی انگڑائیاں لیتا ہے تو بے پناہ ہو جاتا ہے۔ بے حد وحساب ہو جاتا ہے اور سرشار و بے تاب ہو جاتا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ قومی وملی بیداری عقل سے نہیں عشق سے پیدا ہوتی ہے وہ عقل جو تذبذب پیدا کرے، بلا تذبذب دیوار پر مار دینے کے قابل ہے اور وہ عشق جو جہانِ تازہ کی نوید بنے اس سے افضل کوئی شے نہیں ہے۔

اس عشق ومحبتِ رسول سے سرشار برادرم محمد نعیم طاہر رضوی نے نہایت عرق ریزی، محنت اور لگن کے ساتھ تحفظِ ناموسِ رسالت کی اہمیت، نزاکت اور صداقت کے تذکروں کو جمع کر کے ماہنامہ ''کنز الایمان'' کے اس خصوصی نمبر میں ہر اہم ترین اہلِ قلم کے مضامین کو مختلف اخبارات ورسائل سے تلاش کر کے ایک خوبصورت اور دلکشا گلدستے کی شکل میں پیش کر دیا ہے۔ اس طرح ایک تاریخی ریکارڈ مرتب ہو کر ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا ہے۔ ماہنامہ کنز الایمان کے زیر نظر ''تحفظِ ناموسِ رسالت نمبر'' کے اوراق پر سجے مضامین اور جگمگاتی تحریروں میں عشقِ رسول ﷺ کے تذکرے ہیں۔ اسلام دشمنی کے بولتے نقوش ہیں۔ ایمان پرور داستانیں ہیں۔ قرآن وسنت کے فولادی دلائل ہیں۔ گستاخانِ رسول کے جگر پر قلم کی نشتر زنی ہے۔ دشمنانِ اسلام کو لرزاتی قلمی للکاریں ہیں۔ اس خصوصی اشاعت کی سطر سطر روشنی اور حرف حرف کلی ہے۔ یہ نمبر خوشبوؤں کا مرقع ہے۔ روشنیوں کا ہالہ ہے۔ رنگوں کی قوسِ قزح ہے۔ انوارات کا مجموعہ اور تجلیات کا مظہر ہے۔ دلِ غمزدہ کی پکار ہے۔ شمشیرِ بے نیام کی جھنکار ہے۔

شیریں لہجے میں تلخ حقائق کی نشاندہی کہے۔عمل کی پرخلوص دعوت ہے۔صاحبانِ دل کی تحریریں ہیں جو دل سے نکلتی ہیں اور دل پر اثر کرتی ہیں زندہ، شگفتہ اور ہمیشہ تروتازہ رہنے والے مضامین کا یہ دلنشیں اور دلآویز مجموعہ ہماری دینی صحافت کی تاریخ میں ہمیشہ یادرکھا جائے گا اور امتِ مسلمہ کے ایمانی جذبوں کو دلولہ تازہ عطا کرتا رہے گا۔میں اس خصوصی کاوش پر دینی راہوں کے مخلص مسافر، اپنے بھائی محمد نعیم طاہر رضوی کو دل، دماغ اور روح کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ان کا یہ کارنامہ ہمیشہ اہل محبت کی آنکھوں میں جھلملاتا رہے گا۔

جواں سال، جواں فکر اور جواں عزم محمد نعیم طاہر رضوی کا یہ پہلا کارنامہ نہیں ہے بلکہ اہلسنت کے اس قابلِ فخر اور صاحبِ کردار و عمل، خوش بخت نوجوان کی تنظیمی، تحریکی اور صحافتی زندگی کا شاندار سفر معرکہ آرائیوں کامیابیوں اور کامرانیوں سے بھرا ہوا ہے۔وہ زیرنظر خصوصی اشاعت سے قبل بھی ماہنامہ کنزالایمان کے کئی خصوصی نمبر شائع کر چکے ہیں۔جن میں ''تحریکِ خلافت و ترکِ موالات نمبر''، ''تحریک پاکستان نمبر''، ''قائدِ اعظم نمبر''، پروفیسر ڈاکٹر آفتاب نقوی شہید نمبر''، ''چوہدری حمایت علی شہید نمبر''۔''ختمِ نبوت نمبر''، حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نمبر''، ''حکیم محمد موسیٰ امرتسری نمبر''، ''قائدِ ملت (علامہ شاہ احمد نورانی) نمبر''، اور انٹرنیشنل سنی ڈائریکٹری نمبر قابلِ ذکر ہیں۔

مسلکِ رضا کا پرچم سربلند رکھنے کے لئے اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ صرف کر دینے والے محمد نعیم طاہر رضوی نے مارچ 1983ء میں افکارِ رضا کے فروغ و اشاعت کے لئے ''کنزالایمان سوسائٹی'' کی بنیاد رکھی۔اسی فعال اور متحرک تنظیم کے تحت 19۔اکتوبر 1984ء کے تاریخی دن دہلی روڈ صدر لاہور کینٹ میں اختر رضا لائبریری کا قیام عمل میں لایا گیا اور مارچ 1991ء میں ماہنامہ ''کنزالایمان'' کا اجراء کیا گیا۔بے مثال کارکردگی کی حامل اسی سوسائٹی کے زیرِ انتظام 1987ء سے ہر سال باقاعدگی کے ساتھ قومی سطح پر عظیم الشان امام احمد رضا کانفرنس کے انعقاد کا سلسلہ جاری ہے۔سوسائٹی کی طرف سے اب تک مختلف اہم موضوعات پر سینکڑوں کتابچے ہزاروں کی تعداد میں شائع کر کے تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جبکہ سارا سال اہم مواقع پر خصوصی اجتماعات اور دروسِ قرآن و حدیث کا اہتمام بھی نہایت سلیقے اور عمدگی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔یہ سب کچھ اس لئے ممکن ہوا کہ صادق اور بے ریا جذبوں کے مالک نعیم طاہر رضوی نے اپنی زندگی کی لغت سے آرام و سکون کے الفاظ نکال کر نذرِ آتش کر دیئے ہیں اور اپنی حیاتِ مستعار کی صبحیں اور شامیں، دن اور راتیں دینِ نبی کی خدمت کے لئے وقف کر رکھے ہیں۔ہمارے مسلکی کاروان کے اس مخلص، جنوں صفات اور انتھک ساتھی نے اپنی دینی سرگرمیوں کو کسی دنیاوی فائدے یا کاروبار کا ذریعہ نہیں بننے دیا۔اس طرح میں سمجھتا ہوں کہ جبوں اور دستاروں کے ہجوم میں

جناب محمد نعیم طاہر رضوی جیسے بے لوث اور جانثار نوجوانوں کا کردار و عمل ہمارے ''قائدین'' کی غفلتوں، کاہلیوں اور سُستیوں کا کفارہ ادا کر رہا ہے۔ یہی نوجوان دراصل ہماری ملت اور ہمارے مسلک کے ماتھے کا جھومر اور ہم سب کی آنکھ کا تارا ہیں۔

کنز الایمان سوسائٹی کی باصلاحیت ایثار کیش اور بلند عزم ٹیم نے اپنی شاندار اور تاریخ ساز کارکردگی سے ثابت کر دیا ہے کہ جب کچھ اہلِ جنوں عزم و یقیں کے چراغ ہاتھوں میں لے کر عشق کی بازی میں سب کچھ داؤ پر لگا کر شدت سے ایک اجلے خواب میں مبتلا ہوتے ہیں اور اپنے شب و روز کے سارے لمحے اس خواب کی نذر کر دیتے ہیں تو اُسے پایہ تکمیل کو پہنچنا ہوتا ہے۔

پیارے قارئین۔! میں آخر میں برادرِ گرامی محمد نعیم طاہر رضوی اور ان کے باوفا ساتھیوں کے جگمگاتے ولولوں، دہکتے جذبوں، دہکتے حوصلوں، روشن تمناؤں، اور تمتماتی جستجوؤں کو سلام پیش کرتے ہوئے آپ سے اجازت چاہتا ہوں اور آپ کو اگلے صفحات میں محبتِ رسول ﷺ کی خوشبوؤں سے مہکتے گلابوں سے سجے گلستان میں اترنے اور دل و نگاہ کی پیاسی وادیوں کو سیراب کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

خدا اور محبوبِ خدا ﷺ ہم سب کے حامی و ناصر ہوں۔

ملک محبوب الرسول قادری

گستاخانِ رسول کا عبرت ناک انجام

(قرآن، حدیث اور تاریخ کی روشنی میں)

حضور سید عالم نور مجسم رحمت کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کو اپنے رب کے حضور بلند ترین مرتبہ حاصل ہے اور وہ مقام محبوبیت پر فائز المرام ہیں گویا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اپنے محبوب کریم کی ہر ادا پسند ہے کیونکہ یہ محبوب بھی اپنے رب کی مرضی ورضا کے بغیر ایک لفظ تک اپنی زبان سے جاری نہیں فرماتا۔ حضور علیہ السلام نے اپنے رب کی وحدانیت اور عقیدۂ توحید ورسالت کا اعلان فرمایا تو کفار ومشرکین جان کے دشمن بن گئے۔ اس پر حضور ﷺ خود تو خاموش رہے اور راہِ وفا میں مشکلات و مصائب کا کشادہ دلی سے استقبال کیا مگر رب کریم نے اپنے محبوب ﷺ کے دشمنوں سے خوب انتقام لیا۔ مثلاً ابولہب جیسے گستاخ کی مذمت میں قرآن کریم کی پوری سورت نازل فرمادی۔ سورۂ لہب کا تفسیری اور تفصیلی مطالعہ اس حوالے سے نہایت معلومات افزا ہے۔ اہل ایمان ہمیشہ سے اس معاملے میں سنت الٰہیہ کے پیروکار رہے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کا یہ قول کس قدر مبنی برحقیقت اور ایمان افروز ہے کہ ”حضور ﷺ سے کامل محبت کی علامت ونشانی آپ کے دشمنوں کے ساتھ کامل بغض وعداوت رکھنا ہے۔ محبت میں سستی کی کوئی گنجائش نہیں۔ محب، محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے۔ اس کی مخالفت کی تاب نہیں رکھتا اور محبوب کے مخالفوں کے ساتھ کسی طرح بھی صلح اور آشتی نہیں کرسکتا۔

(مکتوبات امام ربانی، حصہ سوم، دفتر اوّل)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خان محدث بریلوی نے کس قدر فیصلہ کن معیار عطا کیا ہے اور مکمل شرح وبسط کے ساتھ واضح کردیا ہے کہ ”ایمان کے حقیقی اور واقعی ہونے کو دو باتیں ضروری ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم، تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کیسی ہی عقیدت، کیسی ہی دوستی کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو جیسے تمہارے استاذ، تمہارے پیر، تمہارے بھائی، تمہاری اولاد، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کے

کسے باشد، جب وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کریں تو اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے۔ (تمہید ایمان بآیات القرآن)

شفا شریف میں امام قاضی عیاض رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے کہ ''اگر کسی نے حضور اقدس ﷺ کی نعلین شریف کی بھی توہین کی ہے تو واجب القتل ہے۔ اگر کوئی مسلمان حضور ﷺ کی شان میں صراحۃً گستاخی کرنے کے بعد توبہ بھی کرلے تب بھی واجب القتل ہے۔ حضرت سیدنا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ توبہ قبول نہیں۔ توبہ کرنے کے بعد بھی گستاخ واجب القتل ہے کیونکہ یہ سزا کفر کی وجہ سے نہیں بلکہ حد شرعی کے تحت ہوگی۔

گستاخی رسول کے ارتکاب سے بڑی بدنصیبی اور کوئی نہیں حضور علیہ السلام کے ظاہری حیات مبارکہ کے زمانہ سے لے آج تک ہر عہد میں اس جرم کے مرتکب بدبختوں کو غضب الٰہی اور قہر خداوندی کا شکار ہونا پڑا اور وہ بدنصیب لوگ ہمیشہ کے لئے عبرت کا علامتی نشان قرار پائے۔ اگرچہ اس میں بھی کوئی شک نہیں یہ حرماں نصیب اپنے منحوس کردار، ظلم و بربریت اور سفاکی کے سبب بھی معاشرے کا ناسور تھے اور ان کی تلفی پورے معاشرے کے لئے خیر کا باعث تھی۔ چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

اعلان نبوت کے بعد حضور ﷺ کوہ صفا پر کھڑے ہو کر مشرکین مکہ کو توحید کا درس دیتے ہیں اور اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہیں اس وقت ابولہب نے انگلی اٹھا کر اشارہ کرتے ہوئے گستاخی کی اس کی یہ حرکت رب العزت کو بہت ناگوار گزری اور سورۂ لہب نازل ہوئی۔ اس سورۂ مبارک کے نزول کے بعد ابولہب بزدلی کے باعث بدر کی جنگ میں شریک نہ ہوا۔ لیکن بدر کی عبرتناک شکست پر ابھی صرف ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ جسم پر ایک زہریلا پھوڑا نمودار ہوا جو چند دنوں میں اس کے تمام جسم پر پھیل گیا ہر جگہ سے بدبودار پیپ بہنے لگی اور اس کا گوشت گل گل کر جسم سے جدا ہونے لگا۔ اس کے بیٹوں نے جب دیکھا کہ اس سے ایک متعدی مرض پھیل رہا ہے تو انہوں نے اس کو گھر سے باہر نکال دیا اور وہ تڑپتے تڑپتے مر گیا۔ اب اس کی لاش کو ٹھکانے لگانے کے لئے کوئی عزیز اس کے قریب نہ جاتا۔ تین دن تک اس کی لاش پڑی رہی جب اس کی تعفن اور بدبو سے لوگ تنگ آ گئے اور اس کے بیٹوں کو لعن طعن کرنے لگے تب انہوں نے چند حبشی غلاموں کو اس کی لاش ٹھکانے لگانے پر مقرر کیا اور اس کے ذریعہ ایک گڑھے میں لکڑیوں سے اچھال کر اس کی لاش کو ڈال کر مٹی ڈال دی۔ اتنے بڑے سردار کا یہ حشر ہوا یہ اللہ رب العزت ہی کا عذاب نہیں تو اور کیا ہے؟ اولاد اپنے باپ کو اس طرح گھر سے بے گھر کرے اور لاش کو گلنے سڑنے کے لئے چھوڑ دے ایسا منظر زمین پر اور اس آسمان کے نیچے اس سے قبل کبھی ہوا ہے اور نہ ہوگا۔

ایسے ہی عتبہ ابولہب کا حقیقی بیٹا تھا۔ اس نے اعلان نبوت کے بعد اپنے باپ کی ہدایت پر حضور

ﷺ کی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی جس پر حضور ﷺ نہایت رنجیدہ ہوئے۔اور اس کے لئے دُعائے ضرر فرمائی۔ ”اے خدا! اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے۔“

ابولہب نے جب سنا کہ اس کے بیٹے کو حضور ﷺ نے عذاب الٰہی کی خبر دی ہے تو سخت پریشان ہوا دونوں باپ بیٹے کو یقین ہو گیا کہ اب ایک نہ ایک دن عذاب الٰہی نازل ہو کر رہے گا۔ چنانچہ اسی خوف کی وجہ سے تجارت میں اس کو لے جانا بند کر دیا گیا۔ کافی وقت گزرنے کے بعد ایک مرتبہ ملک شام کو ایک قافلہ کے ساتھ یہ دونوں بد بخت روانہ ہوئے شب بسری کے لئے ایک مقام پر قیام کیا اور عتبہ کی حفاظت کے لئے ابولہب نے ہر قسم کا انتظام کیا مگر رات میں جب تمام اہل قافلہ سو گئے ایک شیر آیا اور ہر ایک کو سونگھتا ہوا اس منحوس تک پہنچا اور اسے پھاڑ ڈالا لیکن نہ اس کا ناپاک خون پیا اور نہ اس کا پلید گوشت کھایا۔

(سیرت رسول عربی، مؤلفہ مولانا نور بخش توکلی رحمہ اللہ)

اسی طرح اس گستاخ ٹولے میں اُمِ جمیل، ابولہب کی بیوی تھی اس کا اصلی نام اروہ تھا اور یہ بھینگی (آنکھ دبا کر دیکھنے والی) تھی اس کے دل میں حضور ﷺ کی عداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اسلام دشمنی میں یہ ملعونہ اپنے منحوس شوہر کے کسی طرح پیچھے نہ تھی۔ جب سورۂ لہب نازل ہوئی تو یہ بد بخت عورت ہاتھوں میں پتھر لے کر حضور ﷺ کی تلاش میں نکلی اور بڑبڑانے لگی کہ آپ جہاں بھی ملیں گے پتھروں سے خبر لوں گی اور حرم شریف میں داخل ہوئی۔ حضور ﷺ کعبہ کے پاس تشریف فرما تھے۔ حضور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو آتے دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اُم جمیل آ رہی ہے اور یہ ضرور کوئی خباثت کرے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ مجھے دیکھ بھی نہ سکے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ قریب آ کر حضور ﷺ کو دیکھ بھی نہ سکی اور بڑبڑاتے ہوئے واپس ہو گئی۔ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کو عبرتناک موت سے دوچار کیا اور آخرت کا عذاب تو اللہ تعالیٰ نافرمانوں کے لئے ہی تیار کر رکھا ہے۔

بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ حسبِ معمول حضور ﷺ کے راستے میں بچھانے کے لئے خاردار لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھائے ہوئے آ رہی تھی اور وہ گٹھا مونج کی رسی میں بندھا ہوا تھا (مونج ایک قسم کی گھاس ہے جس سے رسی بناتے ہیں) ام جمیل تھک کر ایک مقام پر آرام کرنے کے لئے بیٹھ گئی۔ گٹھا پیچھے سرک گیا اور وہ اسی رسی سے دم گھٹ جانے کے سبب مر گئی۔

ابوجہل، جس کا نام عمرو بن ہشام ہے بھی مشہور دشمن محبوب خدا ہے۔ اس کا پسندیدہ مشغلہ محبوب باری ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کے لئے نئے نئے منصوبے تیار کرنا اور ہر حال میں آپ کو تکلیف دینا تھا اس ملعون کی موت اس قدر عبرتناک ہے کہ اس کو کمسن لڑکوں نے ہلاک کیا وہ بچے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی حضرت مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ جنگ کے ختم ہونے کے بعد رحمت عالم ﷺ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو لے کر جب ابو جہل کی لاش دیکھنے پہنچے تو لاش کی جانب اشارہ کر کے فرمایا۔ ’’ابو جہل! اس زمانے کا فرعون ہے۔‘‘

کعب بن اشرف ایک دولت مند یہودی شاعر تھا۔ حضور اکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں ہجو لکھ کر اکثر طرح طرح کی گستاخیاں اور بے ادبیاں کرتا۔ اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اس نے آپ ﷺ کو چپکے سے شہید کر دینے کا قصد کیا جب اس کی شرارتیں حد سے بڑھنے لگیں تو حضور اکرم ﷺ نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دُعا کی کہ ’’اے اللہ! ابن اشرف کے شر سے ہمیں محفوظ رکھ، جس طرح تو چاہے۔‘‘ روایات میں ہے کہ صحابہ رسول حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت سعد بن معاذ، حضرت ابو نائلہ (جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے)۔ عباد بن کثیر، حارث بن اوس اور ابو عیسیٰ بن جبیر رضی اللہ عنہم چھ صحابہ نے اس کا کام تمام کیا۔ ہوا یہ کہ یہ حضرات رات کے وقت اس کے مکان پر آئے اور اس کو آواز دے کر بلایا وہ اپنے مکان کی اوپری منزل میں رہتا تھا اور اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ کعب بن اشرف نے جب ان صحابہ کی طرف سے بلانے کی آواز سنی تو فوراً نیچے آنے لگا اس کی بیوی نے دریافت کیا کہ کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا میرا رضاعی بھائی آیا ہے کعب کی بیوی نے کہا اس مرد کی آواز سے خون ٹپک رہا ہے۔

جب کعب بن اشرف باہر آیا حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تمہارے سر سے جو خوشبو آ رہی ہے ایسی خوشبو میں نے آج تک نہیں سونگھی۔ کعب نے جواب دیا میں نے عرب کی اس عورت سے نکاح کیا ہے جو خوشبو کو بہت پسند کرتی ہے۔ اور وہ تمام عورتوں میں بہت زیادہ خوبصورت ہے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا میں تمہارے سر کی خوشبو کو سونگھوں؟ اس نے کہا ضرور سونگھو، انہوں نے اس کے بالوں کو پکڑ کر سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی سنگھایا پھر چھوڑ دیا۔ دوسری مرتبہ پھر سونگھا اور بالوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور کہا اس دشمن خدا کی گردن اڑا دو اور فوراً دیگر صحابہ کرام نے اس ملعون کے ناپاک سر کو اس کے ناپاک جسم سے جدا کر دیا۔ (مدارج النبوۃ)

عمرو بن حجاش قبیلہ بنو نضیر سے تعلق رکھتا تھا جو شریر النفس تھا اور حضرت یامین بن عمرو رضی اللہ عنہ کا چچازاد تھا۔ ایک دن حضور علیہ السلام نے فرمایا ’’یامین! تم نے اپنے کزن کی حرکت دیکھی وہ مجھے دھوکے سے شہید کرنا چاہتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین (علیہ السلام) کے ذریعے مجھے اس کے عزم بد سے آگاہ کر دیا۔‘‘

محبوب خدا ﷺ کی زبانِ حق ترجمان سے یہ بات سن کر حضرت یامین رضی اللہ عنہ جوش غضب سے بے قرار ہو گئے اسی وقت اٹھے اور عمرو بن حجاش کی تاک میں رہنے لگے ایک دن موقع مل گیا اور جھپٹ کر اس ملعون کا تمام تمام کر دیا۔

اسود بن مطلب، عص بن وائل، ولید بن مغیرہ اور ابن الطلاطلہ یہ چار بد بخت حضور ﷺ کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور ویسے بھی معاشرے کے ناسور تھے ایک دن حضرت جبرائیل (علیہ السلام)، حضور ﷺ کے پہلو میں آکر کھڑے ہوئے اور اس وقت یہ تمام بد بخت طواف کعبہ میں مصروف تھے سب پہلے ولید بن مغیرہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ولید بن مغیرہ کے ایک پرانے زخم پر نظر غضب ڈالی (حالانکہ اسے یہ زخم کسی وقت تیر سے لگا تھا اور اب بالکل مندمل ہو گیا تھا) تو یہ زخم فوراً تازہ ہو گیا اور اس سے خون بہنے لگا یہ ملعون اس درد کی تاب نہ لاتے ہوئے وہیں ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد عاص بن وائل کے بھی ایک قدیم زخم پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نگاہ غضب ڈالی تو وہ بھی تازہ ہو گیا اور یہ منحوس بھی وہیں ہلاک ہو گیا۔ پھر اسود بن مطلب کے چہرہ پر آپ نے ایک سبز پتہ رکھ کر دبایا جس سے وہ اندھا ہو گیا۔ اور سب سے آخر میں ابن الطلاطلہ کے پاس گئے اور اس کے سر کی طرف نگاہ غضب فرمائی تو اس بد بخت کے دماغ سے بھیجا بہنے گا۔ حق تعالیٰ نے اس موقع پر وحی نازل فرمائی۔ ''ہم نے آپ سے تمسخر کرنے والوں کا کام تمام کر دیا۔'' (شواہد النبوت)

حکم بن ابو العاص حضور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے حد درجہ بغض رکھتا تھا۔ جب حضور ﷺ گھر سے باہر کہیں تشریف لے جاتے یہ آپ کے پیچھے پیچھے جاتا اور عجیب وغریب اپنی صورت بنا کر نور بنوت کے خلاف نازیبا حرکات کرتا ایک مرتبہ آپ نے اس کو اس حرکت میں مشغول پایا اور فرمایا تو ایسا ہی ہو جا! یہ ملعون اسی جگہ تھم گیا اور اس کے جسم پر رعشہ طاری ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے اس کی شکل بگڑ گئی۔

(شواہد النبوت)

بنو عامر قبیلہ کے دو نوجوانوں نے پلاننگ کے تحت حضور علیہ السلام کو شہید کرنا چاہا تو وہ اس مقصد کے لئے آپ کے پاس آئے انہیں دیکھ کر حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔ ''اے اللہ! مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھ۔ حضور ﷺ کی دُعا کے بعد ان کی ہمت ہی نہ ہوئی اور وہ ناکام واپس ہوئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک کو طاعون سے ہلاک کیا اور دوسرے پر بجلی گری اور یہ وہیں ہلاک ہوا۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ایک عیسائی رہتا تھا جب مؤذن اپنی اذان میں ''اشھد ان محمد رسول الله'' کے دن نواز الفاظ کہتا تو یہ ملعون جواب میں کہتا ''جھوٹا جلایا جائے'' چنانچہ ایک رات وہ سو رہا تھا کہ اچانک اس کے گھر میں آگ لگ گئی جس میں وہ اور اس کا سارا کنبہ جل کر خاک ہو گیا گویا اس مردود کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ ''جھوٹا کون ہے؟''

ابی بن خلف نے حضور ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔ ''اے محمد! میرے پاس ایک گھوڑا ہے جس کو میں روزانہ خوب کھلاتا ہوں تا کہ اس پر سوار ہو کر تمہیں قتل کر دوں گا۔ اس پر رسالت مآب ﷺ نے

فرمایا۔ ''ان شاء اللہ میں ہی تجھے قتل کروں گا۔'' چنانچہ میدان احد میں رسالت مآب ﷺ نے حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ایک نیزہ لے کر ابی بن خلف کو چھبو دیا اور اس کی گردن پر چھوٹی سے خراش آ گئی پھر اس کا خون اس کی رگوں میں جم گیا زخمی ہو کر ملعون اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اپنی قوم کی طرف بھاگا اور بیلوں کی طرح چلانے لگا اور خوب واویلا کرنے لگا اس کو دیکھ کر ابو سفیان نے کہا تو ہلاک ہو یہ چیخ و پکار کس لئے کر رہا ہے حالانکہ تجھے صرف ایک معمولی سی خراش آئی ہے یہ کوئی گہرا زخم نہیں اور تو اتنا شور مچا رہا ہے۔

ابی بولا تو مرے! تجھے معلوم نہیں یہ کس کی مار ہے میں محمد (ﷺ) کے نیزہ سے زخمی ہوا ہوں اور انہوں نے مکہ میں ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا تھا۔ ''عنقریب تو میرے ہاتھ سے ہلاک ہوگا'' اب مجھے معلوم ہوا کہ میں ان کی اس مار کے بعد زندہ نہیں رہ سکتا خدا کی قسم میرا درد اگر سارے حجاز کو تقسیم کر دیا جائے تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں مجھے اس قدر تکلیف ہے اور پھر وہ اسی حالت میں چیختے چلاتے واصل جہنم ہوا۔

امیہ بن خلف مشہور دشمنِ اسلام ہے اس نے حضرت بلال پر بے شمار مظالم ڈھائے حضور ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی کی۔ جنگ بدر میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور چند انصاری صحابہ، امیہ بن خلف پر ٹوٹ پڑے اور اس ملعون کو ہلاک کر دیا۔

ابو عامر یہودی عالم تھا، بعثت نبوی سے قبل حضور ﷺ کی نشانیاں بتایا کرتا تھا لیکن اعلان نبوت کے بعد جھٹلانے لگا اور گستاخی پر اُتر آیا اس نے حضور ﷺ سے طعن کرتے ہوئے کہا کہ جھوٹے کو خدا نے تنہا مسافر بنا کر گھر سے نکال دیا ہے۔ اس ملعون کا اشارہ ہجرت کی جانب تھا اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ہاں'' جھوٹے کو اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے گا۔ چنانچہ ابو عامر ملعون چند دنوں بعد مکہ گیا اور مشرکین مکہ کے تابع ہو گیا فتح مکہ کے بعد طائف گیا۔ جب اہل طائف حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو وہ شام چلا گیا اور محرومی و تنہائی اور مسافری کی زندگی گزارتے ہوئے ہلاک ہوا۔

شاہ کسریٰ کو حضور علیہ السلام نے اپنے مکتوب مبارک کے ذریعے اسلام کی دعوت دی۔ حضرت عبداللہ بن حزافہ کو ان کے پاس بھیجا اس کم نصیب نے آپ ﷺ کے نامہ مبارک کو چاک کر کے پھینک دیا۔ اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس نے میرا مکتوب پارہ پارہ کیا ہے خدا نے اس کی حکومت و سلطنت کو ایسا ہی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

حضور ﷺ اکرام نے ایک شخص کو کسی کام کے لئے روانہ فرمایا اس نے آ کر جھوٹ کہہ دیا کہ میں وہاں سے ہو آیا ہوں چند دنوں کے بعد اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ٹوٹ پڑا اور وہ مردہ پایا گیا اور اس کا پیٹ

پھٹا ہوا تھا۔ قبر میں دفن کیا گیا مگر قبر بھی اس کو قبول نہیں کرتی تھی اور اسے باہر پھینک دیتی تھی۔ (العیاذ باللہ) (شواہد النبوۃ، از عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ، خصائص الکبریٰ)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطمعہ بشیر، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کو بُرا بھلا کہتا تھا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ اپنے اشعار میں اس کی بکواس بازی کا جواب دے دیا کرتے تھے۔ یہ طائف چلا گیا اور وہ ایک ایسے گھر میں پہنچا جہاں کوئی نہ تھا۔ اچانک وہ مکان اس پر گر پڑا اور یہ مردود ہلاک ہوگیا۔ (خصائص الکبریٰ)

حضرت محمد بن سحنون نے فرمایا! علماء امت کا اجماع ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والا، حضور ﷺ کی توہین کرنے والا کافر ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید جاری اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے۔ (الشفاء جلد 8، صفحہ 215، 216)

حضرت امام ابوبکر بن منذر نے فرمایا علماء اسلام کا اجماع ہے کہ جو شخص نبی ﷺ کی گستاخی کرے قتل کیا جائے گا۔ قاضی عیاض نے فرمایا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کا یہی مقتضیٰ ہے۔ پھر فرماتے ہیں اور ان ائمہ کے نزدیک اس (گستاخ رسول) کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں، امام ثوری کوفہ کے دوسرے علماء اور امام اوزاعی کا قول بھی اسی طرح ہے۔

(الشفاء جلد 2، صفحہ 215)

امام شہاب الدین خفاجی حنفی ارقام فرماتے ہیں۔ ''توہین رسالت پر حکم کفر کا مدار ظاہر الفاظ پر ہے ۔ توہین کرنے والے کی قصد و نیت اور اس کے قرآئن حال کو نہیں دیکھا جائے گا۔ ورنہ توہین کا دروازہ کبھی بند نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ ہر گستاخ یہ کہہ کر بری ہو جائے گا کہ میری نیت اور ارادہ توہین کا نہ تھا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ توہین صریح میں کسی گستاخ نبوت کی نیت اور قصد کا اعتبار نہ کیا جائے۔

(نسیم الریاض شرح الشفاء جلد 4، صفحہ 426)

ایسے ہی اس عہد کم ظرف میں رشدی ملعون نے ''شیطانی آیات'' لکھ کر اپنے خبثِ باطن کا مظاہرہ کیا اور اب گستاخانہ کارٹونوں کا طوفانِ بدتمیزی کھڑا کر دیا گیا ہے۔ بمبئی (انڈیا) سے سید سیف الدین اصدق چشتی نے اپنے ایک حالیہ مضمون میں بجا طور پر ماضی قریب میں گستاخانہ کاروائیوں اور ان تیرہ بختوں کے انجام کا احاطہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ آریہ سماجی لیڈر شاتم رسول شرھانند جس نے شدھی تحریک کی بنیاد ڈالی تھی اس کی دریدہ ذہنی پر ایک نوجوان قاضی عبدالرشید نے 17 دسمبر 1927ء کو اسے گولیوں سے چھلنی کر ڈالا اور پھانسی کے پھندے کو چوم لیا۔ 1929ء حیدرآباد سندھ میں ناتھورام نامی آریہ سماجی نے گستاخی کی جرأت کی تو عبدالقیوم کو چوان نے کراچی کی بھری عدالت میں اسے قتل کر کے

تمام مسلمانوں کی جانب سے کفارہ ادا کر دیا۔ 1936ء گڑ گاؤں ہریانہ میں حیوانات کے ایک ڈاکٹر رام گوپال نے حیوانیت کا مظاہرہ کیا تو اس کا علاج غازی مرید حسین نامی ایک غیور مسلمان نے بخوبی کر ڈالا۔ لاہور میں کرشنا نامی بدذات نے ''رنگیلا رسول'' نامی کتاب لکھ کر رسول پاک کی بے حرمتی کرنی چاہی تو مشہور ہے کہ ایک جیالے مسلم (غازی علم الدین شہید) کی ماں نے اپنے نوجوان بیٹے سے کہا کہ ''تو جا اور اس شیطان کو قتل کر دے ورنہ میں تیرا دودھ معاف نہیں کروں گی'' اس نوجوان نے اپنی ماں کے دودھ کا حق ادا کر دیا۔ اس دورِ انحطاط میں بھی کروڑوں ایسی مسلم مائیں ہیں جو اپنے جواں سال فرزندان کو ڈنمارک کے اس کارٹونسٹ کو قتل کر دینے کا حکم صادر کریں گی کہ جاؤ اس کارٹونسٹ کو قتل کرو جو اللہ و رسول کے ساتھ تمسخر کرتا ہے۔ جاؤ ہماری جانب سے خود کو رسول گرامی وقار کی عزت پر نچھاور کر دو۔ تاہم دنیا میں ایسے ننگ دیں، ننگ قوم نے ننگ وطن لوگوں کی کبھی کمی نہیں رہی ہے جن کا حال یہ رہا کہ

مسجد میں دیا چندہ، مئے خانہ میں مئے پی لی

زاہد بھی رہے خوش، شیطان بھی ناراض نہ ہو

اب آپ ان گستاخ و شاتم افراد کی ایک فہرست ملاحظہ فرمائیں جو چودہ صدیوں پر محیط ہے۔ اور یہ لوگ گستاخی رسول کا ارتکاب کرنے کے علاوہ اپنی نجی اور ذاتی زندگی میں معاشرے کے لئے ناسور تھے جن کی تلفی معاشرتی زندگی کے تحفظ کے لئے از بس ضروری تھی گویا ابی بن خلف کو نبی کریم ﷺ نے خود 3ھ میں جہنم رسید کیا جبکہ بشر منافق کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے۔ عقبہ بن ابی معیط کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے 2ھ میں قتل کیا۔ یونہی ابولہب موذی بیماری میں مرگیا۔ اس کی بیوی اروہ کا فرشتے نے گلا گھونٹ دیا۔ عتبیہ بن ابولہب کو شیر نے چیر ڈالا۔ ابوجہل کو 2ھ میں ننھے مجاہدوں معاذ و معوذ رضی اللہ عنہما نے قتل کیا۔ 2 ہجری میں ولید بن مغیرہ مخزومی کی بدر میں ایک مسلمان کی تلوار سے ناک کٹ گئی۔ امیہ بن خلف کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ 2 ہجری میں نصر بن حارث کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے۔ 3 ہجری میں عصماء (یہودی عورت) کو نابینا صحابی عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نے۔ 3 ہجری میں ابوعفک کو حضرت سالم بن عمر رضی اللہ نے۔ 3 ہجری میں ابورافع کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے۔ 3 ہجری میں ابوعزہ جمی کو حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے۔ 8 ہجری میں حارث بن طلال کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے۔ 8 ہجری میں ابن خطل کو حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے۔ 8 ہجری میں حویرث بن نقید کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے۔ 8 ہجری میں قریبہ (گستاخ باندی) فتح مکہ کے موقع پر قتل ہوئی۔ 8 ہجری میں ارنب (گستاخ باندی) فتح مکہ کے موقع پر قتل ہوئی۔ 8 ہجری میں ایک نامعلوم گستاخ کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ مالک بن نویرہ کو حضرت خالد بن ولید نے قتل کیا۔ ایک گستاخ عورت کے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گورنر نے دانت اکھاڑ دیئے۔ایک گستاخ شخص کو خلیفہ ہادی نے قتل کروادیا۔ ریجی فالڈ (عیسائی ٹورنر) کو سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے قتل کیا۔ 577ہجری میں دو گستاخ عیسائی نوجوانوں کو سلطان نوالدین زنگی نے قتل کروایا۔ ابراہیم فرازی کو قاضی ابن عمرو کے حکم پر قتل کیا گیا۔ 859عیسوی میں یولوجیئس پادری کو فرزند عبدالرحمٰن حاکم اندلس نے اور فلورا (عیسائی عورت) کو حاکم اندلس عبدالرحمٰن نے قتل کروایا یہ 851عیسوی ہی کا واقعہ ہے۔اسی طرح 851عیسوی میں میری (عیسائی عورت) کو حاکم اندلس عبدالرحمٰن نے قتل کروایا۔ پادری پرٹیکٹس کو قاضی اندلس نے قتل کروادیا۔ گستاخ رسول یوحنا کو بھی قاضی اندلس نے قتل کروادیا۔ 851عیسوی میں گستاخ رسول اسحاق پادری، سانکو پادری، جرمیاس پادری، جانتبوس پادری، سیسی نند پادری، پولوس پادری، تھیوڈومیر پادری کو حاکم اندلس عبدالرحمٰن نے انبیاء کی گستاکی کے جرم کا ارتکاب کرنے پر قتل کروادیا۔ آئیزک پادری کو قاضی اندلس نے قتل کرادیا۔ 1927ء میں راجپال کو غازی علم الدین شہید رحمہ اللہ نے لاہور میں قتل کیا۔ 1934ء میں نتھورام کو غازی عبدالقیوم شہید رحمہ اللہ نے۔ 1936ء میں ڈاکٹر رام گوپال کو غازی مرید حسین شہید رحمہ اللہ نے۔ 1937ء میں چرن داس کو میاں محمد شہید رحمہ اللہ نے۔ 1962ء میں شردھانند کو غازی قاضی عبدالرشید رحمہ اللہ نے۔ 1938ء میں چنچل سنگھ کو صوفی عبداللہ شہید رحمہ اللہ نے۔ 1934ء میں پالامل سنار کو حافظ محمد صدیق شہید رحمہ اللہ نے۔ 1942ء میں میجر ہردیال سنگھ کو بابو معراج دین شہید رحمہ اللہ نے اور کلکتہ میں ایک گستاخ کو امیر احمد شہید، عبداللہ شہید رحمہما اللہ نے قتل کیا اور انہیں ان کی گستاخیوں کا مزہ چکھایا۔ اسی طرح 1967ء میں عبدالحق قادیانی کو حاجی محمد مانک رحمہ اللہ نے۔ 1937ء میں بھوشن عرف بھوشو کو بابا عبدالمنان نے۔ 1941ء میں رام داس کو مہر محمد امین اور چوہدری محمد اعظم نے۔ اور ایک دوسرے گستاخ سکھ کو غازی محمد اعظم نے اس جرم میں قتل کیا۔ 1946ء میں نینوں مہارج کو عبدالخالق قریشی نے اور لیکھرام آریہ سماجی کو ایک نامعلوم مسلمان نے گستاخی کرنے پر قتل کیا۔ ایک گستاخ ہندو کو ایک غیرت مند مسلمان نے 1935ء میں اسی سال ویربھان کو ایک نامعلوم مسلمان نے۔ اور اپل سنگھ کو غازی غلام محمد شہید نے قتل کیا۔ پادری سیموئیل کو غازی زاہد حسین نے 1961ء میں نعمت احمر عیسائی کو غازی محمد فاروق نے 1994ء میں شتمِ رسالت کے جرم پر اس کے منطقی انجام تک پہنچایا۔

خداوند قدوس درجات بلند کرے وطن عزیز پاکستان میں ایک غیر معروف دیہات سارو کی کے عظیم سپوت عامر عبدالرحمٰن چیمہ کے اور اسے باغِ بہشت میں رسول رحمت ﷺ کی معیت نصیب ہو کہ اس نے ناموس رسالت کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا لیکن اس گستاخ ایڈیٹر پر خدا کا غضب بن

کرٹوٹ پڑااوراس کا کام تمام کر دیا۔یورپی پریس نے جس انداز میں انصاف کا خون کیا ہے وہ اسی کا حصہ ہے۔اور اب حالیہ خبر کے مطابق تو اب شیطان صورت کارٹونسٹ بھی اپنے کمرے میں سوتے ہوئے آگ بھڑکنے کے سبب جل کر بھسم ہو گیا۔اخباری رپورٹ ملاحظہ ہو۔روزنامہ ''نیا اخبار لاہور'' جس کے چیف ایگزیکٹو ضیاء شاہد اور ایڈیٹر امتنان شاہد ہیں نے اپنی چودہ جون 2006ء کی اشاعت میں ہیڈ لیڈ جو آٹھ کالموں پر محیط ہے پر میں سرخی جمائی۔''توہین آمیز خاکے، گستاخ رسول ایڈیٹر زندہ جل گیا،سعودی اخبار کا دعویٰ ڈنمارک کے اخبار کا ایڈیٹر کمرے میں سو رہا تھا کہ آگ لگ گئی۔''

حکومت واقعہ کو چھپانے کی سرتوڑ کوشش کر رہی ہے ایک اُردو اخبار کی رپورٹ۔

''اسلام آباد (خصوصی رپورٹ) اللہ کی پکڑ نے حضور پاک ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے جائلن بوسٹنڈ ینش اخبار کے ایڈیٹر ایلیٹ بیک (Elliott Back) کو اپنی گرفت میں لے لیا اور وہ آگ لگنے سے زندہ جل کر واصل جہنم ہو گیا۔ تفصیلات کے مطابق گذشتہ سال ڈنمارک کے اخبار جائلن بوسٹن ڈینش کے ایڈیٹر ایلیٹ بیک نے حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے متعلق ایک عالمی کارٹون مقابلہ منعقد کرایا تھا جس میں کئی یورپین ممالک کے کارٹونسٹ نے حصہ لیا تھا۔جس میں صرف بارہ کارٹون کامیاب قرار پائے تھے۔جو ایڈیٹر ایلیٹ بیک نے جائلن بوسٹن اخبار میں 30 دسمبر 2005ء کو شائع کیئے تھے۔جس کے بعد یہ کارٹون دنیا کے دیگر کئی اخبارات میں شائع ہوئے۔جن پر دنیا بھر کے مسلمانوں نے بڑے پیمانے پر احتجاج کیا تھا۔ایک سعودی اخبار نے لکھا ہے کہ ایلیٹ بیک کو اللہ کے عذاب نے پکڑ لیا اور وہ اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا کہ اچانک آگ بھڑک اٹھی جس سے وہ زندہ جل کر واصل جہنم ہو گیا جبکہ ڈنمارک کی حکومت اس واقعہ کو چھپانے کی کوشش کر رہی ہے۔''

15 جون 2006ء کو نوائے وقت سمیت پرنٹ میڈیا نے اس واقعہ کی رپورٹنگ کی جو اس حوالے سے اہل تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے اُسے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

آیئے دُعا کریں کہ رب تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ السلام کی بارگاہ عالی کے آداب ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے امت مرحومہ کو وحدت واخوت عطا کرے اسے پھر سے عظمت رفتہ نصیب ہو اور دشمنانِ اسلام کے سامنے پرچم اسلام ہمیشہ سربلند رہے۔آمین۔

عبدالقادر حسن

ناموس رسالت ﷺ اور پیغام رسالت ﷺ

میرے خیال میں تو مسلمانوں کی کوئی بھی تحریک اگر وہ اسلامی تعلیمات اور مقاصد پر مبنی ہو تو وہ ایک ایسی تحریک ہوگی جسے دنیا سیاسی کہہ لے لیکن اسلام کو جاننے والے اسے دینی تحریک ہی کہیں گے کیونکہ اسلام میں دین و دنیا کی تفریق کا کوئی ادنیٰ سا تصور بھی موجود نہیں ہے۔ یہ جو ہمارے حکمران کہہ رہے ہیں کہ اسلام کے نام پر سیاست نہ کی جائے وہ اسلامی تعلیمات سے مکمل بے خبری کی بات کہہ رہے ہیں اسلام ایک ہمہ گیر انقلابی سیاسی نظام سے عبارت ہے جس نے عربوں کے اشرافیہ طبقے کی کمر توڑ کر اور زمین کے کمزور ترین افراد کو بلند مرتبہ بنا کر اپنی تحریک اور جدوجہد کا آغاز کیا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ میں داخل ہونے کا اعزاز جب اس انقلاب کے بانی کو نصیب ہوا تو ان کے ساتھ کوئی عرب سردار اور بالا دست طبقات کا کوئی نمائندہ نہیں تھا حبشہ کے علاقے میں ایک سابق غلام تھا جس نے بیت اللہ کی چھت پر چڑھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام بلند کیا اور دنیا سے کہا ''حی علی الفلاح'' فلاح اور نجات کی طرف آؤ یہ عوام الناس کے لئے ایک ویلفیئر سٹیٹ کی طرف آئے اور لائے جانے کا پہلا اعلان تھا۔ مساوات، عدل، انصاف قانون کی حکومت اور صرف نیکی کی بنیاد پر برائی اور اشرافیہ میں شمار ہونے کا پہلا تصور دنیا کو اسی انقلاب سے ملا۔ کردار کی بلندی کو سٹیٹ اور سیاست میں کسی فرد کے درجات کی بلندی کا معیار ٹھہرایا گیا اور پروٹوکول میں اسے پہلی صف میں جگہ دینے کا اعلان ہوا ہم مسلمان حضور پاک ﷺ کی شان میں غیر مسلمانوں کی گستاخی پر تڑپ اٹھے ہیں لیکن کبھی ہم نے یہ بھی سوچا کہ ہمارا پہلا قائد اور رہنما جو نظام زندگی لایا تھا کہ ہم نے کبھی اس کا احترام بھی کیا ہے بلکہ ہم تو اس کی شان میں عملاً گستاخی کرتے رہتے ہیں اور مساوات عدل وانصاف اور نیکی سے محروم سوسائٹی کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' میں نہ اسلام ہے نہ جمہوریت ہے ہم سرمایہ دارانہ نظام اور اس کی بھی ایک بری شکل کے غلام ہیں جس کا اسلام سے دور دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔

آج کے دن ہم اپنے ہادی برحق کی یاد اور بے پایاں احترام کے سرور میں گزار رہے ہیں۔ ہم مسلمانوں نے اپنے ابتدائی دور کی تاریخ پڑھی بھی ہے اور سنی تو بہت ہے ہمیں معلوم ہے کہ امت کے وہ

خوش نصیب لوگ جو حضور پر نور ﷺ کی حیات مبارکہ میں زندہ تھے اور ان کی خدمت میں حاضری کی سعادت سے سرخرو ہوئے تھے وہ جب بھی کچھ عرض کرتے تو اپنی بات اس جملے سے شروع کرتے ''میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں'' اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم یہ تھا کہ بہت آہستہ آواز میں بات کیا کرو کہیں یہ نہ ہو کہ تمہارے اونچا بولنے سے بے خبری میں تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں، حضور ﷺ کے ساتھ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر محبت ایمان کی شرط اول ہے۔ عشق رسول ﷺ کی اس کیفیت پر جو عہد نبوی ﷺ میں صحابہ کرام پر طاری رہتی تھی اور جس کیفیت کو زندہ رکھنے کی بعد میں بھی تلقین کی گئی اگر ہم اس سے محروم ہو جائیں تو پھر ہم کیا ہیں۔ کچھ بھی ہو سکتے ہیں سوائے مسلمان ہونے کے یہی وجہ ہے کہ پوری اسلامی دنیا میں اور جہاں کہیں بھی مسلمان موجود ہیں ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ پر متفق ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر ہمیں مسلمان رہنا ہے تو پھر محمد ﷺ کی غلامی میں رہنا ہے۔

اس برصغیر میں جہاں ہم رہتے ہیں مسلمان جب بھی متفق ہوئے تو ناموس رسالت ﷺ پر ہی متفق ہوئے اس کے سوا کسی دوسرے سوال پر مسلمانوں کے اتفاق کی کوئی مثال نہیں ملتی، غازی علم دین شہید اور ختم نبوت کے بعد آج مسلمان متفق ہیں تو ناموس رسالت ﷺ پر ہیں۔ محمد ﷺ سے وفا ہی ہمارے ایمان کی بنیاد ہے اور اسوۂ حسنہ ہمارا آئیڈیل ہے اس لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم جس نام پر جمع ہوں اور جس کی محبت اور عشق میں اپنی آواز بلند کریں تو اس کی تعلیمات اس کی زندگی اور اس کے طرز عمل کو سامنے رکھیں۔ ہم جلسے کر رہے ہیں۔ جلوس نکال رہے ہیں مسلمان سٹیٹ کی طاقت کے مقابلے پر کھڑے ہیں اور اس کے نام پر کھڑے ہیں جس کے نام پر یہ ملک بنا تھا تو ہمیں اپنی تحریک میں اسوۂ حسنہ اور اخلاقیات کو فراموش نہیں کرنی چاہئے۔ ہمارے حکمرانوں کو چونکہ اقتدار کی لذت نے بیگانہ کر دیا ہے اس لئے وہ تو اپنا اقتدار خطرے میں دیکھ کر دہائی دیتے ہیں اور املاک کو نقصان پہنچانے کے عمل کو اپنی بقاء کے لئے خطرہ سمجھتے ہیں لیکن ہوشمند مسلمان کے اقتدار کے لئے آنحضرت ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جلوس میں شامل افراد کو قطعاً کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہئے جو سرکاری یا انفرادی ملکیت کی تباہی کا سبب بن جائے حضور ﷺ اس پر ناراضگی کا اظہار فرمائیں گے اسے شرف قبولیت نہیں بخشیں گے کیونکہ اسوۂ حسنہ یہی رہا ہے۔

اسلامی نظریات کا نام لینے والے دانشوروں کے لئے یہ ایک موقع ہے کہ وہ مسلمانوں کے اندر اٹھتی ہوئی اس لہر کو اسلام کے اس منصفانہ نظام زندگی کی طرف موڑ دیں جس کے لئے حضور ﷺ کی بعثت ہوئی تھی اور جس کی برکت سے دنیا نے پہلی اور آخری بار ایک ایسی سوسائٹی کا نقشہ دیکھا جو مکمل مساوات عدل وکردار کی بلندی کے معیار پر پوری اترتی تھی۔ جس میں انسانوں کی بڑائی کا معیار اور پیمانہ

ان کی دولت نہیں تھی ان کا کردار تھا اور جس نظام میں چھوٹوں کو بڑا بنایا گیا اور بڑوں سے چھوٹوں کا حق چھین لیا گیا۔ یہی وہ انقلاب تھا ورنہ ''ملا کو تھی ہند میں سجدے کی اجازت'' والا معاملہ تھا۔ اس وقت محفوظ ہوگی جب ہم اپنے ملک میں اسوۂ رسالت ﷺ کی پیروی کریں گے۔ ملک کی حکمرانی تو کفر کے سرمایہ دارانہ نظام پر چلے لیکن زبان پر ناموس رسالت ﷺ کا نعرہ ہو تو یہ دوغلا پن کیسے قبول کیا جا سکتا ہے۔

(روزنامہ جنگ، 22 فروری 2006ء)

ارشاد باری تعالیٰ عزوجل ہے

ولئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب ٥ قل ابالله و آياته ورسوله كنتم تستهزؤن ٥ ولا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم الخ

(سورۃ التوبۃ: آیت: ۶۵، ۶۶)

ترجمہ: اور اے محبوب ﷺ اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے۔ کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے۔ تم فرماؤ کیا اللہ اور اسکی آیتوں اور اس کے رسول ﷺ سے ہنستے ہو۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ہو مسلمان ہو کر۔

تفسیر در منثور اور الصارم علی المسلول میں ہے کہ یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب غزوہ تبوک کے موقعہ پر بعض منافقین نے ایسی باتیں کی جو حضور ﷺ کو اذیت رسانی کا باعث بنی۔ مثلاً

حضرت مجاهد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی آدمی کی اونٹنی گم ہو گئی تو حضور ﷺ نے فرمایا ''اونٹنی فلاں جنگل میں ہے'' اس پر ایک منافق بولا کہ [محمد ﷺ غیب کیا جانیں]۔ تب یہ آیات اسی کی مذمت میں نازل ہوئیں تھیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے علم غیب میں طعن کرنا بھی رسول اللہ ﷺ کی توہین ہے اور علامت کفر ہے

کلثوم رانجھا

ناموسِ رسالت ﷺ کا مسئلہ

ہمارے ایمان کی آزمائش

ڈنمارک، ناروے کے اخبارات گستاخی رسول ﷺ کے مرتکب ہوئے تو انڈونیشیا، شام اور عرب کے کردار نے امت مسلمہ کے بدن میں گرم لہو کی موجودگی کا احساس دلایا۔ آج سے کئی برس پہلے غازی علم الدین شہید کا کردار یاد آیا۔ توہین رسالت ﷺ کا مرتکب واجب القتل ہے۔ جسکے بدلے قصاص و دیت بھی نہیں دی جاسکتی۔ قرآن نبی مہربان ﷺ کا ادب واحترام سکھاتا ہے۔

''تم لوگ اپنے درمیان رسول ﷺ کو بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کا سا بلانا نہ سمجھو'' (النور آیت 64)

''اے اہل ایمان! اپنی آواز کو پیغمبر کی آواز سے بلند نہ کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے بات کیا کرتے ہو'' (الحجرات آیت 2)

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان، اس کے ماں باپ، اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری)

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے حکمرانوں کا کردار بھی دیدنی ہے۔ وہ وطن عزیز جو لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کے نعرہ عظیم پر حاصل کیا گیا وہ ملک جسے باطل قوتوں کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرنا اور امت مسلمہ کی قیادت کرنا تھی، ایک ہی فقرہ کے گرد گھومنے لگے کہ نبی ﷺ تو سبھی کے لئے محترم ہیں آپ ﷺ کی ذات پر ہمارے ماں باپ قربان ہم بھی تو مسلمان ہیں۔ لیکن قول وعمل کا بے انتہا تضاد دیکھئے، زبان تو محبت رسول ﷺ کا اظہار کر رہی ہے جبکہ عمل خاموش تماشائی کا سا ہے۔ حق کی خاطر آواز بلند کرنے والوں کا سڑک پر نکلنا بھی برداشت نہ کر سکے۔ اور ایک نئی چال چلی جسے ٹی وی کے پرائیوٹ چینلز نے خوب عیاں کر دیا۔ 14 فروری 2006ء کو لاہور کی مصروف ترین شاہراہ قائد اعظم پر احتجاجی ریلی نے

ابھی اپنے سفر کا آغاز کیا ہی تھا کہ باطل قوتوں کے صفِ اول کے جیالوں نے اپنی ہی املاک کو آگ لگانے، توڑ پھوڑ کرنے اور امن وامان برباد کرنے کا سامان کر دیا کیونکہ یہ پرامن احتجاج روکنا چاہتے تھے۔ مسلمان کے لہو کر دہشت گردی کے خاتمہ کے نام پر گلیوں میں بہانے والے آخر اور کر بھی کیا سکتے ہیں؟؟؟

جب پورا عالم اسلام چیخ اٹھا تو سوئے ہوئے حکمرانوں نے بھی انگڑائی لی اور آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے ڈنمارک کے سفارت خانے کو جرمنی کے ساتھ منسلک کر دیا اور PTV کی خبرنامہ میں خبر جاری کر دی کہ صلاح مشورہ کے لئے پاکستانی سفیر کو ڈنمارک سے واپس بلایا گیا ہے۔

آج خلفائے راشدین کا دور ہوتا تو کیا امیر المومنین اس حرکت کو اسی طرح برداشت کر لیتے؟ جس طرح مسلم حکمرانوں برداشت کرر ہے ہیں۔

آخر آج ہم اتنے مجبور اور بے بس کیوں ہو گئے ہیں حالانکہ نبی مہربان ﷺ کا ذکر بلند کرنے اور قرآن نے مہر ثبت کر دی۔ "اور ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا" (الم نشرح آیت 4)

مؤذن کی پکار ختم نہیں ہوتی جب تک محمد رسول ﷺ کے حق میں گواہی نہ دی جائے

نائن الیون سے لے کر آج تک نبی اکرم ﷺ کو کتنا سکون ملا ہوگا، بہت بڑا سوالیہ نشان ہے؟

فلسطین میں خون مسلم بہتا رہا۔۔۔ ہمارے حکمران اسرائیل کو تسلیم کرتے رہے اور ہم چپ رہے۔

کشمیر آگ اور خون میں نہاتا رہا۔۔۔ ہمارے حکمران بھارت کے ساتھ رشتے جوڑتے رہے اور ہم چپ رہے۔

افغانستان پر آتش و آہن کی بارش ہوئی۔۔۔ ہمارے حکمران سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ لگاتے رہے اور ہم چپ رہے۔

عراق کے عوام اور مقدس مقامات کو تہ تیغ کیا جاتا رہا ہم کہتے رہے کہ ہم کیوں سارے جہاں کا درد اپنے جگر میں لیں۔

ابوغریب جیل میں نور اور فاطمہ بہن مدد کو پکارتی رہیں "اگر مدد نہیں تو ہمیں مار دو" کی صدائیں لگاتی رہیں اور ہمارے حکمران خاموش رہے۔

گوانتاناموبے میں قرآن کی بے حرمتی ہوتی رہی، ہمارے حکمران روشن خیال اور اعتدال پسند بنے رہے۔

18 اکتوبر کے زلزلے کے چند جھٹکوں نے حقیقت دنیا ہم پر واضح کر دی لیکن ہم اسے بھی سائنس کی تحقیق کے مطابق پلیٹوں کی تبدیلی سمجھتے رہے۔

ہم منتظر ہی رہے اور اپنی دنیا میں مگن ہی رہے کہ نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ آقائے دوجہاں، سرور کائنات ﷺ کی شان میں گستاخیاں ہونے لگیں۔ آخر ہم کب تک منتظر رہیں گے اور خاموش تماشائی کا کردار ادا کریں گے۔

اے خاصہ خاصان رسل ﷺ وقت دعا ہے

امت پہ تیری وقت عجب آن پڑا ہے

آیئے جائزہ لیں کہ یہ نبی ﷺ کی محبت کا زبانی اقرار ہے یا سچی محبت؟ جس محبت سے ہو اس کی توہین برداشت نہیں کی جاسکتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت ہے کہ ایک بدو نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کیا قیامت کب آئے گی نبی اکرم ﷺ پوچھا تم نے قیامت کے لئے تیاری کی ہے اس نے عرض کیا کہ میری تیاری یہ ہے کہ میرے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ "تو قیامت کے دن انہی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے۔ (مسلم)

روز حشر ہر عمل کا حساب دینا ہوگا۔ رب کی عدالت میں جب سورج قریب لایا جائے گا اور انسان اپنے ہی پسینہ میں ڈوب جائے گا۔ سوائے عرشِ الٰہی کے کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔ اللہ کی عدالت میں خاتم النبیین ﷺ کی موجودگی میں،

کیا ہمارا سامنا نبی ﷺ کے امتی کی حیثیت سے ہو سکے گا؟

کیا ہم نبی اکرم ﷺ کے لئے باعث فخر ہوں گے یا باعث شرمندگی؟

نبی ﷺ کی معیت پاسکیں گے یا خدانخواستہ ہمارا انجام گمراہوں اور مغضوبوں کے ساتھ ہوگا؟

نبی ﷺ کے نقش پا کو بوسہ دے سکیں گے یا اس سے محروم رہ جائیں گے؟

حوض کوثر کے پاس نبی مہربان ﷺ کے ہاتھ سے جام کوثر نوش کرسکیں گے یا خدانخواستہ پیاس کی شدت سے جاں بلب ہوں گے؟

ہمیں آج ہی غور کرنا ہے۔

انفرادی کردار کے علاوہ اجتماعی ذمہ داری کی ادائیگی میں ہم کہاں کھڑے ہیں۔ ہر دور میں فرعون ونمرود موجود رہے۔ آج کے دور میں ناموس رسالت کا مسئلہ ہمارے ایمان کی آزمائش ہی تو ہے۔

اگر ایسی ناپاک جسارتوں سے ہمارا لہو کھول نہیں اٹھا، ہماری آنکھوں میں آنسو نہیں بھرتے، ہمارا دل اٹھنے اور کچھ کرگزرنے کا جذبہ نہیں پاتا تو ہمیں اپنے دل کو ٹٹولنا ہوگا کہ کہیں خدانخواستہ دنیا کی رنگینوں

میں ایمان کی چنگاری ٹھنڈی تو نہیں پڑ گئی۔ جب ملتِ کفر متحد ہے، جب نام کی سپر پاور جمہوریت کی مالا جپنے والے ہندو اور یہودی مل بیٹھیں اور حکومتی نمائندے انہی کے نمائندے ہوں تو ہمیں دیکھنا ہوگا کہ ان حالات کا تقاضا کیا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ:۔

اللہ اور رسول ﷺ کی محبت میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کا اہتمام کیا جائے۔ یعنی قرآن و حدیث سے جڑ جائیں۔

نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کو اپنایا جائے۔ قرآن فرماتا ہے ''رسول ﷺ کی ذات میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے''۔ (سورہ احزاب آیت 21)

نبی اکرم ﷺ کی ہر ادا کو اپنانے کا اہتمام ہو کہ اس ناپاک جسارت کے مرتکب افراد کو معلوم ہو جائے کہ اس نام پر کٹ مرنے والے تو چیخ اٹھے متحد ہو گئے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی امانتوں کی حامل امت مسلمہ کے بکھرے ہوئے شیرازے کو مجتمع کرنے کی کوشش کی جائے۔

مسنون دعاؤں کے اہتمام سے لے کر شہادت حق کی ادائیگی ہر قول و عمل میں رضائے الٰہی حصول اور اتباع رسول اللہ ﷺ کو مدنظر رکھا جائے۔

اپنا مال، جن وقت، صلاحیتیں، زور قلم، سوچ الغرض ہر عمل رضائے الٰہی کے لئے وقف ہو جائے۔

اللہ کرے کہ واقعتاً ہم نبی کریم ﷺ کی محبت کو پا سکیں تا کہ رضائے الٰہی کا حصول ممکن ہو سکے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلمان ہوں، میں اسی لئے نمازی

(روزنامہ جناح، 14 اپریل 2006ء)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھیناo

(سورۃ الاحزاب: آیت: ۵۷)

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں۔ اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ابن صدیق

محسن انسانیت اور یورپی بھیڑیئے

جب رات کے رخ پر تنویرِ صبح بکھر گئی۔ نگاہ سے پردے اٹھتے ہی ہر چیز نکھر گئی جب دشت و جبل سے نور کے کوندے لپک پڑے۔ جب گلوں کے ساغر اور کلیوں کے جام چھلک پڑے۔ جب برگ و شجر نہال ہو کر جھومنے لگے اور آپس میں ایک دوسرے کا منہ چومنے لگے جب برگ و بار پر کرنوں کا رقص ہونے لگا۔ جب فردوس ہر لالہ زار پر عکس ریز ہونے لگا۔ جب عروسِ صبح عالم گیتی سے تاریکیوں کے نام و نشان مٹا کر نئی آن بان سے اتری جب فضائے دہر پر رحمت کے بادل چھا گئے اور یکا یک یہ صدا آئی کہ سرور کونین ﷺ آ گئے۔ آخر کار وہ تشریف لے آئے جن کے آنے سے نور کعبہ اور پر نور ہو گیا۔ سارے کا سارا بطحا جلوہ گہ طور ہو گیا اہل ستم کا رنگ اڑ گیا۔ آتشکدوں کی سانس بھی رک گئی۔ آنے والے نے آتے ہی لوگوں پر سے انسانیت کا طوق غلامی اتار پھینکا دکھی مخلوق کے درد کا درماں کیا، بے آسرا اور نحیف لبوں کو زبان دی اور بذات خود یتیم ہو کر یتیمی کو وہ شان دی کہ یتیموں کو اپنے آپ پر رشک آنے لگا، مظلوم عورتوں کو نئی زندگی ملی، عفت، حقوق اور روشنی ملی، اس نے عالم ظہور میں جلوہ گر ہوتے ہی ایسا انقلاب تازہ بپا کیا کہ نسل و وطن کا فرق فنا ہو گیا، عرب و عجم کی تمیز مٹا کر سب کو باہم گلے ملا دیا، تمام رسوم کہنہ کو کچل کر رکھ دیا۔ جس نے بلا امتیاز خلق خدا پر اپنے لطف و کرم اور احسانات کی اتنی بارش کی کہ تاحشر کوئی بھی نفس اس کا بدلہ چکانے سے عاجز ہے۔ اس نے ان گنت افراد کو اسلام کے نور سے منور کر کے عروج بخشا اور جھٹلانے والوں کو بھی ان کے حقوق دے کر احساس محرومی سے بچائے رکھا۔

چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد آج کا ناشکرا انسان اپنے اس محسن اعظم ﷺ پر آوازے کسنے لگا ہے۔ اسکی ذات عالی کو اپنے خبث باطن کا نشانہ بنانے لگا ہے۔ جس نے بلا تفریق تمام مذاہب سماویہ کو برحق یقین کرنا جزو ایمان قرار دیا۔ افسوس کہ آج انہی مذاہب کے ٹھیکیدار اس منبع احسان کو تمسخر کا ہدف بنا رہے ہیں۔ اس کے بیش بہا احسانات سے چشم پوشی کر کے اس حاصل کل اور شہ کون و مکاں کو اپنی گھٹیا ذہنیت سے آلودہ کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ جو سارے زمانے کے لیے آیہ رحمت، درس اخوت اور بیان محبت بنا جو آشفتہ سراں زخمی دلوں کے لیے مرہم اور خستہ قلوب کے لیے سرمایہ تسکین ٹھہرا آج نام نہاد

''مہذب'' معاشرے کے بے لگام آدمی نما حیوان آزادی اظہار کی آڑ میں اپنی آوارگی دکھار ہے ہیں۔

انسانیت کے لیے دھبہ بن جانے والے یورپی بھیڑیئے اس ذات اقدس کے دل اطہر کو اپنے بدبودار قلم کے کچوکے لگا کر محسن انسانیت کا دل دُکھار ہے ہیں۔ پوری ملت اسلامیہ کو اعتدال و بربادی کا درس دینے والوں کے دل اسلام دشمنی سے اٹے ہیں۔ یہ مغربی چھلاوے آخر اتنے بے خوف کیوں ہو گئے ہیں۔ ان سے خیر کی توقع کرنا تو حماقت در حماقت ہے مگر سوائے چند ایک کے اکثر مسلم حکمرانوں کو نا جانے کیوں سانپ سونگھ گیا ہے ادھر آئے روز توہین رسالت پر مبنی گندگی کا سیلاب بڑھتا جا رہا ہے اور ادھر وہی رسمی کاروائیاں کر کے اپنی ''دینی حمیت'' اور ''ایمانی غیرت'' کے ثبوت پیش کئے جا رہے ہیں۔ یہ وقت زبانی کلامی احتجاجی بیانات ریکارڈ کرانے کا نہیں بلکہ عملی اقدامات بروئے کار لانے کا ہے ویسے بھی عوام کا ان رسمی بیانات سے ایمان اٹھ چکا ہے۔

چمن کی رنگ و بو نے اس قدر دھوکے دیئے مجھ کو کہ میں نے شاخ گل کو بھی کانٹوں میں سجا رکھا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ پاکستان جو کہ اسلامی ممالک کا قائد سمجھا جاتا ہے اپنے برادر ملک سعودی عرب سے چند قدم آگے بڑھ کر ایسی مثال قائم کرتا کہ کافروں کی آنکھیں کھل جاتیں۔ بحیثیت مجموعی عوامی سطح پر بھی سرد مہری دکھائی دے رہی ہے۔ اکثر اسلامی ممالک میں جو کام حکمران نہ کر سکے وہ عوام کرنے کو تیار ہیں اور ممکنہ حد تک بہت کچھ کر بھی چکے ہیں البتہ غیرتِ دینی سے سرشار کوئی بھی مسلمان غازی علم دین بننے کی پوزیشن میں نظر نہیں آ رہا۔

پاکستان سمیت تمام اسلامی ممالک کا یہ ایمانی فریضہ ہے کہ جب تک سارے یورپی مجرم ممالک گستاخی رسول اپر پوری ملت اسلامیہ سے معافی نہیں مانگ لیتے اس وقت تک ان کا سفارتی و اقتصادی بائیکاٹ کر دیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ اب ہمیں جان لینا چاہیے کہ تمام مسلم ممالک کا مضبوط اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اگر کفریہ ممالک اسلام دشمنی پر مبنی دن بدن نت نئے ہتھکنڈے استعمال کر کے ساری دنیا کے کافروں کو ''ملت واحدہ'' بن جانے کا اشارہ دے رہے ہیں تو پھر بحیثیت مسلمان ہمارا متفق ہو جانا اور بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ نہ صرف اسلام نے یہ درس دیا ہے بلکہ حالات بھی ایسا ہی کہہ رہے ہیں۔ اس طرح ہو جائے تو پھر کسی کافر کی اتنی جرأت بھی نہ ہوگی کہ وہ کسی ادنیٰ مسلمان کو ترچھی نگاہ سے دیکھ سکے۔ چہ جائیکہ باعث تخلیق کائنات کے بے ادبی کا تصور کیا جائے۔ ذرا دل پہ ہاتھ رکھ کر سوچیے یہ اشتعال انگیزی نہیں بلکہ عشق رسالت اور دینی غیرت کا تقاضا ہے کہ جب تک اور کچھ ممکن نہ ہو تو ہر عاشق رسول اکی انفرادی ذمہ داریوں میں یہ داخل ہے کہ وہ جس حد تک ہو سکے عشق رسالت ﷺ اور محسن اعظم کی عزت و حرمت کی خاطر جو بن پڑے کر گزرے۔ گستاخانِ رسول ﷺ میں دیگر یورپی

ممالک کی طرح ناروے بھی شامل ہے اس لیے مسلمانوں کی یہ دینی ذمہ داری بھی بنتی ہے کہ وہ ٹیلی نارکا مکمل بائیکاٹ کردیں کیونکہ یہ کمپنی بھی ناروے کی ہے بعض لوگ شاید ایسے بائیکاٹ کو اہمیت نہیں دیتے۔ حقیقت کے ادراک کے لیے ڈنمارک سے پوچھا جاسکتا ہے۔

اے دوست میرے واسطے اب یہ دعا کر
کیفی کو الٰہی غم محبوب ﷺ ادا کر
کچھ اشک ندامت کے سوا پاس نہیں ہے
لایا ہوں میں دامن میں یہی اپنے سجا کر
یہ اشک ندامت بھی بڑی چیز ہے اُے دل
آنکھوں میں چھپالے در مقصود بنا کر
اک بار ہے دل کھول کے رونے کی تمنا
سر روضہ اقدس پہ ندامت سے جھکا کر
کچھ اسوہ حسنیٰ پر عمل بھی تو کر اے دل
یہ فرض محبت ہے اسے بھی تو ادا کر

(روزنامہ جناح، 14 فروری 2006ء)

توہین رسالت اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو والیٔ یمن حضرت مہاجر بن امیہ کے متعلق خبر ملی کہ وہاں (یمن میں) ایک عورت تھی جو حضور ﷺ کی توہین میں اشعار گاتی تھی۔ تو حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھ کاٹ دیئے اور اسکے اگلے دانت نکال دیئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم نے اسے یہ سزا نہ دی ہوتی تو میں تمہیں حکم دیتا کہ اس عورت کو قتل کردو۔ کیونکہ انبیاء کرام کی گستاخی کی حد دوسرے لوگوں کی (گستاخی کی) حدود کے مشابہ نہیں ہوتی۔

(الشفاء، جلد: صفحہ:۲۲۲، الصارم علی المسلول، ص:۱۹۴)

عبدالقیوم ساجد

ناموس رسول ﷺ کی دولت اور مغرب کی تہی دامن تہذیب

یہ انسانی نفسیات کی ایک بنیادی حقیقت ہے کہ باسعادت لوگ باادب ہوتے ہیں اور جو لوگ دوسروں کے ساتھ بے ادبی اور بے احترامی سے پیش آتے ہیں وہ عمومی طور پر انسانی شرف و وقار کے مبادیات سے انکاری ہوا کرتے ہیں۔ مغربی ممالک کے بعض اخبارات نے نبی رحمت ﷺ کے بارے میں گستاخانہ خاکے شائع کر کے جہاں دوسروں کے جذبات واحساسات کی جانب سے اپنی بے حسی اور لاپروائی کا ثبوت دیا ہے وہاں ان بدبختوں نے یہ بات بھی ثابت کردی ہے کہ وہ جن تہذیبی اقدار کی نمائندگی کرتے ہیں وہ شرف انسانی کے بنیادی اوصاف سے عاری ہے۔ مغربی معاشرے میں جنس اور دوسرے حوالوں سے جو روایات پختہ ہورہی ہیں ان پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے سے ہی ان معاشروں کا کھوکھلا پن ظاہر ہوجاتا ہے۔ جو لوگ مغربی ممالک کا سفر کرتے رہتے ہیں اور جنہیں وہاں کے معاشرتی اور اخلاقی رویوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملتا رہتا ہے وہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ مغربی ملکوں میں خاندان چھوٹے بڑے اچھے برے کی تمیز زیادہ تر ختم ہوچکی ہے۔ اور وہ معاشرے عام طور پر ان چیزوں کو انسان کی مادی ترقی اور آزادی کے راستے میں رکاوٹ خیال کرتے ہیں۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مغرب میں بہن بھائی ماں باپ کے رشتوں کا باہمی تقدس اور احترام ختم ہوچکا ہے۔ یہ لوگ اسی لئے ماں باپ وغیرہ کے نام سے سال میں ایک دن مناتے ہیں کیونکہ باقی کا سارا سال انہیں ان رشتوں کے بارے میں سوچنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی بلکہ یہ کہا جائے تو زیادہ درست ہوگا کہ باقی کا سارا سال وہ ان رشتوں کو سرے سے یاد ہی نہیں رکھتے۔ یورپ کے کئی ملکوں میں بہن بھائی، بیٹی اور بیٹا اور خود ماں اور باپ اپنے اپنے پسند کے ''دوستوں'' کو آزادانہ لے کر گھومتے ہیں۔ اور بوقت ضرورت گھروں کے اندر بھی لے آتے ہیں۔ حتیٰ کہ دادا، دادی، نانا، نانی کی سطح کے لوگ بھی اپنے فرینڈز کو بازاروں سے تلاش کر کے گھروں میں لاتے ہیں اور ان کے ساتھ دوستی کا حق ادا کرتے ہیں۔

اسکینڈ نیوین اسٹیٹس اور بہت سے دوسرے مغربی ملکوں میں انسانی آزادی کا سراسر غلط اور بیہودہ تصور اس حد تک آگے بڑھ چکا ہے کہ وہاں کوئی مرد اور عورت بر سر عام بھی سخت سے سخت قابل اعتراض فعل آزادانہ طور پر کر سکتے ہیں۔اور کوئی انہیں ٹوکنا تو در کنار گھور کر دیکھ بھی نہیں سکتا۔اس لئے کہ کسی کا انہیں کھڑے ہو کر حیرت یا ناپسندیدگی سے گھور کر دیکھنا قانونی جرم ہے اور اس پر اسے باقاعدہ سزا ہو سکتی ہے۔پھر آپ غور فرمائیں کہ ان نام نہاد مہذب مغربی ملکوں میں مذہب کی حیثیت کیا ہے۔قانونی طور پر مذہب کو بقول معروف کھڈے لائن لگا دیا گیا ہے۔اس کی ان معاشروں میں کسی کمی کمین سے زیادہ نہیں ہے۔مذہبی پیشواؤں کا انتخاب اور تقرر وغیرہ یہ محض روایت ہی کی حد تک ہے ورنہ ہمیں یہ انتہائی دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پوپ مقدس تک ان بے لگام ملکوں اور ان کی مادر پدر آزاد حکومتوں سے ذرا بھر اطاعت کی توقع نہیں کر سکتا۔عملاً مذہب کا ادارہ ہی ایک جزو معطل بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔اس کی افادیت یا ضرورت کا تصور محض اتنا ہے کہ مادر پدر آزاد مغربی معاشرہ یا ریاست جب خود اس کی ضرورت محسوس کرے۔مذہبی نمائندے ان کے سامنے دست بستہ حاضر ہو جائیں اور جب معاشرہ اور ریاست چاہیں وہ سر جھکا کر ان کے راستے سے ہٹ جائیں اور تو اور مغربی معاشروں میں لادینیت کی سوچ نے یہاں تک پر پرزے نکال لئے ہیں کہ خود مغرب کے بڑے بڑے بین الاقوامی شہرت کے حامل جرائد اور اخبارات یہ سوال اٹھاتے رہتے ہیں کہ کہ ان کے اپنے انبیاء انسانی تاریخ میں واقعتاً کبھی موجود بھی رہے ہیں یا محض قصے کہانیوں کا حصہ ہیں۔غور فرمائیں جو شخص اپنے باپ ہی کے وجود پر یقین نہ رکھتا وہ کسی دوسرے کے بزرگوں کا کیا احترام کرے گا۔دراصل مغربی معاشروں کی یہ بے راہ روی اور بدتہذیبی ان کی دین و مذہب سے دوری اور بیزاری ہی کا نتیجہ ہے۔آپ مغربی ملکوں کے لڑکے لڑکیوں کے لباس، بالوں کی بناوٹ اور سجاوٹ وغیرہ پر نظر دوڑائیں، اسفل سافلین کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جائے گا۔ تو جو تہذیب اپنے ماننے والوں کا اس حال تک پہنچادے اس سے عمومی شرف انسانی اور دوسروں کے ادب و احترام کی کیا توقع رکھی جاسکتی ہے۔آزادی اظہار وغیرہ محض ڈھکوسلے اور دھوکا دینے کی باتیں ہیں۔پھر لطف کی بات یہ ہے کہ انہیں مغربی ملکوں میں ایک عام شہری کسی دوسرے شہری کے بارے میں توہین آمیز بات کہہ کر سزا سے نہیں بچ سکتا یعنی ایک عام آدمی کی عزت و توقیر کو ان معاشروں میں قانونی تحفظ حاصل ہے البتہ مذہب کے بارے میں ایسی کوئی حفاظتی فصیل ان کے ہاں نہیں بنائی گئی اور جہاں ایسا کرنے کی کوشش کی بھی گئی ہے وہاں اپنے سوا دوسروں کے ادب اور احترام کو سرے سے کوئی جگہ نہیں دی گئی۔اب اس تہذیبی پس منظر کا تقابل آپ اسلامی ملکوں اور معاشروں سے کرلیں آپ پر یہ حقیقت فوراً واضح ہو جائے گی کہ جس طرح کوئی بدمعاش اور بے آبرو شخص عزت دار لوگوں کی پگڑیاں اچھالتے

دیر نہیں کرتا بالکل اسی طرح اپنے شرف اور وقار کو لات مار دینے والی مغربی تہذیب دوسری تہذیبوں کے تقدس اور احترام کے احساس سے بھی خالی ہو چکی ہے لیکن ان کے لئے یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ اسلامی معاشرے نہ ان کی طرح تہی دامن ہے نہ مذہب سے بیزار اور نہ ہی ہمارا دین ہماری تہذیب اور معاشرت سے علیحدہ کوئی چیز ہے۔

کچھ لوگ جو ختمی مرتبت ﷺ کے بارے میں کی گئی اس گستاخی کے بعد بھی مغربی ملکوں سے مرعوب ہو کر ان سے ہر حال میں بنا کر رکھنے اور خاموش رہنے کی تلقین کر رہے ہیں وہ درحقیقت ایمان باللہ اور حب رسول ﷺ کی نعمت سے محروم ہیں۔ کوئی شخص خود ان صلح اور صبر کی تلقین کرنے والوں کی بر سر عام توہین کر کے دیکھ لے یا اسے جان سے مار دینے تک آ جائیں گے۔ یہ اپنے مفادات کی وجہ سے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ محمد عربی ﷺ کی آن پر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کو اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھتا ہے اور یہ ایسی دولت ہے جس سے مغرب کی تہی دامن تہذیب کے ساتھ ساتھ اس تہذیب کے کاسہ لیس بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم کر دیئے گئے ہیں۔

(روزنامہ جنگ، 3 مارچ 2006ء)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

ومنهم الذين يؤذون النبى .... والذين يؤذون رسول الله لهم عذاب عظيم o .... الم يعلموا انه من يحادد الله ورسوله فان له نار جهنم خالدا فيها ذلک الخزى العظيم o

(سورۃ التوبۃ: آیت: 61,62,63)

اور ان میں کوئی وہ ہیں کہ ان غیب کی خبریں دینے والے کو ستاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں تم فرماؤ تمہارے بھلے کے لئے کان ہیں۔ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں۔ اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھاتے ہیں۔ کہ تمہیں راضی کر لیں اور اللہ و رسول ﷺ کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔ کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ یہی بڑی رسوائی ہے۔

طیبہ ضیاء

سُور خور قوم!

ابولہب کے دونوں لڑکوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کواذیت پہنچانے کے لئے آپ ﷺ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دے دی۔ ایک لڑکے نے توہین رسالت ﷺ میں یہاں تک انتہا کردی کہ حضور ﷺ کی طرف تھوکا۔ حضور ﷺ نے بددعا دی کے اے اللہ اس پراپنے کتوں میں سے ایک کتے کو مسلط کردے۔

کفار مکہ کی نبی کریم ﷺ کی بددعا سے خوف طاری ہو جاتا تھا۔ گستاخی رسول ﷺ کا مرتکب لڑکا ایک بار سفر کو گیا۔ ابولہب نے قافلہ کو تاکید کی کہ اس کے لڑکے کا خاص دھیان رکھا جائے کہ اسے محمد ﷺ نے بددعا دی ہے۔ لیکن بددعا تو عرش تک پہنچ چکی تھی۔ لاکھ حفاظت کے باوجود اس کا لڑکا رات کو سورہا تھا کہ ایک شیر آیا اور اسے چیر پھاڑ کر رکھ ڈالا۔

کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ پر مظالم کے پہاڑ ڈھائے لیکن رحمت اللعالمین ﷺ نے اف تک نہ کی اور نہ بددعا فرمائی مگر جب بھی کبھی کسی نامراد کیلئے بددعا کے کو ہاتھ اٹھائے، اللہ نے اس دشمن رسول ﷺ کو تا قیامت عبرت بناڈالا کہ توہین رسالت ﷺ درحقیقت توہین خدا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور نامراد ہو گیا اور اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا وہ اس کے کسی کام نہ آیا۔ وہ ضرور بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا۔“

ابولہب کی موت عبرتناک تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک ایسی مہلک بیماری میں مبتلا کر دیا کہ اس کے گھر والوں نے چھوت لگنے کے خوف سے اسے اکیلا چھوڑ دیا۔ اس کی موت کے تین روز تک کوئی اس کے پاس نہ آیا یہاں تک کہ اس کی لاش سڑ گئی اور بو پھیلنے لگی۔ آخر کار محلے والوں نے کچھ مزدوروں کو اجرت دے کر اس کو لاش اٹھوائی۔ انہوں نے لاش کو دھکیلتے ہوئے ایک گڑھے میں جا پھینکا۔

نبی کریم ﷺ نے کسریٰ پرویز خسرو کو دعوت اسلام دیتے ہوئے ایک خط رقم کیا۔ خط خسرو پرویز کو پڑھ کر سنایا گیا تو اس نے خط کو چاک کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس طرح اس نے میرے خط کے ٹکڑے کئے ہیں، اللہ اس کی بادشاہت کو پارہ پارہ کردے“۔

پھر وہی ہوا جو حبیب خدا ﷺ کے منہ سے نکلا۔ قیصر روم نے کسریٰ کی سپر طاقت کو تباہ کر ڈالا۔ خسرو پرویز کا نام ونشان مٹا دیا۔ اس کے سامنے اس کے خاندان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ قید کی سختیوں کی تاب نہ لا کر خود بھی عبرتناک موت مارا گیا۔

کفار مکہ کے مظالم سے دل برداشتہ ہو کر آپ ﷺ طائف تشریف لے گئے مگر وہاں کے لوگوں نے بھی نبی کریم ﷺ کو جسمانی اور ذہنی اذیت پہنچائی۔ اس بستی کے لفنگے آپ ﷺ پر آوازیں کستے، پتھر مارتے، گالیاں دیتے، آپ ﷺ پر خاک پھینکتے۔ اللہ کا غضب جوش میں آیا اور انہوں نے فرشتے کو حکم دیا کہ طائف کے دونوں طرف کے پہاڑ طائف والوں پر الٹ دو۔ نبی کریم ﷺ کی رحمت نے فرشتے کو ایسا کرنے سے باز رکھا اور فرمایا۔

''انہیں ختم مت کرو میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ ان کی نسل سے وہ لوگ پیدا کرے گا، جو اللہ کی بندگی کریں گے۔''

اللہ کے حبیب ﷺ کے خلاف گھناؤنی سازشیں اور مختلف طریقوں سے تکالیف پہنچانے والا عبداللہ بن ابی مرا تو آپ ﷺ اس کے جنازہ پر گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عاشق رسول ﷺ سے برداشت نہ ہو سکا کہ آپ ﷺ اس کی مغفرت کے لئے دعا فرمائیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو اس منافق کے تمام مظالم اور دشمنی یاد کرائی لیکن آپ ﷺ جانی دشمنوں کو بھی معاف فرما دینے کی عظیم اور باکمال فطرت سے مالا مال تھے۔ آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ چاہیں تو اپنے بندوں کا ہر گناہ معاف فرما سکتے ہیں۔ لیکن ان کے حبیب ﷺ کو دی جانے والی اذیت اور توہین کا انجام عذاب کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ کا غضب جوش میں آیا اور فرمایا۔

''اگر منافقین کے لئے ستر بار بھی معافی کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ کسی طرح بھی انہیں معاف کرنے والا نہیں۔ (انفال)

اللہ کی کتاب اور احادیث کی کتب نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچانے اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے اور اللہ کے عذاب میں جکڑے جانے والوں کے واقعات سے بھری پڑی ہیں جس ہستی پر خود رب العزت کی ذات پاک درود و سلام بھیجتی ہے، اس کی شان پر تمام انبیاء قربان ہیں۔

اس ہستی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور ان کے لئے رسوا کن عذاب مہیا کر دیا ہے''۔

جس کے لئے کائنات بنائی گئی تمام انبیاء کا امام اور عیسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا وہ بھائی

جس کی آمد کی خوشخبری اور پیشگوئی انجیل اور تورات میں تھی۔

"یاد کرو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی وہ بات جو اس نے کہی تھی کہ "اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ تصدیق کرنے والا ہوں، اس تورات کی جو مجھ سے پہلے سے موجود ہے۔ اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے۔" (الصف)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کا صاف صاف نام لے کر آپ ﷺ کی آمد کی بشارت دی تھی۔ تاریخ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ایک نام احمد بھی تھا اور آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے کسی کا نام احمد نہ تھا۔ حق آنے کے بعد عیسائی اور یہودیوں نے تورات اور انجیل میں نبی کریم ﷺ کی بعثت کی پیشگوئی کے بارے میں آیات حذف کر ڈالیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "نبی اُمی ﷺ کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔" (الاعراف)

اہل کتاب اپنے سوا دوسری سب قوموں کو اُمّی یعنی ان پڑھ کہتے تھے۔ ان کا غرور کسی اُمّی کو اپنا پیشوا، ماننے کے لئے تیار نہ تھا آپ ﷺ کو ایذا پہنچاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو دکھ دیتے ہیں۔ ان کے لئے دردناک سزا ہے" (التوبہ)

ویب سائٹوں پر توہین آمیز خاکوں، ان کے بنانے والوں کی تعریف اور حوصلہ افزائی کے بارے میں کفار کی آراء مسلمان کی غیرت ایمانی کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہیں۔ یہ سؤر خور قوم SIN AND SICKNESS کا شکار ہے۔ ان اقوام کا دل و دماغ بھی سؤر کی طرح غلیظ ہو جاتا ہے۔ سائنس نے بھی سؤر کو دنیا کا غلیظ ترین جانور قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں ذہنی و جسمانی طور پر نہایت ست جانور ہے۔ سائنسی تحقیق کے مطابق سؤر خور میں مختلف روحانی ذہنی و جسمانی بیماریاں اور بیہودگی پیدا ہو جاتی ہے۔

حلال اور طیب غذا کا اہتمام کرنے والے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس فطرت سور کی حامل بیمار قوم سے صحتمند اور نارمل باتوں کی توقع نہ رکھیں۔

صدر بُش نے ڈینش وزیر اعظم سے ہمدردی اور تعاون کی یقین دہانی کرائی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ امریکہ آزادی صحافت پر یقین رکھتا ہے۔ اب تک تو بُش صاحب کو یہ بھی یقین ہو جانا چاہئے کہ مسلمان ہر ظلم برداشت کر سکتا ہے لیکن اپنے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کا ایک لفظ برداشت نہیں کر سکتا۔

عراق جنگ کے خلاف ساری دنیا نے مظاہرے کئے۔ مگر بُش صاحب ڈھیٹ ثابت ہوئے اور انہوں نے وہی کیا جوان کے پادریوں نے کہا۔ بُش صاحب مسلمانوں کو صلیبی جنگوں کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ بعید نہیں ان توہین آمیز خاکوں کے پس پُشت ان کی ایک اور بھیانک چال پنہاں ہو وگرنہ خاکوں کے لئے چالیس گوروں کی ٹیم اور اتنی لمبی چوڑی پلاننگ کی بظاہر کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی۔ متعصب گوروں نے اسامہ بن لادن کے مشن کو آسان بنادیا ہے۔

پوری دنیا کے مسلمانوں میں توہین رسالت ﷺ کے شدید ردعمل کو دیکھ کر دور حاضر میں امت کے وجود کی نفی کرنے والے نام نہاد دانشوروں اور کالم نگاروں کو ''امت'' کا مفہوم سمجھ آجانا چاہئے۔ جتنے ممالک بھی توہین آمیز کارٹون شائع کررہے ہیں۔ مسلمان ان کی مصنوعات کا اس وقت تک بائیکاٹ کریں جب تک توہین نبی ﷺ کے مرتکب گستاخ کارٹونسٹ امت مسلمہ سے معافی نہیں مانگ لیتے۔

(روزنامہ نوائے وقت، 11 فروری 2006ء)

حدیث پاک

میں ہے کہ ایک آدمی حضور ﷺ کو گالیاں دیا کرتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون میرے دشمن کو کیفر کردار تک پہنچائے گا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں اس کام کے لئے حاضر ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں (اس گستاخ کو قتل کرنے کے لئے بھیجا) اور حضرت خالد بن ولید نے اسے قتل کردیا۔

(الشفاء، جلد:۲، صفحہ:۲۲۲، ۲۲۳)

کروں تیرے نام پہ جان فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

عرفان صدیقی

متعفن سوچ کے مکروہ مظاہر

ڈنمارک کے ایک اخبار کی جسارت محض کسی آوارہ خو فرد واحد کے دماغ میں اٹھنے والا فتور یا اس کی فکر بیمار میں انگڑائی لینے والی شیطنت کا نتیجہ نہیں یہ اس عمومی روش کا اظہار ہے جو امریکہ اور یورپ کے باسیوں کے دل و دماغ میں سرطان کی طرح گھر کر چکی ہے۔ اور وہ ترقی کی رفعتوں سے ہمکنار ہونے کے باوجود بغض، نفرت، کدورت اور گراوٹ کی پستیوں سے اوپر نہیں اٹھ پائے۔ اسلام مسلمانوں اور اسلام کی علامتوں اور شعائر کے ساتھ اُن کے رویے کا سبب صدیوں پر محیط وہ عمل ہے جس نے اسلام کو ایک توانا، فعال، متحرک، انسانیت نواز زندگی اور جفاکش فلسفہ زندگی کے طور پر پیش کیا ہے جو تمام تر ناکہ بندیوں کے باوجود یورپ اور امریکہ میں تیزی کے ساتھ پھیلنے والا سر فہرست مذہب بن چکا ہے۔ جس کی ''روح جہاد'' نے ان کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ یہ ''آزادی اظہار'' کا تقاضا ہے اپنی رائے، اپنی سوچ اور اپنا خیال پیش کرنے کا فطری حق ہے جس پر کوئی قدغن نہیں لگائی جاسکتی۔ ڈنمارک کے وزیراعظم فرماتے ہیں کہ ''ساری دنیا کو اس حق کا احترام کرنا چاہئے کسی ریاست کو پریس کے رویے کا ذمہ دار نہیں ٹھہرانا چاہئے'' لیکن معاملہ اتنا سادہ نہیں یہ محض آزادی اظہار، آزادی فکر یا رائے کی آزادی کا معاملہ بھی نہیں۔ یہ ایک سوچی سمجھی مہم ہے جو برس ہا برس بلکہ صدیوں سے جاری ہے اور جس میں نائن الیون کے بعد زبردست شدت آگئی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اسلام میں رسالت محمدی ﷺ کا مرتبہ و مقام کیا ہے اور نبی آخر الزماں ﷺ سے عقیدت و محبت اہل حرم کا کتنا گراں بہا سرمایہ ہے۔ جعلی نبوتوں کی تخلیق، ناموسِ رسالت پر حملے اور رحمت دو جہاں کے بارے میں مکروہات کی اشاعت اسی ناپاک مہم کا حصہ ہے۔ ڈنمارک کے اخبار ''جے لینڈ پوسٹن'' (Jayllands Posten) نے اگست کے اواخر میں ایک اشتہار کے ذریعے پریس پینٹرز ایسوسی ایشن کے ارکان کو باضابطہ دعوت دی کہ وہ پیغمبر اسلام کے خاکے بنائیں۔ منتخب خاکے، پینٹرز کے ناموں کے ساتھ شائع کئے جائیں گے۔

اس اشتہار کے جواب میں پینٹرز ایسوسی ایشن کے چالیس ارکان میں سے بارہ نے خاکے بنا کر

بھیجے۔ یہ بارہ کے بارہ خاکے ستمبر میں شائع کر دیئے گئے۔ ڈنمارک اس سے قبل بھی اسی طرح کی کئی وارداتیں کر چکا ہے۔ جولائی 2005ء میں ایک ڈنمارک ریڈیو چینل نے کہا ''مسلمانوں کا واحد علاج یہ ہے کہ اگر ہم انہیں ہلاک نہیں کر سکتے تو کم از کم یورپ سے باہر ضرور دھکیل دیں''۔ ستمبر 2005ء میں ڈنمارک پیپلز پارٹی کی ایک سرکردہ رکن لوئس فریورٹ نے اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ ''ڈنمارک میں پیدا ہونے والے مسلم نوجوان بھی بنیاد پرستانہ تعلیم سے آراستہ ہیں جو ہمارے معاشرے سے مطابقت نہیں رکھتی چونکہ ہمارا قانون دشمنوں کو سرعام قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا اس لئے ان مجرموں سے نبٹنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ انہیں حوالہ زنداں کر دیا جائے یا پھر انہیں روس کے جیل خانوں میں بھیج دیا جائے۔'' ایک اور مضمون میں مسلمانوں کو ایسے کینسر سے تشبیہ دی گئی جس کا علاج آپریشن کے سوا کچھ نہیں۔

ڈنمارک کے بعد ناروے اور ناروے کے بعد فرانس کے اخبارات نے بھی یہ توہین آمیز کارٹون اپنے اخبارات کی زینت بنائے ہیں پھر اس نوع کے کارٹون جرمنی، اٹلی، ہالینڈ، پرتگال، سپین اور سوئٹزرلینڈ کے اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔ فرانس کے اخبار Franic Soir نے اخبار کے مینجنگ ایڈیٹر کو برطرف کر دیا لیکن اگلے ہی دن ادارے میں کارٹون کی اشاعت کے حق میں پرزور دلائل دیئے گئے۔ اب فرانس کے ایک اور معتبر اخبار LE. MONDE نے اپنے صفحہ اول پر یہ توہین آمیز کارٹون شائع کیے ہیں۔ بی بی سی نے بھی ان کارٹونوں کو اپنی نشریات کی زینت بنایا ہے اور دلیل دی ہے کہ ان سے مسلمانوں کے جذبات کی شدت سمجھنے میں مدد ملے گی۔ سویڈن کے ایک اخبار ''ایس ڈی کوین'' نے دعوتِ عام دی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے خاکے بنا کر بھیجے جائیں جو مارچ میں شائع کیے جائیں گے۔

اس منظر نامے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ناموس رسالت ﷺ پر مکروہ حملے کسی فردِ واحد کے خبثِ باطن کا اظہار نہیں، مغرب کی متعفن سوچ کا شاخسانہ اور سوچی سمجھی مکروہ مہم کا حصہ ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ سائنس کی سرداری، ٹیکنالوجی کی تاجداری اور علوم وفنون کی عملداری کے باوجود اسلام کے بارے میں مغرب کی سوچ کس قدر پست اور کتنی نفرت بھری ہے۔ اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ دہشت گردی کا سرچشمہ کہاں ہے؟ مسلمانوں کے ذہنوں میں چنگاریاں سلگانے اُن کے دلوں میں آگ بھڑکانے اور انہیں اپنی جانوں سے بے نیاز ہو کر خودکش حملوں پر اُبھارنے والی ہوائیں کہاں سے آ رہی ہیں۔ اسی پس منظر میں ایک بار پھر سوچیے کہ کیا نائن الیون کے بعد ''دہشت گردی'' کے خلاف جنگ کا اعلان کرتے وقت بُش کے ہونٹوں سے ''کروسیڈ'' کا لفظ یونہی پھسل گیا تھا یا اس کے پس منظر میں بھی اسلام اور اہل اسلام کے خلاف نفرت کا شیش ناگ سسکاریاں

لے رہا تھا؟ میں ابھی تک ''کین فش برگ'' نامی اس امریکی نوجوان کو نہیں بھولا جس نے اسامہ بن لادن کی تصویروں والے ٹائلٹ پیپر رول بنانے کا اعلان کیا تھا اور امریکہ کی عالی مرتبت بارگاہوں سے اسے اتنے آرڈر ملے تھے کہ چوبیس گھنٹے فیکٹری چلا کر بھی اس کے لئے ان آرڈرز کی تکمیل مشکل ہوگئی تھی۔ کیا اس قدر متعفن اتنا مکروہ اور ایسا اخلاق یافتہ تصور کسی کلمہ گو مسلمان کے حاشیہ خیال میں بھی آسکتا ہے؟

وہ خاکے بنائیں کارٹون تراشیں یا تصویر کشی کریں؟ ازل سے ابد تک جاری اس سرچشمہ نور کا کچھ نہیں بگڑے گا جو کرۂ ارضی کے ہر گوشے میں لو دے رہا ہے۔ جس کے ذکر جمیل کو خود خالق کائنات نے رفعتیں بخش دیں وہ چمگادڑوں، جھینگروں اور کاکروچوں کی ہرزہ سرائی سے بہت بالا ہے وہ کیا جانیں کہ غبارِ راہ کو فروغ وادیٔ سینا بخشنے والی ہستی کیا تھی؟ جس نے بنی نوع انسان کو عظمتِ انسانی کا درس دیا جس نے آدمیت کے ارفع قرینے دیئے جس نے حقوق انسانی کے تصور سے آشنا کیا جو اربوں انسانوں کے دلوں کی خوشبو، ذہنوں کا اجالا، روحوں کی آسودگی اور جذبوں کی حرارت ہے۔ چند شیطنت مزاج نابکاروں کی ایسی حرکتیں، ان کی سوختہ بختی اور کم نصیبی کے سوا کچھ نہیں۔ اس کا جواب دینا ہی ہے تو یورپ کے اقتصادی مفادات پر ضرب لگایئے۔ مسلمان ملکوں کی مارکیٹیں ڈنمارک کی ڈیری مصنوعات سے بھری پڑی ہیں۔ ابھی تک سعودی عرب، کویت، لیبیا، اور ایران کے سوا کسی نے ٹھوس ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ او آئی سی کے حسبِ معمول گہری نیند سوئی ہے اور ہم بدستور اس بے ننگ و نام جنگ کا ایندھن بنے ہوئے ہیں۔ جمہوریت کے معنی خود مختار اسلامی ممالک پر لشکر کشی، انصاف کے معنی اہل حرم کی لہو نوشی، دہشت گردی کے خلاف جنگ کا مفہوم عالم اسلام کی سرکوبی اور آزادیٔ اظہار کی تفسیر اسلام، اسلامی شعائر اور اسلامی علامات کو گالی دینا ہے۔ اس کے باوجود ہم تنگ نظر اور روشن خیال ہیں اور اس کے باوجود ہم دہشت گرد اور وہ امن اور آشتی کے سفیر ہیں۔

(روزنامہ نوائے وقت، 4 فروری 2006ء)

ارفع و اعلیٰ ہے ہر شے سے مقامِ مصطفیٰ ﷺ
عزت و ناموس قائم ہے بنام مصطفیٰ ﷺ
سُنتِ غازی علم دیں کو نبھانے کے لیے
زندہ و موجود ہیں اب بھی غلامِ مصطفیٰ ﷺ

سید عارف محمود مہجور رضوی، گجرات

مبین رشید

دنیا تقسیم ہو رہی ہے!

یہ کوئی ایک واقعہ نہیں بلکہ کئی واقعات کا تسلسل ہے جس نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا ہے اور اب دنیا واضح طور پر دو بلاکوں میں تقسیم ہوتی نظر آ رہی ہے۔ ایک اسلامک اور دوسرا اینٹی اسلامک بلاک صیہونی لابی نے جب حضرت محمد ﷺ کے توہین آمیز کارٹون بنانے کا منصوبہ بنایا تو اس کے لئے پہلے ناروے کا انتخاب کیا گیا مگر بعد میں ڈنمارک کے اخبار ''یولانڈ پوسٹن'' کو سند قبولیت بخشی گئی۔ 40 منتخب کارٹونسٹ میں سے 12 یہ گستاخانہ جسارت کرنے کے لئے تیار ہوئے اور اخبار نے 30 ستمبر کو ان 12 کارٹونز کو بیک وقت شائع کر دیا۔ مسلمانوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور ڈنمارک میں موجود مختلف مسلم ممالک کے 11 سفیروں نے وزیراعظم ڈنمارک سے ملاقات کے لئے وقت مانگا تاکہ مسئلے کا حل نکالا جا سکتے مگر وزیراعظم ڈنمارک نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے ملنے سے انکار کر دیا۔ 10 جنوری کو ناروے کے ایک میگزین نے اس ناپاک سازش کو آگے بڑھایا اور اسی روز ایک بڑے اخبار ''واگ بلاوت'' نے ان کارٹونز کو انٹرنیٹ پر بھی اپ لوڈ کر دیا۔ عرب دنیا میں احتجاج شدت پکڑ گیا۔ اور 26 جنوری کو سعودی عرب نے ڈنمارک سے اپنا سفیر واپس بلا لیا، لیبیا نے بھی سعودی عرب کی پیروی کی۔ سعودی عرب کی جانب سے ڈنمارک کی اشیاء کے بائیکاٹ کے بعد مصر، لیبیا، ایران اور پاکستان کے مسلمانوں نے بھی ڈنمارک کی اشیاء کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ دنیا بھر میں ڈنمارک کے پرچم جلانے کا آغاز ہو گیا اور ڈنمارک کو چار دن میں پونے تین کروڑ ڈالر کا نقصان اٹھانا پڑا۔ سینکڑوں افراد یکایک بے روزگار ہو گئے۔ 30 جنوری کو مسلح افراد نے غزہ میں یورپی یونین کے دفتر پر دھاوا بولا اور معافی مانگنے کا مطالبہ کیا۔ 31 جنوری کو ڈنمارک کے اخبار نے معافی نامہ جاری کیا اور ناروے کے عیسائی رہنماؤں نے بھی واقعہ کی مذمت کرتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا۔

معاملہ ٹھنڈا پڑ سکتا تھا مگر یہودی میڈیا لابی جس کا دائرہ کار امریکہ کے بعد یورپ اور تیسری دنیا تک پھیل چکا ہے اس کے ایک اشارے پر یکم فروری کو فرانس، جرمنی، اٹلی اور اسپین کے اخبارات نے بھی وہی گستاخانہ خاکے شائع کر دیئے اگرچہ فرانس کے اخبار کے مالک نے اپنے ایڈیٹر کو اگلے ہی دن برطرف کر دیا مگر بی بی سی نے خاکے ٹی وی پر نشر کر دیئے۔ سویڈن کے اخبار نے اپنے قارئین کو دعوت دی کہ وہ ایسے

خاکے بنا کر اخبار کو بھیجیں انہیں شائع کیا جائے گا۔اس کے بعد اردن کے اخبار نے بھی وہ خاکے شائع کر دیئے۔4 فروری کو پاکستان نے 10 یورپی ممالک ڈنمارک، فرانس، اٹلی، جرمنی، سپین، سوئٹزر لینڈ، ہالینڈ، ہنگری، نارے اور چیک ری پبلک کے سفیروں کو دفتر خارجہ طلب کر کے سخت احتجاج کیا جبکہ دمشق میں مشتعل نوجوانوں نے ڈنمارک اور ناروے کے سفارتخانے جلا دیئے۔ آسٹریلوی باشندے فیرفیکس گروپ کے نیوزی لینڈ سے شائع ہونے والے اخبارات جے ڈومینین اور دی پریس اخبارات میں بھی یہ ناپاک جسارت کردی گئی جبکہ بھارت بھی اب پیچھے نہیں رہا اور ٹائمز آف انڈیا نے اپنے میگزین میں یہ خاکے شائع کردیئے۔امریکہ اور اسرائیل کی پراسرار خاموشی اس واقعہ کے پس پردہ حقائق سے پردہ اٹھاتی ہے۔یورپی کمیشن نے بھی خاکوں کی اشاعت پر اسلامی ممالک کا احتجاج مسترد کردیا ہے جبکہ برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلئیر اور فرانسیسی صدر ریاک شیراک نے بھی مسلمانوں سے ہمدردی جتانے کی بجائے اعلان کیا ہے کہ پرتشدد مظاہرے ناقابل قبول ہیں۔''یولانڈ پوسٹن'' یہودی لابی کا اخبار ہے۔جس کا ثبوت اس کی پیشانی پر یہودیوں کا خاص نشان ''سٹار آف ڈیوڈ'' ہے۔12 کارٹون تیار کرنے کے لئے بھاری رقم دی گئی اور اب تمام کارٹونسٹ کو خصوصی سیکورٹی فراہم کی جارہی ہے۔کارٹون میں رسول پاک ﷺ کے عمامے کے ساتھ بم باندھنے والے بدترین کارٹونسٹ کے بارے میں کہا جارہا ہے وہ امریکہ میں روپوش ہے۔اگر یہ معاملہ صرف ایک اخبار یا میگزین تک رہتا تو مسلم دنیا میں شاید احتجاج دیکھنے میں نہ آتا لیکن جس منظم انداز سے ایک کے بعد ایک اخبار اور میگزین میں اس کی اشاعت کو یقینی بنایا جارہا ہے۔اس کی کڑیاں ایک بار پھر تہذیبوں کے تصادم کے فلسفے سے جاملتی ہیں۔جس پر اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان کو بھی کہنا پڑا کہ تہذیبوں کے تصادم سے بچنے کے لئے مسلمان ڈنمارک کے اخبار کی معافی قبول کرلیں۔ویٹی کن سٹی بھی یہ بیان دینے پر مجبور ہوا کہ اظہار رائے کی آزادی کا حق مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔حقیقت جو بھی ہو ایک بات طے ہے کہ اب دنیا دو بلاکوں میں تقسیم ہورہی ہے۔نفرت کی یہ لہر اب تھمتی نظر نہیں آرہی۔ایک ناپاک سازش بہت بڑے انقلاب کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔یہ اب دنیا کے ایک ارب 25 کرور مسلمان کو فیصلہ کرنا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑتے ہوئے ہوا کے تھپیڑوں کے حوالے کرنا ہے اور محض اچھے وقت آنے کے لئے دعائیں کرنی چاہیں یا پھر خود وقت کا منصف بن کر اس گستاخانہ کوشش کا منہ توڑ جواب دیں۔یکے بعد دیگرے انٹرنیٹ کی مختلف سائٹس اور دنیا بھر کے آزادی صحافت کے علمبردار اخباروں کی جانب سے ان توہین آمیز کارٹونز کی سلسلے وار اشاعت کسی تیسری جنگ عظیم کا پیش خیمہ بن سکتی ہے یا پھر کم از کم ایک نئی سرد جنگ کا آغاز ہوسکتا ہے جس میں دنیا واضح طور پر دو بلاکوں میں منقسم ہوکر اپنے اپنے مفادات کا تحفظ کرے گی۔

(روزنامہ نوائے وقت، 8 فروری 2006ء)

ڈاکٹر کوکب نورانی اوکاڑوی

آزادی اظہار کی آڑ میں

''کارٹون'' اطالوی زبان کے لفظ (Cartone) سے بنا ہے اور اس کے معنی ہیں ''Big Paper'' انگریزی میں اسے CARTOON لکھتے ہیں۔ لغت میں اس کے معنی ہجویہ تصویر کے ہیں۔ 1840ء کے عشرے میں کہا گیا کہ اپنی رائے کے مطابق مضحکہ، طنزیہ اور ہجویہ تصویر جو الفاظ یا بغیر الفاظ کے ہو اور اخبار یا جریدے میں شائع کی جائے۔

یورپ میں پندرہویں صدی عیسوی میں پہلے پہل ایسی ڈرائنگ تقسیم ہوئی تھی جسے ''کارٹون'' کہا جاتا ہے۔ اسی زمانے میں جرمنی میں اشتہاری سائز کا ایک کارٹون بنایا جاتا تھا جسے نمایاں جگہ چسپاں کیا جاتا تا کہ لوگوں کی رائے بدلی جا سکے۔

''کے ری چر'' (Caricature) یہ کارٹون (خاکے) کی ایک قسم ہے۔ یہ بھی اطالوی زبان کے لفظ ''Caricare'' سے بنا ہے۔ اس کی تعریف یہ بتائی گئی ہے کسی شخص کی ایسی تصویر بنانا کہ اس کے عیوب نمایاں ہوں، بگاڑی ہوئی یا ہجویہ تصویر، تحریر یا تصویر کے ذریعے تمسخر کرنا۔

سولہویں صدی اور سترہویں صدی کے درمیان اطالوی آرٹ سٹوڈیو میں اس کی ابتدا ہوئی جہاں مشہور فن کار Annibalte Carracci (1560-1609) اور Einlorezo Bernini (1598-1680) موجود تھے۔ انہیں 18 ویں صدی میں بہت شہرت ملی۔ 18 وی صدی کے وسط میں برطانوی پینٹر William Hogarth (ولیم ہوگرتھ) نے کے ری کے چر کو زمینی حقائق سے ملا کر Comics ایجاد کئے۔ اسی نے لفظوں کے بجائے تصویروں سے کہانی بیان کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ برطانوی فنکار George Townshead نے پورٹریٹ کارڈ کی صورت میں کارٹون اور کے ری کے چر متعارف کروائے۔ برطانیہ میں 1780ء تا 1820 کا عرصہ کے ری کے چر کا ''سنہری دور'' شمار ہوا۔ اخباروں رسالوں کے لئے کارٹون بنائے گئے، ان کے موضوعات یہ تھے، فیشن، سیاست، سوشل سکینڈل اور روزمرہ کے اہم واقعات کے ری کے چر کا اسٹائل یہ تھا کہ بے ڈھنگی شکلیں اور خاکے تمسخرانہ اور فحش بنائے جاتے۔ 19 ویں صدی کے وسط میں یہ کارٹون ''صحافت'' کا لازمی جزو ہو گئے۔ ازاں

بعد کے ری کے چہ مشہور شخصیات، سیاست کاروں اور بے جان چیزوں کا بنانا معمول ہو گیا۔ ان کا مقصد توہین و تمسخر ہی ہوتا، کبھی تحسین و ستائش کے لئے بھی اور کچھ کارٹون صرف تصریح و نشاط کے لئے بنائے جاتے۔

مشہور جرمن صحافی عیسائی پروٹسٹنٹ مبلغ ''مارٹن لوتھر'' (Martin Lother) نے کیتھولک عیسائیوں کے خلاف کارٹونز ہی کے ذریعے ناخواندہ لوگوں میں مہم چلائی اور لوگوں کی بڑی تعداد کو اپنا حامی بنایا۔

''Is that all folks'' کے عنوان سے گیارہ جون دو ہزار ایک یعنی پانچ برس پہلے کے حوالے سے انٹرنیٹ میں ہے کہ امریکہ میں ''Bugs Bunny'' کے عنوان سے بارہ فلمیں ممنوع قرار دی گئیں کیونکہ ان میں نسلی تعصب پایا گیا۔ یہ جملہ ملاحظہ ہو (None of the black Character in Cartoon) فام طبق نے اس میں اپنی توہین محسوس کی اور اعتراض و احتجاج کیا تو ایسی 12 فلمیں دکھانا ممنوع قرار پایا۔

اس مختصر تفصیل کے بعد ملاحظہ ہو۔

ڈنمارک کے روزنامے (The Conservative daily jyllands Posten) کے کلچرل ایڈیٹر Flemming Rose کے مطابق اس نے چالیس کارٹونسٹس سے رابطہ کیا اور ان سے یہ مذموم فرمائش کی کہ وہ (حضور نبی کریم ﷺ) کا اپنے تصور کے مطابق خاکے بنا کر اسے بھیجیں۔ چالیس میں سے صرف بارہ کارٹونسٹس اس گستاخی پر آمادہ ہوئے۔ یہ خاکے ایک کتاب کے لئے بنوائے گئے تھے جو حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں بچوں کے لئے طبع کی جا رہی تھی۔ بتایا گیا کہ Kare Bluitgen کو فنکاروں نے بار بار سمجھایا کہ وہ اس کے ساتھ اس کتاب میں تعاون کے لئے ہرگز آمادہ نہیں کیونکہ انہیں انتہا پسند مسلمانوں سے جوابی حملے کا سخت خوف ہے۔ یہ بارہ کارٹون 30 ستمبر 2005ء کو شائع کیئے گئے۔

کیا یہ ڈنمارک کے ایک پبلشر اور کلچرل ایڈیٹر کی اپنی خباثت اور شیطنت کا مظاہرہ تھا یا ملت اسلامیہ کی غیرت ایمانی کا احوال جاننے کے لئے اس اخبار کے ذریعے ''غیر مسلموں'' کی یہ کوئی سوچی سمجھی مذموم سازش تھی؟

تحریر و تقریر کی آزادی کیا اس کلچرل ایڈیٹر کو اسی روزنامہ میں حضرت سیدنا عیسیٰ اور حضرت مریم (علیہا السلام) کا کوئی ایسا کارٹون بنانے کی جسارت کرنے دے گی۔

سیاہ فام طبقے کی غلط نمائش ہوئی تو اسے آزادی اظہار نہیں کہا گیا۔ آسٹریا، بلجیم، فرانس، جرمنی،

رومانیہ، سلواکیہ، سوئٹزرلینڈ وغیرہ گیارہ ممالک میں ہولوکاسٹ (Holocaust) کا انکار کیوں قابل تعزیر جرم ہے؟ صرف اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تحریر و تصویر کو "آزادی اظہار" کیوں سمجھا جاتا ہے؟

اسلام کی بنیادی تعلیم ہے کہ اللہ کے ہر نبی ہی کی نہیں، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بھی تعظیم کی جائے۔ انسانی حقوق کے "علمبردار" کہلانے والے یہود و نصاریٰ جانے کتنے عنوانات کی تنظیمیں تو بنائے ہوئے ہیں لیکن وہ مسلمانوں کو "انسان" کہاں شمار کرتے ہیں اور ان کے لئے انسانی حقوق کہاں تسلیم کرتے ہیں؟ انہوں نے جان لیا کہ مسلمان اپنے ایمان کے معاملے میں کسی مفاہمت اور مصالحت کے روادار نہیں ہو سکتے اور نبیوں کے نبی خاتم النبیین ﷺ کے بارے میں کسی کی لاف گزاف ہرگز برداشت نہیں کی جا سکتی۔ ضرورت ہے کہ ہر مسلمان اپنی غیرت ایمانی کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے ایسے لوگوں سے ہر سطح پر مکمل مقاطعہ کرے۔

(روزنامہ نوائے وقت، 14 اپریل 2006ء)

خلیفہ ہارون الرشید

نے امام مالک سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جو حضور ﷺ کو گالی دے۔ ہارون نے لکھا تھا کہ عراق کے علماء نے شاتم رسول ﷺ کو کوڑے لگانے کی سزا تجویز کی ہے۔ آپ کا اس مسئلہ میں کیا فتویٰ ہے تو امام مالک نے غضب ناک ہو کر فرمایا "وہ امت زندہ کیسے رہے گی جو نبی اکرم ﷺ کی شان میں سب و شتم (توہین رسالت) پر خاموش رہے۔ جو کسی بھی نبی کو گالی دے اسے قتل کیا جائے اور جو صحابہ کو گالی دے اسے کوڑے لگائے جائیں۔

(الشفاء: جلد:۲، صفحہ:۲۲۳)

محمد اظہار الحق

ایک دل آزار تحریر

رسالت مآب ﷺ کی شان اقدس میں ذرا سی بھی گستاخی ایک مسلمان کیلئے نا قابل تصور ہے نہ صرف نا قابل تصور ہے بلکہ انتہائی اذیت ناک اور تکلیف دہ بھی ہے توہین انگیز خاکوں کی اشاعت اور پھر پے در پے مزید اشاعتیں عالم اسلام کیلئے باعث آزار ثابت ہوئی ہیں احتجاجی مظاہرے ایک فطری عمل ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ قتل و غارت، تشدد اور گھیراؤ جلاؤ سے مظاہروں کا اصل مقصد (احتجاج) پس پشت چلا جاتا ہے لیکن اول تو یہ بھی معلوم نہیں کہ تشدد اور گھیراؤ جلاؤ والے عناصر اصل میں کون تھے دوسرے یہ احتجاجی مظاہرے ایک ہی ملک میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں ہوئے ہیں اور مسلسل ہو رہے ہیں۔

اس مسئلے پر پوری دنیا کے مسلمانوں کا اور تمام فرقوں اور گروہوں کا اجماع مکمل اجماع ہے کہ شان رسالت ﷺ میں گستاخی کرنا تو دور کی بات ہے گستاخی کو جائز سمجھنے ولا ابھی مسلمان نہیں ہو سکتا اور حرمت رسول ﷺ پر کٹ مرنا بھی مسلمان کیلئے بہت بڑا اعزاز ہے اس شرعی مسئلے کو ظفر علی خان نے شعر کا رنگ دیا ہے۔

نماز اچھی، حج اچھا روزہ اچھا، زکوۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

مسلمان کی اپنی جان کا نذرانہ تو ہے ہی رسول اور حرمت رسول ﷺ پر ماں باپ بھی قربان کیے جا سکتے ہیں صحابہ کرامؓ کا رسالت مآب ﷺ سے طرز مخاطب ہی یہی تھا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان۔

خدا کے رسول ﷺ کے مقام کا تو کیا ہی کہنا
ادب گاہے ست زریں آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ اینجا

رسول ﷺ کے گھر اور گھر والوں کا احترام بھی جزو ایمان ہے توصیف تبسم نے کیا خوب کہا ہے۔

نبی کے گھر کا بہت احترام واجب ہے
سنبھل کے بات کرائے بے نصیب ! کون ہے تو

یہ تمہید اس لئے باندھی گئی ہے کہ توہین رسالت کے زخم سے جب دنیا کا ہر مسلمان خون کے آنسو رو رہا ہے کچھ بے نصیب ایسے بھی ہیں جو اس زخم سے نہ صرف لاتعلق ہیں بلکہ اس پر نمک بھی چھڑک رہے ہیں ایک انگریزی معاصر کے ایک کالم نگار عرفان حسین کے یکے بعد دیگر شائع ہونے والے مضمون اسی زمرے میں آتے ہیں۔

پہلے تو مضمون نگار کے بارے میں اسی انگریزی معاصر کے ایک قاری کی رائے ملاحظہ کریں یہ قاری (عادل عبداللہ کراچی) 18 فروری کے اخبار میں لکھتے ہیں۔

He has also, as usual, tried to sympathize with other people's point of view while finding fault with the Muslims.

ترجمہ: انہوں نے حسب معمول مسلمانوں میں نقائص ڈھونڈتے ہوئے دوسرے لوگوں کے نکتہ نظر سے ہمدردی کرنے کی کوشش کی ہے۔

اخبار کے قاری کے اس خط سے یہ واضح تاثر ملتا ہے کہ مسلمانوں میں غلطیاں ڈھونڈنا، دوسرے لفظوں میں کیڑے نکالنا اور دوسروں سے ہمدردی کرنا مضمون نگار کا معمول ہے۔

ان کے گیارہ فروری کے کالم کا عنوان ہے

Let's move on یعنی ہمیں آگے بڑھ جانا چاہیے یہ کالم توہین انگیز خاکوں کے ردعمل کے بارے میں تحریر کیا گیا ہے عرفان حسین کالم کا آغاز اس طرح کرتے ہیں۔

''گذشتہ ہفتے جب کہ توہین آمیز کارٹونوں کے خلاف جو پہلے ایک ڈنمارک کے روزنامہ میں شائع ہوئے۔ مظاہرے رفتار اور تشدد کے لحاظ سے بڑھ گئے ہیں پرنٹ اور الیکٹرک میڈیا میں ہر قسم کی رائے ظاہر ہوئی ہے مجھے سب سے زیادہ واضح اور قوی Trenchant رائے ایک امریکی قاری کے ارسال کردہ کارٹون میں نظر آئی ہے پہلے حصے میں ایک داڑھی والا شخص شلوار قمیض میں ملبوس منہ سے جھاگ نکال رہا ہے اور چلا رہا ہے کہ توہین رسالت کارٹون بنانے والوں کو موت کی سزا دو۔

اس کے پیچھے دیوار پر لکھا ہے'' کچھ کارٹونوں پر ''غصہ'' دوسرے حصے میں پس منظر میں لکھا ہے ''عورتوں کے ساتھ سلوک پر یرغمالیوں کا سر قلم کرنے پر خودکش بم چلانے اور عزت کے نام قتل پر غصہ ''ہمارا داڑھی والا ہیرو اس پر اپنی گھڑی دیکھتا ہے اور منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا ہے'' او دیر ہو رہی ہے مجھے جانا ہے''۔

اس تمہید کے عرفان حسین جو کچھ لکھتے ہیں ان کے اپنے الفاظ میں پڑھیے۔

This just about sums up the attitude of a vast majority of Muslims: we got worked up over trivia while pushing the real problems facing us under the carpet take this current furore over the Danish car toons as and example Firstly, most people forget that the stricture against depicting.

Prophet Mohammad (PBUH) in an illustration applies only to Muslims. Forbidding non-Muslims to do so would be tantamount to telling them to live under Shariah laws that are applicable to Muslims.

ترجمہ: یہ نچوڑ ہے اس رویے کا جو مسلمانوں کی بڑی اکثریت کا ہے ہم معمولی معاملات پر جذباتی ہو جاتے ہیں اور پیش آنیوالے اصل مسائل سے اغماض برتتے ہیں۔ ڈنمارک کے کارٹونوں پر موجودہ غیض وغضب کی مثال ہی لیجئے اولاً اکثر لوگ بھول جاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی تصویر بنانے سے منع کرنے کا حکم صرف مسلمانوں کے لئے ہے غیر مسلموں کو اس کے منع کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ انہیں شریعت کے قوانین کے تحت رہنے کو کہا جائے جو صرف مسلمانوں کیلئے ہیں"۔

عرفان حسین توہین رسالت ﷺ کیلئے Trivia کا لفظ استعمال کرتے ہیں مقتدرہ قومی زبان کی شائع کردہ انگریزی اردو لغت میں اس لفظ کا معنی یوں لکھا گیا ہے "معمولی معاملات ادنیٰ چیزیں، غیر اہم اشیاء، ہیچ، پوچ"۔ توہین رسالت ہوسکتا ہے مضمون نگار کیلئے (نعوذ باللہ) غیر اہم ہیچ اور پوچ ہو لیکن رسالت اور آخرت پر یقین رکھنے والے کسی بھی مسلمان کیلئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے پھر وہ یہ بات بھول رہے ہیں کہ ڈنمارک کے اخبار اور دیگر یورپی اخبارات نے رسالت مآب ﷺ کی تصویر نہیں چھاپی بلکہ خاکے شائع کیے ہیں اور کارٹون ہمیشہ تضحیک کیلئے اور مذاق اڑانے کیلئے بنائے جاتے ہیں جبکہ محض تصویر بنانا بھی بے ادبی اور توہین ہے اور یہ جو نکتہ انہوں نے نکالا ہے کہ غیر مسلموں کو منع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شرعی قوانین کے تحت رہیں تو یہ جو آج پورے یورپ اور امریکہ میں یہودیوں کے قتل عام (Holocaust) پر رائے زنی کرنے پر پابندی ہے تو کیا اس کا مطلب ہے کہ یورپ اور امریکہ کی ساری آبادی یہودیت کے قوانین کے تحت زندگی گزار رہی ہے؟

مضمون نگار آگے چل کر لکھتے ہیں

But we need to ask why we get so easily provoked. After all, how does the publication of some odious cartoons in an obscur Danish newspaper effect those Muslims ventling their anger and outrage across the world? in all probability, many of them have barely heard of

Denmark.

ترجمہ: لیکن ہمیں اپنے آپ سے پوچھنا چاہیے کہ ہم اتنی آسانی سے کیوں مشتعل ہو جاتے ہیں؟ آخر ایک گمنام ڈینش اخبار میں چھپنے والے چند مکروہ کارٹونوں کی اشاعت سے ان مسلمانوں کو کیا فرق پڑا ہے۔ جو دنیا بھر میں اپنے غم وغصہ کا اظہار کرتے پھر رہے ہیں۔ غالب امکان یہ ہے کہ ان میں سے اکثر نے ڈنمارک کا نام بھی مشکل سے سنا ہو گا''۔

عرفان حسین کارٹونوں کی مذمت کرتے ہیں لیکن بہت 'محتاط'' انداز میں وہ اسے کسی سازش کا شاخسانہ نہیں سمجھتے بلکہ محض ''حماقت'' اور ''بدذوقی'' کا معاملہ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بدذوقی (Poor Taste) کوئی ایسا جرم نہیں جس پر موت کی سزا دی جا سکے۔ دنیا بھر میں ہونیوالے مظاہروں کو وہ مولویوں کی چال قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔

In this space a fortnight ago, I had argued that Muslim clerics are ill-equipped to discuss and address the real problems facing their community. In order to divert attention from their lack of education, they constantly raise non-issue in their unceasing attempt to drag us back to the mediaeval era. To me, the current hue and cry over the wretched Danish cartoons smacks of these tried and tested tactics employed by our mullahs.

ترجمہ: دو ہفتے قبل یہیں پر (یعنی اپنے کالم میں) میں نے یہ دلیل پیش کی تھی کہ مسلمان مولوی اس قابل نہیں کہ اپنے لوگوں کو درپیش اصل مشکلات پر بات کر سکیں یا انہیں حل کر سکیں۔ اپنی کم علمی سے توجہ ہٹانے کے لئے ہمیں ازمنہ وسطیٰ میں واپس دھکیلنے کی نہ ختم ہونے والی کوشش کرتے ہوئے وہ مسلسل Non-Issues (غیر اہم مسائل) اٹھاتے رہتے ہیں۔ میرے خیال میں تو ان بدبخت کارٹونوں پر یہ جتنا بھی شور وغوغا ہے وہ ہمارے ملاؤں کے آزمائے ہوئے حربوں اور چالوں کا نتیجہ ہے''۔

دوسرے لفظوں میں مضمون نگار یہ کہنا چاہتا ہے کہ ''شور وغوغا کرنے کا کوئی جواز نہیں، یہ تو چند ملاؤں کی چال ہے! اس طرز فکر پر انا للہ وانا الیہ راجعون ہی کہا جا سکتا ہے!

لیکن اس تمام دل آزاری کے بعد مضمون نگار کی تسلی نہیں ہوئی۔ ٹھیک سات دن بعد وہ انگریزی کے اسی اخبار میں ایک اور مضمون لکھتا ہے اور اب کے اس کا عنوان On a Collision Course یعنی ''تصادم کی راہ پر'' باندھتا ہے۔

اس تحریر میں مضمون نگار صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف پر غصہ نکالتا ہے اور انہیں ناروا تنقید کا ہدف بناتا ہے۔ وہ ان پر الزام لگاتا ہے کہ انہوں نے بے نظیر بھٹو اور نواز شریف کو سیاست سے بے دخل کر کے متحدہ مجلس عمل کے ''ملاؤں'' سے دوستی بڑھائی۔ مضمون نگار کے بقول۔

He needs the religious right to support him, and cannot therefore crack down too hard on the elements leading the violent demonstrations.

''انہیں (یعنی صدر جنرل پرویز مشرف) کو دائیں بائیں کے مذہبی گروہوں کی ضرورت ہے تاکہ وہ ان کی (یعنی صدر کی) حمایت کریں۔ چنانچہ وہ ان عناصر سے جو پر تشدد مظاہروں کی قیادت کر رہے ہیں سختی کے ساتھ نہیں نمٹ سکتے''۔

پڑھنے والے کو تعجب ہوتا ہے کہ مضمون نگار احتجاجی مظاہروں پر تنقید کرتے کرتے صدر جنرل پرویز مشرف کا ذکر کیوں لے بیٹھا اور ان پر کیوں تنقید کرنے لگا جب کہ اس تنقید کا کوئی سبب ہے نہ جواز۔

لیکن کارٹونوں کے بارے میں صدر جنرل پرویز مشرف کا موقف پڑھ کر مضمون نگار کا غصہ سمجھ میں آتا ہے۔ صدر پرویز مشرف نے ایک حساس اور بہادر مند مسلمان کی طرح برملا کہا ہے کہ۔

''توہین آمیز خاکوں کی اشاعت افسوس ناک اور دل سوز ہے میں اس کی دوٹوک مذمت کرتا ہوں۔ خاکوں کے خلاف انتہا پسند اعتدال پسند اور انتہائی روشن خیال سب مسلمان متحد ہیں اور اس کی مذمت کرتے ہیں''۔ (روزنامہ جناح سنڈے میگزین 19 فروری صفحہ 4)

صدر جنرل پرویز مشرف صرف مذمت پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ وہ مغرب پر ایک اور زاویے سے تنقید بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

''میں تو یہاں تک کہوں گا کہ مغرب میں یوں بھی ہوا ہے کہ مثال کے طور پر Holo Caust (یہودیوں کے قتل عام) کے بارے میں بحث و تمحیص کرنے کے خلاف آرڈیننس نافذ ہے۔ تو پھر کہاں ہے پریس کی آزادی اور میڈیا کی آزادی''۔ (روزنامہ نیشن 18 فروری صفحہ 9)

گمان غالب ہے کہ صدر پاکستان کے یہ خیالات مضمون نگار کو پسند نہیں آئے اور اس نے موقع محل کے بغیر ان پر تنقید کے تیر برسانا شروع کر دیئے۔

پھر مضمون نگار مغرب کے احسانات گنواتا ہے کہ مغربی ملکوں نے مسلمان تارکین وطن کو مسجدیں بنانے کی اور سکولوں میں، بقول اس کے اسلامیات پڑھانے کی اجازت دی۔ لیکن مضمون نگار ماتم کناں

ہے کہ

Such freedom of religion is not given to christians in most Muslim countries. In Saudi Arabia, not a single church exists, and no copy of the Bible in publicity available. in Pakistan, chrurches are often attacked, and most of its Christians are almost second-class citizens, Whatever the rhetoric. In Turkey, a Catholic priest was shot dead during the anti-cartoon protests.

''ایسی مذہبی آزادی اکثر مسلمان ملکوں میں عیسائیوں کو حاصل نہیں۔سعودی عرب میں ایک بھی گرجا نہیں اور انجیل (بائبل) کا کوئی نسخہ بھی کھلے عام دستیاب نہیں پاکستان میں گرجاؤں پر اکثر و بیشتر حملے کئے جاتے ہیں اور لفاظی اپنی جگہ لیکن اکثر عیسائی دوسرے درجے کے شہری ہیں۔ترکی میں کارٹونوں کے خلاف مظاہروں کے دوران ایک کیتھولک پادری کو گولی ماردی گئی۔

سوال یہ ہے کہ عرفان حسین کو یہ سارے غم اس موقع پر، جب امت مسلمہ توہین رسالت سے زخم زخم ہے، کیوں یاد آرہے ہیں؟

اور کیا اس آزادی اظہار کے تحت، جو وہ مغرب کو عطا کر رہے ہیں، ہمیں بھی یہ پوچھنے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ اگر سعودی عرب میں گرجانہ ہونے کا غم انہیں بے چین کر رہا ہے تو آخر ویٹیکن میں کتنی مسجدیں ہیں؟ اور پاکستان میں عیسائیوں کو دوسرے درجے کے شہری ثابت کرنے کیلئے ان کے پاس کون سے دلائل ہیں؟

عبرت ناک بات یہ ہے کہ مضمون نگار کو اس چیز کا بھی دکھ ہے کہ مغربی ملکوں میں رہنے والے مسلمان تارکین وطن کو ہم جنسی اغلام (Homo Sexuality) سے گھن کیوں آتی ہے یہ حصہ چونکہ ان کے مضمون کا نقطہ عروج ہے، اس لئے انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے اپنے الفاظ ہی میں بیان کیا جائے۔

The facts is that Muslim immigrants have been for slower than other communities to assimilate into societies they have chosen to live in. Their open abhorrence for western values like gender equality, liberal attitudes towards homo sexuality, and the freedom of expression makes many people here wonder why Muslims have elected to live among them.

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ مسلمان تارکین وطن نے جن معاشروں کو اپنے رہنے کے

لئے منتخب کیا ہے، ان میں جذب ہونے کے معاملے میں وہ دوسرے گروہوں کی نسبت بہت زیادہ سست ثابت ہوئے ہیں۔ مساوات مرد وزن، ہم جنسی (اغلام) کے لئے کشادہ دل رویہ اور آزادی اظہار جیسی مغربی قدروں سے ان کی شدید نفرت دیکھ کر بہت سے لوگ حیران ہوتے ہیں کہ آخر مسلمانوں نے یہاں رہنے کا فیصلہ ہی کیوں کیا ہے"۔

جو شخص اس لئے پریشان ہے کہ مغربی ملکوں میں رہنے والے مسلمان ہم جنسی (Homo Sexuality) سے نفرت کیوں کرتے ہیں۔ وہ اگر توہین رسالت کو نعوذ باللہ معمولی معاملہ (Trivia) قرار دیتا ہے اور مظاہروں پر غم وغصہ کرتا ہے اور رسالت مآب ﷺ کی تصویر بنانے پر غیر مسلموں کو بری الذمہ قرار دیتا ہے اس لئے کہ بقول اس کے وہ شرعی قوانین کے تحت زندگی نہیں گزار رہے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ کاش اس نازک اور افسوسناک موقع پر یہ دل آزار تحریر نہ شائع ہوتی۔

(روزنامہ جناح، 21،22 مفروری 2006ء)

امام ابوبکر احمد بن علی الرازی فرماتے ہیں

لیث نے ایسے مسلمان کے بارے میں فرمایا جو نبی اکرم ﷺ کو گالی دیتا ہے۔ بے شک اس (نام نہاد مسلمان) سے نہ مناظرہ کیا جائے، نہ اسے مہلت دی جائے اور نہ ہی اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اور اسے اسی مکان پر ہی قتل کیا جائے۔ (یعنی فوراً قتل کر دیا جائے) اور یہی حکم توہین رسالت کرنے والے یہودی ونصرانی کا ہے۔

(احکام القرآن، تفسیر آیت: وان نکثوا الخ)

لا مکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی ﷺ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

عطاء الرحمٰن

اے اہلِ مغرب!

یورپ میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے بارے میں توہین آمیز کارٹونوں کی بار بار اشاعت، ایک کے بعد دوسرے اخبار کے ذریعے انہیں اچھالنا، مسلمانانِ عالم کے مذہبی جذبات کو مسلسل برانگیختہ کرنا، یہ عمل آزادی رائے کے حق کا استعمال ہے یا اہل مغرب کی نفسیات میں پیوست اسلام کے خلاف تعصب۔۔۔ مسلمانوں کے بارے میں نفرت صلیبی جنگوں کے دور سے چلے آرہے صدیوں پرانے عناد کا ایسے ماحول میں اظہار ہے جبکہ مسلمان خطہ ارض کے کئی مقامات پر آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ مغرب کی عیسائی دنیا، ان کی پالتو یہودی ریاست اور سٹریٹجک اتحادی ہندو بھارت اس جدوجہد کو کچل کر رکھ دینے کے لئے طاقت وسائل اور رسوخ کا سارا زور لگا رہے ہیں۔ امریکہ اور یورپ اپنے سامراجی مفادات کی تکمیل اس میں سمجھتے ہیں کہ مسلمان قوموں کو آزادی اور آبرومندی کے ساتھ سر نہ اٹھانے دیا جائے۔ اس سوچ اور اپروچ نے ان کے اندر جو احساس جرم پیدا کیا ہے اس پر اس طرح پردہ ڈالا جا رہا ہے کہ اسلام کی مقدس ترین شخصیات اور علامات کے بارے میں اعلیٰ تصورات IMAGE کو بگاڑ کر رکھ دیا جائے۔ پھر یہ سوال کہ کیا آزادی اظہار کا حق اس حد تک متاع عزیز ہے کہ مسلمہ تہذیبی قدروں اور شائستگی کے آدرشوں کو نذرانے کے طور پر اس دیوی کے قدموں پر نچھاور کر دیا جائے۔ اس کے بعد یہ راگ بھی الاپا جائے ہم سا کوئی مہذب ہو تو سامنے آئے۔ ان تمام باتوں سے قطع نظر کچھ حقائق ایسے ہیں جو ننگی آنکھ کو بھی نظر آتے ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

1:۔ عیسائیوں کے عظیم پیغمبر حضرت یسوع مسیح علیہ السلام اور یہودی کے جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا مسلمانوں کے یہاں جو احترام پایا جاتا ہے وہ ہمارا دینی فریضہ ہے۔ اہل اسلام اپنے رسول ﷺ کی مانند ان کی توہین کے بارے میں ایک کلمہ نہیں برداشت کر سکتے۔ اس لئے کہ ہمارے نزدیک یہ بھی خدا کے فرستادہ تھے۔ للہٰذا ہم جو اپنے اذہان اور قلوب میں انہیں تقدس کا درجہ دیئے ہوئے ہیں تو کسی پر احسان نہیں کرتے۔ یہ ہمارے مذہبی عقائد کا حصہ ہے لیکن مسلمانوں نے تو کبھی ہندوؤں کے دیوتاؤں اور دیو مالائی شخصیات مثلاً کرشن اور رام چندر جی کی توہین کے بارے میں بھی نہیں

سوچا۔ سکھوں کے گرونانک اور بدھ مذہب کے بانی مہاتما بدھ کا ذکر ہماری کتابوں، رسائل، جرائد اور تقاریر و بیانات میں ضروری احترام کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ انہیں ہم مذہبی لحاظ سے پیغمبر تو دور کی بات ولی بھی تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن ہندو سکھ اور اس طرح کے دوسرے مذاہب کو ماننے والے اہل اسلام سے اس پر کم ہی شاکی ہوئے ہوں گے کہ انہوں نے انکے روحانی پیشواؤں کی توہین، نفرت اور استہزا کا موضوع بنایا ہے۔ یہ ایک تہذیبی قدر ہے اس کا آزادی اظہار سے کوئی تعلق نہیں۔ ورنہ اظہار کی آزادی مسلمانوں کا بھی اتنا بڑا حق ہے جتنا کسی دوسری قوم کا۔۔۔ قرآن مجید میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے دوسروں کے جھوٹے خداؤں کو بھی برا نہ کہو۔ مبادہ وہ تمہارے سچے خدا کی توہین کریں۔ اس فرمان پر غور کیجئے ۔یہاں آزادی اظہار پر قدغن نہیں لگائی گئی۔ ایک مہذب اور شائستہ طرز عمل اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ غیروں کا پیشوا تمہاری نگاہ میں جھوٹا بھی ہے تو برا نہ ٹھہراؤ تضحیک نہ کرو تا کہ وہ ردعمل میں تمہارے سچے خدا پر الزام نہ لگائیں۔ یوں بلا وجہ فساد فی الارض جنم نہ لے۔ اگر روڑہ پھینک کر کسی کا ماتھا پھوڑ دینا آزادی اظہار نہیں تو سر عام گالی دینا بھی نہیں جوہری اور اخلاقی لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ آج کے مسلمان زوال یافتہ قوم ہیں۔ وہ دنیوی ترقی میں پیچھے ہیں۔ وہ علم و ہنر میں آگے نہیں۔ انہیں دنیا میں سیاسی اور اقتصادی غلبہ حاصل نہیں۔ وہ آزادی کی جائز ترین جنگ بھی لڑیں تو دہشت گرد ہونے کی گالی دی جاتی ہے۔ آزادی اظہار کے حق کا پورا شعور رکھنے کے باوجود کسی کے پیغمبر نبی یا دیوت کے انسانی یا روحانی تصور کو مسخ نہیں کرتے۔ کارٹونوں کے ذریعے اس کی شخصیت کو بگاڑ کر پیش نہیں کرتے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آج کا مسلمان شائستگی اور تہذیب کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔ لیکن اس حد تک کھوکھلا بھی نہیں جتنا آپ اہل مغرب نے اپنے آپ کو ثابت کیا ہے۔

2:۔ یہ تاثر بھی غلط ہے اور بنیاد ہے کہ مسلمان اپنے دین اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف اگر کوئی علمی اور اصولی اعتراضات کئے جارہے ہیں تو انہیں سننا برداشت نہیں کرتے۔ انیسویں صدی کے اواخر میں سر ولیم میور نے ''لائف آف محمد'' لکھی۔ حضور ﷺ کی ذات گرامی پر اپنے تئیں علمی اعتراضات کئے۔ اس عہد میں مسلمانوں کے سب سے ممتاز دانشور سر سید احمد خان نے پوری زمہ داری کے ساتھ اس چیلنج کو قبول کیا۔ دہلی سے لندن پہنچے۔ وہاں کی ایک لائبریری میں بیٹھ کر مدلل اور تفصیلی جواب رقم کیا۔ اس کا انگریزی میں ترجمہ کرایا۔ اشاعت ہوئی۔ ولیم میور نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ لندن ٹائمز میں خط چھپوایا۔ اس کی مراد یہ نہیں تھی۔ وہ نہیں تھی۔ مستشرقین نے اس کے بعد بھی اسلام اور بانی اسلام کے بارے میں انگریزی، فرانسیسی، اور جرمن اور دوسری زبانوں میں کتب لکھی ہیں۔ اپنے طور پر داد تحقیق دی ہے۔ بظاہر بڑے بڑے اعتراضات کئے ہیں۔ مسلمان سکالروں نے بھی ان کا اتنی ہی علمی

ثقاہت کے ساتھ جواب دیا ہے۔ احتجاج کیے ہیں۔ نہ جلوس نکالے ہیں نہ ہنگامے کیے ہیں۔ علم کا علم کے ساتھ مقابلہ وموازنہ کیا ہے۔ ہمارے عہد میں ممتاز برطانوی مستشرق پروفیسر منٹگمری واٹ کی دو کتابوں Mohammad at Maccaاور Mohammad at Madina کو بہت شہرت ملی ہے۔ پاکستان اور دیگر مسلمان ممالک کی ہر قابل ذکر لائبریری میں اس کے نسخے مل جائیں گے۔ ان میں نہایت علمی فنکاری کے ساتھ حضور ﷺ کے کردار کوزیر بحث لایا گیا ہے۔ بڑی ہوشیاری کے ساتھ اعتراضات وارد ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی جانب سے بھی اعلیٰ درجے کی علمی وتحقیقی ثقاہت کے ساتھ جواب لکھے گئے ہیں۔ کبھی کسی نے ان کتابوں پر پابندی لگانے کا مطالبہ نہیں کیا۔ حال ہی میں جرمنی زبان کی ایک ویب سائٹ پر قرآن کے حرف بہ حرف درست ہونے اور عہد رسالت سے لے کر اب تک اس کے متن میں کسی قسم کی تحریف نہ ہونے کے مسلمانوں کے دعوے کو چیلنج کیا گیا ہے۔ بعض دستاویزی شہادتوں کے ذریعے قرآن مجید کے مستند کتاب ہونے کو مشکوک ٹھہرانے کی سعی کی گئی ہے۔ جواب میں مسلمانوں نے آسمان سر پر نہیں اٹھایا۔ تردید میں ایک سے زیادہ اور بلند پایہ تحقیقی کتب منصہ شہود پر آئی ہیں۔ ادعائے علم کا مقابلہ علم سے کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا قطعی غلط ہوگا کہ اہل اسلام میں علم اور تحقیقی اعتراضات کا سامنا کرنے کی ذہنی یا جذباتی سکت نہیں۔

لیکن اے اہل مغرب جب آپ گالی دینے پر اتر آتے ہیں۔ سلمان رشدی سے ناول لکھواتے ہیں یا اپنے اخبارات میں کارٹون چھپوا کر گھٹیا لب ولہجے میں باطنی عناد کو ظاہر کرتے ہیں۔ تو پھر آپ آزادی رائے کے حق کا ہرگز ہرگز جائز استعمال نہیں کرتے مسلمانوں کو جنگ پر اکساتے ہیں۔ لیکن یہ بہادری نہیں چھپ کر وار کرنا ہے۔ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے کا بہت شوق ہے تو سرعام طبل جنگ بجایئے۔ ہم کمزور سہی بے وسائل بھی ہیں۔ آپ کی مانند منظم بھی نہیں۔ حکمران ہمارے بھی آپ کے آلہ کار ہیں۔ اس کے باوجود اپنے ناموس پر مرمٹ جائیں گے۔ لیکن آپ کا بھی کوئی حال نہیں رہے گا۔ تہذیبی برتری کا سارا زعم خاک میں مل جائے گا۔ آپ کو End of History کا بڑا غمار ہے۔ اس کی قبر آپ کی زمین پر ہی کھودی جائے گی۔ مسلمان آپ کی نظروں میں وحشی سہی لیکن گورکن بہت اچھے ثابت ہوں گے۔ (روزنامہ نوائے وقت، 6فروری 2006ء)

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

سلیم یزدانی

ڈنمارک کے اخبار کی اشتعال انگیزی

چودہ سو سال کی تاریخ گواہ ہے کہ دنیا کے کسی بھی حصے میں اگر کسی نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کی جسارت کی تو مسلمان دنیا کے کسی بھی گوشے میں رہتے ہوں وہ سراپا احتجاج بن گئے۔ اس دفعہ بھی JAYLLANDS-POSTEN نے حضور ﷺ کی شان میں جو شرمناک خاکے شائع کئے تھے اس پر مسلمانان عالم نے شدید غم و غصے کا اظہار کیا اور وہ سڑکوں پر آگئے۔ اسی قسم کا ردعمل یورپ میں بھی ہوا۔ امریکہ میں بھی ایشیا اور افریقہ میں بھی ہوا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہت کم ہوا غم و غصہ کا جتنا بھی اظہار کیا جاتا وہ کم تھا۔ لیکن اسلام کے مخالفین کو یہ پیغام پہنچ گیا کہ آج کا مسلمان بھی نبی کریم ﷺ سے اتنی ہی محبت کرتا ہے ان کا اتنا ہی احترام کرتا ہے۔ ان کی خاطر جان دینے کا وہی جذبہ اس کے اندر موجود ہے جو حضور ﷺ کے دور میں موجود تھا اور یہ جذبہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ جو معافی نامہ اخبارات میں شائع ہوا ہے اس پر اخبار کے چیف ایڈیٹر کے دستخط نہیں۔ انہوں نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی ہے اس کی سزا انہیں ملنی چاہئے۔ ہمارے اس خیال کو اس سے بھی تقویت ملتی ہے کہ ڈنمارک کی اپوزیشن بھی یہ مطالبہ کر رہی ہے کہ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت میں حکومت کے کردار کی تحقیقات کی جائے۔

دہشت گردی اور انتہا پسندی کا اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے اسلام پر امن و سلامتی کا دین ہے اور یہ تاریخ سے ثابت ہے۔ عہد نبوی ﷺ کو لے لیجئے اس میں جو غزوات ہوئے اور جو سرایا پیش آئے ان میں 759 مخالفین اور 259 مسلمان شہید ہوئے۔ مخالفین جو اسلام کو دہشت گرد تصورات کا حامل کہتے ہیں نبی کریم ﷺ کے پیروکاروں کو انتہا پسند کہتے ہیں وہ جواب دیں کہ انتہا پسند ایسے ہوتے ہیں۔ اخبار کا ایڈیٹر کیا یورپ کی تاریخ سے بھی ناواقف ہے، کیا اسے پتہ نہیں ہے کہ اسپین پر مسلمانوں نے ایک ہزار سال سے زیادہ حکومت کی اگر وہ انتہا پسند ہوتے تو کیا اسپین میں آج ایک بھی عیسائی اور یہودی ہوتا ان کے نبی ﷺ نے تو دوسرے مذہب والوں سے بہتر سلوک کی تعلیم دی ہے کیا انہیں علم نہیں کہ اسپین کے مسلمانوں نے ہی انہیں اندھیروں سے نکالا تھا کیا یہودی بھول گئے کہ اسپین میں مسلمانوں کے دور میں وہ ہر لحاظ سے عروج پر تھے یہ بات اہل یورپ کو اور اسلام کے مخالفین کو سمجھ لینی چاہئے کہ اہل اخبار نے

کسی سیاسی لیڈر، کسی ریفارمر یا کسی مسلمان بادشاہ یا حکمران کا مذاق نہیں اڑایا ہے۔ اس نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔

عیسائی دنیا کی کوئی کتنی بڑی شخصیت کیوں نہ ہو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑی اور محترم نہیں ہو سکتی ان کی شخصیت و کردار کا مقابلہ کسی بھی بڑے سے بڑے انسان سے نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کا مقام عظمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد وہ انبیاء کے سردار ہیں وہ ایک ایسی ہستی ہیں جن پر اللہ تعالی اس کے فرشتے درود و سلام بھیجتے ہیں اور اللہ کا یہ حکم ہے اہل ایمان کے لئے کہ وہ بھی نبی پاک ﷺ پر خوب خوب درود و سلام بھیجیں اور اس کے ساتھ ہی انسانیت کی معراج کبریٰ اور شرف اعلیٰ نبی اکرم ﷺ کی ذات پر ختم ہو گیا۔ اگر مسلمان عوام اور حکومتیں انتہا پسند ہوتیں تو پہلے اقدام کے طور پر یورپ کے لئے تیل کی ترسیل پر پابندی لگا دیتیں۔ ذرا سوچئے اس وقت یورپی ملکوں کا کیا حال ہوتا۔ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر ڈنمارک کی حکومت کا رد عمل یہ بتاتا ہے کہ وہ اس سازش میں ملوث ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت اس خبار نے یہ گھناؤنا اور قابل مذمت کام کیوں کیا؟ ایسا لگتا ہے کہ یہ ایک منصوبے کے تحت کیا گیا اس کے کچھ مقاصد تھے وہ یہ چاہتے تھے کہ یہ نازیبا حرکت کر کے اس بات کا اندازہ لگایا جائے کہ مسلمانوں میں اسلام سے کس قدر وابستگی رہ گئی ہے کیا وہ اپنے رسول ﷺ سے ماضی کے مسلمان جیسی محبت کرتے ہیں اب انہیں یہ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ مسلمان آج بھی اپنے دین سے وابستہ ہے اور اسے اپنے نبی ﷺ سے اپنی جان سے مال سے اولاد سے زیادہ محبت ہے۔ ان کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ اس رد عمل کو دکھا کر وہ اہل دنیا کو یہ باور کرا سکیں کہ مسلمان انتہا پسند ہیں، دہشت گرد سوچ رکھتے ہیں۔ اس دین کی طرف نہ جاؤ اس لئے کہ یورپ اور امریکہ میں لوگ تیزی سے اسلام قبول کر رہے ہیں اس رد عمل نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ جس دین کو قبول کرنے کے لئے آگے آ رہے ہیں یہ سچا دین ہے اس کی یہ سچائی ہی تو ہے اس کے پیروکاروں کو اعلیٰ اقدار کے لئے جان تک دینے کے لئے تیار رکھتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی ذات تمام تر سچائیوں اور خوبیوں کا مرجع ہے۔ تعریف و توصیف و ثناء کی ہر جہت آپ کی ذات گرامی پر ختم ہوتی ہے۔ آج یہ ثابت ہو گیا ہے کہ مسلمانوں کی قوت کا راز ان کے جذبہ ایمانی اور حب رسول ﷺ میں ہے ہتھیاروں اور فوجی قوت کی کثرت پر نہیں۔

رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب آزادئ اظہار کا سہارا لے کر کیا گیا یہ کیسی اظہار رائے کی آزادی ہے کہ برطانیہ کے معروف تاریخ دان کو صرف اس لئے جیل میں ڈال دیا گیا ہے کہ اس نے آسٹریا میں دو ایسی تقریریں کی تھیں جس میں اس نے ثابت کیا تھا کہ یہ کہنا کہ جرمنی میں 6 ملین یہودیوں کا سفاک طریقوں سے صفایا کیا گیا۔ سفید جھوٹ ہے ہولوکاسٹ کا نظریہ جھوٹ اور پروپیگنڈ

ہے یہ تقریریں اس نے 1989ء میں کی تھیں اور شاید اسی سے متاثر ہو کر ایرانی صدر نے یہ کہا کہ یہودیوں کے قتل عام کا نظریہ اس صدی کا سب سے بڑا جھوٹ ہے مذکورہ تاریخ دان ان دنوں جیل میں ہیں۔ ڈیوڈ ارونگ کی عمر 67 سال ہے انہیں نومبر 2005ء میں گرفتار کیا گیا تھا اب انہیں تین سال کی سزا سنا دی گئی ہے۔

اسلام کے مخالفین کو وہ یورپ میں ہوں یا امریکہ میں انہیں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اسلام کی دعوت کو سازشوں سے نہیں روکا جا سکتا یورپ اور امریکہ میں ایک ایسی لابی موجود ہے جو اہل یورپ اور امریکہ والوں کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اٹھانے کے لئے سازشیں کر رہے ہیں۔ وہ انہیں خوفزدہ کر رہے ہیں کہ اسلام کمیونزم سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ کمیونزم انسانوں کا بنایا ہوا ضابطہ اور نظریہ تھا اسلام آسمانی دین ہے یہ نظام اور اس کے ضابطے اللہ کے دیئے ہوئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین ان کے اپنے بنائے ہوئے نہیں تھے ان کو جو بھی ہدایتیں ملی تھیں اور ان پر جو کچھ اتارا گیا تھا وہ اللہ کی طرف سے تھا اسی طرح حضرت محمد ﷺ پر جو کتاب نازل کی گئی وہ کتاب اللہ رب العزت کی طرف سے وحی کی گئی ہے اس لئے اس سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن تہذیبوں کے تصادم کے خلاف ہے، ظلم کے خلاف ہے، انسانوں کو انسانوں کا غلام بنانے کے خلاف ہے۔ انسان کے بلا جواز قتل کے خلاف ہے۔ اسلام سچائی کا مظہر ہے۔ میانہ روی کا دین ہے۔ یہ انسانوں کا احترام کا سبق دیتا ہے۔

ایک دن نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ سامنے سے گزرتا نظر آیا آپ اٹھ کھڑے ہو گئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے کہا حضور یہ تو یہودی کا جنازہ تھا آپ اٹھ کر کیوں کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ ایک انسان بھی تھا۔ کچھ سال ہی گزرے ہیں ایک صاحب تھے احمد دیدات وہ ایک عیسائی پادری سے اکثر مناظرہ کیا کرتے تھے وہ امریکی تھا مجھے ایک ایسے مناظرے کو دیکھنے کا اتفاق ہوا میں عمرے کے لئے گیا ہوا تھا وہاں قیام کے دوران میرے ایک دوست کلیم صدیقی نے ویڈیو ریکارڈ کیا ہوا وہ مناظرہ مجھے دکھایا اس میں عیسائی عالم نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخانہ لہجہ اختیار کیا میں نے ویڈیو بند کر دیا حالانکہ میرے دوست نے اصرار کیا کہ میں اس کو دیکھوں میں نے دیکھنے سے انکار کر دیا۔ میں نے کہا کہ اللہ اس کو ذلیل و رسوا کرے گا اور کچھ ہی دنوں بعد امریکی پرنٹ میڈیا اس کی ذلت آمیز کہانیوں سے بھرا ہوا تھا اللہ نے اسے ایسا ذلیل و رسوا کیا کہ آج اس کا کوئی نام لیوا بھی نہیں ہے۔

مختصر یہ ہے کہ یہ بات اب کسی شک و شبہ کے بغیر کہی جا سکتی ہے کہ ڈینش اخبار نے جو توہین آمیز

کارٹون شائع کئے اس میں اس کی بدنیتی اور اسلام دشمنی کو دخل تھا یہ سب اس لئے کیا گیا کہ مسلمانوں کو مشتعل کیا جائے اور دوسری طرف ڈنمارک کے اسلام دشمن عناصر میں اسلام کے خلاف بولنے کا حوصلہ پیدا کیا جائے جو 9/11 کے بعد سے خوفزدہ ہیں، پھر یہ کہ ڈنمارک اور یورپ میں مسلمانوں کی نقل مکانی کو روکا جائے۔ڈنمارک کے اخبار کے جو خیالات وتاثرات واشنگٹن پوسٹ نے شائع کئے ہیں اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے کئے پر نادم نہیں ہے اور یہ بجائے خود اشتعال انگیز طرز عمل ہے اگر تمام مسلمان ملک ڈنمارک سے تجارت پر پابندی لگا دیں تو ان کی عقل بہت جلد ٹھکانے پر آجائے گی۔

(روزنامہ جنگ، 27 فروری 2006ء)

آؤ کہ کریں آج سے ہم سب یہ تہیہ
گُستاخِ نبی ﷺ کیفر کردار کو پہنچے
اُلجھے گا جو عشاق سے مٹ جائے گا آخر
آواز مری دشمنِ سرکار ﷺ کو پہنچے

سید عارف محمود مہجور رضوی، گجرات

ادنیٰ سے بھی ادنیٰ ہو مسلمان تو اُس سے
برداشت نہ ہو پائے گی توہینِ رسالت
ناموسِ نبی ﷺ پر نہ ہو جو مرنے کی خواہش
بیکار ہے بیکار ہے ہر ایک عبادت

سید عارف محمود مہجور رضوی، گجرات

ڈاکٹر مجاہد منصوری

آزادئ صحافت کی آڑ میں غیر ذمہ داری کی انتہا

''مخاصمت کے خاتمے میں میڈیا کا کردار'' The Role of Media in Conflict Resolution'' آج کے جدید دور میں ذرائع ابلاغ پر ہونے والی تحقیق کا ایک نیا ایونیو ہے۔ انسانی تہذیب کے ارتقائی عمل میں میڈیا کے اس مثبت کردار کو عالمی سیاستدان، سفارتکار، دانشور، اور خود ماہرین ابلاغیات بے پناہ اہمیت دے رہے ہیں۔ ہوا یوں کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد 45 سال سرد جنگ، میڈیا کو بطور نرم ہتھیار (Soft Weapon) استعمال کر کے لڑی گئی۔ جو تباہ کن ہتھیاروں سے زیادہ موثر ثابت ہوا۔ میڈیا کے اس استعمال نے عالمی امن کی فضا میں بھی بڑی طاقتوں کے غلبے اور دھاک بٹھانے کی صورت نکال لی۔ سرد جنگ میں ہونے والے درجنوں واقعات (Cases) پر ہونے والی تحقیق ثابت کرتی ہے کہ میڈیا مخاصمت اور تصادم کو پھیلانے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ سرد جنگ کے اختتامی عشرے پر میڈیا کے ذمہ دارانہ کردار کو بڑھانے پر عالمی ماہرین ابلاغیات نے (Conflict Resolution) میں میڈیا کے کردار کا جائزہ لینا شروع کیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ''جس طرح میڈیا کے ذریعے تصادم کی فضا کو برقرار رکھ کر سرد جنگ جاری رکھی اور بڑھائی جا سکتی ہے۔ اسی طرح میڈیا اقوام ممالک کے درمیان تصادم اور مخاصمت کو ختم کرانے میں بہت مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے۔'' اب تک دنیا میں کئی ایسے کیس سٹڈیز ہیں جن سے میڈیا کا یہ مثبت کردار واضح ہوتا ہے۔ اس کی تازہ ترین مثال خود ہمارے خطے میں قائم ہو رہی ہے۔ نصف صدی تصادم اور شدید مخاصمت کی تاریخ رکھنے والے پاکستان اور بھارت میں جو پیس پراسیس جاری ہے اور جس میں عوام کے مختلف طبقات شامل ہو رہے ہیں، مفاہمت کی اس فضا کو تیار کرنے میں دونوں ملکوں خصوصاً پاکستانی میڈیا نے بہت اہم اور ذمہ دارانہ کردار ادا کیا ہے۔ میڈیا کے مثبت کردار سے متعلق اس نئی اپروچ کو سکینڈے نیوین ممالک نے بہت فروغ دیا۔ سویڈن اور ناروے کی یونیورسٹیوں Conflict Resolution میں میڈیا کے کردار پر بھاری رقوم سے تحقیقی پراجیکٹ شروع کئے گئے۔ نتیجتاً ماہرین ابلاغیات میں ایک مکتبہ فکر ایسا پیدا ہو گیا جو اس پر یقین رکھتا ہے کہ میڈیا صرف سرد جنگ کا ہتھیار ہی نہیں بلکہ یہ دو متصادم ممالک میں پرامن فضا قائم کرا کے

تنازعات ختم کرانے کا مؤثر انسٹرومنٹ بھی ہے۔ چنانچہ عالمی استحکام کے حامی ماہرین ابلاغیات اور دنیا میں تنازعات کو ختم کرنے پر حقیقی یقین رکھنے والے سفارتی حلقوں نے میڈیا کے اس کردار پر بہت زور دینا شروع کر دیا۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان گذشتہ چند سالوں میں بار بار پیدا ہونے والی شدید مخاصمت کو ختم کرنے کے لئے جب بھی سفارتی حلقوں اور سیاسی دانشوروں میں مذاکرات ہوئے مخاصمت میں کمی اور مطلوبہ فضا پیدا کرنے میں میڈیا کے تعاون کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی۔ افسوسناک اور تشویش ناک امر یہ ہے کہ ایک طرف دنیا میں امن عالم کے لئے قیام میڈیا سے کام لینے اور میڈیا کے اس نئے کردار کو فروغ دینے کی کوششیں ہو رہی تھیں تو دوسری جانب مغربی میڈیا سرد جنگ میں میڈیا کے روایتی کردار (مخاصمت پیدا کرنے اور اسے بڑھانے) کو برقرار رکھنے کے لئے سرگرم ہو گیا تھا۔ چنانچہ سرد جنگ کے خاتمے سے قبل ہی ''مسلم فنڈا مینٹلزم'' مغرب میں ایک نئے ہوّے کے طور پر بلڈ کر دیا گیا تھا۔ حالانکہ اس وقت تک 9/11 کا واقعہ ہوا تھا نہ کینیا اور تنزانیہ کے امریکی سفارتخانوں میں دھماکہ نہ ہی 7/7 ہوا تھا اور نہ ہی بالی میں دھماکے نہ ہی فلسطین میں خودکش حملوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا بلکہ حماس نے پرامن سیاسی جدوجہد کے لئے انتفاضہ کی تحریک شروع کی تھی جس کی تقلید مقبوضہ کشمیر میں بھی ہوئی لیکن ہر جگہ پاپولر اپ رائزنگ کو مسلح جدوجہد میں تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔

اس پس منظر کے ساتھ سوویت یونین کا خاتمہ ہوا تھا۔ نیٹو کے سیکرٹری جنرل سلاوا (یورپی یونین کے موجودہ وزیر خارجہ) نے ایک ٹی وی انٹرویو میں نیٹو کے قیام کو جاری رکھنے کا جواز یہی بتایا کہ ''اب نیٹو مسلم فنڈا مینٹلزم کے خطرے سے نمٹنے کے لئے قائم رہے گا'' اگلے سال 1992ء میں امریکی پروفیسر ہنگ ٹنگ ٹن کا شہرہ آفاق تحقیقی مقالہ ''تہذیبوں کا تصادم'' (Clash of Civilization) بین الاقوامی امور کے مشہور تحقیقی جریدے فارن افیئرز میں شائع ہوا تو مغربی میڈیا نے اس کی خوب تشہیر کی اور اسے ایک عالمی ڈبیٹ کا موضوع بنا ڈالا۔ زبردستی شروع کی گئی اس نئی سرد جنگ کے آغاز میں مغربی میڈیا کا کردار انتہائی متنازع رہا خصوصاً مسلم دنیا میں تو یہ اپنا اعتبار کھو بیٹھا۔ مغربی میڈیا (خصوصاً امریکہ) کے اس غیر ذمہ دارانہ رویئے کی انتہائی شکل عراق پر امریکی، برطانوی حملے سے قبل اس پروپیگنڈے کی شکل میں سامنے آئی جس میں امریکی میڈیا (بحیثیت مجموعی) نے عراق میں تباہ کن ہتھیاروں کے ذخائر کا غوغا کرنے میں امریکی انتظامیہ کی بھرپور معاونت کی۔ عراق پر اس حملے کے خلاف عالمی رائے عامہ کے شدید دباؤ کے باوجود مجموعی طور پر امریکی میڈیا اپنی حکومت کے من مانے اور سامراجی نوعیت کے اقدامات کا ایسا ''وفا شعار'' نکلا کہ اس پر پروفیشنلزم کا جنازہ نکل گیا۔ کمیونی کیشن ٹیکنالوجی پر دسترس کے علاوہ یہی پروفیشنلزم اس کی عالمی ابلاغی طاقت کے پوٹینشل کا غالب حصہ تھا۔ آج

مغربی میڈیا مشرق پر اپنا اعتماد کھو بیٹھا ہے۔ جب تک مشرق کا اپنا میڈیا زور نہیں پکڑتا۔ اس کا غلبہ تو رہے گا لیکن اس کی تیزی سے اعتبار کھونے کے دور رس نتائج کو روکا نہیں جا سکے گا۔

اس پس منظر میں ڈنمارک کے اخبار گستاخی رسول ﷺ کے زمرے میں آنے والے کارٹونوں کی اشاعت اور مسلمانوں میں اس کے شدید ردعمل کے باوجود کئی یورپی ممالک کے اخبارات میں ان کی اشاعت مکرر نے یہ واضح شبہات پیدا کر دیئے ہیں کہ دنیا کو تصادم سے دوچار رکھنے اور تہذیبی تصادم کے نظریے کو فروغ دینے والی ابلاغی قوتیں منظم ہر کر سرگرم ہوگئی ہیں۔ ان کا بڑا (اور موجودہ حالات میں شاید واحد) ہدف اسلامی دنیا ہے۔ اس امر کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ شر کی یہ عالمی قوتیں، مسلم حکومتوں، میڈیا، دانشوروں اور امہ کی بھاری اکثریت کی اس یقین دہانی پر یقین نہیں کر رہی کہ اسلام سلامتی وامن کا عالمی پیغام ہے یا کہ وہ ہر حال میں مسلمانوں سے الجھ کر کوئی بڑا تصادم پیدا کرنے پر تلی ہوئی ہیں؟ ڈینش اخبار نے جس طرح نبی کریم ﷺ کے کارٹون شائع کرنے کی گستاخی کے بعد آزادئ اظہار کی آڑ میں اپنے گھناؤنے اقدام کے باجواز ہونے کی پوزیشن لی ہے اور جس طرح آزادئ صحافت کے نام پر یکے بعد دیگرے کئی یورپی اخبارات نے انہیں ری پروڈیوس کیا ہے اس سے تو واضح ہو رہا ہے کہ یہ مسلمان اور متعلقہ یورپی ممالک کے درمیان تصادم پیدا کرنے کی کوئی بہت منظم سازش ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ڈینش اخبار اور اس سے اظہار یکجہتی کرنے والے کئی یورپی اخبارات نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو مشتعل کر کے آخر کون سا مقصد حاصل کیا ہے؟ یہ اتنے سادہ نہیں کہ "آزادی کے اس مفہوم کو نہ سمجھتے ہوں کہ جہاں ان کی آزادی سے کوئی دوسرا متاثر ہونے لگے۔ وہاں ان کی آزادی کی حد ختم ہو جاتی ہے۔" جو حقائق سامنے آئے ہیں اور بعض مغربی اخبارات مسلم دنیا کے شدید ردعمل کے باوجود انتہا درجے کا جو غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کر رہے ہیں۔ اس سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ اخبارات ان کا دفاع کرنے والی حکومتیں اور تنظیمیں غیر اعلانیہ طور پر مسلمانوں میں اشتعال پیدا کرنے پر متفق ہیں۔ اگر ان کے اس غیر مہذب اقدام کا دفاع اظہار رائے کی آزادی کے نعرے سے ہی کیا گیا تو پھر دنیائے اسلام میں ملا اور مدرسے کو بھی اشتعال پیدا کرنے سے نہیں روکا جا سکے گا۔ مغربی الزامات کے مطابق وہ جو "خود کش مجاہد" تیار کرتے ہیں اس کے پس پردہ وہ ملا اور مدرسے کی ابلاغی صلاحیت ہی ہے۔ اگر ان کے جواز کے مطابق مغربی پریس کو مسلمانوں کو مشتعل کرنے کی آزادی ہونی چاہئے تو مغرب کو اپنا یہ مطالبہ ختم کر دینا چاہئے کہ مسلم ممالک کی حکومتیں اپنے ملکوں میں حصول آزادی اور بنیادی حقوق کے تحفظ کے لئے اپنے شہریوں کو مشتعل کرنے والے ابلاغی مراکز ختم کر دیں۔ یہ صورتحال یقیناً دنیا کو "تہذیبوں کے تصادم" کے نظریئے کو ایک طویل اور ہولناک شکل میں ڈھال دے گی۔ جس کی ذمہ داری مغرب کے اس اشتعال انگیز میڈیا پر عائد ہوگی جو آزادی اور ذمہ داری کے (ہر حال میں مطلوب) توازن کو بگاڑنے

پر تل گیا ہے۔ دیر سے صحیح لیکن ویٹی کن نے مغرب کو جو یہ یاد دہانی کرائی ہے کہ ''آزادئ صحافت کو اشتعال پیدا کرنے کے لئے استعمال نہیں ہونا چاہیے'' موجودہ سنگینی صورتحال کو سنبھالنے کی ایک کوشش ہے لیکن ویٹی کن کے پیغام کا کوئی اثر نہیں دکھائی نہیں دیا۔ سو مسلم ممالک کی حکومتوں، سیاستدانوں، میڈیا اور دانشوروں کو اب یہ عالمی ڈبیٹ شروع کرنی چاہیے کہ کیا ''میڈیا کو اتنی آزادی دینی چاہئے کہ مخالف تہذیبوں سے ٹکرائے یا سوسائٹی میں ان سے ٹکرانے کا ماحول پیدا کرے'' اگر آزادئ صحافت کی آڑ میں اشتعال پیدا کرنے اور اس کے دفاع کا سلسلہ جاری رہا تو ایک ایسی ''انڈر ورلڈ'' وجود میں آجائے گی جو سب سے زیادہ مغرب کے لئے پریشان کن ہوگی۔ یہ پیدا کیا گیا تہذیبی تصادم جب بھی اپنے ہولناک نتائج کے ساتھ ختم ہوگا یہ تو ثابت کرنا مشکل نہ ہوگا کہ 21 ویں صدی کے اس سیاہ باب کے لکھے جانے کی ایک ہی وجہ ہوگی کہ مغرب کی ابلاغی قوتوں کے ایک موثر لیکن انتہائی غیر ذمہ دار حصے نے مغرب اور مسلمانوں میں آزادی کے مفہوم کو متنازعہ بنا دیا اور اپنی تشریح کے مطابق مادر پدر آزادی کا استعمال کیا۔ بہتر یہ ہے کہ مغرب کے محقق اتنی گھناؤنی سازش کے ماسٹر مائنڈ کو خود ہی تلاش کر کے اسے کیفر کردار تک پہنچائیں اور سوچیں کہ Conflict Resolution میں میڈیا کے مثبت کردار کے پروموٹر سکینڈے نیوین ممالک آج ایک ارب 25 کروڑ مسلمانوں میں شرانگیز ممالک کیوں سمجھے جا رہے ہیں۔

(روزنامہ جنگ، 15 فروری 2006ء)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

انما نملی لهم لیزدادوا اثما ولهم عذاب مهین o

(سورۃ آل عمران: آیت: ۱۷۸)

ترجمہ ہم تو اسی لئے انہیں ڈھیل دیتے ہیں کہ اور گناہ میں بڑھیں۔ اور ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

مفتی محمد شفیع صاحب اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

مسئلہ:۔ جو شخص رسول اللہ کو کسی طرح ایذاء (تکلیف) پہنچائے آپ ﷺ کی ذات یا صفات میں کوئی عیب نکالے خواہ صراحۃً ہو یا کنایۃً وہ کافر ہو گیا اور اس آیت کی رو سے اس پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہوگی۔

(تفسیر معارف قرآن: جلد: ۷، صفحہ: ۲۲۹)

قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں اسی طرح فرمایا۔

محمد اظہار الحق

توہین آمیز خاکوں کے خلاف احتجاج کیسے شروع ہوا؟

بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ جب رسوائے زمانہ کارٹون ڈنمارک کے اخبار Jyliands Posten میں شائع ہوئے تو ڈنمارک کے اندر کیا ہوا؟

اس تنازعے میں ڈنمارک کے دو مسلمان نمایاں ہو کر سامنے آئے۔ ایک طرف بڑی مسجد کے امام احمد عبدالرحمٰن ''ابولبن'' اور دوسری طرف ڈنمارک پارلیمنٹ کے مسلمان ممبر ناصر خاور۔

ابولبن نے یہ صرف ڈنمارک کی مختلف مسلمان تنظیموں سے رابطہ قائم کر کے اندرون ملک احتجاج کا انتظام کیا بلکہ ایک وفد لے کر مشرق وسطیٰ کے مذہبی رہنماؤں سے بھی جا کر ملے۔ انہوں نے نومبر 2005ء میں اعلان کیا کہ۔

''وفد قاہرہ جا کر عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل عامر موسیٰ اور الازہر کے مفتی اعظم شیخ محمد طنفاوی سے ملاقات کرے گا۔ وفد سعودی عرب اور قطر بھی جائے گا اور مشہور عالم دین شیخ یوسف القراداوی سے بھی ملے گا۔ ہم اس مسئلے کو بین الاقوامی سطح پر لانا چاہتے ہیں تاکہ ڈنمارک کی حکومت کو احساس ہو کہ یہ کارٹون نہ صرف ڈنمارک کے مسلمانوں کی توہین ہے بلکہ اس سے پوری دنیا کے مسلمان متاثر ہوئے ہیں۔ یہ حکمت عملی ڈنمارک میں رہنے والے پاکستانی، ترک اور عرب مسلمانوں کی نمائندہ تنظیموں نے مل کر طے کی ہے''۔

اس سے پہلے جب 30 ستمبر کو کارٹون شائع ہوئے تو گیارہ مسلمان ملکوں کے سفیروں نے ڈنمارک کے وزیراعظم کے نام احتجاجی مراسلہ بھیجا ان میں مصر، فلسطین، ترکی، پاکستان، ایران، بوسنیا اور انڈونیشیا کے سفیر شامل تھے۔ لیکن وزیراعظم کا موقف یہ تھا کہ وہ آزادی اظہار کے معاملے میں مداخلت نہیں کر سکتے۔ ڈنمارک کی حکومت کی ایک مشکل یہ بھی تھی کہ جن سیاسی جماعتوں کے اتحاد سے یہ حکومت بنی ہے ان میں سے ایک سیاسی جماعت تارکین وطن کی مخالفت میں پیش پیش ہے۔

ڈنمارک کی پارلیمنٹ کا مسلمان رکن ناصر خاور مسلمانوں کی مخالفت کر رہا ہے ڈنمارک کے ذرائع ابلاغ اسے ''معتدل'' مسلمان قرار دیتے ہیں۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ اس تنازعے کو ڈنمارک کے اندر ہی حل ہونا چاہیے۔ اس کا موقف یہ بھی تھا کہ معافی مانگنے کا مطلب ''بنیاد پرستوں'' کے آگے گھٹنے ٹیکنا ہے الٹا ناصر خاور نے سعودی عرب اور دیگر مسلمان ملکوں سے معذرت طلب کی۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ معافی ڈنمارک کی حکومت نہیں بلکہ مسلمان ملکوں کی حکومتوں کو مانگنی چاہیے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ڈنمارک کے ٹیلی ویژن (ڈی آر) نے ابولبن کے بارے میں دو متضاد خبریں دکھائیں۔ ایک میں وہ ڈنمارک کے ٹیلی ویژن پر انگریزی زبان میں اس بائیکاٹ کی مذمت کر رہے تھے جو عرب ملکوں کے عوام نے ڈنمارک کی مصنوعات کا کیا ہے اور دوسری میں الجزیرہ ٹیلی ویژن پر عربی بائیکاٹ کی حمایت میں عربی میں تقریر کر رہے تھے۔

ڈنمارک کے ذرائع ابلاغ کا موقف یہ ہے کہ ڈنمارک کے مسلمان مذہبی رہنماؤں کا وفد جب گذشتہ سال کے آخر میں مشرقِ وسطیٰ گیا تو ان بارہ خاکوں کے علاوہ، جو ڈنمارک کے اخبار میں شائع ہوئے تھے، اس وفد نے تین اضافی خاکوں کی بھی تشہیر کی۔ یہ اضافی خاکے ڈنمارک کے اخبار میں شائع نہیں ہوئے تھے۔ ان ذرائع کے مطابق تین خاکوں کے ماخذ کا کسی کو علم نہیں لیکن مسلمان تنظیموں کے ترجمان احمد عقاری نے اس الزام کی سختی سے تردید کی۔

ڈنمارک کے ذرائع کا یہ بھی کہنا ہے کہ مسلمان رہنماؤں کا وفد جب مشرقِ وسطیٰ کے دورے پر گیا تو اس کے پاس 43 صفحات کی ایک فائل تھی جو وفد نے مسلمان ملکوں کے رہنماؤں کو پیش کی ان ذرائع کے مطابق اس فائل میں مندرجہ ذیل مراسلہ بھی شامل تھا۔

امام ابولبن کی قیادت میں ڈنمارک کی مسلمان مذہبی تنظیموں کا جو وفد مشرقِ وسطیٰ کے مذہبی رہنماؤں سے ملنے گیا، اس نے اپنے مسائل ایک رسمی مراسلے کی شکل میں پیش کئے۔ جو یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم ڈنمارک کے مسلمان وہ حالات عرض کرتے ہیں جو ہمیں اس ملک میں پیش آ رہے ہیں۔

ڈنمارک یورپ کے شمال میں واقع ہے اور سکینڈے نیویا کے ملکوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی اپنی زبان ہے۔ یہاں آئینی بادشاہت کا راج ہے۔ یہ ملک کئی جزیروں پر مشتمل ہے۔ اس کا دارالحکومت کوپن ہیگن ہے۔ اس کی آبادی پانچ ملین ہے۔ اکثریت پروٹیسٹنٹ ہے۔ یہ لوگ اگرچہ عیسائی مذہب رکھتے ہیں لیکن سیکولر ہیں اگر آپ انہیں ملحد کہیں تو غلط نہ ہوگا۔

ترکوں کے علاوہ جنگ سے متاثرہ ملکوں (بوسنیا، صومالیہ، عراق، لبنان) سے بھی مسلمان ہجرت

کر کے یہاں آئے اور یوں گذشتہ بیس تیس سالوں کے درمیان ان لوگوں کا مسلمانوں سے میل جول ہوا ہے۔ مسلمانوں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ ستر ہزار ہے۔

مسلمان کئی مسائل کا سامنا کر رہے ہیں۔ سب سے بڑا یہ کہ اسلام کو بطور مذہب ابھی تک (اس ملک میں) تسلیم نہیں کیا ہے۔ اس سے کئی اور مسائل پیدا ہوئے ہیں مثلاً مسجد تعمیر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور مسلمانوں کو مجبوراً تجارتی عمارتوں اور گوداموں کو مسجدوں میں تبدیل کرنا پڑتا ہے۔

اس صورتحال میں مسلمان ایک امتیازی سلوک والی فضا میں رہ رہے ہیں۔ اس امتیاز کے کئی مظاہر ہیں اور ان سب میں مشترک یہ ہے کہ اسلام کے بارے میں منفی باتیں کی جاتی ہیں۔

یہ امتیاز اس وقت عروج پر پہنچ گیا جب رسول خدا ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کئے گئے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اسلام کے بارے میں کتاب کے سرورق پر پیغمبر اسلام کی تصویر بنانے سے بہت سے مصوروں نے معذرت کر لی۔ اخبار Jyliands Posten کو یہ بات پسند نہ آئی۔ چنانچہ چالیس مصوروں کو اس مقابلے میں حصہ لینے کو کہا گیا۔ اکثر نے انکار کیا۔ صرف بارہ نے خاکے بنائے جو 30 ستمبر 2005ء کو شائع کر دیئے گئے۔ ان خاکوں کے ساتھ ایڈیٹر نے نوٹ لکھا جس کا لب لباب یہ تھا کہ دوسروں کی طرح مسلمانوں کو بھی یہ طنز (Satire) قبول کر لینا چاہیے کیوں کہ یہ جمہوریت کے لئے لازمی ہے اور جمہوریت آزادی گفتار کی ضمانت دیتی ہے۔

صورت حال خراب ہونے پر مسلمانوں کی اکثر تنظیموں اور مراکز نے دو اکتوبر کو ایک اجلاس طلب کیا۔ ایک کمیٹی بنائی گئی اور شیخ رئیس ہلابل کو اس کا صدر نامزد کیا گیا۔ خاکوں کے جواب میں ایک بیان جاری کیا گیا لیکن اس بیان کا صرف ایک آدھ ٹکڑا شائع کیا گیا۔ اس پر متعدد اقدامات کا فیصلہ کیا گیا:۔

مسلمانوں کو کہا گیا کہ وہ اخبار اور دیگر ذرائع ابلاغ کے خلاف اپنے اپنے انداز میں احتجاج کریں تا کہ یہ واضح ہو سکے کہ یہ تمام مسلمانوں کا مسئلہ ہے اور چند کا نہیں۔

وہ یہ مطالبہ کریں کہ اخبار معذرت کرے اور وعدہ کرے کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں ہوگی اور ان چیزوں کا احترام کیا جائے گا جو مسلمانوں کے لئے مقدس ہیں۔

احتجاج کے طور پر تمام مسلمانوں کے دستخط حاصل کریں اور مسلمان تنظیموں کی مدد حاصل کریں۔

صورتحال کی سنگینی کے بارے میں سیاسی شخصیات اور سیاسی جماعتوں کو خطوط لکھیں تا کہ وہ بھی اپنی اپنا فرض ادا کریں۔

مقامی اور بین الاقوامی میڈیا سے رابطہ کریں تا کہ وہ اس مسئلے کو محروم توجہ نہ کریں۔

جب ہمیں اخبار سے مطلوبہ ردعمل نہ ملا اور جب ڈنمارک کے وزیراعظم نے بھی مسلمان سفیروں کو

ملنے سے انکار کردیا تو 9 اکتوبر کو ایک اور اجلاس بلایا گیا جس کے بعد مقامی اور بین الاقوامی میڈیا کو ایک بیان جاری کیا گیا۔ جب یہ (خبراور بیان) الجزیرہ ٹیلی ویژن سے نشر کیا گیا تو اخبار نے ایک اور حرکت کی۔ اس نے اضافی صفحات شائع کرنے شروع کر دیئے اور ان کا عنوان ''پیغمبر کے خاکے'' رکھا۔ پھر اخبار نے خلاف معمول ایک مضمون عربی زبان میں بھی شائع کیا جس کا عنوان ''آزادی الفاظ'' رکھا گیا ۔ان اضافی صفحات میں صرف ان لوگوں کے خیالات شائع کئے گئے جو اخبار کی حمایت کر رہے تھے۔

ڈنمارک کے وزیراعظم نے مسلمان سفیروں کو ملنے سے انکار کر دیا تھا، یورپی یونین نے اس کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ وزیراعظم کا موقف یہ تھا کہ آئین انہیں اس مداخلت کی اجازت نہیں دیتا۔ اس پس منظر میں اسلامی تنظیموں نے ایک نیا بیان جاری کیا جس میں یورپی دنیائے اسلام کو مخاطب کیا گیا کیوں کہ اب یہ مسئلہ بین الاقوامی رنگ اختیار کر چکا تھا اور پوری دنیا کے مسلمانوں کا مسئلہ بن چکا تھا اور صرف ڈنمارک کے مسلمانوں کا مسئلہ نہیں تھا اور پھر پیغمبر اسلام کی کسی قسم کی توہین برداشت کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

کئی محرکات وعوامل نے جلتی پر تیل ڈالا مثلاً

1۔ اسلام اور مسلمانوں کی تضحیک عام ہوگئی۔ ایک اور اخبار Weekendavisen نے، جو تقریباً بند ہو چلا تھا، 11 نومبر کو زیادہ توہین انگیز خاکے شائع کئے، غالباً مقصد یہ تھا کہ اخبار کی ساکھ کو سہارا مل جائے۔

2۔ اس عرصہ کے دوران مسلمانوں کو، بالخصوص ان مسلمانوں کو جنہوں نے احتجاج میں حصہ لیا تھا، خطوط بھیجے گئے جن میں قرآن کو خودساختہ قرار دے کر کتاب اللہ کی توہین کی گئی اور پیغمبر ﷺ کے مزید خاکے، جو زیادہ نامناسب تھے بھیجے گئے۔ ظاہر ہے ایسا شدید نفرت کی وجہ سے ہی ہوسکتا ہے۔

3۔ ڈنمارک نے ہالینڈ کی اس صومالی نژاد خاتون کی خوب آؤ بھگت کی جو اسلام کے خلاف بننے والی فلم کی مصنف تھی۔ اسی فلم کا پروڈیوسر حال ہی میں قتل کیا گیا ہے۔ یہ آؤ بھگت اسلام دشمن سرگرمیوں کا تسلسل تھی۔ ڈنمارک کے ٹیلی ویژن پر اس خاتون کا انٹرویو نشر کیا گیا۔ اس انٹرویو میں اس نے اسلام پر حملے کئے، وزیراعظم نے مسلمان سفیروں کو ملنے سے تو انکار کر دیا تھا لیکن اس عورت سے اس نے باقاعدہ ملاقات کی، اسے ایوارڈ سے نوازا اور اس کی جرات اور آزادانہ نکتہ نظر کی حمایت کی۔

اس صورتحال میں تنظیم نے ایک اور اجلاس بلایا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ عالم اسلام کو اس خطرناک صورتحال سے آگاہ کرنے کے لئے وفود روانہ کئے جائیں تاکہ حرمت رسول ﷺ کا دفاع کیا جاسکے۔

چنانچہ ہمارے نمائندوں نے مصر میں وزیر خارجہ سے ملاقات کی۔ وزیر خارجہ نے پریس کانفرنس کی

اور وعدہ کیا کہ یہ مسئلہ عرب لیگ کے اجلاس میں اٹھائیں گے۔عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل سے بھی ملاقات مفید رہی۔یہ وفد الازہر کے مفتی اعظم سے بھی ملا جنہوں نے جامعہ الازہر کے ریسرچ سنٹر میں ایک اجلاس بلایا۔مصر کے مفتی،اعظم نے وفد سے ملنے کے بعد ڈنمارک کی مصنوعات کے بائیکاٹ کا فتویٰ جاری کیا الازہر کے ریسرچ سنٹر میں منعقد ہونیوالے اجلاس نے خاکوں کی مذمت کی اور اس حرکت کو پر امن بات چیت کے عمل میں رکاوٹ قرار دیا۔اجلاس نے یہ بھی واضح کیا کہ اقوام متحدہ کے متعلقہ شعبوں اور انسانی حقوق کی تنظیموں سے بھی رابطہ کیا جائے گا تا کہ مسلمانوں کے انفرادی اور ثقافتی حقوق کا تحفظ کیا جا سکے۔

ہم آخر میں ہر مسلمان پر زور دیتے ہیں کہ وہ میدان عمل میں اترے۔ہم ایک ایسے قانون کا مطالبہ بھی کرتے ہیں جو مسلمانوں کی مذہبی تقدیس کے احترام کو یقینی بنائے۔

(روزنامہ جناح،15 اور 18 فروری 2006ء)

اللہ جل شانہ، کا ارشاد ہے

یاایھا الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون o

(سورۃ الحجرات: آیت : ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے نبی ﷺ کی آواز سے اور نہ ان کے حضور چلا کر نہ کہو۔جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سے چلا کر بات کرنا اور اپنی آواز کو حضور ﷺ کی آواز سے اونچا کرنا بھی توہین رسالت اور عظمت رسول ﷺ کو کم کرنا شمار ہوگا۔

عرفان صدیقی

قسطنطنیہ کی بیٹی اور۔۔۔!

یہ منظر ترکی کے شہر خوش جمال استنبول کا ہے۔وہ قریہ جاناں جو کبھی قسطنطنیہ کہلاتا تھا۔شاید کوئی زمینی کیمرہ لاکھوں کے اس اجتماع کو اپنی آنکھ میں سمیٹنے سے قاصر تھا اس لئے اس کی مکمل تصویر صرف ہیلی کاپٹر سے اتاری جاسکی۔ایک کلوز اپ میری آنکھوں میں ساون کے بھیگے غبار کی طرح پھیلتا چلا گیا۔حد نظر تک پھیلے انسانی سمندر میں بیٹھی اس بیٹی کا سر سفید سکارف میں لپٹا ہوا تھا۔اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے جیسے کچھ پڑھ رہی ہو۔اس نے اپنے دائیں ہاتھ میں ایک کتبہ اٹھا رکھا تھا جس پہ لکھا تھا ''لبیک یارسول اللہ ﷺ''اس کے چہرے پر تقدس اور پاکیزگی کا نور بکھرا ہوا تھا اور وہ زاروزار روئے جارہی تھی۔

استنبول اُس ترکی کا شہر ہے جسے انتہا پسندی سے نکالنے اور روشن خیالی سے ہمکنار کرنے کے لئے بڑے جتن کئے گئے اتنے جتن کہ رسم الخط تک بدل دیا گیا۔اتنے جتن کہ کوئی سرعام اذان دے سکتا ہے نہ نماز پڑھ سکتا ہے۔لیکن دین حق کی سخت جانی وہاں بھی انگڑائی لے رہی ہے۔ناموسِ رسالت ﷺ پر حملے نے ترکوں کو بھی بے کل کر دیا ہے۔محمد عربی ﷺ کی محبت میں وہ ''لبیک یارسول اللہ ﷺ'' کے نعرے لگاتے ہوئے اپنے گھروں سے نکلے اور اتنا بڑا مظاہرہ کیا کہ چشم فلک نے کم کم ہی دیکھا ہوگا۔

اور یہ منظر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے شہر خوبرو اسلام آباد کا ہے۔

وہ شہر جسے اسلام سے منسوب کیا گیا۔وہ شہر جو اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی نظریاتی ریاست کا صدر مقام ہے۔وہ ریاست جس کا تصور پیش کرنے والے شاعر نوا نے کہا تھا۔

نیست ازم روم و غرب پیوند ما
نیست پابندِ نسب پیوند ما
دل بہ محبوب حجازی بستہ ایم
زیں جہت با یک دگر پیوستہ ایم

''ہمارا باہمی رشتہ و تعلق روم و عرب کے جغرافیائی حوالوں سے نہیں۔یہ رشتہ تعلق

خاندان، نسل اور خون کے حوالوں سے بھی ماورا ہے۔ ہم نے اپنا دل حجاز کے محبوب ﷺ کے ساتھ لگا رکھا ہے اور عشق ومحبت کے اسی رشتے نے ہم مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔"

لیکن اسلام آباد کا منظر، استنبول کے منظر سے یکسر مختلف ہے۔ یہاں بھی عشاق شانِ مصطفیٰ ﷺ ریلی کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ ان کے ہونٹوں پر بھی درود ونعت کے زمزمے ہیں۔ اُن کے ماتھوں پر بھی کلمہ طیبہ کی پٹیاں بندھی ہیں لیکن ان کے سروں پر لاٹھیاں برس رہی ہیں آنسو گیس کے شیل پھینکے جا رہے ہیں۔ سیاہ دھوئیں کے مرغولے اُٹھ رہے ہیں، ربڑ کی گولیاں چلائی جا رہی ہیں۔ ہوائی فائرنگ ہو رہی ہے۔ پکڑ دھکڑ ہو رہی ہے۔ شہر کا مرکزی حصہ میدان کارزار بنا ہوا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عاشقانِ رسول ﷺ ریلی منعقد نہ کرنے پائیں کیونکہ خداوندانِ اسلام آباد نے ایسا کرنے سے روک دیا ہے۔

اقتدار کے ایوانوں میں ہوشمندی کا گزر کم ہی ہوتا ہے۔ وہاں کے موسم حلقہ بگوشوں کے قصیدوں سے جنم لیتے اور وہاں کی رتیں شیریں زبانوں کی جادو بیانی سے نمو پاتی ہیں۔ جب باہر سورج سوا نیزے پہ کھڑا ہوتا اور پتھر بھی پگھل رہے ہوتے تو اندر فصلِ بہار کی رم جھم جاری ہوتی ہے اور بادِ نسیم کے جھونکے تھپکیاں دے رہے ہوتے ہیں۔ ان حالات میں شاید کوئی نہ کہہ سکے کہ حکومت بھاری خسارے میں رہی ہے لیکن حقیقت یہی ہے۔ اُس نے پایا کچھ نہیں اور کھویا بہت کچھ ہے۔ حکومت کے سامنے کئی آپشنز تھے۔ مثلاً یہ کہ مسلم لیگ (ق) کو بھی "شانِ مصطفیٰ ﷺ" ریلی میں شرکت کا اذن دے دیا جاتا جیسے وہ قومی مجلس مشاورت میں شریک ہوئی تھی۔ ایک آپشن یہ تھا کہ ایم ایم اے اور اے آر ڈی کو یہ ریلی کرنے کی اجازت دے دی جاتی۔ اگر اپوزیشن کے تمام قابل ذکر عناصر کا یہ مشترکہ مظاہرہ عظیم النشان نہ ہوتا تو خود ان کی سبکی ہوتی۔ اگر توڑ پھوڑ کے واقعات ہوتے تو خود یہ جماعتیں خسارے میں رہتیں۔ لیکن بڑی پُر امن ریلی کو حکومت اپنے جمہوری تشخص کے حق میں بھی استعمال کر سکتی تھی۔ لیکن حکومت نے وہ آپشن چنا جو کسی ذمہ دار ہوش مند حکومت کے لئے سرے سے کوئی آپشن تھا ہی نہیں۔

یہ کوئی یلغار تھی نہ دھرنا، نہ لانگ مارچ نہ حکومت مخالف سیاسی مظاہرہ اس کے باوجود اسلام آباد اور گردونواح میں وہ کچھ ہوا جسے نرم سے نرم الفاظ میں بے حکمتی ہی کہا جا سکتا ہے۔ دنیا بھر کے سفارتخانوں سے صرف ایک کلومیٹر دور آبپارہ مارکیٹ کے گردونواح میں دن بھر میدان جنگ سجا رہا۔ مظاہرین جتنے بھی تھے جذبہ بے اختیار شوق سے چھلکے جا رہے تھے اور ہار ماننے پر آمادہ نہ تھے۔ پاس پڑوس کے رہائشی علاقے کے مکینوں پر جو کچھ گزری، اسے کوئی بھی حکومت اپنے نامہ اعمال کا حسن قرار نہیں دے سکتی۔ عوام نے مظاہرین نے یکجہتی کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ انہیں پانی کی بالٹیاں، تولیے اور کھانے پینے کی اشیاء فراہم

کرتے رہے۔ قابلِ ذکر پہلو یہ ہے کہ جنگ کی فضا کے باوجود مظاہرین نے بھری پڑی مارکیٹ میں واقع کسی دکان، کسی بنک، کسی دفتر اور کسی عمارت پر ایک پتھر تک نہیں پھینکا۔ ان کی معرکہ آرائی صرف پولیس تک محدود رہی۔ غیر ملکی ذرائع ابلاغ کے نمائندے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ آنے والے دنوں میں اُن کی رپورٹیں اور اُن کے تجزیے پاکستانی جمہوریت کے خدوخال پر روشنی ڈالتے رہیں گے۔ ایم ایم اے اور اے آر ڈی دنیا کو یہ بتانے میں کامیاب رہیں کہ پاکستان میں جمہوریت پابہ زنجیر ہے اور شخصی آزادیوں پر شدید قدغنیں ہیں۔ وہ یہ پیغام دینے میں بھی کامیاب رہیں کہ ہزاروں ناکہ بندیوں کے باوجود وہ اسلام آباد جیسے شہر میں نوع کا منظر تخلیق کر سکتی ہیں۔ ان جماعتوں کا یہ فائدہ بھی پہنچا کہ عوام میں اُن کے بارے میں ہمدردی کی لہر اُٹھی اور حکومت مخالف جذبات میں تندی آئی۔ اگر پنجاب اور اسلام آباد میں بدستور دفعہ 144 نافذ رہتی ہے تو جس تحریک کو مہینوں میں حکمرانوں کی طرف مڑنا ہے وہ ہفتوں اور دنوں میں اپنا کانٹا تبدیل کر لے گی اور اس کا سہرا بنیادی طور پر پنجاب کے سر ہوگا۔ کراچی میں فقید المثال مظاہرے ہو رہے ہیں۔ گزشتہ روز کا کفن پوش جلوس ایک بحرِ بے کراں تھا لیکن کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔ مجھے کامل یقین ہے کہ اسلام آباد میں دس لاکھ افراد بھی شانِ مصطفیٰ ﷺ ریلی میں آجاتے تو کسی چوراہے کا سگنل بھی نہ ٹوٹتا نہ یوں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا خبروں، تبصروں اور رپورٹوں سے چھلکنے لگتا۔

وزیر داخلہ نے بطور فخر کہا ہے کہ ایم ایم اے کوئی جلسہ نہیں کر سکی اور حکومت لا اینڈ آرڈر قائم رکھنے میں کامیاب رہی ہے۔ ابھی اس نوع کے کچھ اور بیانات بھی آئیں گے۔ تاویل اور دلیل کا یہی انداز سوا نیزے پر کھڑے سورج کی تمازت کو اونچی بارگاہوں تک پہنچنے نہیں دیتا۔ جب کسی ملک کے دارالحکومت کے عین قلب میں گھنٹوں لاٹھیاں برستی، آنسو گیس کے گولے پھٹتے، ربڑ کی گولیاں چلتی اور پتھروں کی بارش ہوتی رہے تو ''لاء اینڈ آرڈر'' پر فخر کرنے کا کوئی جواز ہوتا ہے؟ ہاں اگر تحریک ناموسِ مصطفیٰ ﷺ لاکھوں افراد پر مشتمل ریلی منعقد کر لیتی اور شہر کے در و دیوار پر ایک خراش نہ آتی تو ریلی کے منتظمین کے ساتھ ساتھ وزیر داخلہ بھی فخر سے سینہ پھلا کر کہہ سکتے تھے کہ ''ہم کامیاب رہے ہیں''۔

استنبول کے مظاہرے میں شریک سکارف میں لپٹا معصوم سا چہرہ ایک بار پھر میری آنکھوں کے سامنے آ گیا ہے۔ عفت مآب بیٹی روئے جا رہی ہے اور اس کے ہاتھ میں ''لبیک یا رسول اللہ ﷺ'' کا کتبہ ہے۔ میری آنکھیں بھیگنے لگتی ہیں۔ میں فوراً آبپارہ اسلام آباد کی طرف پلٹ آتا ہوں لیکن یہاں آنسو گیس کا زہریلا دھواں میری آنکھوں میں دہکتی سلائیاں پھیرنے لگتا ہے۔ قسطنطنیہ کی بیٹی اور اسلام آباد کے بیٹوں کے آنسوؤں میں کتنا فرق ہے حالانکہ دونوں کے دل محبوب حجازی ﷺ کی محبت میں سرشار ہیں۔

(روزنامہ نوائے وقت، 21 فروری 2006ء)

حمید الدین مشرقی

توہین رسالت ﷺ اور کارٹونی چال

ڈنمارک کے اخبار جے لینڈ پوسٹ نے ہادی برحق ﷺ کے بارہ ایسے کارٹون شائع کئے ہیں جن میں پیغمبر اسلام ﷺ کو (نعوذ باللہ) ایک گھٹیا انسان کے طور پر پیش کیا گیا ہے کسی کارٹون میں حضور اکرم ﷺ کی چادر کو ٹائم بم دکھایا گیا ہے تو کسی میں عورتوں کو ان کی بغل میں دکھا کر عیاش ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دراصل کارٹونسٹ نے اپنی گندی غلیظ اور گھٹیا سوچ کا اظہار ان خاکوں کے ذریعے سے کیا ہے جب ڈنمارک کے مسلمانوں نے ردعمل کے طور پر احتجاج کیا تو جواب میں اخبار اور زیادہ رد عمل کا اظہار کیا جو مسلمانوں کیلئے مزید غم و غصے کا باعث بنا اور اخبار کے ایڈیٹر نے لکھا ہے کہ

''ہم نے یہ ٹھیک کیا ہے رسول کیا ہم تو اللہ کا بھی اسکیچ بنانے کا حق رکھتے ہیں''۔

اس کے بعد احتجاج کوپن ہیگن سے نکل کر ڈنمارک پھر پوری دنیا میں پھیل گیا یہ احتجاج بین الاقوامی نہ بنتا اگر رسول اکرم ﷺ کی توہین یورپ اپنی تحریک نہ بناتا اس تحریک کی تصدیق اس وقت ہوئی جب اخبار ہذا نے یہ اشتہار شائع کیا کہ

''ہے کوئی ایسا مصور اور کارٹونسٹ جو اس نوعیت کا اسکیچ بنائے''۔

اسی اخبار کے ایڈیٹر نے پریس اینڈ پرنٹرز ایسوسی ایشن کو باضابطہ دعوت دی کہ وہ اسلام کے پیغمبر ﷺ کے خاکے بنائیں اسی ایسوسی ایشن کے بارہ ممبروں نے خاکے بنا کر بھیجے جو سب شائع کئے گئے ڈنمارک میں اس قسم کی غلیظ حرکتیں پہلے بھی ہوتی رہی مگر مسلم دنیا نظر انداز کرتی رہی۔

جولائی 2005ء میں ڈنمارک کے ایک ریڈیو چینل پر یہ کہا گیا کہ مسلمانوں کا واحد علاج یہ ہے اگر انہیں ہم قتل نہیں کر سکتے تو کم از کم انہیں یورپ سے تو باہر نکال سکتے ہیں۔

ستمبر 2005ء میں ایک کالم نگار لوئس فریورٹ نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ

''ڈنمارک میں پیدا ہونے والے مسلمان بھی بنیاد پرست ہیں یہ ہمارے معاشرے کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے۔

ہمارا قانون قتل کی اجازت نہیں دیتا اس لئے انہیں کسی طرح بھی قید کیا جائے یا پھر روس کی جیلوں

میں بھیجا جائے۔

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے قبل ایسے مضامین اور کالم شائع کئے گے ہالینڈ کے ایک فلم ساز ''تھیووان گوش'' نے ایک فلم بنائی جس میں مسلم معاشرہ دکھاتے ہوئے ایک ننگی عورت کو زنا کی سزا میں کوڑے مارتے ہوئے دکھایا گیا اور ننگی عورت کے جسم پر قرآن کی آیت لکھی ہوئی تھی اس طرح اسلام اور مسلمانوں کی کردار کشی کا کوئی موقع انہوں نے ہاتھ سے جانے نہیں دیا مگر ہمارے مسلم ممالک کے سفارت خانے خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتے ہیں انہوں نے اپنی حکومتوں کی توجہ تک اس جانب مبذول نہ کروائی۔

اس وقت پورا عالم اسلام ڈنمارک کے اخبار میں رحمت اللعالمین ﷺ کے توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت پر سراپا احتجاج ہیں ڈنمارک کے اخبار میں توہین آمیز کارٹون چھپنے کے بعد میں بھی کئی ممالک کے اخبارات نے ان خاکوں کو شائع کیا ہے اگرچہ ناروے کے اخبار کے ایڈیٹر نے مسلمانوں کی دل آزاری کی معافی مانگ لی ہے مگر یورپ کے باقی ممالک کے اخبارات نے اس توہین آمیز کارٹون کی اشاعت محض مسلمانوں کو تکلیف اور اذیت پہنچانے کیلئے کی ہے توہین رسالت ﷺ نے انسانیت کے دہانے پر پہنچا دیا ہے انبیاء کی توہین کرنیوالے انسانیت کے دشمن ہیں توہین آمیز خاکے شائع کرنیوالوں نے عیسائیت اور بائبل کی تعلیمات سے بھی انحراف کیا ہے اگر اس کا بغور جائزہ لیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ یورپ میں کوئی صیہونی تنظیم مسلمانوں اور عیسائیوں کو مشتعل کرنے کیلئے یہ کام منظم انداز میں سرانجام دے رہی ہے اس سے یہودیوں کا خبث باطن ظاہر کیا گیا جو تاریخ میں اپنے مکر و فریب مکاری اور اللہ رب العزت کی نافرمانی میں مشہور ہیں قرآن حکیم فرقان مجید کی سورۃ بنی اسرائیل اس کی گواہ ہے کہ انبیاء کی توہین ان کا خاصہ ہے اسی وجہ سے یہ قوم کئی مرتبہ عذاب میں مبتلا ہوئی آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ میں یہی یہودی تھے جنہوں نے آقائے دو جہاں کی ہجو گوئی کی آپ ﷺ پر پتھر گرا کر آپ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا اور آپ ﷺ پر جادو بھی کیا کعب بن اشرف عبید اور اس یہودی عورت کا انجام بھی تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے جس نے آپ کو زہر دینے کی کوشش کی۔

دین دو چیزوں کا مجموعہ ہے ایک کتاب الٰہی اور ایک صاحب کتاب نبی ﷺ کی سنت، یہ اعزاز صرف اسلام کو حاصل ہے اور اس کی حقانیت کا ثبوت بھی ہے اگر کتاب اور سنت بلا تحریف موجود ہے تو وہ قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی سنت ہے نبی پاک ﷺ کے گستاخانہ خاکوں کی اشاعت پر عالم اسلام کا غصہ فطری عمل ہے۔

ڈنمارک اور دیگر یورپی ممالک ہالینڈ، فرانس، جرمنی، اٹلی، سپین اور سویڈن کے اخبارات میں

حضور ﷺ کے دل آزار خاکے شائع کرنے کے خلاف بحرین قطر، کویت اور تمام ممالک اور پاکستان سمیت اسلامی وغیر اسلامی ممالک میں شدید احتجاج کا سلسلہ جاری ہے اور خاکسار تحریک سمیت مختلف سیاسی و مذہبی جماعتیں عالم دنیا اور بالخصوص ڈنمارک اور دیگر یورپی ممالک کو اپنا احتجاج ریکارڈ کرا رہی ہے مغربی ممالک کے اخباروں میں حضور اکرم ﷺ کے دل آزار خاکے شائع کرنے سے پوری امت مسلمہ کے جذبات مجروح ہوئے ہیں پوری دنیا میں مسلمانوں کی طرف سے مذمت کی گئی اور حکومت پاکستان سے بھی مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس معاملے پر نہ صرف سفارتی سطح پر احتجاج کرے بلکہ پوری میڈیا کی مذمت کرے جس نے پیغمبر اسلام ﷺ کی شخصیت کو مجروح کیا اور ان میں اشتعال پیدا ہوا مسلمانوں کے احتجاج کے باوجود گستاخ کارٹون دوبارہ شائع کرنے کی ناپاک جسارت کی اور بی بی سی سمیت مختلف مغربی ٹی وی چینلز پر دکھائے جا رہے ہیں۔

اس وقت پاکستان کے پاس ایٹمی طاقت ہے اس مسئلہ پر اسے ٹھوس اقدامات کرنے چاہئیں محض دفتر خارجہ یا سفارت خانہ میں بلا کر چائے کی پیالی پلا کر احتجاج کرنا قوم کی ترجمانی نہیں ہے حکومت کا کام قوم کی ترجمانی کرنا چاہیے پاکستان دوسرے اسلامی ممالک کے ساتھ مل کر اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کیلئے اپنی خارجہ پالیسی کا از سر نو جائزہ لے پاکستان میں یورپی ممالک کے سفارت خانے بند کرنے چاہئیں ۔ڈنمارک سمیت فرانس اور دیگر یورپی ممالک کا معاشی واقتصادی بائیکاٹ کیا جائے میڈیا کو اقوام متحدہ کے چارٹر کا پابند بنایا جائے توہین رسالت کے مجرموں کو سزا دی جائے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کیلئے امت مسلمہ ایک ہو جائے مسلم حکمران متحد ہو کر صلیبیوں کا مقابلہ کریں یورپی ممالک کے سفارت خانے بند کئے جائیں ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت کیلئے عالم اسلام غیرت کا مظاہرہ کرے اور نبی اکرم ﷺ کے شان اقدس میں نازیبا خاکے شائع کر کے بے ادبی کا ارتکاب کرنیوالوں کے خلاف معاشی واقتصادی اور سیاسی طور پر مشترکہ لائحہ عمل اختیار کیا جائے ڈنمارک سمیت دیگر ممالک میں بھی توہین آمیز مواد کی اشاعت کے خلاف قانون موجود ہے جس کے تحت ایسے اقدام پر عدالتی چارہ گوئی کی جاسکتی ہے۔

حیرت تو اس بات کی ہے کہ ان ممالک میں حضرت عیسیٰؑ کی شان میں گستاخی کی سزا تو ہے لیکن کسی اور مذہب کا تمسخر اڑانے پر بجائے اس کے کہ وہ معذرت کریں اور ایسا کرنے والوں کو قرار واقعی سزا دیں الٹا مسلمانوں کو دبانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔حکومت پاکستان عالم اسلام کے ساتھ مل کر عالمی عدالت انصاف اور اقوام متحدہ میں اپنا کیس دائر کرے پاکستان اپنے سفیروں کو مغربی ممالک سے واپس بلائے اور پاکستان میں مقیم سفیروں کو واپس کرے ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرے ان

ممالک کی سرکاری غیر سرکاری تقاریب کا بائیکاٹ کیا جائے تاکہ انہیں احساس ہو سکے کہ دنیا بھر میں مسلمان ان ممالک سے ناراضگی کا اظہار کر رہے ہیں اس اہم اور حساس مسئلہ پر تمام جماعتوں پر مشتمل آل پارٹیز کانفرنس طلب کی جائے حکومتی سطح پر ان ممالک کے خلاف بائیکاٹ کی مہم پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا سے چلائی جائے۔

پاکستان سمیت مسلم حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ یورپی ممالک پر واضح کرے کہ پاکستان اور مسلم عوام دنیا کے کسی بھی مذہبی رہنما یا نبی ﷺ کی توہین نہیں کرتے تمام انبیاء کرام اور مذہبی سربراہوں کو مسلم ممالک میں قانون تحفظ حاصل ہے اور اسلام ایک ایسا دین ہے جس نے تمام انبیائے کرام کے احترام اور تقدس کو مسلمانوں کے لئے لازم قرار دیا ہے اور پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ جو کہ دنیا بھر کے مذہبی جذبات اور ان کے نظریاتی لیڈروں کا مکمل احترام کرنے کی تلقین کرتے ہیں جس میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ بھی شامل ہیں لہٰذا ہم جو اپنے دلوں اور دماغوں میں انہیں عزت و احترام کا درجہ دیتے ہیں تو کسی پر کوئی احسان نہیں کرتے یہ ہمارے مذہبی عقائد کا حصہ ہیں لیکن مسلمانوں نے تو کبھی ہندوؤں کے دیوی دیوتاؤں اور دیو مالائی شخصیات مثلاً کرشن اور رام جی کی توہین کے بارے میں کبھی نہیں سوچا سکھوں کے گرونانک اور بدھ مذہب کے بانی مہاتما بدھ کا ذکر ہماری کتابوں میں رسائل اور دیگر علوم میں ملتا ہے اور تقاریر و بیانات میں ضروری ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ کیا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے مسلمانوں اور اہل ایمان پر واضح کر دیا کہ

''دوسروں کے جھوٹے خداؤں کو بھی برا نہ کہو، مبادہ وہ تمہارے سچے خدا کی توہین کریں''۔

مسلمان بھی اظہار رائے کی آزادی میں بہت کچھ ادا کر سکتے ہیں مگر انہیں شائستہ طرز عمل اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔

امریکہ یورپ کی اپنی تنگ نظر کا یہ عالم ہے کہ ایرانی صدر احمد علی نژاد کے اس بیان پر کہ یہودیوں کے خلاف نازی مظالم میں افسانہ طرازی کی گئی ہے اب تک تنقید کی جارہی ہے کہ انہیں سرکاری و غیر سرکاری سطح پر گردن زدنی قرار دیا جارہا ہے، جرمنی کی چانسلر اسرائیل کی ہاں میں ہاں ملانے میں مصروف ہے فرانس جیسے آزادی اظہار اور انسانی حقوق کے چیمپئن ملک میں کوئی اخبار نویس یا مصنف یہ تک نہیں لکھ سکتا کہ یہودیوں کے خلاف ہٹلر کے اقدامات اس حد تک سنگین نہیں جتنا کے پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔

اگر مغربی ممالک نے اس سلسلے میں کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا تو مسلمان یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں کہ انہوں نے صلیبی جنگ کا نعرہ لگایا ہے، اور اسلام ممالک یہ بات ذہن میں رکھیں گے ان کے ناپاک عزائم

کبھی بھی کھل کر سامنے نہیں آ سکتے اب اس بات کے بعد کیا بچا ہے مسلمان بھوک پیاس سے مر جاتا ہے برداشت کر لے گا لیکن حضور پاک کی شان میں گستاخی کبھی بھی برداشت نہیں کرے گا مگر کسی بھی صورت میں اپنے نبی ﷺ کی شان میں ادنیٰ سے ادنیٰ توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ امت مسلمہ ختم نبوت ﷺ کے معاملے میں متحد اور متفق ہیں اور ایک ہی نظریئے کی حامل ہیں دنیا کے کسی بھی خطے میں رہنے والا مسلمان چاہیے تو وہ کوئی بھی زبان بولتا ہو اور کوئی بھی لباس پہنتا ہو حضور اکرم ﷺ کی توہین برداشت نہیں کر سکتا بلکہ اپنی جان قربان کرنے کو سعادت سمجھتا ہے اور توہین رسالت کو اشارتاً یا کنایتاً بھی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔

یہ حقیقت پر مبنی ہے کہ پاکستان کے حکمرانوں نے صحیح اسلام جذبے کا مظاہرہ نہیں کیا انہیں چاہیے کہ وہ اپنے اسلامی تشخص کا ثبوت دیں عالم اسلام کے حکمرانوں اور مسلم امہ کیلئے یہ ٹیسٹ کیس ہے کہ کفار مسلمانوں کے جذبہ ایمانی کو آزمانا چاہتے ہیں دراصل یہودی دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ کی آڑ میں عالم اسلام کے جذبات کو مجروع کر کے اذیت کا نشانہ بنا رہے ہیں لیکن ناموس رسالت ﷺ پر ہرگز آنچ نہیں آنے دیں گے۔

یورپ میں چھپنے والے کارٹون شائد اسی آئندہ جنگ کیلئے ایک بالواسطہ ہتھیار تھے یہ امریکہ کے خلاف اسامہ کی چال کا توڑ بھی ہو سکتے ہیں۔ اسامہ نے امریکہ اور مسلمان دنیا کو آمنے سامنے کر دیا تھا کارٹون کی چال نے میدان جنگ میں امریکہ کے ساتھ یورپ کو کھڑا کرنے کیلئے پوری کوشش کی ہے مسلمان جو امریکہ کو واحد دشمن کے طور پر دیکھ رہے تھے اب یورپ کو بھی اس کا ساتھی سمجھنے لگے ہیں۔

بانی خاکسار تحریک حضرت علامہ محمد عنایت اللہ مشرقی نے اپنے اشعار میں دنیا میں امریکی تسلط کے بارے میں فرمایا ہے کہ

امریکہ کا تسلط ہے وہ خوفناک نظر!
کہ زمین میں تصور اس کے سے ہر اس میں دبی ہے
یہ سمجھ لو قوم اک کا ہوا غلبہ گر زمیں پر !
تو مچے گی دھاندلی وہ کہ نہ اک کی خیر ہی ہے

(روزنامہ آفتاب، 22، 23 فروری 2006ء)

سید انور قدوائی

توہین آمیز خاکے...... ایک منظّم سازش

دنیا بھر میں مسلمان سرور کائنات ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر سراپا احتجاج ہیں لیکن یورپ ہو یا اقوام متحدہ کسی نے ابھی تک اس گستاخی کے حوالے سے کوئی مثبت کارروائی نہیں کی ہے اور نہ ہی ایسے گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کو روکا گیا ہے۔ گذشتہ سال ستمبر میں ڈنمارک کے ایک اخبار میں یہ گستاخانہ خاکے شائع کیے گئے۔ اس وقت اس پر احتجاج ہوا لیکن اب اچانک متعدد یورپی ممالک میں ان قابل اعتراض خاکوں کو جس طرح شائع کیا گیا ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ سوچے سمجھے منصوبے اور منظم سازش کے تحت کیا جا رہا ہے ایسے ذہن اور لوگ موجود ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو مشتعل کر کے دو تہذیبوں کے درمیان تصادم پیدا کیا جائے اگر ایسے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مسلمان نعرے لگا کر توڑ پھوڑ کر کے گھروں میں بیٹھ جائیں گے تو ایسا نہیں ہوگا۔ یہ مسلمانوں کے ایمان، ان کے دین کا مسئلہ ہے۔ اس پر کسی صورت سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔ ڈنمارک کے اس اخبار کے ایڈیٹر کا نیوز ویک نے انٹرویو شائع کیا ہے جس میں اس گستاخ نے اس بات کا تعجب کا اظہار کیا ہے کہ 50 لاکھ آبادی کے ایک ملک میں ایک اخبار جس کی اشاعت ڈیڑھ لاکھ ہے اس میں شائع ہونے والے خاکے عالمی مسئلہ بن جائیں گے۔ اس بد بخت ایڈیٹر کے اس بیان سے بھی امریکہ اور یورپ کو یہ احساس کر لینا چاہئے کہ مسلمان جاگ رہے ہیں۔ کہیں بھی چھوٹے سے ملک میں بھی گستاخی ہوگی تو اس پر ردعمل کا اظہار کیا جائے گا۔ اس وقت عالم اسلام احتجاج کر رہا ہے، دوسری طرف اخباری اطلاعات یہ ہیں کہ امریکی اخبارات، فرانسیسی جریدے، جرمن کے ایک اخبار کے علاوہ ملائشیا کے ایک اخبار نے بھی یہ خاکے شائع کر دیئے ہیں۔ ملائشیا کے وزیر اعظم نے اخبار بند کر دیا ہے۔ امریکی صدر جارج بش نے اس اہم مسئلہ پر بات کی ہے اور کہا ہے کہ ''پریس کی آزادی کا یہ مطلب نہیں کہ ہر طرح کی چیز شائع کر دی جائے، بہت سے معاملات کا خیال رکھنا پڑتا ہے اور ساتھ ہی پر تشدد مظاہروں کی مذمت کی ہے۔'' فرانس و روس کے صدر نے بھی مذمت کی ہے لیکن کسی بھی جانب سے ''موثر کارروائی'' نہیں کی گئی۔

یہ حقیقت ہے کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی

برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ مسلمہ بات ہے کہ کوئی بھی مہذب معاشرہ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی دوسرے کے مذہب کے بارے میں ایسی کوئی بات کی جائے جس سے دل آزاری کا پہلو نکلا ہو، مہذب دنیا میں کسی کے خلاف توہین آمیز کلمات کو ''اچھی روایت'' قرار نہیں دیا جاتا۔ آج جس جمہوریت کا پرچم اٹھائے مغرب والے پھر رہے ہیں اور جمہوری اداروں کے قیام واستحکام کے لئے امریکہ اور یورپ بلند و بانگ دعویٰ کر رہا ہے وہ جمہوریت سب کو مذہبی آزادی کی ضمانت دیتا ہے اقوام متحدہ کے چارٹر میں یہ بات شامل ہے۔ ان سب کچھ کی موجودگی میں ''آزادی اظہار'' یا ''پریس کی آزادی'' کے نام پر مسلمانوں کے جذبات سے کیوں کھیلا جا رہا ہے۔ کسی کے خلاف گستاخانہ تحریر شائع کرنے کو کس طرح ''پریس کی آزادی'' قرار دیا جا سکتا ہے، مغرب آج نہیں ایک طویل مدت سے مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے تانے بانے بننے میں مصروف ہے اور جب بھی اسے اس کا موقع ملتا ہے وہ باز نہیں آتا۔ جب موجودہ صدر امریکہ نے ''صلیبی جنگوں'' کا ذکر کیا تھا تو یہ کہہ کر بات دبا دی گئی کہ ان کے منہ سے یہ الفاظ نکل گیا تھا لیکن جو کچھ جس منظم طریقہ سے ہو رہا ہے اس سے تو یہی لگتا ہے کہ اسلام دشمن قوتیں ''سازش'' میں مصروف ہیں۔ قیام پاکستان سے قبل امریکہ کے نکلنے والے ایک رسالہ ''لائف'' میں بھی سرور کائنات ﷺ کی شبیہ شائع کی گئی تھی۔ جس پر احتجاج ہوا تو رسالہ نے نہ صرف معذرت کی بلکہ اس کا پی کو واپس لے لیا گیا۔ ایک بار ایک اور رسالہ نے بھی ایسی ناپاک جسارت کی تھی۔

لیکن انقلاب ایران کے بعد امریکہ اور یورپ میں ''ملی ٹینٹ اسلام'' کا پروپیگنڈہ کیا گیا۔ اس موضوع پر کتابیں شائع کی گئی اور اب 9/11 کے بعد یہ تاثر دینے کی بھرپور کوشش کی گئی کہ مسلمان القاعدہ کی حمایت کر رہے ہیں جبکہ ساری دنیا کو یہ علم تھا کہ یہ ایک ایسا مخصوص گروہ ہے جس کی ہر طرح سے سرپرستی امریکہ بہادر نے ہی کی تھی اور اسکا بہانہ بنا کر افغانستان پر بموں کی بارش کی گئی، عراق پر حملہ کر دیا گیا اور اب ایران اور شام کو دھمکیاں دی جا رہی ہیں، ایران کہتا ہے کہ وہ ایٹم بم بنا رہا ہے اور عالمی ایٹمی کمیشن کے لئے ایٹمی تنصیبات کے دروازے کھول دیئے ہیں لیکن امریکہ کا رویہ ''میں نہ مانوں'' والا ہے اور وہ اس مسئلہ کو سلامتی کونسل میں لے جانا چاہتا ہے۔

جبکہ عالم اسلام کی جانب سے بار بار یہ کہا جا رہا ہے کہ اسلام کسی صورت میں دہشت گردی کی اجازت نہیں دیتا۔ پاکستان اور دوسرے مسلم ممالک دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اس وقت جب ''روشن خیال، اعتدال پسند'' دین کی بات کی جا رہی ہے اور یہ تجویز بھی زیر غور ہے کہ اسلام اور دوسرے مذاہب کے درمیان جو اختلاف، غلط فہمیاں موجود ہیں۔ اسے حوالے سے ''مذاہب کے درمیان مکالمہ'' کیا جائے اور ایسا اس لئے ضروری ہے کہ دنیا اس وقت سمٹ کر ایک

گلوبل ویلیج میں تبدیل ہوگئی ہے چند ''ان دیکھے ہاتھ'' ایسے ہیں جوان تمام کوششوں کو سبوتاژ کرنے کے در پہ ہیں اور توہین آمیز خاکوں کی اشاعت نے اس شبہ کو یقین میں بدل دیا ہے اب اس کا بھرپور طریقہ سے تدارک کیا جانا چاہئے۔ ''آزادی پریس یا اظہار'' کی بات نہیں چلے گی نہ صرف ان تمام اخبارات کو کڑی سزا دی جائے، جنہوں نے یہ گستاخی کی ہے بلکہ اس بد بخت کارٹونسٹ کو بھی عبرت کا نشانہ بنا دیا جائے۔ اس وقت ضرورت ہے کہ اسلامی سربراہی کانفرنس کا ہنگامی اجلاس طلب کر کے تمام مسلم ممالک مشترکہ لائحہ عمل مرتب کریں، مسلم دنیا ڈنمارک سے سفارتی اور تجارتی رابطے ختم کرنے کا فیصلہ کرے۔ دوسرے ممالک جہاں یہ گستاخانہ خاکے شائع ہوئے ہیں۔ ان کی حکومتوں سے احتجاج کیا جائے اور انہیں صرف 7 دن کی مہلت دی جائے کہ وہ اس بات کی عام معافی مانگیں اور یہ یقین دہانی کرائیں کہ آئندہ ایسی ناپاک جسارت نہیں کی جائے گی۔ اسلامی سربراہی کانفرنس اقوام متحدہ سے بھی احتجاج کرے اور اس حوالے سے دوٹوک حکمت عملی کا اعلان کیا جائے کہ مسلمان ایسی گستاخی کسی صورت برداشت نہیں کریں گے۔ اسلام تو کسی مذہب کے خلاف بات کرنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ تمام انبیاء پر ایمان لانا ''فرائض اسلام'' میں شامل ہے۔

(روزنامہ جنگ، 11 فروری 2006ء)

قاضی ابوالفضل عیاض اندلسی لکھتے ہیں

''جان لو! اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں توفیق دے کہ جو شخص حضور ﷺ کو گالی دے یا آپ ﷺ پر عیب لگائے یا کسی نقص کی نسبت آپ ﷺ کی ذات، نسب، دین، یا آپ ﷺ کی عادات میں سے کسی عادت کی طرف کرے، یا آپ ﷺ کو بطریق گستاخی کسی چیز سے تشبیہ دے، یا آپ ﷺ کو ناقص کہے یا آپ ﷺ کی شان میں کمی کرے یا آپ ﷺ پر یا آپ ﷺ کی کسی بات پر عیب لگائے تو گویا وہ ساب النبی ﷺ ہے۔ اس کے بارے میں وہی حکم ہے جو آپ ﷺ کو گالی دینے والے کا ہے۔ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

(الشفاء، جلد: ۲، صفحہ: ۲۱۴، مطبوعہ بیروت)

نصرت مرزا۔ کراچی

امریکہ یورپ کشمکش اور دل آزار کارٹون

امریکہ اور یورپ کے درمیان کشمکش ایک عرصے سے چل رہی ہے۔ یورپی یونین اس بات کا مظہر ہے کہ یورپ امریکہ اثرات سے آزادی چاہتا ہے اور اپنے آپ کو ایک طاقت کے محور کے طور پر دُنیا میں روشناس کرانے میں دلچسپی رکھتا ہے۔ روس کے اپنے اندر سمٹ جانے نے یورپ کو اپنے علیحدہ تشخص کے اظہار کی خواہش کو جلا بخشی یورپ کو امریکہ کی ضرورت اس وقت تک تھی جب اس کو روس سے خطرہ درپیش تھا۔ روس نے بحالت مجبوری یا اپنے طور وہ چال چلی کہ دُنیا کا منظر نامہ یکسر بدل گیا۔ دوسری طرف امریکہ کے دو مخالف اور ساتھ ایک دوسرے کے ازلی دشمن جرمنی اور فرانس نے اپنی دشمنی کو بالائے طاق رکھ کر اتحاد کی انہونی فضا پیدا کر دی۔

جرمنی جو دوسری عالمگیر جنگ کے بعد پابند سلاسل تھا اور اپنی فوج تک رکھنے کا اختیار نہ رکھتا تھا۔ اس نے اپنے دشمن فرانس کے ساتھ مل کر یورپی یونین کی بنیاد ڈالی۔ امریکہ نے شروع ہی سے اس اتحاد کے قیام میں روڑے اٹکائے۔ تاہم اُسے امید نہ تھی کہ یورپ متحد ہو جائیگا۔ اپنی کرنسی تک بنالے گا۔ جب یہ ہو گیا تو خطرے کا الارم بجا۔ اُس نے ایک کام تو یہ کیا کہ مشرقی و مغربی جرمنی کو آپس میں ملنے دیا تاکہ جرمنی کی معیشت پر بوجھ پڑے اور پھر دس نئے آزاد ممالک کو شامل کرا کے یورپی یونین کو کمزور کرنے کی سبیل کی۔ اس کے بعد یورپی یونین میں اس وقت پھوٹ پڑی جب اقتصادی اتحاد کو سیاسی اتحاد میں تبدیل کرنے کا مرحلہ آیا اور یورپی یونین کا اتحاد آگے بڑھنے سے رک گیا۔

عراق کے خلاف جنگ میں جرمنی اور فرانس اور روس کا مؤقف یورپ کے دوسرے ممالک سے مختلف تھا۔ جس کو امریکہ خاطر میں نہیں لایا۔ مشرق وسطیٰ کے معاملہ میں بھی یورپ اور خصوصاً جرمنی و فرانس امریکی پالیسی سے ہٹ کر پالیسی رکھتے تھے۔ مشرق وسطیٰ کے عرب ممالک میں یورپ اچھا تجارتی پارٹنر مانا جاتا ہے اور مسلم دُنیا میں کئی لوگ یہ خیال رکھتے تھے کہ جس دن امریکہ و یورپ کے درمیان کشمکش عروج پر پہنچے گی۔ اس روز دُنیا متوازن ہو جائے گی۔ یہ خوش فہمی بھی کئی لوگوں کو تھی یورپ ایک روز آگے بڑھ کر امریکہ کو چیلنج کرے گا۔ اگرچہ اسلام کے بارے میں یورپ کے تعصبات امریکہ

سے کچھ زیادہ ہی تھے۔ لیکن یورپ تجارت لین دین میں قدرے بہتر شرائط پیش کرتا تھا جبکہ امریکہ کا رویہ ہمیشہ حاکمانہ رہتا ہے۔ تاہم اس حقیقت سے سب واقف ہیں کہ امریکہ اور یورپ کے درمیان تجارتی مسابقت رہتی ہے اور اب امریکہ کی سپر طاقتی کو یورپ کی طرف سے چیلنج درپیش ہے اور امریکہ نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ کسی ایسی طاقت کو ابھرنے نہیں دینا جو اس کی سپر طاقتی کے راستے میں آئے۔

1989ء میں روس کے ڈھ جانے کے بعد دُنیا کے دانشوروں کا خیال تھا کہ امریکہ بھی روس کی طرح بیٹھ جائے گا کیونکہ اس کے مدمقابل ایسی کوئی طاقت موجود نہیں ہے جو اس کو مستور رکھ سکے۔ جرمنی کے ایک پروفیسر جن سے راقم کی ملاقات 90ء میں کراچی میں ہوئی کا کہنا تھا کہ امریکہ کی تباہی اس کا مقدر ہے۔ مسلمانوں کو دھکا دے کر اپنا دشمن قرار دیے دیا جس کے بعد سے مسلمانوں کو اُس نے تختہ مشق بنا رکھا ہے۔ مسلمانوں کے جذبات سے کھیلتا ہے اور اسے الجھائے رکھتا ہے اور اس کی معدنی دولت اور امریکہ کی ضرورت نمبر ایک تیل سستے داموں بلکہ کوڑیوں کے مول لے جاتا ہے۔

سوئے اتفاق دیکھیے کہ معدنی دولت بھی مسلمانوں کی سرزمین میں ہے۔ شاید اُن سجدوں کے طفیل جو اللہ کے حضور ان سرزمیوں میں ادا کیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو معدنی دولت سے مالا مال کر دیا اس کے باوجود کہ اللہ کے حضور ایک سجدہ سے دُنیاوی سجدوں سے مسلمان کو آزاد کر دینا چاہیے لیکن تا حال وہ مقام ابھی مسلمان کو حاصل نہیں ہوا اور امریکہ ان کے جذبات سے کھیل کر اس کے خون کے عوض اپنا کام نکال رہا ہے۔ دُنیا بھر کی قوت ان مسلمانوں کے خلاف جھونکی ہوئی ہے اور یہ جہادی ہیں کہ اُن کے قابو میں نہیں آ رہے ہیں۔

ہمارے ملک کے ایک فوجی دانشور کہتے ہیں کہ جہادی امریکہ سے زیر ہونے کے نہیں۔ انہوں نے ایک سپر طاقت کو سرنگوں کیا اور دوسری کو پلپلا تو کر دیا ہے کچھ دنوں میں اس کا دم خم بھی نکال دیں گے۔ امریکہ عراق میں دن بدن اپنی توانائی کھو رہا ہے لیکن امریکیوں کو معلوم ہے کہ مسلمان جذباتی قوم ہے اور وہ کچھ باتوں پر سمجھوتہ نہیں کرتے۔ اپنے مذہب اور اپنے رسول، اس لیے وہ مسلمانوں کے ساتھ گھناؤنا کھیل کھیلتا رہتا ہے۔ اُسکے پاس اپنے ایجنٹوں کی کمی نہیں۔ یورپ اور مسلم دُنیا کے ہر حصے وہ اپنے تاثرات رکھتا ہے۔

حال ہی میں ڈنمارک میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نازیبا دلآزار اور اخلاق سے گری ہوئی انتہائی گھناؤنی حرکت جس سے مسلمان بجا طور پر مشتعل ہوئے ہیں کہ وہ اپنے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر کوئی انگلی کوئی بدتمیزی برداشت نہیں کرتے۔ اسی کھیل کا حصہ لگتا ہے، یورپ اپنے تعصّبات کی وجہ سے مجبور ہے اور خود ان کو بھی ایسی حرکتیں کرنے کا شوق ہے۔ تاہم اس سے یورپ اور مسلمان کے درمیان بڑھتے ہوئے تعلقات رُکے ڈنمارک اور ناروے کو اقتصادی نقصانات

پہنچے پھر اس کارٹون کو یورپ کے دوسرے اخبارات نے بھی چھاپا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اخبارات امریکی اثر میں ہیں۔ البتہ فرانس جو اپنے تعصّبات کے باوجود امریکی چالوں کو سمجھتا ہے۔ اُس نے فوری طور پر اس ایڈیٹر کو جو نازیبا کارٹون چھاپنے کا مرتکب ہوا تھا اخبار سے نکال دیا اگرچہ اس کارٹون کی اشاعت پر امریکہ نے خود تو شاہد اس لیے معذرت کی ہے کہ مسلمانوں کا رُخ یورپ کی طرف ہو جائے اور اُن کی توجہ ہٹ جائے۔ ایران کے مذہبی رہنما نے اس کارٹون کی اشاعت کا الزام اسرائیل پر لگایا اور ہم مسلمانوں کے بارے میں امریکہ اور اسرائیل کی پالیسیوں میں فرق محسوس نہیں کرتے۔

(روزنامہ نوائے وقت، 12 فروری 2006ء)

توہین رسالت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ

امام عبدالرزاق ابن تیمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص حضور ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرے اسے قتل کر دیا جائے۔

(المصنف عبدالرزاق: جلد: ۵، صفحہ: ۳۰۷، ۳۰۸)

اس روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مؤقف بالکل واضح ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کی سزا صرف اور صرف قتل ہی ہے۔

کیجئے چرچا انھیں کا صبح و شام
جانِ کافر پر قیامت کیجئے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

علی کیانی

توہین آمیز مواد کی اشاعت اور برطانیہ

مغربی ملکوں کی حکومتوں نے یورپی اخبارات میں رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی والے کارٹون شائع کرنے پر اسلامی دنیا میں آنے والے طوفان کو روکنے اور اسلامی ملکوں کے ساتھ تعلقات میں رخنہ اندازی سے بچنے کے لئے پس پردہ سفارتی کوششوں میں اضافہ کر دیا ہے۔ کیونکہ آنے والے ہفتوں میں ردعمل میں اضافہ متوقع ہے۔ یہ کارٹون پہلے دسمبر میں ڈنمارک کے اخبار ''جے لینڈ پوسٹن'' نے شائع کئے تھے اور مقامی مسلمانوں کے احتجاج پر کوپن ہیگن میں دس مسلمان ملکوں کے سفیروں نے وزیر اعظم راسموسن سے ملاقات کی درخواست کی لیکن انہوں نے یہ کہہ کر ملاقات سے انکار کر دیا کہ پریس آزاد ہے اور وہ اس میں مداخلت نہیں کر سکتے لیکن مسلمان سفیروں پر مسلسل دباؤ تھا کہ اخبار کو معافی مانگنے پر مجبور کریں سب سے زیادہ دباؤ سعودی عرب پر تھا کیونکہ شاہ عبداللہ حرمین شریفین کے کسٹوڈین ہیں۔ دباؤ میں اضافے کے بعد سعودی عرب نے اپنا سفیر واپس بلا لیا جبکہ لیبیا نے بطور احتجاج سفارت خانہ بند کر دیا۔ عین تین روز بعد یورپی یونین کے اخبارات نے ڈینش اخبار کے ساتھ یکجہتی اور پریس کی آزادی کے دفاع کا بہانہ بنا کر یہ کارٹون دوبارہ شائع کر دیئے جس پر پوری اسلامی دنیا سیخ پا ہوگئی اور صدر بش اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان، یورپی ٹریڈ کمشنر پیٹر فیڈلسن، برطانوی وزیر خارجہ جیک سٹرا نے اس اقدام کو مسلمانوں کی توہین قرار دیتے ہوئے کہا کہ آزادہ اظہار رائے یہ جواز فراہم نہیں کرتی کہ کسی مذہب کی تضحیک کی جائے۔ یورپی ملکوں میں اسلام فوبیا یا اسلام دشمنی کے اس عمل کے ساتھ یہ بحث پھر سے تیز ہوگئی ہے کہ دو تہذیبوں (اسلام اور مغرب) کے درمیان تصادم شروع ہو گیا ہے۔ تصادم کی یہ تھیوری چند سال قبل سیموئیل ہنگٹن نے پیش کی تھی۔ اس کا موقف تھا کہ سوویت یونین کے خاتمے کے بعد عیسائیت کا اب سب سے بڑا دشمن اسلام ہے۔ لیکن اکثر عیسائی اور مسلمان سکالروں اور سیاستدانوں نے اس مفروضے کو مسترد کر دیا تھا برطانیہ میں انٹر فیتھ گروپ جس میں آرچ بشپ آف کنٹربری ولیم ردون، لارڈ احمد اور یہودی ربائی بھی شامل ہیں ایک عرصے سے عیسائیوں، مسلمانوں، یہودیوں اور دوسرے مذاہب سے ڈائیلاگ کا ایک سلسلہ شروع کئے ہوئے ہیں۔ گروپ اب یورپ میں بھی منظم ہے مقصد مذاہب کے

درمیان غلط فہمیاں دور کر کے مذاہب کے مشترکہ اقدار کو فروغ دے کر مفاہمت کی فضا قائم کرنا اور انتہا پسندی کو شکست دینا ہے گروپ بڑی حد تک کامیاب رہا ہے اور 9/11 اور لندن میں خودکش بم حملوں 7/7 میں حکومت کے ساتھ مل کر اس نے مسلمانوں کے خلاف ردعمل کو روکنے میں اہم خدمات انجام دیں لیکن یورپی میڈیا کے اقدام سے اس کی کوششوں کو دھچکا لگا ہے۔

ڈنمارک کے اخبار جیلینڈ پوسٹن نے ستمبر میں کارٹون شائع کئے تھے اس وقت سے لندن میں مسلمان میڈیا کو مسلمانوں کی طرف سے مختلف پیغامات ملتے رہے۔ یہ تجویز کیا گیا کہ ڈینش سفیر ارکان پارلیمنٹ اور کابینہ تک مشترکہ طور پر مسلمانوں کے جذبات پہنچانے جائیں۔ ایک تجویز ڈینش مصنوعات کا بائیکاٹ کرنے کی تھی اور دلیل یہ تھی کہ مغرب صرف اس زبان کو سمجھتا ہے۔ مشرق وسطیٰ میں یورپ کی سب سے بڑی دوسری ڈینش ڈیری فرم کی مصنوعات کا گزشتہ ہفتہ سے بائیکاٹ شروع ہوا وہ چیخ اٹھی کیونکہ اس کی ٹرن اوور روزانہ ایک ملین کم ہو رہی ہے اور وزیراعظم راسموسن جنہوں نے مسلمان سفیروں سے ملاقات سے انکار کر دیا تھا اب مداخلت کر رہے ہیں۔ کیونکہ اب ان کے ملک کو اقتصادی نقصان ہو رہا ہے۔

مسلمان میڈیا کو ملنے والے پیغامات میں مسلمانوں نے خوف و بے اختیار ہونے، خود کو معاشرہ سے الگ تھلگ کئے جانے اور اس کے نتیجے میں انتہا پسند گروپوں کی طرف دھکیلے جانے کے خدشات کا اظہار بھی کیا گیا تھا جبکہ یورپ چھوڑ جانے کا سوال بھی اٹھایا گیا تھا یہ وہ سوال ہے جو یورپ کے مستقبل سے متعلق ہے اور موجودہ مہم یورپ میں مسلمانوں کے مستقبل سے وابستہ ہے مسلمانوں کے بارے میں مغربی ملکوں میں تعصبات ہیں۔ حالیہ سالوں میں اسلام سے منافرت غیر ملکیوں سے دشمنی میں اضافہ ہوا ہے اور دائیں بازو کی انتہا پسند تنظیموں کو فروغ ملا یورپ کی پارلیمانوں تک رسائی سے انہیں قانونی جواز ملا۔ خود ڈنمارک کی مخلوط حکومت میں امیگریشن مخالف پارٹی اہم حصہ ہے اور برطانیہ میں نسل پرست پارٹی "جمہوری" روپ دھار کر لوکل کونسلوں اور پارلیمنٹ کا الیکشن لڑتی ہے۔ مسلمانوں کے خلاف تعصب کا سب سے بڑا تجربہ برطانیہ کے مسلمانوں کو ہے اور وہ اس سے ہر روز گزرتے ہیں۔ لندن میں ٹیوب میں بیٹھیں دوسرے مسافر انہیں گھور کر دیکھتے ہیں ان پر شبہ (دہشت گرد ہونے کا) کیا جاتا ہے۔ ان کے ہاتھ میں بیگ پر نظریں ہوتی ہیں۔ انہیں دیوار سے لگایا جا رہا ہے جو معاشرے میں ان کے کردار پر اثر انداز ہو رہا ہے۔

مغربی ملک یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ ان کا پریس آزاد ہے اور وہ سنسر شپ نہیں لگا سکتے۔ یہ واہیات ہے اگر رسول اکرم ﷺ کی جگہ کسی چیف ربائی کو پگڑی میں بم رکھے دکھایا جاتا یہ کارٹون کبھی شائع نہ ہوتا اور اسرائیل سمیت پوری دنیا کے یہودی مغربی ملکوں کو آ لیتے لیکن اگر مسلمان رسول اکرم ﷺ کے کارٹون پر آواز بلند کریں تو الزام لگایا جاتا ہے کہ سیکولرازم خطرے میں ہے۔ برطانیہ اور دوسرے

مغربی ملکوں میں مسلمان اب محسوس کرتے ہیں کہ وہ آسان ہدف ہیں وہ یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ وہ یورپ کے نئے یہودی ہیں جن ملکوں کے میڈیا نے رسول اکرم ﷺ کے بارے میں کارٹون شائع کئے ہیں (اسپین، اٹلی، فرانس، جرمنی) ان کی فاشزم کی بدترین تاریخ ہے۔ وہ 1930ء کے عشرے میں بھی ایسے ہی کارٹون شائع کرتے ہیں۔ برطانیہ میں گزشتہ ہفتہ ہولوکاسٹ میموریل ڈے منایا۔ ہولوکاسٹ (یہودیوں کا قتل عام) راتوں رات نہیں ہوا تھا اس میں یہودیوں کو گھٹیا ثابت کرنے میں وقت لگا۔ کارٹونوں نے اس میں اہم کردار ادا کیا۔ یورپ کو نازی پروپیگنڈہ میں اپنے ماضی کا بخوبی علم ہوگا۔ فاشزم نے اب آزای اظہار رائے کا روپ دھار لیا ہے۔ اگر ان کارٹونوں کی اشاعت کا مطلب انتہا پسند مسلمانوں کو ابھارنا تھا، ممکن ہے ہو کامیاب ہوئے ہوں لیکن ان کا مذہبی تعصب بے نقاب کرنے میں کارٹونوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ میڈیا پریس کی آزادی کے نام پر فاشسٹ نظریات کو فروغ دینے کا حصہ بنا ہے انہیں علم ہے کہ مسلمان رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کر سکتے اس لئے پریس کی یکجہتی کے نام پر انہیں برانگیختہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ قومی دھارے کے میڈیا کا یوں مسلمانوں کی توہین میں ملوث ہونا یہ نشاندہی کرتا ہے کہ وہ تہذیبوں کے درمیان تصادم کو فروغ دینا چاہتا ہے۔

انہیں علم ہے کہ مسلمان مشکل دور سے گزر رہے ہیں اور وہ جواب نہیں دے سکیں گے۔ برطانیہ کے میڈیا نے جو مسلمانوں کو برانگیختہ کرنے میں سرفہرست ہے اس بار انتہائی ذمہ داری کا مظاہرہ کیا ہے اور کارٹون چھاپ کر یورپ سے اظہار یکجہتی سے انکار کر دیا ہے۔ میڈیا کو علم ہے مسلمان اس ایشو پر حساس ہیں اس کا شدید ردعمل ہوگا مختلف مذاہب اور کمیونٹیز کو قومی دھارے میں لانے کے لئے حکومت اور کمیونٹیز اور خود میڈیا کی کوششیں تباہ ہو جائیں گی۔ مسلمان جو 9/11 اور 7/7 کے بعد خود کو الگ تھلگ محسوس کرتے تھے قوی دھارے سے کٹ جائیں گے۔ اس سے برطانیہ کے مسلمان ملکوں کے ساتھ تعلقات میں رخنہ اندازی ہوگی تجارت اور سرمایہ کاری متاثر ہوگی میڈیا کو پوری میڈیا کے برعکس قومی مفاد پیارا ہے جبکہ اسے یہ بھی احساس ہے کہ پریس کی آزادی کی ایک حد ہے جو کسی مذہب کی توہین کی اجازت نہیں دیتی۔ (روزنامہ جنگ، 12 فروری 2006ء)

لیفٹیننٹ کرنل (ر) سفیر صدیقی

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت اور مغرب کا رویہ

گزشتہ ستمبر 2005ء میں ڈنمارک کے اخبار "Jaylands Posten" نے جب ہمارے رسول اقدس ہادی برحق، سرور کونین ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے توہین آمیز خاکے شائع کئے تو ان دنوں عالم اسلام نے احتجاجی آواز ضرور بلند کی لیکن جب گذشتہ ہفتے یورپ کے متعدد ممالک کے اخباروں نے ان قابل مذمت خاکوں کو دوبارہ شائع کیا تو جکارتہ سے لے کر استنبول تک مسلمان نہ صرف سراپا احتجاج بن گئے بلکہ ان کے غم و غصے نے آتش فشاں کا روپ دھار لیا۔ روئے زمین پر مسلمانوں کے جذبہ ایمانی اور عشق رسول ﷺ کا لاوا اتنی تیزی سے بہہ رہا ہے اور ایسا ارتعاش پیدا کر رہا ہے کہ مغربی قوتیں اس سیل رواں کو روکنے کی تدابیر پر غور خوص کر رہی ہیں۔ انہیں یہ احساس ہے کہ ان کی یہ حرکت نہ صرف مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کی مذموم کوشش ہے بلکہ ایسی سازشیں تہذیبوں کے درمیان تصادم کا محرک اور موجب بن سکتی ہیں۔

مجھے امید تھی کہ ڈنمارک کے حکومت اپنے ملک کے اخبار جائی لینڈ پوسٹن کی شر انگیزی پر عالم اسلام سے غیر مشروط طور پر معافی مانگ کر مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچائیں گی لیکن وہ تو ٹس سے مس نہیں ہوئی ہے بلکہ بہت سے اسلامی ملکوں سے اس نے اپنے سفیر واپس بلا لئے ہیں۔ آیئے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کے باوجود وہ معافی نہ مانگنے کا غیر منطقی رویہ کیوں اختیار کئے ہوئے ہے۔ جب جارج بش جیسے Hot Headed صدر نے نائن الیون سے پیدا شدہ صورت حال کے بعد مسلمانوں کے خلاف "Crusade" یعنی صلیبی جنگ کا تصور پیش کیا تھا تو انہیں جلد ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ انہوں نے اسے جذبات کی رو میں بہہ جانے والی Slip of Tongue کہہ کر مسلمانوں کی غلط فہمیاں دور کی تھیں۔ ڈنمارک کی حکومت کا کہنا ہے کہ ان کے ملک میں آزادی اظہار رائے (Freedom of Expression) کا بڑا لحاظ رکھا جاتا ہے اور اخبار چاہے جو لکھیں حکومت اس معاملے میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتی۔ عالم اسلام کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کر کے معافی نہ مانگنا یا ان کے زخموں پر پھاہا نہ رکھنا یقیناً ایسا ڈنمارک کی حکومت کی مسلم دشمنی پر مبنی مجرم

ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے۔ اگر مغرب میں آزادی صحافت کی اتنی قدرومنزلت ہے تو یورپ کے سات ممالک میں یہ کہنا غلط اور غیر قانونی کیوں ہے کہ ہٹلر نے 6 ملین یہودیوں کو موت کے گھاٹ نہیں اتارا تھا۔ مغرب کے دوہرے معیار کی ایک جھلک اور ملاحظہ فرمائیے، لندن میں فنس بری پارک مسجد کے امام ابوحمزہ کو سات سال کی قید سنادی گئی کہ جج کے خیال میں امام نے اپنے خطبے میں ایسی اشتعال انگیز زبان استعمال کی تھی جس سے سامعین اشتعال میں آکر قتل وغارت گری کے مرتکب ہو سکتے تھے۔ اس کے برعکس ایک برطانوی جج نے گروہی منافرت پھیلانے کے الزام میں مقدمہ چلائے جانے والے ایک ملزم گریفین جو کہ ایک بدنام زمانہ متعصب برطانوی شہری ہے بغیر کسی سزا کے بری کردیا۔ گریفین نے اسلام کو بدطینت اور فاسد ''Vicious & Wicked'' مذہب قرار دیا تھا۔

جہاں عالم اسلام کی آنکھیں پرنم ہیں وہاں مغرب کے کچھ لیڈروں کی طرف سے اس واقعے کی پرزور مذمت سے ہمیں اس دلی صدمے سے کچھ تسکین روح ہوتی ہے کہ ابھی دنیا میں کچھ ''Sane voices'' باقی ہیں مثلاً برطانیہ کے وزیر خارجہ جیک سٹرا نے حسن تدبر کا ثبوت دیتے ہوئے کہا کہ ایسی اشاعت نہ صرف غیر ضروری تھیں بلکہ یہ مذہبی حساسیت سے عاری، مکمل طور پر غلط اور توہین آمیز تھی۔

دنیا کے واحد سپر پاور کے اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ نے معقولیت کا ثبوت دیتے ہوئے کہا ہے کہ ڈنمارک میں مذہبی منافرت پھیلانے والے کارٹون شائع کرنے کا کوئی جواز پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اسے مہذب دنیا کبھی بھی ایک منطقی فیصلہ قرار نہیں دے سکتی۔ فرانس کے صدر نے حالات کے تیور دیکھتے ہوئے ان شیطانی خاکوں پر سخت تنقید کی ہے اور اسے مطلقاً اشتعال انگیز قرار دیا ہے۔ آیئے ایک مختصر سا جائزہ اس بات کا لیتے ہیں کہ آخر مغرب اور ڈنمارک کا ان خاکوں کی اشاعت سے متعلق کیا استدلال ہے۔ ہمیں حیرت ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ کے خاکے بنانا ان یورپی ممالک میں قانونی طور پر جائز ہے جہاں یہ شائع کئے گئے ہیں۔ لہٰذا جب مغربی اخبار ورسائل وہ الفاظ یا تصاویر شائع کرتے ہیں جس سے لوگوں کے جذبات مجروح ہوتے ہوں، چاہے وہ غیر ضروری ہوں، توہین آمیز ہوں مغربی حکومتیں ان اخبار و رسائل اور جریدوں کے ایڈیٹروں کے مالکان کے طرز عمل پر تنقید کرنے سے قطعی قاصر ہیں۔ انہیں سزا دینا ان حکومتوں کے بس میں نہیں ہے۔ یورپ کے دانشمندوں کے بقول آزاد اسلوب بیان جس میں مذہب کا تمسخر اڑانا شامل ہے۔ ایسی آزادی ہے جو انسانی حقوق کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے بہت کاوشوں کے نتیجے میں یورپیوں کو نصیب ہوتی ہے بلکہ ایسی آزادی تو آزاد معاشرے کا طرہ امتیاز ہے اور اگر ایسی آزادی کو تشدد کے ذریعے سلب کرنے کی کوشش کی جائے تو ان کی حکومتوں پر لازم ہے کہ وہ ایسی کوششوں کو ناکام بنانے میں ہر طرح کے حربے استعمال کرے۔ مغربی دانشوروں کا کہنا ہے کہ آزادی

اظہار رائے نہ صرف مغربی جمہوریت کا ایک اہم ستون ہے بلکہ یہ انہیں اتنا ہی مقدم ہے جتنا کہ محمد ﷺ مسلمانوں کے لئے لائق عزت وتوقیر ہیں۔

توہین رسالت سے متعلق وہ تین واقعات کا ذکر کرنا یہاں غیر مناسب نہ ہوگا۔ 2 سال قبل ہالینڈ کے ایک فلم پروڈیوسر نے ایک ایسی فلم بنائی جس میں اسلام اللہ اور اس کے رسول کو تمسخر کا نشانہ بنایا گیا۔ ہالینڈ کے ایک مسلمان سے یہ توہین برداشت نہ ہوئی اس نے اس پروڈیوسر کو بلا تاخیر قتل کر کے عبرت کا نشان بنا دیا۔ 80ء کی دہائی میں مکروہ شکل سلمان رشدی جو کافر نہیں مسلمان تھا اس نے مسلمانوں کی مقدس کتاب کو اپنے شیطانی نظریات کا ہدف بنایا تو پورے عالم اسلام میں اس ابلیس کے خلاف غم وغصے کی لہر دوڑ گئی۔ ایران کے مذہبی رہنما آیت اللہ خمینی نے اسے نہ صرف مرتد قرار دیا بلکہ اسے واجب القتل بھی کہا۔ وہ ملعون آج بھی زیر زمین ہے۔ بنگلہ دیش کی گمراہ خاتون مصنفہ تسلیمہ نے سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے یہ اعلان کیا کہ نعوذ باللہ فرقان مجید کو "Revise" کرنے کی ضرورت ہے۔ بنگلہ دیش کے سادہ لوح مسلمانوں کے لئے ایسے توہین آمیز بیان برداشت کے قابل نہ تھے۔ لاکھوں فرزندان توحید ہاتھوں میں درانتی لے کر تسلیمہ کو قتل کرنے کے ارادے سے گھروں سے نکل پڑے۔ قریب تھا کہ وہ قتل کر دی جاتی کچھ غیبی طاقتوں نے اسے بنگلہ دیش سے نکال کر محفوظ جنت میں پہنچا دیا۔ کہتے ہیں اس نے یہ ذلیل حرکت ان ہی کے ایماء پر کی تھی۔

"Jaylands Posten" کے ایڈیٹر فلیمنگ روز سے جب پوچھا گیا کہ کیا محمد ﷺ کے خاکے بنا کر اس نے مذمت دین (Blasphemy) کے جرم کا ارتکاب نہیں کیا تو اس نے جوب دیا کہ ڈنمارک کے وکلاء اس بات کا تعین ایک ماہ پہلے کر چکے ہیں کہ خاکوں کی اشاعت سے مذمت دین کا آپس میں کوئی واسطہ نہیں۔ اس نے مزید یہ بتایا کہ اس نے "Cartonist" سے صرف اتنا کہا تھا کہ وہ اپنے ذہنی تصور کے مطابق محمد ﷺ کی تصویر بنائیں۔ میں نے انہیں ہرگز یہ نہیں کہا تھا کہ وہ ایسے خاکے بنائیں جس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہو۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ڈنمارک کے کارٹونسٹ دل ہی دل میں جانتے تھے کہ جب وہ ایسے اشتعال انگیز کارٹون بنائیں گے تو دنیائے اسلام میں شدید ردعمل ہوگا اور لازمی طور پر اپنے غم وغصے کے اظہار کے لئے وہ تشدد کا راستہ اختیار کریں گے۔ جس سے مذہب اسلام کے خلاف ایک منفی جذبہ ابھرے گا۔ یورپ میں مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک برتنے میں یکا یک تیزی آجائے گی۔

مورخہ 20 فروری کے اخباروں کی سرخیاں دیکھ کر پتہ چلا کہ Jaylands Posten کے ایڈیٹر انچیف کارستین پوستے کی طرف سے دنیا بھر کے مسلمانوں کو لکھے گئے ایک بیان توہین آمیز خاکوں سے لا تعلقی کا اظہار کیا گیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ "میں مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے پر معافی مانگتا

ہوں۔ہم نے یہ خاکے دل آزاری کے لئے نہیں چھاپے تھے۔'' دراصل بہت جلد ڈنمارک کی حکومت بھی اس قسم کی معافی مانگے گی۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پہلے اتنی خودسری کا مظاہرہ کرنے کے بعد اخبار کے ایڈیٹر انچیف مصالحتی راستہ اختیار کرنے پر کیوں مجبور ہو رہے ہیں۔میری دانست میں اس کہ وجہ مسلم دنیا کی طرف سے ڈنمارک کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ ہے۔ایک سروے کے مطابق اگر صرف اردن جیسے چھوٹے ملک نے ڈنمارک کی مصنوعات کا اگلے گرمیوں تک بائیکاٹ جاری رکھا تو ڈنمارک کو 36 ملین یوروز کا نقصان ہونے کا خدشہ ہے۔ڈنمارک،سویڈن کی مشترکہ کمپنی جو مشرق وسطیٰ کو Dairy Products فراہم کرتی ہے۔اس کے مندوب کا کہنا ہے کہ ان کی مصنوعات کے بائیکاٹ سے انہیں اب تک 50-40 ملین ڈالرز کا نقصان ہو چکا ہے اور ہر دن 1.6 ملین ڈالرز کا نقصان ہو رہا ہے۔کمپنی کو اتنا نقصان ہو رہا ہے کہ انہوں نے 170 ملازمین کو نوکری سے فارغ کر دیا ہے۔نائیجریا نے ڈنمارک کے ساتھ ہائیڈرو الیکٹرک پلانٹ خریدنے سے متعلق جس کی لاگت 25 ملین ڈالر بتائی جاتی ہے اپنے مذاکرات ملتوی کر دیئے ہیں۔نائیجریا ڈنمارک سے 72 نئی بسیں خرید رہا تھا وہ ٹھیکہ بھی منسوخ کر دیا گیا ہے۔انڈونیشیا کی درآمدات کی ایسوسی ایشن نے ڈنمارک کی مصنوعات کے بائیکاٹ کا آغاز کر دیا ہے جس سے ڈنمارک کو 74 ملین ڈالر سالانہ کا نقصان ہوگا۔کہتے ہیں جب توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچی تو مسلم ممالک کے گیارہ سفیروں نے ڈنمارک کے وزیراعظم فوگ رسموسین سے ملاقات کرنے کی کوشش کی لیکن انہیں کسی بہانے سے ایسی ملاقات سے روک دیا گیا۔یہاں تک کہ ڈنمارک کے وزیراعظم نے اس سلسلے میں کوئی پریس کانفرنس بھی منعقد نہیں کی۔ڈنمارک کے وزیراعظم کو اس وقت ٹھنڈے پسینے آنے شروع ہوئے جب دنیا بھر کے مسلمانوں نے یکجہتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا شروع کر دیا۔تجارت ڈنمارک کے لوگوں کے لئے خدا کا درجہ رکھتی ہے جب مسلم دنیا ان کے مال کا بائیکاٹ کرے گی تو ان خودسر لوگوں کے دماغ خود ہی ٹھکانے پر آجائیں گے۔

مسلمانوں کے خلاف یورپ میں کیا جذبات ہیں اس کی ایک جھلک پیش کرنا انتہائی ضروری ہے۔

قرون وسطیٰ سے یورپ میں مسلمانوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔بوسنیا ہرزگوینا میں سربوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا قتل عام دنیا کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہے۔یورپ میں مسلمانوں کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ان کو سوسائٹی میں مدغم ہونے سے دانستہ طور پر روکا جاتا ہے۔انہیں Others کیٹیگری میں شمار کیا جاتا ہے۔قارئین کیا آپ یہ یقین کریں گے کہ پچھلے 20 سالوں سے مسلمان اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن میں ایک مسجد تعمیر

کریں لیکن وہاں کی حکومت ٹال مٹول سے کام لے رہی ہے۔ اور تو اور ڈنمارک جس کی کل آبادی 5.4 ملین ہے اور جہاں مسلمان 2 لاکھ کے لگ بھگ ہیں ان کے لئے کوئی اجتماعی قبرستان نہیں ہے۔ ڈنمارک کی مسلم دشمنی اور بھی عیاں ہو جاتی جب حالیہ دنوں میں وزیر اعظم فوگ رسموسین کی مقبولیت 52.6 فیصد سے 55.5 فیصد ہو گئی ہے۔ ان کی عوام ان سے بہت خوش ہے کہ وہ دنیائے اسلام سے تن تنہا ٹکر لے رہے ہیں۔ اور معافی وافی نہیں مانگ رہے ہیں۔ کچھ یورپیوں کا خیال ہے کہ مسلمانوں کو اپنے قابو میں رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ گاہے بگاہے ان کے عقیدے ان کے ایمان وایقان کی طاقت کی قدر پیمائی کی جائے۔ ان کے مذہب کی طاقت کو کیسے جانچا جا سکتا ہے؟ اس کے لئے ضروری ہے کہ انہیں مشتعل کیا جائے اور پھر ان کے ردعمل کو ٹھنڈے دماغ سے جانچا جائے۔

آزادی اظہار رائے کی آڑ میں عیسائی مذہب کے ماننے والوں نے مذہب اسلام سے جس قسم کی نفرت کا کھلم کھلا اظہار کیا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ عیسائی دنیا میں ان خاکوں کو کم از کم 75 اخباروں میں شائع اور 200 ٹی وی اسٹیشنوں سے نشر کر کے اللہ کے آخری نبی محمد ﷺ کی توہین کی مذموم کوشش کی گئی ہے۔ اس قسم کی کھلی دشمنی سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہ کوئی اتفاقیہ حادثہ نہیں ہے بلکہ اس کی کڑیاں قدیم صلیبی جنگوں سے ملائی جا سکتی ہیں۔ ایسا رویہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان کشمکش کی علامات ظاہر کر رہے ہیں جسے تہذیبوں کا تصادم بھی کہہ سکتے ہیں۔

ڈنمارک کے پینل کوڈ سیکشن 266B کے مطابق کوئی شخص اگر کھلے عام یا اس نیت سے ایسے مواد کی تشہیر کرتا ہے یا ایسے بیانات دیتا ہے یا ایسی اطلاع فراہم کرتا ہے۔ جس سے کسی دوسرے شخص یا گروہ کو اس کے رنگ ونسل، مذہب، عقیدے اور فرقے کی بنیاد پر دھمکی دینا یا توہین کرنا مقصود ہو تو ایسے شخص پر جرمانہ عائد کیا جا سکتا ہے۔ عارضی طور پر حوالات میں بھیجا جا سکتا ہے یا اسے جیل میں قید کیا جا سکتا ہے جس کی مدت 2 سال سے تجاوز نہ کرے۔ اگر ڈنمارک کا پینل کوڈ ایسے جرم کے مرتکب لوگوں کو جیل بھیجنے کی اجازت دیتا ہے تو ابھی تک جائی لینڈ پوستن کے کلچر ایڈیٹر فلیمنگ روز جو اس سازش کا مرکزی کردار ہے اور ایڈیٹر انچیف کارسٹین پوستے کو جیل کیوں نہیں بھیجا گیا ہے؟ انہیں حکومت تحفظ کیوں فراہم کر رہی ہے؟

ڈنمارک کی حکومت کا یہ کہنا ہے کہ انہیں اندازہ نہیں تھا کہ یہ خاکے دنیائے اسلام میں اس قدر غیظ وغضب کا باعث بنیں گے۔ مغربی دانشوروں کا کہنا ہے کہ ان کی جمہوریت کی کامیابی کا راز اس بات میں پوشیدہ ہے کہ وہ اپنے بجٹ میں 3 فیصد حصہ ریسرچ اور ڈیولپمنٹ پر خرچ کرتے ہیں۔ بہت خوب! اگر ایسا ہے تو ایسے باخبر لوگوں کے لئے یہ اور بھی آسانی سے سمجھنے والی بات ہونی چاہئے تھی کہ ایسے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے عالم اسلام میں شدید ردعمل ظہور پذیر ہو گا۔

جائی لینڈ پوسٹن کے خلاف جو بات جاتی ہے اس کا انکشاف ''دی گارڈین'' نے کیا ہے۔ کچھ ہی دن پہلے مزکورہ اخبار نے عیسائیت کے خلاف بنائے جانے والے کارٹون کے خالق کرسٹوفر ڈیلر سے معذرت کی تھی اور اس کے کارٹونوں کو رد کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایسے کارٹونوں کو دیکھ کر لوگ شاید ہی محظوظ ہوں بلکہ اس کی اشاعت سے تو عیسائی مذہب کے پیروکاروں میں غم و غصے کی لہر دوڑ جائے گی لہٰذا ہم ایسے کارٹونوں کو نہیں چھاپ سکتے ہیں۔ اخبار کے سنڈے ایڈیٹر جینس کیر کے الفاظ سے ایسا لگتا ہے کہ آزادی اس تعلق کسی شعبہ حیات سے ہو ایسی آزادی ذمہ دار آزادی ہونی چاہئے۔

کسی مفکر نے کیا خوب کہا ہے۔

Your Liberty Ends Where My Nose Begins.

مسلمانوں کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے اور مسئلے کا حل ڈھونڈنے کے لئے OIC کے سیکرٹری جنرل پروفیسر اکمل الدین احسان اغلو نے اسلام آباد میں منعقد ہونے والی بارہویں سائنفک اور ٹیکنولوجیل کوآپریشن کمیٹی کے افتتاحی اجلاس میں اس موضوع پر بات کرتے ہوئے جن اہم نکات پر سامعین کی توجہ مبذول کرائی ہے وہ درج ذیل ہیں۔

1:۔ یورپی یونین کو چاہئے کہ وہ قابل اعتراض مواد کی اشاعت جو مذمت دین کا باعث بنے ان سے متعلق پہلے ہی سے موجودہ قوانین کو متحرک کرے ورنہ یورپی یونین کی ساکھ کو نقصان پہنچے گا۔

2:۔ موجودی مجموعہ قوانین جس کا تعلق توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے ہے ہر صورت میں نافذ العمل بنایا جائے تاکہ اسلامی قدروں اور مسلمانوں کی حساسیت اور جذبوں کا تحفظ کیا جاسکے۔

3:۔ حال ہی میں یورپین عدالت نے ایک برطانوی تاریخدان کو محض اس لئے سلاخوں کے پیچھے بجھوادیا کہ اس نے آج سے 60 سال پہلے ہونے والے واقعہ Holocaust یہودی قتل عام کی تفصیل سے اختلاف رائے کیا تھا۔ اگر یورپی قانون 60 سال پہلے ہونے والے واقعات پر اپنی گرفت مضبوط رکھ سکتا ہے۔ تو یہ قانون توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر کیوں نہیں لاگو کیا جاسکتا ہے۔

4:۔ OIC اجتماعی طور پر یورپی سامان کا بائیکاٹ نہیں کرسکتی۔ یہ ہر ملک کا اپنا فیصلہ ہونا چاہئے۔ OIC کے سیکرٹری جنرل بہت جلد کوفی عنان اور یورپی یونین کے حاویئر سولانا سے ملاقات کریں گے تاکہ یہ تینوں ورلڈ لیڈر ایسی تدابیر اختیار کریں جس سے کسی بھی یورپی ملک کے قول وفعل سے ناموس رسالت پر حرف آئے اور نہ ہی مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچے اور وہ مشتعل ہوں۔ تہذیبوں کے تصادم ہونے سے روکنا ان لیڈروں کا امتحان ہونا چاہئے۔

(روزنامہ جنگ، 4 مارچ 2006ء)

مریم گیلانی

اگر سلمان رشدی کو مار دیا ہوتا

یہ گستاخانہ کارٹون جو ڈنمارک میں شائع ہوئے اور انہیں ڈنمارک اپنے میڈیا کی آزادی کا تمغہ بنا کر سینے پر لگائے گھوم رہا ہے۔ کبھی شائع نہ ہو سکتے تھے اگر سلمان رشدی کو کسی جانباز نے مار دیا ہوتا۔ یہ سارا غم وغصہ یہ سارا دکھ یہ ساری اذیت کبھی ہماری زندگیوں کا حصہ نہ بنتی اگر ہم نے آج سے چند سال قبل سلمان رشدی کو عبرت کی تصویر بنا دیا ہوتا ایک ایسا شخص جس نے شیطانی اشعار کے نام سے کتاب لکھی، جس کے خلاف اس وقت ایران میں آیت اللہ خمینی نے فتویٰ دیا کہ اسے مار دینا چاہئے وہ شخص برطانیہ میں رہا اور مسلمانوں کے جذبات سرد پڑ جانے کے بعد منظر عام پر دکھائی دیتا رہا۔ اس شخص کو اگر آج سے چند سال پہلے کسی بہادر نڈر مسلمان نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہوتا تو سارے یورپ کو آئندہ کئی سو سال تک ایسی ہمت کبھی نہ ہوتی۔ کبھی کوئی ملک میڈیا کی آزادی کا یوں علمبردار بننے کی جرأت نہ کر سکتا۔ کبھی کسی میں ایسی کوئی خواہش جنم نہ لیتی اگر ایک روز سلمان رشدی کو سڑک پر جاتے جاتے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا، کبھی کسی روز اچانک وہ اپنے گھر میں چپ چاپ مر جاتا یا کبھی کسی روز کوئی اس کی گاڑی کو بم سے اڑا دیتا اور اس کے جسم کے ٹکڑے چننے میں پولیس کو گھنٹوں صرف کرنے پڑتے۔ کبھی ایسی کسی ہمت کی کوئی خواہش جنم نہ لیتی اگر سلمان رشدی کو عبرت کی مثال بنا دیا جاتا۔

یہ گستاخانہ کاٹون جواب شائع ہوئے ہیں ان کا بیج تو تب ہم نے خود ہی پنپنے کا موقع دیا جب دنیا کے باون مسلمان ممالک اور ایک بلین مسلمان مل کر سلمان رشدی کو نہ مار سکے۔ بلکہ اس قدر کمزور رہے کہ اسے کسی عدالت میں موت کی سزا نہ دلوا سکے اور ایسے بے حس رہے کہ چند مہینوں میں یہ تک بھول گئے کہ وہ شخص واجب القتل تھا۔ اس سب کی آزادی تو اس دنیا کے ہر پانچویں شخص نے تبھی دے دی تھی جب سلمان رشدی مختلف عورتوں کی معیت میں مختلف پارٹیوں میں اپنے چہرے پر خباثت بھری مسکان سجائے نظر آنے لگا تھا اور لوگوں نے اس کے قتل ہو جانے کی خواہش دلوں میں رکھنی چھوڑ دی تھی۔ تبھی یہ کارٹون کہیں فضا میں آس پاس موجود تھے۔ تبھی یہ ہمت جنم لینے لگی تھی کہ ناموس رسالت کی شان میں گستاخی کے بعد بھی دنیا میں آرام سے زندہ رہا جا سکتا ہے کیونکہ وہ جو حفاظت کرنے والے تھے وہ تو مردہ

ہیں وہ خاموش ہیں، وہ بے حس ہیں ان کے جذبوں پر کس قدر بھی کاری وار کیا جائے کچھ عرصے میں سب بھول جاتے ہیں۔ انہیں کیسے بھی ٹھیس پہنچائی جائے یہ چند دن تو خوب چیختے چلاتے ہیں، فتوے دیتے ہیں، اپنے ہی ملکوں میں آگ لگاتے ہیں، پھر خاموش ہو جاتے ہیں اور امریکہ برطانیہ، سے دوستی کے حیلے بہانے ڈھونڈنے لگتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے نبی ﷺ کی عزت میں گستاخی کرنے والوں کو سزا نہیں دے سکتے۔ لیکن ان سے محبت کی نعتیں بہت لہک لہک کر پڑھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو شان رسول ﷺ میں گستاخی کرنے والوں کو گریبانوں سے پکڑ کر کسی گلی کسی چوراہے میں لا کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کر سکتے۔ لیکن رسول ﷺ سے محبت کیعلم ہاتھوں میں لئے گھومتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ سلمان رشدی کو ایک بار بھول جانا ہی توہین رسالت ﷺ ہے اور آج ڈنمارک کے خلاف متحد نہ ہوسکنا بھی توہین ﷺ رسالت ہے، وہ تو یہ سمجھ ہی نہیں پائے کہ کسی سولی پر اگر سلمان رشدی کی لاش لٹکتی ہوتی تو آج ڈنمارک کا میڈیا آزاد نہ ہو پایا ہوتا۔

اگر آج ہم میں ایک غازی علم دین شہید جیسا ہوتا تو صدیوں کبھی ایسا شخص پیدا نہ کر سکتیں جو رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخ ہونے کا سوچ بھی سکتا۔ آج تک برصغیر میں دوبارہ کسی کو ایسا کچھ بھی کرنے کی ہمت نہیں ہو سکی جبکہ یہاں ہندو بھی بستے ہیں، عیسائی بھی، یہاں بھی ترقی پسندی اور آزادی کی خواہش پر کوئی روک نہیں یہاں بھی لوگ مغرب کے رنگ میں رنگ جانا چاہتے ہیں لیکن یہاں ایک غازی علم دین تھا جو ناموس رسالت ﷺ کی راہ میں جان کی بازی لگا گیا اور افسوس کہ اس کے بعد امت مسلمہ ہی بانجھ ہو گئی، کوئی ناموس رسالت ﷺ کا پروانہ ہی جنم نہ لے سکا، کوئی ایسا جی دار ہی پیدا نہ ہوا جو سلمان رشدی کے حلق کا پھندا بنا سکتا، کوئی اتنا طاقت ور ہی نہ ہوا کہ ڈنمارک کے اس اخبار کے منہ پر تیزاب پھینک سکتا ، افسوس کہ پھر اس امت میں کوئی زندہ بچہ ہی نہ جنا گیا کہ مردوں کی بات تو چھوڑیں کوئی مسلمان عورت ہی اگر پیدا ہوئی ہوتی تو شاید ناموس رسالت ﷺ کے لئے جان کی بازی لگا گئی ہوتی، افسوس کہ اس امت کی گود میں صرف میں اور آپ ہیں۔ چھوٹے قد کے چھوٹے لوگ۔ جلسوں میں نعرے لگانے والے اور پھر آرام سے گھروں میں جا کر پڑ کر سو رہنے والے سب مردے سب منافق، سب جھوٹے، ہم کیا امت مسلمہ ہوں گے۔ ہم تو اس لئے ایک بلین ہیں کہ ہمیں قدرت نے مسلمان گھرانوں میں پیدا کیا لیکن جانے کیوں قدرت ہمارے دلوں میں رسول ﷺ محبت نہ ڈال سکی کہ ہم میں سے کوئی ایک ہی رسول ﷺ کا ایسا شیدائی ہو جاتا کہ آج سلمان رشدی زندہ نہ ہوتا اور ڈنمارک کے اخبار کا دفتر دھڑ ادھڑ جل رہا ہوتا اور اس کے ایڈیٹر کو دفتر سے باہر نکلنے کا راستہ نہ ملا ہوتا کاش کہ ہم زندہ ہوتے اور مسلمان ہوتے۔

(روزنامہ جناح، 28 فروری 2006ء)

ارشاد محمود

کارٹونوں کی اشاعت

آزادی اظہار رائے کے نام پر گذشتہ کچھ روز سے یورپی اخبارات رسول اللہ ﷺ کے توہین آمیز کارٹون شائع کر رہے ہیں۔ یہ سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب گذشتہ ستمبر میں ڈنمارک کے روزنامے Jyliands Posten نے سب سے پہلے محمد ﷺ کا کارٹون شائع کیا جسے بعد ازاں ناروے کے ایک اخبار Magazinet نے دوبارہ شائع کیا۔ یورپ میں آباد ڈیڑھ کروڑ مسلمانوں نے ڈنمارک کے روزنامے کی طرف سے کارٹون شائع کرنے پر سخت احتجاج کیا باقی مسلم دنیا نے بھی نرم لب و لہجے میں آواز اٹھائی۔ مسلمانوں کا موقف رہا ہے کہ ان کی تعلیمات کے مطابق ﷺ کی تصویر یں شائع نہیں کی جاتی ہے اور جو ایسا کرتا ہے مسلمان اسے توہین رسالت کا مرتکب قرار دیتے ہیں۔ دوسری جانب مسلم دنیا کے اخبارات ورسائل و جرائد نہ صرف عیسائی اور یہودی مذہب کے پیغمبروں کو نبی تسلیم کرتے ہیں بلکہ ان کو بھی اسلام نے وہی تقدس دیا ہے جو دیگر انبیاء کرام کو حاصل ہے۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کے مذہب اسلام نے انہیں دیگر مذاہب کے ماننے والوں کی مقدس ہستیوں کے احترام کا بھی درس دیا ہے۔ چنانچہ فطری طور پر مسلمان دیگر اقوام سے بھی توقع کرتے ہیں کہ وہ پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کی مقدس ہستیوں کا احترام ملحوظ خاطر رکھیں گے۔

مسلمانوں کے اس موقف اور احتجاج کو نظر انداز کر کے جب تین ہفتے پہلے نارویجن اخبار نے پھر کارٹون شائع کیے تو سعودی عرب نے سب سے پہلے اس کا نوٹس لیا۔ بعد ازاں عرب لیگ کے 17 ممالک نے بھی ڈنمارک کی حکومت سے مطالبہ کیا وہ ڈینش اخبار کو کارٹون شائع کرنے پر سزا دے کیونکہ وہ مسلمانوں کے عقیدے کی توہین کا مرتکب ہوا ہے۔ ابھی یہ بحث جاری ہی تھی کہ 2 فروری کو یورپ کے کئی ایک ممالک کے اخبارات بالخصوص اٹلی، فرانس، جرمنی نے رسول ﷺ کی تصاویر اور کارٹون ازسرنو شائع کر دیے ہیں۔ ان کارٹون میں رسول اللہ کی شخصیت کی تضحیک کی گئی ہے۔ جرمنی کے اخبار Welt Die نے اپنے صفحہ اول پر رسول اللہ ﷺ کی تصویر کے ساتھ جو سرخی دی ہے وہ کچھ یوں ہے: Right to blasphemy is one at the freedom of democrqcy یعنی توہین کا حق، جمہوری

آزادیوں میں سے ایک ہے۔ فرانس کے اخبار France Soir نے جلتی پر تیل ڈالتے ہوئے اپنے صفحہ اول پر رسول اللہ ﷺ کی تصویر کے ساتھ جو تبصرہ لکھا کہ معاصر مغربی ذہن کی عکاسی کرتا ہے۔ اخبار لکھتا ہے کہ کسی بھی مذہب کے عقائد کو جمہوری اور سیکولر سوسائٹی پر مسلط کرنیکی اجازت نہیں دی جاسکتی لہٰذا اخبار کارٹون شائع کر رہا ہے۔ اٹلی کے روزنامے La Stmpa اور اسپین کے El Periodico نے بھی 2 فروری کو ایسی تصاویر شائع کیں جو رسول اللہ ﷺ کی توہین کے زمرے میں آتی ہیں۔ ڈنمارک اور ناروے کے اخبارات میں جو تصاویر شائع ہوئی ہیں ان میں نبی کریم ﷺ کو ایک دہشت گرد کے طور پر پروجیکٹ کیا گیا ہے جنہوں نے اپنے عمامہ میں بم چھپایا ہوا ہے۔ اس تصویر نے بالخصوص مسلمانوں کے جذبات کو سخت ٹھیس پہنچائی۔ مشرقِ وسطیٰ سمیت تمام مسلمان ملکوں نے اس نوعیت کی تصاویر پر اخبارات سے معافی کا مطالبہ کیا ہے حتیٰ کہ بعض ملکوں میں ڈنمارک کا اقتصادی بائیکاٹ کی مہمات چلائی جا رہی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا یورپ میں کسی منصوبہ بندی کے تحت وہاں آباد مسلمانوں کو خوفزدہ کیا جا رہا ہے اور مقامی آبادی اور مسلمانوں کے درمیان خلیج پیدا کی جا رہی ہے یا پھر یہ اخبارات محض اپنی آزادی اظہار رائے کے حق کو استعمال کر رہے ہیں۔ یقین کے ساتھ کسی دوٹوک رائے کا اظہار کرنا فی الحال ممکن نہیں ہے مگر یہ حقیقت اپنی جگہ مسلمہ ہے کہ 11 ستمبر کے المناک واقعات کے بعد جو پے در پے حادثات رونما ہوئے ہیں وہ دنیا کو مذہب کی بنیاد پر تیزی کیساتھ تقسیم کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کو مختلف حیلوں اور بہانوں کے ساتھ عالمی معاملات سے الگ تھلگ کیا جا رہا ہے۔ پھر جس طرح امریکہ اور مغرب مسلمانوں کے مذہبی جذبات کے ساتھ کھیل رہے ہیں وہ مسلمان معاشروں میں مغرب کے خلاف نفرت اور بیزاری میں اضافہ کر رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ان ملکوں میں جو لوگ مغرب کے ساتھ مکالمے کے ذریعہ تنازعات اور مسائل کے حل پر اصرار کرتے ہیں وہ بھی انتہا پسندی کی طرف مائل ہوتے جا رہے ہیں۔ فلسطین میں حماس کی کامیابی میں یہ پیغام مضمر ہے کہ مغرب اور امریکہ نے منصفانہ پالیسی اختیار نہ کی تو مسلم آبادی کا غالب حصہ رفتہ رفتہ ان کے مخالف کیمپ میں چلا جائے گا۔

کارٹونوں کی حالیہ اشاعت کو بھی اسی عمومی اندازِ فکر کے پس منظر میں دیکھا جانا چاہیے۔ اس پر احتجاج کے ساتھ ساتھ مغربی حکومتوں اور دانشوروں کو یہ باور کرانے کی سعی کی جانی چاہیے کہ جب تک مسلمانوں کے جذبات کے ساتھ اس طرح کا تماشہ کیا جاتا رہے گا وہ عالمی امن وانصاف کے لیے کوئی کردار ادا نہ کر پائیں گے۔

(روزنامہ جناح، 4 فروری 2006ء)

سید سبط الحسن ضیغم

حضور ﷺ کے بارے میں توہین آمیز خاکے

توہین رسالت ﷺ کے بارے میں ڈنمارک کو کارٹون طبع کرنے کی ضرورت کیوں لاحق ہوئی۔ اس کے بارے میں بھی سوچنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اخبار کے مالکان کو کیا سوجھی کہ وہ ایک ایسی شرارت کا آغاز کریں جسے کسی بھی زمانہ میں مسلمان عوام نے برداشت نہیں کیا اور وہ اس سلسلہ میں دور تک جانے کو بھی اپنے لئے ایک سعادت سمجھتے ہیں۔ ہر افراد کا گروہ اپنی بے عزتی اور توہین تو برداشت کرسکتا ہے لیکن حبیب خدا ﷺ کے بارے میں کوئی نازیبا بات سننے کے لئے اپنے آپ کو تیار نہیں کرسکتا۔ اس بات کو ٹیسٹ کرنے کی یہودیوں اور ان کے کروسیڈی آقاؤں کو اس سلسلہ میں کئے جانے والے مبینہ اقدام کے ردعمل کا اندازہ کرنے کے لئے اس منفی اور گھناتک رویہ کے اظہار کی ضرورت لاحق ہوئی ہے کیونکہ مسلم دنیا اور عوام کے ساتھ سوویت یونین کے انہدام کے بعد واحد سپر طاقت نے جو Depolitication کے جو ذرائع اپنائے اس کا عام اندازہ یہی لگایا گیا تھا کہ جس طرح دوسرے سامی مذہبوں میں ایسا رویہ اختیار کرنے سے مردنی چھا جاتی ہے۔ یقیناً حضور سرور کائنات ﷺ کے ماننے والے بھی اب بے روح ہو چکے ہوں گے اس لئے کوئی بڑا اور بھیانک قدم اٹھانے سے پیشتر کچھ کارٹون طبع کر کے دیکھ لیا جائے کہ مسلمانوں کا ردعمل کیا ہوگا کیونکہ اب کوئی امام خمینی ایسا مسلمانوں میں رہنما نہیں رہا۔ جنہوں نے رشدی کی خواہشات پر اسے ختم کرنے کا فتویٰ دے دیا تھا جو اب تک قائم ہے کارٹون سے یہ اندازہ کرنا بھی ضروری ہوگا کہ ایسا رہنما اگر کوئی ہے تو وہ کون ہے جو ان کی پیروی کرسکتا ہے اور اس کا توڑ کیسے کرنا ہے اور مسلمانوں سے روح محمد ﷺ کو نکالنے کی اب تک جو کوششیں ہوئی ہیں وہ کس قدر کارآمد اور کامیاب ہوئی ہیں انہیں اور مؤثر بنانے کے لئے اور کیا کچھ کرنا ہے۔

اس کا ایک اور پس منظر بھی ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ سوویت یونین کے خاتمہ سے پہلے دنیا بھر میں NGO'S قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا جو سوویت یونین کے انہدام سے پیدا ہونے والے خلا کو اس طرح پورا کرسکیں کہ سوویت یونین سے وابستہ یا ہم خیال لوگوں کو نان گورنمنٹل آرگنائزیشن میں سمویا جاسکے اور

ان افراد کو نام نہاد یورپی لبرل ازم اور عیسائیت کے لئے راہیں ہموار کر کے یورپی یونین تہذیب و تمدن کے فروغ کا کام لیا جا سکے۔ یقیناً متعلقہ لوگ ان کی کارکردگی بھی ٹیسٹ کرنا چاہتے ہوں کہ ان کے اس سلسلہ میں جب مسلم معاشروں پر کس قدر اثرات مرتب ہوئے ہیں حالانکہ یورپ بھی ایسے معاملات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ کسی بھی سامی پیغمبر کو کسی نازیبا تصویر میں پیش کیا جائے۔ کوئی فلم بنائی جائے یا مصوری کے کسی شاہکار میں انہیں توہین آمیز انداز میں پیش کیا جائے چہ جائیکہ جس کا مسلمان بھی احترام کرتے ہوں ایسا کر دار دراصل NGO'S کی کارکردگی کے نتائج کو دیکھنے کی کوشش کی گئی اس سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ یہ ادارے جن مقاصد کے لئے تشکیل دیئے گئے تھے نیل نے ساحل سے لے کر تابناک کاشغر بسنے والی امت کو یہ ادارے گمراہ نہیں کر سکے نہ انہیں مغرب کی زوال پذیر تہذیب کا نخچیر بنایا جا سکا ہے اور نہ ہی مسلم معاشرہ کو مغربی عینک سے دیکھا جا سکتا۔

مسلم معاشرہ طویل صدیوں سے غلامی کی زندگی بسر کرتا آ رہا ہے ان پر کئی کروسیڈی یلغاریں کی گئیں لیکن وہ نہ تو کسی شاتم رسول کو قبول کر سکے اور اسے معاف کرنے کے لئے تیار ہوئے ہیں۔ نہ شعائر اسلام کی کسی قسم کی توہین برداشت کر سکے اور نہ ہی کلام الٰہی کی کسی ایک بھی آیت کے بارے میں کوئی گستاخی کرنے والے کی خواہشات کو سن سکے۔ دوسری عالمی جنگ کے خاتمے کے بعد اگرچہ معاشی طور پر غلامی سے گلوخلاصی نہیں کرا سکے مگر ایران کے اسلامی انقلاب ایسے واقعے ضرور وقوع پذیر ہوئے، جس کی وجہ مسلم حکومتوں کو ''گونگلوں توں مٹی جاڑھنا'' ہی پڑتی ہے۔ اب یہ بدترین کوشش کر کے یہ دیکھنے کی جسارت کی گئی۔ توہین رسالت ﷺ کے بارے میں کارٹون کے تھرمامیٹر سے دیکھا جائے کہ این جی اوز کی کارکردگی کا کوئی اثر بھی ہوا ہے یا نہیں۔ اس لئے یہ بداخلاقی ڈنمارک کے ایک میگزین سے کروائی گئی

ڈنمارک اور بعض دوسرے ملکوں کی معیشت کا انحصار ان مسلمان محنت کشوں کا رہین منت ہے جو ان ملکوں میں دن رات محنت کر کے وہاں ڈالر برسا رہے ہیں ان محنت کشوں اور وہاں کی سرکاروں کے درمیان میں کشیدگی پیدا کر کے ایسی فضا پیدا کرنا بھی اس کے پچھوکڑ کا حصہ ہو سکتا ہے جس سے ان معیشتوں کو نقصان پہنچایا جا سکے یورپی تہذیب و تمدن نے جن اخلاقیات کو جنم دیا ہے وہاں ایسی گھٹیا اور گھناؤنی سازشوں کو بروئے کار لانا عام سی بات ہے۔

ان یورپی ممالک کی ایکسپورٹ سب سے زیادہ تیل پیدا کرنے والے مسلمان ملکوں میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے ڈنمارک ایسے ملکوں میں چکا چوند ہے۔ اسے ختم کرنے کے لئے کسی اخبار کو ان مقاصد کے لئے ''ورتا'' جا سکتا ہے اور ایسا ہی ہوا کہ ایسے کارٹون کی اشاعت سے سعودی عرب نے ڈنمارک کی تمام اشیاء واپس کر کے اس معیشت پر ایک ضرب کاری لگائی ہے۔ اگر یہ بائیکاٹ کچھ مہینوں

تک جاری رہا تو ڈنمارک کی آزادروی کی جو قیمت چکانا پڑے گا اس کا اندازہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔

صدر پرویز مشرف نے ناروے کے حالیہ دورے میں ہو سکتا ہے کہ کوئی دفاعی معاہدے بھی کئے ہوں۔ جو یورپ کی بڑی استعماری قوتوں کو پسند نہ ہوں ان معاہدوں کو مشکلات میں ڈالنے کے لئے بھی ایسا کیا جا سکتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یورپ میں کام کرنے والے ایشیائی اور افریقی مسلمانوں اور مقامی آبادی میں کشیدگی پیدا کرنے کی مکروہ کوشش بھی شامل ہو جس کا اندازہ بعض حکومتوں کا ان کارٹونوں سے بیزاری سے نکلنا شروع ہو گیا ہے ان میں ڈنمارک کا ہمسایہ ملک ناروے بھی شامل ہے۔

دنیا بھر کے مسلمانوں نے جس ردعمل کا اظہار کیا ہے اس سے یقیناً اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ نئے مسلم دور کا آغاز ہو چکا ہے اکثر اوقات ایسے تازیانے سوئی ہوئی قوم کو گہری، غلامی کی نیند سے جھنجوڑ کر جگا دیتے ہیں اور اسے ماضی کے ادبار سے نکلنے کے لئے حوصلہ بھی دیتے ہیں اور یقیناً ایسے واقعات غلام اقوام کی آزادی کا سبب بن جاتے ہیں۔ اور یقیناً یہ تازیانہ بھی ایسے ہی نتائج لے کر برآمد ہوگا۔

1937ء میں آل انڈیا کانگریس کی بعض صوبوں میں کامیابی کی بنیاد پر حکومت سازی سے ہندوستانی مسلمانوں سے جو سلوک روا رکھا گیا اس کے دس سال بعد ہی پاکستان معرض وجود میں آجانا ایک ایسا تاریخی واقعہ ہے جس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلم دنیا کی قیادت نے اس بیداری، احتجاج اور مسلم معاشرہ کی یورپی تہذیب وتمدن سے بیزاری کو اگر مادی روپ دے دیا تو یہی بیداری ہر سپر پاور کو سرنگوں کر سکتی ہے اور تنکے کی طرح بہا سکتی ہے۔

اس سے ایک اور اہم دور دور پار تبدیلی بھی رونما ہوئی ہے اور وہ ہے مسلم امت کا اتحاد اور فروعی اختلافات کی تدفین اگر اس تاریخی ماحول میں عشرہ محرم کے روز اسے ہنگو میں زندہ رکھنے کی کوشش ضرور کی گئی مگر کسی بھی ایسی کوشش کو مسلم امہ کے اتحاد کے خلاف سازش تو قرار دیا جا سکتا ہے لیکن اسے کسی مسلمان کا ''کارنامہ'' قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ امت کے اتحاد کی جس شدت سے ضرورت اس حادثہ نے پیدا کر دی ہے اسے آئندہ ایسی کوشش کو اسی طرح ہی لیا جائے گا اور ایران اور شام پر حملہ بھی مسلم دنیا کا جو ردعمل سامنے لائے گی اس کا اس سے اندازہ کرنا مغربی استعمار کو بخوبی ہو گیا ہوگا۔ اس لئے پاکستان حکمرانوں پر بھی ذمہ داری بڑھ گئی ہے کہ وہ ایسے افراد کو جلد از جلد قابو کر کے بدترین سزا دلوائیں تا کہ حکومت پر اس الزام کا فوری طور پر تدارک ہو سکے کہ ایسے واقعات اس کی شہ پر نہیں ہوئے کہ ان کارٹون پر ہونے والے احتجاج اور ردعمل کا رخ تبدیل کیا جا سکے لیکن بات واضح ہے کہ امت کا بہت بڑا امتحان شروع ہو گیا ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت، 21 فروری 2006ء)

ڈاکٹر محمد اجمل نیازی

قافلہ حجاز میں حسینی جذبوں کا طوفان

علامہ اقبال نے کہا تھا۔ قافلہ حجاز میں ایک بھی حسین نہیں۔ مگر اب اسے نوید ہو کہ لاکھوں فرزندان توحید عشق رسول ﷺ اور غم حسینؓ سے لیس ہو کر گھروں سے نکل آئے ہیں۔ ڈنمارک اور یورپ کی اخبارات میں پیغمبر عالم محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کے لئے گستاخانہ کارٹون چھپے ہیں تو عالم اسلام بے قرار ہو گیا ہے۔ ان کے نعروں اور نالوں کی گونج سے مغربی اور امریکی دنیا لرز اٹھی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ حسینی جذبے میں ڈوبے ہوئے لوگ مرنے مارنے پر آ گئے ہیں۔ سوگ کبھی روگ نہیں ہوتا، غم نڈھال نہیں کرتا، بے حال کرتا ہے اور اس حال میں کوئی بھی اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتا۔ حسینؓ سب کا ہے اس میں شیعہ، سنی کی تفریق نہیں ہے۔ پہلے تو شیعہ، سنی چپقلش نہ تھی یہ بھی طاغوتی طاقتوں کی سازش ہے۔ حسینؓ نے یہی تو کیا تھا کہ یزید کی بیعت سے انکار کر رہے ہیں پہلے بھی طاقتور لوگ یزید کے ساتھ تھے آج بھی مسلمان حکام امریکہ کے ساتھ ہیں۔ تب حسینؓ کے ساتھ ان کے گھر والے تھے آج بھی غریب ہی حسینؓ کے ساتھ ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی گستاخی پر گھروں سے نکلنے والے لوگ شیعہ بھی ہیں اور سنی بھی ہیں۔ یہ سانجھ کوئی محمد رسول ﷺ کے ماننے والوں سے نہیں چھین سکتا۔

پھر ایک بار کربلا میں خون کی بارش ہوئی اور گھروں کو آگ لگی۔ تباہ و برباد ہونے کے بعد بھی امریکہ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا گیا ہے۔ وہاں سے یزیدیت کا جنازہ نکلا تھا اور اب ''امریکیت'' کا لاشہ سڑ رہا ہے۔ بصرہ اور نجف اشرف میں سب سے بڑی مزاحمت شیعہ ملیشیا کی طرف سے ہوئی ہے۔ وہاں سنی مسلمانوں نے بھی اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ خودکش حملے بھی جان قربان کرنے کا ایک راستہ ہیں۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جان دینے والے مظلوموں کے حقوق کی حفاظت کرتے ہیں کہ وہ ظالموں کے سامنے زندگی کی بازی ہار نہ جائیں۔ حسینؓ کو پتہ تھا کہ کربلا میں شہادت کے علاوہ کوئی منزل نہیں۔ وہ جان قربان کرنے

کی آرزو سے آراستہ ہو کر میدان میں آئے تھے۔ سوہنی موت سے پیار کرنیوالوں کے ساتھ موت بھی پیار کرنے لگتی ہے۔ قرآن فرماتا ہے سورۃ البقرہ (ترجمہ) ''تم اگر سچے ہو تو موت کی تمنا کیوں نہیں کرتے'' موت کی تمنا بندے کو تنہا نہیں کرتی۔ اس کے دل میں کئی جہان آباد کر دیتی ہے۔ حسینؓ میدان جنگ میں فتح پانے کیلئے نہیں اترا تھا مگر وہ ایسی فتح سے ہمکنار ہوا کہ جس کی یاد سے آج تک اور رہتی دنیا تک لوگ اپنے دلوں میں بے کنار ہوتے رہیں گے۔

جسٹس جاوید اقبال نے کہا کہ خودکش حملوں کے علاوہ عراقی مسلمانوں کے پاس چارہ کار ہی نہیں۔ یہ ہر لحاظ سے جائز ہے۔ جنرل حمید گل نے کہا کہ اب میں خود بخود خودکش حملہ آور کے طور پر سامنے آنے والا ہوں۔ مجھے اجازت تو دیجئے تو کہوں۔ حسینؓ کو معلوم تھا کہ وہ میدان میں شہید ہونے کیلئے جا رہے تھے۔ شہادت کی راہ میں انہوں نے دشمنوں کے کشتے کے پشتے لگا دیئے کسی میدان جنگ میں کسی ایک آدمی نے اکیلے ہی اتنے لوگوں کا مقابلہ نہ کیا ہوگا۔ سینکڑوں ظالم بندے نہ مارے ہوں گے۔ حسینؓ کے سامنے ڈھیر ہو گئے تھے جب آدمی موت کو قبول کر لے تو پھر اسے مارنا بہت مشکل ہوتا ہے مگر یہ انسان خود ہی مرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔

کجھ شہر دے لوگ وی ظالم سن
کجھ مینوں مرن دا شوق وی سی

قربانی کی یہی کہانی نئے عنوان کے ساتھ ہر زمانے میں بھٹکتی پھرتی ہے۔ کربلا میں جو ہوا تھا۔ وہ کیا تھا۔ دوستو مجھے کہنے دو کہ یہ بھی جان دینے کا قرینہ تھا۔ حسینؓ شہید ہو گئے اور وہ غم کے ماروں کے لہو میں اب تک اور نجانے کب تک تڑپتے رہیں گے عراق میں خودکش حملہ آور نہ ہوتے تو آج امریکہ پورے عالم اسلام کو غلام بنا چکا ہوتا۔ یہ انقلاب حسینؓ خواب کی تعبیر ہے۔ فلسطینی جانباز لوگوں نے حماس کو ووٹ دیئے تو یہ اعلان ہے کہ ہم امریکہ اور اسرائیل کی بیعت سے انکار کرتے ہیں۔

جب لعین سلمان رشدی نے گستاخی کی تھی امام خمینی نے اس کے خلاف فتویٰ دیا تھا۔ اب تک وہ اپنی جان بچاتا پھرتا ہے۔ اس کی سکیورٹی پر صدر بش سے کم خرچ نہیں ہوتا؟ تب کسی مسلمان حکمران کو توفیق نہ ہوئی تھی۔ اب بھی توہین رسالت ﷺ پر صرف ایرانی سربراہ، بہادر حکمران عشق رسول ﷺ اور غم حسین سے لبریز دل رکھنے والا احمدی نژاد سراپا احتجاج ہے۔ اس نے ڈنمارک سے سفارتی تعلقات توڑ دیئے ہیں۔ یہی غریب و غیور مسلمان حکمران ہے جو امریکہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑا ہے۔ جیسے وہ اپنے وقت کی کربلا میں کھڑا ہو۔ امیر کبیر اور بے ضمیر مسلمان حکمران نجانے کن مصلحتوں کا شکار ہیں۔ مسلمان عوام کبھی امریکہ کی بیعت نہیں کریں گے۔ حسینؓ بھی عوام میں سے تھے۔ میدان کربلا

میں ان کے ہاتھ میں اسلام کا پرچم تھا۔ سارے زمانوں کے امام کے پاس کسی زمین کی سربراہی کا جھنڈا نہ تھا۔ حسینؑ کو یاد کرنے والے ہی دنیا والوں کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملادیں گے۔

ایک پاکیزہ جنون میں نکھری ہوئی خاتون مجاہدین بھی توہین رسالت پر گھروں سے باہر آئی ہوئی ہیں۔ خانوادہ رسول ﷺ بھی امام حسینؓ کی قیادت میں گھر سے باہر آیا تھا۔ جس میں بچے تھے اور عورتیں تھیں۔ سب کچھ لٹا کے دربار یزید میں حضرت زینبؓ کی تقریر نے وقت کی تقدیر بدل دی تھی۔ حضرت زینبؓ نے غم حسینؑ کو وہ زندگی بخش دی کے اسے کبھی فنا نہ ہوگی۔

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؓ

(روزنامہ نوائے وقت، 9 فروری 2006ء)

توہین رسالت اور پاکستانی قوانین

تعزیرات پاکستان دفعہ 295-C :رسول اللہ ﷺ کے لئے توہین امیز کلمات کا استعمال۔

''کوئی شخص بذریعہ الفاظ زبانی تحریری یا اعلانیہ اشارةً یا کنایةً بہتان تراشی کرے اور رسول اللہ ﷺ کے نام مبارک کی بے حرمتی کرے۔ اسے سزائے موت یا عمر قید کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا''۔

نوٹ: عمر قید اور جرمانہ کی سزا وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے تحت 30 اپریل 1991 کو ختم ہو چکی ہے۔ اب گستاخ رسول ﷺ کے لئے پاکستانی قوانین کے تحت صرف اور صرف سزائے موت ہے۔

منو بھائی

کوئی حیرت نہیں ہوتی

دنیا کے باون ملکوں میں پھیلے ہوئے ڈیڑھ ارب سے زیادہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو آگ لگانے والے خاکوں کی اشاعت در اشاعت کی ننگی جارحیت پر شرمسار ہو کر معذرت طلب کرنے کی بجائے اس برہنگی کو ''آزادیٔ اظہار'' کے مقدس لبادے میں چھپانے کی کوشش محض مضحکہ خیز ہی نہیں صحافت اور ابلاغ عامہ کے اعلیٰ عالمی اصولوں اور ضابطوں کے خلاف ایک سوچی سمجھی سازش بھی ہو سکتی ہے۔

سب سے زیادہ افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ ''عذر گناہ بدتر از گناہ'' کی یہ واردات یورپ میں ہوئی ہے جو اپنے آپ کو جمہوریت کا گہوارہ برداشت کا سمندر اور صحافت کی اعلیٰ قدروں کا پاسبان قرار دیتا ہے اور یقین نہیں کیا جا سکتا بلکہ شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ یورپ ''آزادی اظہار'' اور اشتعال انگیزی کا فرق نہیں جانتا ہوگا۔ کلام اور بدکلامی میں تمیز نہیں کر سکتا ہوگا، دلیل اور گالی میں فرق محسوس نہیں کرتا ہوگا اور یہ بھی نہیں جانتا ہوگا کہ وہ گالی ہی ہوتی ہے جو گولی بن جاتی ہے۔

گزشتہ سال ستمبر کے مہینے میں ڈنمارک کے اخبار ''جے لینڈ پوسٹن (Jayland Postan) میں شائع ہونے والے خاکوں نے غالباً اپنی اشاعت کا اصل مقصد پورا نہیں کیا ہوگا کہ یورپ کے بعض دوسرے ملکوں کے اخباروں نے ان خاکوں کو نقل کرنے کی ضرورت محسوس کی اور عین اس موقع پر دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کیا گیا جب کہ یورپ میں ''اسلام فوبیا'' کی بیماری وبا کی صورت اختیار کر رہی ہے اور جمہوریت کی والدہ ماجدہ فرانس میں تارکین وطن کے خلاف مساوی حملوں کی وارداتیں ہو رہی ہیں۔ کچھ تعجب نہیں ہوتا کہ صیہونیوں کے خلاف ایران کے صدر احمدی نژاد کے بیانات پر محض یہودی ہی نہیں یورپی ملکوں کے حکمران بھی تلملا اٹھتے ہیں مگر پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین کے مرتکب ہونے والے خاکوں کی اشاعت کو ''آزادیٔ اظہار'' آزادی گفتار اور آزادی صحافت کے تقاضوں کے زمرے میں ڈالا جاتا ہے۔ یہ تضاد عجیب اس لئے نہیں لگتا کہ دنیا میں اظہار و گفتار اور ابلاغ کے تمام بڑے ذرائع اور وسائل پر صیہونیوں کا قبضہ ہے اور صیہونیوں کی اس ''قوت اظہار'' سے خود یورپ بھی خوف زدہ ہے اور جب ایرانی صدر احمدی نژاد یہ کہتے ہیں کہ یورپ والے اسرائیل کو فلسطین سے اٹھا کر

یورپ میں لے جائیں تو یورپ جواب میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یورپ کو صیہونیت کی براہ راست مداخلت سے بچانے کے لئے ہی اسرائیل کا خنجر مشرق وسطیٰ کے سینے میں گھونپا گیا تھا۔

اس پر بھی حیرت نہیں ہوتی کہ عالمی صیہونیت کے مفادات کو نقصان پہنچانے والے کسی شبے کا اظہار بھی گناہ کبیرہ کی ذیل میں آتا ہے اور اگر ایران کے صدر بیسویں صدی میں جرمنی کے یہودیوں کے خلاف نازیوں کے مظالم کی داستانوں کو ''زیب داستانی'' قرار دیتے ہیں تو واجب نفرت وحقارت قرار پاتے ہیں مگر عالمی سطح پر مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے والے کارٹونوں کی اشاعت آزادی اظہار کے مقدس فرائض کی ادائیگی قرار دی جاتی ہے۔

سازش یہ معلوم ہوتی ہے کہ عالمی سطح پر مسلمانوں کے جذبات کو اس قدر زیادہ بھڑکایا جائے کہ یورپ کے لوگ بھی امریکہ کی طرح ''اسلام فوبیا'' کی وبا کی لپیٹ میں آجائیں اور ایران میں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ان ہتھیاروں کی موجودگی کا ثبوت مل جائے جو گذشتہ تین سالوں کے دوران عراق سے تہران آگئے ہیں اور جن سے سب سے زیادہ خطرہ اسرائیل کے صیہونیوں کو لاحق ہے۔

(روزنامہ جنگ، 6 فروری 2006ء)

امام ابوبکر احمد بن علی الرازی فرماتے ہیں

لیث نے ایسے مسلمان کے بارے میں فرمایا جو نبی اکرم ﷺ کو گالی دیتا ہے۔ بے شک اس (نام نہاد مسلمان) سے نہ مناظرہ کیا جائے، نہ اسے مہلت دی جائے اور نہ ہی اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اور اسے اسی مکان پر ہی قتل کیا جائے۔ (یعنی فوراً قتل کر دیا جائے) اور یہی حکم توہین رسالت کرنے والے یہودی ونصرانی کا ہے۔

(احکام القرآن، تفسیر آیت: وان نکثوا الخ)

اُن کے در پر جیسے ہو مٹ جایئے
ناتوانو! کچھ تو ہمت کیجئے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

آصف محمود ایڈووکیٹ

کیا رسول اللہ ﷺ صرف مولویوں کے رسول ہیں؟

Jyllands-Posten میں آقائے دو جہاں ﷺ کے بارے میں گستاخانہ کارٹون کی اشاعت کے بعد کہنے کو تو ساری مسلم دنیا میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی ہے۔ لیکن اگر آپ غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کابل سے مکہ تک اور اسلام آباد سے بیروت تک صرف وہ لوگ سڑکوں پر نکلے ہیں، جنہیں ہم حقارت سے مولوی اور مغرب نفرت سے بنیاد پرست کہتا ہے۔ کوئی سا ٹی وی چینل آن کر لیجئے اور کوئی سا اخبار اٹھا لیجئے آپ کو ایک لمحے میں معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ جن کا قرار لٹ گیا ہے اور جن کے دل لہو رو رہے ہیں جو سڑکوں پر نکل آئے ہیں اور جن کی آنکھوں میں درد کے ڈورے اتر آئے ہیں سب مولوی داڑھیوں والے مولوی اور عباؤں والے مولوی۔ آپ کو کوئی کلین شیوڈ نظر نہیں آئے گا کوئی پینٹ شرٹ اور ٹائی والا نظر نہیں آئے گا۔ منہ ٹیڑھا کر کے انگریزی بولنے والے کسی انسانیت دوست سیکولر کو آپ نے ان مظاہروں میں نہیں دیکھا ہوگا۔ ہیومن رائٹس کا کوئی چیمپین باہر نہیں نکلا، کابل کے چڑیا گھر کے بندر کی بھوک پر پریشان ہونے والے اور مارگلہ کے خوبصورت جنگل کے پارک میں بڑے شیر کی ازدواجی تنہائی پر لاکھوں روپے کی کانفرنسیں کرنے والے وہ احباب بھی گھر کی دہلیز سے باہر نہ آسکے جن کی نرم دلی اور مزاج کی حساسیت پر ہم لوگ رشک کیا کرتے تھے نہ نواز شریف گرجے نہ بے نظیر برسیں، میدان سیاست سے لے کر بت کدہ دانش تک ایک سکوت طاری رہا اور کچھ مصالح غالب رہے۔ وہ سیکولر طبقہ جس نے طالبان کے ہاتھوں بامیان میں بدھا کی تباہی پر یہ کہہ کر ہم جیسوں سے داد پائی تھی کہ کسی کے مذہبی جذبات مجروح کرنا ظلم ہے۔ ساری دنیا کے مسلم جذبات کو چپ چاپ گھائل ہوتے دیکھتا رہا اس سے یہ تک نہ ہو سکا کہ ایک مذمتی بیان ہی جاری کر دیتا۔ ڈالروں کو مقصود حیات اور مغرب کو رب نہیں کہنا مجھے عام پاکستانی سے یہ سوال کرنا کہ کیا رسول اللہ ﷺ صرف مولویوں کے رسول ہیں؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو پھر ہمیں سوچنا چاہیے کہ توہین نبی رحمت ﷺ پر بے قرار ہو کر گھروں سے نکلنے کی سعادت صرف مولویوں کے حصے میں کیوں آئی؟

بعض احباب یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کا احتجاج غیر حکیمانہ اقدام ہے کیونکہ ڈنمارک کی حکومت

اپنے اخبار کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لے سکتی مغرب میں اظہار رائے کی آزادی ہے اور ڈنمارک کی حکومت سے ایسا مطالبہ کرنا ایک فضول مشقت ہے۔ یہ احباب اپنی نجی محفلوں میں صبر کا درس دیتے ہوئے کارٹون کو مغربی روایات سمجھ کر بھول جانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ اپنی روایات کو بھول جاتے ہیں۔ یہ معلوم تاریخ کا بدترین فکری سرنڈر ہے ڈنمارک کی آبادی میرے آبائی ڈویژن سرگودھا جتنی ہے۔ اور ہمیں بتایا جا رہا ہے کہ ہم اس حقیر اور معمولی آبادی کی روایات کے معبد کی دہلیز پر اپنا سب کچھ قربان کر دیں۔

آزادی اظہار کی مغربی روایات میں بلاشبہ کچھ خوبیاں ہیں لیکن آزادی اور مادر پدر آزادی میں فرق ہوتا ہے خود مغرب کے صحافیوں کو اس بات کا اچھی طرح علم ہے کہ ان کی یہ آزادی کہاں دم توڑ دیتی ہے۔ آج پورے یورپ میں کسی صحافی کی یہ جرأت نہیں کہ وہ ہٹلر کا دفاع کرے۔ 60 لاکھ یہودیوں کے قتل عام کے ڈرامے کی حقیقت کے بارے میں سوال اٹھانا جرم ہے۔ کسی یورپی صحافی کی جرأت نہیں کہ وہ کر سکے یہودیوں کے خلاف بھی کچھ نہیں لکھا جا سکتا اس وقت بھی David Irving دنیا کی جیل میں گل سڑ رہا ہے۔ کیونکہ اس نے Holocaust کے ڈرامے کی حقیقت بیان کرنے کی کوشش کی تھی یہ کیسی آزادی صحافت ہے کہ سارے یورپ میں قانون نافذ کر دیا گیا ہے کہ کوئی فرد کوئی صحافی، کوئی اخبار Holocaust کو زیر بحث نہیں لا سکتا یہ صحافی خدا اور اس کے رسولوں کے بارے میں تو بکواس کر سکتے ہیں مگر یہودیوں اور ان کے خود ساختہ ڈرامے Holocaust کے بارے میں کچھ نہیں لکھ سکتے کیونکہ اس صورت میں انہیں جیل یاترا کرنا پڑتی ہے۔ برطانیہ کے ہائیڈ پارک کو دیکھ لیجئے یہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں آپ کو جو جی میں بول دیجئے جی چاہے تو دیوتاؤں کو گالی دے ڈالیے آپ سے کوئی تعرض نہیں ہوگا لیکن اس جگہ بھی اگر آپ ملکہ برطانیہ کی شان میں گستاخی کریں گے تو برطانیہ کا قانون حرکت میں آجائے گا یعنی ملکہ برطانیہ کی عزت و احترام کے آگے آزادی رائے کا بلیدان دے دیا جائے گا۔

مغرب کی آزادی کو جب مسلمانوں سے واسطہ ہو تو یہ مادر پدر آزادی بن جاتی ہے شعائر کی بے حرمتی کی آزادی، توہین رسالت کی آزادی، باراتوں پر بم مار کر دلہنوں کو خاک بنا دینے کی آزادی، مدارس پر میزائل مار کر معصوم بچوں کو چیتھڑوں میں تبدیل کر دینے کی آزادی، ہر ظلم، ہر وحشت، ہر بربریت اور ہر درندگی کی آزادی۔

آپ کو علم ہونا چاہئے کہ ڈنمارک کے اخبار کی معذرت کی حقیقت کیا ہے اور ڈنمارک حکومت کی مسلم دشمنی کی نوعیت کیا ہے۔

ایک طرف یہ اخبار معذرت کر چکا ہے اور دوسری طرف اس میں شائع ہونے والا کارٹون سارے یورپ کے اخبارات میں اہتمام کے ساتھ دوبارہ شائع ہو رہا ہے یورپ کے معاملات ہماری طرح نہیں ہیں کہ ہر چیز بے ہنگم بے ڈھنگے انداز میں چل رہی ہو وہاں کاپی رائٹ کا قانون پوری عملداری کے ساتھ موجود ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ Jyllands-Posten کی مرضی کے بغیر یورپ کا کوئی اخبار اس کو شائع کر سکے۔ گویا معذرت کے باوجود یہ اخبار مسلسل مسلمانوں کے جذبات سے کھیل رہا ہے۔

ادھر ڈنمارک حکومت کا کردار بھی وہی ہے کہ چونکہ معاملہ مسلمانوں سے ہے اس لیے ہر کسی کو ہر کام کی آزادی ہے۔ ورنہ ڈنمارک حکومت چاہے تو ڈنمارک کے قانون میں اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ اخبار کے خلاف کاروائی کی جا سکتی ہے ڈنمارک کے کرمنل کوڈ کی سیکشن 140,266-B اور 142 کے تحت یہ کارٹون ایک ایسا جرم ہے جس کے تحت کارٹونسٹ کو جرمانہ یا اڑھائی سال قید کی سزا سنائی جا سکتی ہے۔ لیکن ڈنمارک کے وزیر اعظم کا کہنا ہے کہ وہ اخبار کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کر سکتے۔

ہر قوم کو ایک باٹم لائن ہوتی ہے اور ذلت کے بدترین موسموں میں بھی وہ اس باٹم لائن سے نیچے نہیں جاتی۔ اس کی تمام مجبوریاں، اس کی ساری مصلحتیں اور اس کی جملہ کمزوریاں اس باٹم لائن پر آ کر دم توڑ دیتی ہیں یہاں پہنچ کر اس کی لغت کے مفاہیم بدل جاتے ہیں زندگی بے معنی ہو جاتی ہے اور دھڑ پر رکھا سر ایک بوجھ بن جاتا ہے۔

تو کیا ہم اس بات پر تیار ہیں کہ ہم ناموس رسالت اقدس کو اپنی باٹم لائن قرار دے سکیں؟

(روزنامہ جناح، 13 فروری 2006ء)

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

اوریا مقبول خان

آبروئے ما ز نام مصطفیٰ ﷺ است

واشنگٹن امریکہ کا دارالحکومت ہے لیکن جہاں اس شہر میں دنیا کی اس سپر پاور کی دعویدار مملکت کے تمام بڑے ادارے موجود ہیں وہیں یہ شہر اپنے بڑے بڑے عجائب گھروں کی وجہ سے بھی مشہور ہے۔ یہ عجائب گھر ایک فرانسیسی نواب کے ایسے بیٹے نے بنائے تھے جسے وہ دنیا کے سامنے اپنا بیٹا تسلیم نہیں کرتا تھا کیونکہ وہ ایک خفیہ شادی کا نتیجہ تھا۔ یہ بیٹا مفلوک الحال میں مریکہ آیا۔ قسمت آزمائی کی اور اپنا نام Smith,s son یعنی سمتھ کا بیٹا رکھا۔ اس کی جائیداد سے طرح طرح عجائب گھر بنے بڑے ڈائنوسار کے ڈھانچوں کا میوزیم دنیا کے پہلے جہاز سے خلائی شٹل والا میوزیم، بڑی بڑی قیمتی پینٹنگز کا میوزیم، لیکن اس کے مرنے کے بعد ان اداروں پر امریکہ کے یہودی چھا گئے اور انہوں نے اسے جنگ عظیم دوم میں مرنے والے یہودیوں کی یادگار کے طور پر ایک ہولوکاسٹ میوزیم بنا دیا۔ اس میوزیم میں وہ دنیا بھر کے میڈیا کے ذریعے انہوں نے یہ شدید ترین پروپیگنڈہ کیا کہ اس جنگ میں مغرب نے 60 لاکھ یہودیوں کو مارا تھا۔ فلمیں بنیں، کتابیں لکھیں گئیں مضمون اور پمفلٹ شائع ہوئے اور امریکہ کی سیاست پر قبضے کی وجہ سے پورے یورپ کو معلون کیا گیا۔ ان کے عوام اور رہنماؤں کی قصابوں سے تعبیر کیا گیا۔

ہولوکاسٹ کے مرنے والے یہودیوں کو اس قدر مقدس درجہ حاصل ہو گیا کہ ان کے خلاف بات کرنے والا ان کی چالاکیوں، نمک حراموں اور اپنے ہی ملک سے غداری کے بارے میں گفتگو کرنے والے کو نفرت پھیلانے والا قرار دے کر قابل تعزیر بنا دیا گیا۔ وہ لوگ جنہوں نے یورپ امریکہ اور کینیڈا میں ان یہودیوں کی عیاری کا پردہ چاک کرنے کی کوشش کی ان کا جو حشر ہوا وہ ایک لمبی داستان ہے۔ میں یہاں صرف ان لوگوں میں سے چند ایک کا ذکر کروں گا جنہوں نے صرف اتنا زبان سے یا قلم سے نکالا کہ یہودیوں نے جو 60 لاکھ تعداد بتائی ہے وہ غلط ہے بلکہ مرنے والوں کی تعداد تو چند لاکھ سے بھی زیادہ نہیں ہے۔ بعض نے تو صرف اس صرف اشارہ ہی کیا تھا۔ ان سب کو نفرت پھیلانے کے جرم میں سزائیں بھگتنا پڑیں۔

کینیڈا میں میلکم روس، ڈوگ کولنز، ارنسٹ زنڈل کو پریس میں سب پہلے ذلت و رسوائی کا سامنا

کرنا پڑا وہ پھران کو عدالتوں میں گھسیٹا گیا۔ان کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں اور انہیں معاشرے میں نفرت پھیلانے کے جرم میں در بدر ہونا پڑا۔ان کا جرم صرف یہ تھا کہ انہوں نے سوال اٹھایا تھا کہ ثابت کیا جائے کہاں کہاں ساٹھ لاکھ یہودی مرے تھے۔

ان میں سے دوارنسٹ زنڈل اور گریمر روڈلف امریکہ چلے گئے لیکن کچھ عرصے بعد ان دونوں کو امریکہ نے اپنے ملک سے نکال کر جرمنی کے حوالے کر دیا جہاں وہ آج کل نفرت پھیلانے کے جرم میں مقدمے کا سامنا کر رہے ہیں۔آسٹریا وہ ملک ہے جہاں اسی ہولوکاسٹ کے خلاف بات کرنا جرم ہے وہاں ان کے ایک مشہور صحافی ڈیوڈ ارونگ کو گزشتہ دنوں گرفتار کیا گیا کیونکہ وہ اپنی تحریر سے یہودیوں کے اس پراپیگنڈے کو غلط ثابت کر رہا تھا۔بلجیم کا ایک اور لکھنے والا سیک فرائنڈ وربیک ایسی ہی تحریریں لکھتا تھا کہ اسے ہالینڈ کی حکومت نے گرفتار کیا اور آج کل وہ جرمن کی عدالت میں پیش ہونے کے لئے ہالینڈ بدری کا انتظار کر رہا ہے۔وہ جرمن شہری بھی نہیں لیکن اس کے عالمی وارنٹ جرمن عدالت نے جاری کئے ہیں۔صرف قانون کاروائی کی بات نہیں 19 ستمبر 2005ء کو بلجیم کے ایسے ہی ایک لکھنے والے وینسنٹ ریونارڈ کے گھر میں پولیس گھس گئی۔پورے گھر کو توڑ پھوڑ دیا۔اسے گرفتار کر لیا گیا اور کہا گیا کہ اسے تب رہا کیا جائے گا اگر وہ پاگلوں کے ڈاکٹر سے معائنہ کروائے اور یہودیوں کے ہولوکاسٹ کے خلاف لکھنا بند کر دے۔

یہ سب تو ان ممالک میں ہوا ہے جو آج سرکار دوعالم ﷺ کے توہین آمیز کارٹون چھاپنے پر پریس کی آزادی کا بہانہ بناتے ہوئے کاروائی سے انکار کر رہے ہیں۔لیکن اس دنیا کے چہرے پر ایک طمانچے کا ذکر کروں گا 19 جون 2004ء کو اسرائیل کی کیبنٹ یعنی پارلیمنٹ نے حکومت کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا میں کہیں بھی کسی جگہ بھی کوئی شخص اگر ساٹھ لاکھ کی تعداد کم کرنے بتانے کی کوشش کرے تو اس پر مقدمہ چلا سکتی ہے۔اور اس ملک سے اسے نفرت کے جرم "Hate Criminal" کے طور پر مانگ سکتی ہے۔گرفتار کر سکتی ہے۔سزا دے سکتی ہے یعنی اس وقت جو لکھنے والے جرمنی اور آسٹریا کی عدالتوں میں مقدموں کا سامنا کر رہے ہیں وہ کل اسرائیل کی درخواست پر اس کی جیل میں ہوں گے۔نفرت پھیلانے والے سزا صرف ان لکھنے والوں کو دی جاتی ہے جو یہودیوں کے خلاف لکھتے ہیں۔

یہ تفصیل اس قدر طویل ہے اور کئی سالوں پر پھیلی ہوئی ہے لیکن صرف اس لئے پیش کر رہا ہوں کہ صرف جنگ میں اپنے ہی ملک سے غداری کے جرم میں اور اپنی عیاریوں کی وجہ سے سزا پانے والے یہودی اتنے مقدس ہیں کہ ان کی تعداد کم کرنے پر نفرت پھیلتی ہے تو وہ قوم جس کے لوگوں کی زندگیوں کا سرمایہ ہی عشق رسول ﷺ ہے۔جو اپنی جان، مال، عزت، آبرو، اولاد اور ماں باپ سے زیادہ ان سے

محبت کرتی ہے اس کی توہین نفرت پھیلانے کے جرم میں نہیں آتی۔ کاش کوئی حکمران لیڈر، کوئی صاحب اقتدار دنیا بھر کے میڈیا کے سامنے بتائے کہ جس نے کارٹون چھاپے اسے اسی قانون کے تحت سزا دو ورنہ تم ہم سے اجنبی بیگانے کاش کوئی پارلیمنٹ سڑک پر نکلنے سے پہلے اسرائیل کی طرح یہ بل منظور کرے کہ توہین رسالت کا مجرم خود امریکہ میں ہو یا ڈنمارک میں اسے ہمارے حوالے کردو۔ اس بل کو پاس کرنے کے لئے صرف ایک ووٹ چاہئے لیکن اس ووٹ کو ڈالنے کے لئے غیرت ہمت، جرأت ہی نہیں عشق رسول ﷺ کی دولت بھی ضروری ہے۔ اور اسی میں ہماری آبرو کا راز پوشیدہ ہے۔

(روزنامہ جنگ، 18 فروری 2006ء)

محبت اور مذمت

مقصود احمد تبسم، (دبئی یو۔اے۔ای)

شہِ والا کرم ہو آپ ﷺ کی اُمت سنور جائے
جہالت اور عصیاں کا چڑھا دریا اُتر جائے

یہ دیوانے کی خواہش ہے لٹا کے جان آقا ﷺ پر
جبینِ وقت پر اک داستاں تحریر کر جائے

عدوئے مصطفیٰ ﷺ جب سامنے آئیں تو لازم ہے
تیری نفرت کا نیزہ ان کے سینوں میں اُتر جائے

کوئی گستاخ گر کعبے کے پردوں میں بھی چھپ جائے
اُسے اس وقت تک مت چھوڑنا جب تک نہ مر جائے

الٰہی منتظر ہوں نجد میں وہ زلزلہ آئے
نبی ﷺ کا ہر عدو جس سے فنا ہو کر بکھر جائے

غلامانِ محمد ﷺ کے لئے تو جان بھی حاضر
مگر دشمن رسول حق کا مرتا ہے تو مر جائے

جو گستاخ نبی ﷺ ہیں اُن کی سرکوبی بھی لازم ہے
مٹا دو اُن کو چاہے اس کی خاطر اپنا سر جائے

زنیم اور بدزباں تیری نشانی ہے تو پڑھ لینا
اے شاتم تیری سورۃ القلم پر گر نظر جائے

حیات جاودانی اس کے قدموں سے لپٹتی ہے
جو مومن رسالت کے لیے جاں سے گزر جائے

یہی معراجِ ایماں ہے یہی مقصودِ مومن ہے
رسول اللہ ﷺ کی اُلفت میں جاتا ہے تو سر جائے

آصف محمود ایڈووکیٹ

Holocaust اور مغرب کی آزادیٔ صحافت

مغرب کی ''آزادیٔ اظہار'' کا اصرار ہے کہ اس کے تقدس کی خاطر مسلمان ناموس رسالت ﷺ سے دستبردار ہو جائیں۔ سوال یہ ہے کہ آزادی صحافت کی حقیقت کیا ہے؟ آپ Holocaust کا مطالعہ کیجئے آپ کو اس سوال کا جواب مل جائے گا۔

Holocaust ایک داستان ہے جسے مقدس آدرش بنا کر سارے یورپ پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ اس داستان کا کہنا ہے کہ نازیوں نے قریباً 60 لاکھ یہودیوں کا قتل عام کیا اور انہیں گیس چیمبرز میں موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ یہودیوں کی مظلومیت کی یہ داستان یورپ میں اتنا تقدس رکھتی ہے کہ وہاں قانوناً اس داستان کو زیر بحث لانا اس سے اختلاف کرنا منع ہے۔ آسٹریا میں اس کی سزا سات سال ہے۔ فرانس میں Gayssot Law (1990) کے آرٹیکل 24 بی کے مطابق اس جرم کی سزا ایک سال قید یا تین لاکھ فرانک جرمانہ ہے۔ یہی حال دیگر یورپی ممالک کا ہے۔ کہیں ایک سال تو کہیں تین سال، تاہم سارے یورپ میں یہ طے ہے کہ کوئی فرد، کوئی اخبار اور کوئی صحافی اس داستان سے اختلاف نہیں کرے گا۔ اور کوئی دوسرا مؤقف شائع کرے گا چنانچہ اس وقت کسی یورپی صحافی کی جرأت نہیں کہ وہ Holocaust کی صحت سے انکار کر سکے یا اس پر کسی بحث کا آغاز کر سکے۔ اس بارے میں یہودیوں نے جو اعلامیہ جاری کیا یورپ اس پر عمل پیرا ہے اس اعلامیے کے مطابق ہمیں خود سے قطعاً یہ سوال نہیں پوچھنا چاہئے کہ اتنے وسیع پیمانے پر قتل عام فنی طور پر کیسے ممکن ہوا۔ گیس چیمبرز کے وجود کے بارے میں نہ تو کوئی سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی پیدا ہو سکتا ہے۔

گیس چیمبرز میں یہودیوں کے قتل کے بارے میں دو اعتراف جرم سامنے آئے ہیں۔ ایک Hess کا اور دوسرا Sauckel کا، Hess نے اپنی سوانح حیات ''آٹو بائیوگرافی آف ہیس'' میں لکھا ہے کہ ان سے تشدد کے ذریعے ایسے صفحات پر دستخط کرا لئے گئے جن کے بارے میں انہیں کچھ علم نہ تھا کہ ان پر کیا لکھا ہے۔ اس تشدد کی گواہی Rupert Butler بھی دیتے ہیں۔ جنہوں نے 11 مارچ 1946ء کو Hess کو ایک فارم سے گرفتار کیا۔

Sauckel کا اعتراف جرم بھی تشدد کا شاخسانہ تھا اور فرانس کی قومی اسمبلی کے سابق ڈپٹی سپیکر اور سینیٹر راجہ گارا ڈی نے اپنی کتاب The Founding Myths of Israeli Foreign Policy کے صفحہ 69 پر Sauckel کا بیان نقل کیا ہے جو اس نے ٹریبونل کے سامنے دیا کہ ان سے تشدد کے ذریعے ان دیکھی تحریر پر دستخط کرالئے گئے۔

جس ٹریبونل نے Holocaust پر مہر تصدیق ثبت کی اس کے سارے جج اتحادی تھے۔ 60 فیصد یہودی تھے اور مترجم کے فرائض دینے والوں کی اکثریت بھی یہودی تھی۔ Nuremberg ٹرائل دنیا کا بد نام زمانہ ٹرائل تھا جس کے بارے میں 26 جولائی 1946ء کو خود امریکی اٹارنی جنرل رابرٹ، ایچ، جیکسن نے کہا تھا کہ یہ اتحادیوں کی جنگ کا تسلسل ہے۔''

آرٹیکل 19 اور آرٹیکل 21 کے تحت اس ٹریبونل نے شہادتیں وصول کر کے یہودیوں کے قتل عام پر مہر تصدیق ثبت کی۔ آرٹیکل 19 کا کہنا تھا کہ ٹریبونل روایتی طریقہ شہادت سے آزاد ہوگا اور جو شہادت اس کا جی چاہے وہ قبول کرلے گا۔ آرٹیکل 21 کا کہنا تھا کہ Public Notoriety ایک مضبوط شہادت تصور کی جائے گی اور اس کے لئے مزید واقعاتی شواہد نہیں مانگے جائیں گے۔ یعنی ہر وہ چیز جو لوگ عمومی طور پر درست سمجھتے ہوں وہ درست قرار پائے گی۔

چنانچہ اس طرح کی مضحکہ خیز عدالتی کاروائی کے ذریعے یہ ثابت کیا گیا کہ نازیوں نے گیس چیمبروں میں یہودیوں کا قتل عام کیا۔ چنانچہ کئی مضبوط شواہد کو ٹھکراتے ہوئے طے کرلیا گیا کہ گیس چمبر تھے اور قتل عام ہوا تھا۔ حالانکہ Wolter Laquer اپنی کتاب Terrible Secret (صفحہ 190) میں لکھتے ہیں کہ ہٹلر نے یہودیوں کے قتل عام کو کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ یہی اعتراف تل ابیب ڈاکومینٹیشن سنٹر کے ڈاکٹر Kubvof نے بھی کیا ہے جو Lucky Dawid Owic2 کی کتاب The war againts jewes کے صفحہ 121 پر موجود ہے۔ نازیوں کے خلاف قائم ہونے والے ٹریبونل کے امریکی جج Stephen.s.Pinter کا 14 جون 1959ء کو کیتھولک ہفت روزہ Sunday Visitor میں ایک خط شائع ہوا جس میں وہ اعتراف کرتے ہیں کہ

> ''میں نے 17 ماہ امریکی ملٹری جج کے طور پر کام کیا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہاں کوئی گیس چیمبر نہ تھا اور میں اس موضوع پر کسی بھی آدمی سے زیادہ معلومات رکھتا ہوں۔''

معروف برطانوی تاریخ دان David Irving کے مطابق دنیا بھر کے نمایاں قانون دان

Nurembergٹرائل کی کاروائی پر شرمندہ ہیں ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے امریکی کورٹ کے جسٹس رابرٹ ایچ جیکسن کی ذاتی ڈائری پڑھی تو معلوم ہوا وہ بھی اس پر شرمسار تھے۔ Wennerstrumمعروف امریکی جج تھے وہNuremberg قائم ہونے والے ٹریبونل کے رکن تھے مگر دلبرداشتہ ہوکر وہ واپس امریکہ چلے گئے ورشکاگو ٹریبونل میں انہوں نے کھل کر لکھا کہ وہاں کیا ظلم ہو رہا ہے۔Horton Fisk Stoneامریکی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس رہ چکے ہیں ان کے بارے میں Piller of the Law کے نام سے تھامس مسین نے ایک کتاب لکھی اس کے صفحہ 716 پر لکھا ہے کہ Stone نے بھی اس ٹریبونل کی کاروائی سے احتجاجاً علیحدگی اختیار کرلی تھی۔

یہودیوں کے مارے جانے سے انکار نہیں لیکن 60لاکھ کی تعداداور گیس چیمبر بہرحال ایک ایسی داستان ہے جس کا سر ہے نہ پیر۔ اس کہانی کو جس طرح سٹیج پر فلمایا گیا معروف ججز اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ جو آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس کی شہادتیں جھوٹی اور خودساختہ ہیں۔ معروف مؤرخین اس کو ڈراما قرار دیتے ہیں۔ لیکن پورے یورپ کے سینکڑوں اخبارات اور ہزاروں صحافیوں میں سے کسی ایک کی جرأت نہیں کہ وہ اس موضوع پر آزادی رائے سے کام لے سکے۔ تو کیا ہمیں یہ سوال نہیں پوچھنا چاہئے کہ جو آزادی صحافت اتنی بے سہارا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے کارٹون شائع کر ڈالتی ہے Holocaust کے معاملے میں وہ بکری کیوں بن جاتی ہے۔

(روزنامہ جناح، 20 فروری 2006ء)

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں

''محیط میں ہے کہ بعض مشائخ کے نزدیک اگر کسی نے حضور ﷺ کے شعر (بال) مبارک کو توہین کی نیت سے شعیر کہا تو وہ کافر ہو جائے گا اور بعض مشائخ کے نزدیک اگرچہ توہین کی نیت نہ بھی ہو تب بھی قائل کافر ہو جائے گا''۔

(رسائل ابن عابدین شامی، صفحہ:۳۲۶، مطبوعہ لاہور)

مذکورہ عبارت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر کسی نے کوئی ایسا کلمہ یا ایسا فعل جس میں توہین رسالت کا پہلو نکلتا ہو کیا تو وہ شخص گستاخ رسول ہوگا۔

آصف محمود ایڈووکیٹ

HOLOCAUST اور مغرب کی سول سوسائٹی

توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت پر مغرب کی سول سوسائٹی نے جہاں اظہار ناپسندیدگی کیا ہے وہیں اس بات پر اصرار کیا ہے کہ آزادی رائے کا احترام ہونا چاہئے۔ گویا ایک بات کو غلط سمجھنے کے باوجود سول سوسائٹی آزادی رائے پر کمپرومائز کرنے کو تیار نہیں اور اسے یہ تصور اتنا عزیز ہے کہ وہ کروڑوں مسلمانوں کے جذبات مجروح ہونے کے باوجود اس پر نظر ثانی کرنے کو تیار نہیں۔ سوال یہ ہے کہ مغرب کی یہ سول سوسائٹی اس وقت کہاں ہوتی ہے جب کوئی فرد آزادی رائے کا استعمال کرتے ہوئے HOLOCAUST پر کچھ لکھتا ہے اور نشان عبرت بنا دیا جاتا ہے۔ یہ سول سوسائٹی اس کا تحفظ کیوں نہیں کرتی، چند مثالیں حاضر ہیں۔

Henry Reques نے پی ایچ ڈی کا تھیسز HOLOCAUST پر لکھا اور قرار دیا کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ انہوں نے اس تھیسز کا کامیابی سے دفاع کیا اور انٹرویو میں ''پاس'' قرار دیئے گئے لیکن آزادی صحافت کے علمبردار معاشرے میں کوئی ہاتھ حرکت میں آیا اور انہیں ڈگری دینے سے محروم کر دیا گیا۔ یہ مہذب دنیا کا واحد واقعہ ہے کہ تھیسز لکھ لینے اور اس کا کامیاب دفاع کر لینے کے باوجود کسی کو ڈگری سے محروم کر دیا جائے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ یورپ کی سول سوسائٹی ایک طوفان کھڑا کر دیتی مگر افسوس آزادی کے علمبردار Henry کے لیے گھروں سے باہر نہ نکل سکے۔

Perri guillame ایک معروف پبلشر تھے۔ ان کے ادارے نے ایک کتاب شائع کی نام تھا ANNALES DHISORIE REVISIONNISTE اس میں دلائل کے ساتھ ثابت کیا گیا تھا کہ 60 لاکھ یہودیوں کے قتل عام اور گیس چیمبرز کی کوئی حقیقت نہیں۔ آزادی رائے کے علمبردار معاشرے میں ان کے ادارے پر حملے ہونا شروع ہو گئے، انفراسٹرکچر تباہ کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ حکومت بھی ''آزادی رائے'' کا علم تھام کر میدان میں آ گئی اور ان کے ادارے پر بھاری جرمانے عائد کر دیئے گئے۔ Perri نے دلبرداشتہ ہو کر یہ شعبہ ہی چھوڑ دیا۔ سول سوسائٹی کے کسی فرد نے حکومت سے یہ نہ کہا کہ Perri کو اظہار رائے کی آزادی ہے۔ کوئی اس کے لیے سامنے نہ آیا، آزادی رائے کے علمبردار جانے

کہاں مدہوش پڑے رہے۔

ڈاکٹر Staglish نے MYTH OF AUSCHWITZ کے نام سے ایک کتاب لکھ کر ثابت کیا کہ گیس چیمبرز کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ان پر تین قاتلانہ حملے ہوئے اور اس کے بعد حکومت حرکت میں آئی اور ان سے ڈاکٹر کا اعزاز واپس لے لیا گیا۔سول سوسائٹی میں سے کسی نے حکومت سے یہ نہ کہا کہ Staglish کو اظہار رائے کا حق حاصل ہے۔

Zendal نے ایک کتاب لکھی، نام تھا Did Six Million Really Die چنانچہ ٹورنٹو میں ان پر مقدمہ چلا اور اس جرم کی پاداش میں انہیں سزا دی گئی۔سول سوسائٹی کے کسی سرکردہ ہیومن رائٹس والے پا والی نے Zendal کے حق اظہار رائے کا دفاع نہ کیا۔

Roger Garaudy فرانس کی قومی اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر رہے، بعد ازاں فرانس کے سنیٹر منتخب ہوئے آپ کا شمار نمایاں مارکیٹوں میں ہوتا تھا۔آپ کی تحریریں 20 سے زائد ممالک کے اخبارات میں بیک وقت شائع ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ آپ کی تحقیق HOLOCAUST کی جانب متوجہ ہوئی جب آپ نے HOLOCAUST اور گیس چیمبرز کی حقیقت پر انگلی اٹھائی تو یورپ میں آپ کے مضامین کے شائع ہونے پر پابندی عائد ہوگئی۔ٹی وی چینلوں نے آپ کا مؤقف نشر کرنے سے انکار کر دیا اور عدالتوں میں آپ پر مقدمات قائم ہوگئے۔ان کا ادارہ تباہ ہوگیا۔لیکن سول سوسائٹی میں سے کوئی آگے نہ بڑھا کسی نے یہ نہ کہا کہ راجر نے اپنا اظہار رائے کا حق استعمال کیا ہے اسے پریشان نہ کیا جائے۔

یورپ ایسی داستانوں سے بھرا پڑا ہے جہاں HOLOCAUST کے معبد پر اظہار رائے کا بلیدان دیا گیا لیکن کسی کہانی میں ہم نے یہ نہیں پڑھا کہ کبھی سول سوسائٹی نے کسی ایسے فرد کی اظہار رائے کی آزادی کے لیے بھی آواز اٹھائی ہو۔جس نے HOLOCAUST پر تحقیق کرنا چاہی ہو۔

تو کیا ہمیں یہ سوال نہیں پوچھنا چاہیے کہ جو سول سوسائٹی ایک کارٹون کو غلط سمجھنے کے باوجود کارٹونسٹ کی اظہار رائے کی آزادی کے لیے اٹھ کھڑی ہو جاتی ہے۔HOLOCAUST کے معاملے میں بکری کیوں بن جاتی ہے؟ (روزنامہ جناح، 25 فروری 2006ء)

> کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
> یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں
>
> حکیم الامت علامہ محمد اقبال

حافظ شفیق الرحمٰن

ناموس رسالت ﷺ محاذ کا اعلان ہم زندہ قوم ہیں

یہ نواز دور کا ذکر ہے۔

ایمل کانسی کیس کے دوران ایک امریکی عدالت کے اٹارنی جنرل نے پاکستانیوں کے بارے میں انتہائی ہتک آمیز ریمارکس پاس کیے۔ کئی برس گزر چکنے کے باوجود میری تو ہمت نہیں پڑتی کہ میں ان ریمارکس کو کسی بھی پیرائے اور رنگ میں دہراؤں۔ ان ریمارکس کا مختصر ترین لب لباب یہ ہے کہ ''بد زبان امریکی'' نے پاکستانیوں کو گالی دی۔ پاکستانی عوام نے حسب سابق اس پر غم و غصہ کا اظہار کیا جبکہ پاکستانی حکمرانوں نے حسب ضابطہ، حسب روایت اور حسب دستور سفارتی آداب اور ذاتی مفادات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مصلحت پسندانہ خاموشی اختیار کیے رکھی۔ امریکا یا اس کے کسی ملازم کے خلاف بول کر وہ اپنی ''پکی نوکری'' اور ''مضبوط کرسی'' کو کیوں خطرے میں ڈالتے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ ان دنوں پوری قوم سراپا احتجاج تھی۔ مرگ بر امریکہ کے نعروں سے گلی کوچے گونج رہے تھے۔ نوجوان امریکی سنٹروں کے باہر احتجاجی مظاہرے کر رہے تھے۔ امریکہ جھنڈے پر مارچ پاسٹ کر رہے تھے۔ ڈالروں کو آگ دکھا رہے تھے لیکن اقتدار کے ایوانوں میں قبرستان کی سی خاموشی تھی۔ مسلم لیگ کے ترقی پسند سامراج دشمن ترجمان پرویز رشید اور مشاہد حسین بھی گھوڑے بیچ کر سو رہے تھے۔ اور تو اور ''بنیاد پرست'' صدیق الفاروق سے بھی اتنا نہ ہو سکا کہ وہ امریکی سفارتخانہ کے صدر دروازے پر جاتے، امریکی سفارتی عملہ کو میمورنڈم پیش کرتے اور اپنے اوسان، حواس اور قویٰ کو جمع کر کے مرزا غالب کا یہ شعر ہی سنا آتے۔

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

انہی دنوں پاکستان کے حکمرانوں کو ریاست ورجینیا کے اٹارنی جنرل سے پوچھ لینا چاہئے تھا کہ جن پاکستانیوں کو تم نے ''مادر فروشی'' کے مکروہ دھندے میں ملوث پایا ہے آیا وہ عام پاکستانی ہیں یا کوئی ''خاص'' پاکستانی یا خاص الخاص پاکستانی؟ عام پاکستانی تو اس حد تک غیر مند ہے کہ شمالی امریکہ کی

51 ریاستیں بمع اپنے یہودیوں کے تمام سرمائے سمیت 20 لاکھ بار بھی بک کر آجائیں تو اس کے ترشے ہوئے ادھ کٹے ناخن کو بھی نہیں خرید سکتیں۔ اگر ہم نے یوسف رمزی اور ایمل کانسی کو امریکہ کے حوالے نہ کیا ہوتا اور ہمارے حکمران قومی غیرت اور اسلامی حمیت کا مظاہر کرتے تو امریکہ کی لوئر کورٹ میں پیش ہونے والے کسی الل ٹپ الم غلم، لم چھڑے، چیڑ قناتیئے اور ٹٹ پونجیئے وکیل کو جرأت نہ ہوتی کہ وہ اس غیور و جمہور قوم کے حوالے سے نازیبا الفاظ استعمال کرتا۔

سوال گالی دینے کا نہیں سوال تو یہ ہے کہ یہ گالی دلوائی کس نے ہے؟ میرے نزدیک پاکستان اور عام پاکستانی کو جب بھی کوئی امریکی گالی دے گا تو گالی دلوانے کے اس جرم میں پاکستانی اور امریکی دونوں حکومتیں برابر کی شریک ہوں گی۔

ہمارے کچھ دانشوروں نے یہ پراپیگنڈہ کر کے سیاسی حکمرانوں کو خائف کر رکھا ہے کہ اگر انہوں نے ہونٹ کھول کر اور زبان ہلا کر امریکہ کے خلاف ایک لفظ بھی کہا تو امریکہ بہادر انہیں کان سے پکڑ کر ایوان اقتدار سے نکال باہر کرے گا۔ وہ اپنے اس پراپیگنڈہ کو تقویت دینے کے لئے فیلڈ مارشل ایوب خان، سول چیف مارشل ایڈمنسٹریٹر ذوالفقار علی بھٹو، چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ضیاء الحق، لاڑکانے کی وزیر اعظم "بے نظیر بھٹو" اور لاہور کے وزیر اعظم "میاں محمد نواز شریف" کی سابقہ حکومتوں کی اچانک غیر متوقع برطرفی اور اقتدار و اختیار کی ناگہانی وفات حسرت و آیات کے واقعات کے حوالے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں جو حکمران اور سیاستدان جتنا "اینٹی امریکہ" ہو گا عوامی حلقوں میں اس کی محبوبیت اور مقبولیت اتنی ہی زیادہ ہو گی۔ ہمارے حکمران جانے کیوں بھول جاتے ہیں کہ ان کے عروج کی ضمانت امریکہ دشمنی اور زوال کا باعث ہمیشہ امریکہ پرستانہ رویے رہے ہیں۔

جنرل ضیاء الحق کی شہادت کے بعد سے ہر پاکستانی امریکہ کا شدید ترین مخالف بن چکا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر جنرل ضیاء الحق کو مزید پانچ سال اور مل جاتے تو آج بھارت کے کئی ٹکڑے ہو چکے ہوتے، کشمیر آزاد ہو چکا ہوتا اور آج افغانستان پر امریکی تسلط اور غاصبانہ قبضہ نہ ہوتا۔ پاکستان ایٹمی کلب کا ممبر بن چکا ہوتا۔ پاکستانی امریکہ کو صرف ضیاء الحق کی شہادت ہی نہیں بلکہ سقوط مشرق پاکستان کا بھی ذمہ دار گردانتے ہیں۔ اسی امریکہ کے اشارے پر پاکستان میں سی آئی اے کے مفادات کے ترجمان بھٹو نے اس دور میں پولینڈ کی قرارداد چاک کی تھی۔

یہاں توہین رسالت ﷺ کیس کے حوالے سے 1995ء میں عام آدمی نے کتنا احتجاج کیا۔ منظور مسیح کیس جب عدالت میں تھا مغربی ذرائع ابلاغ اور سفارتکار اور ان کی گماشتہ این جی اوز کی وظیفہ خوار کھسیٹی بیگمات اس کی رہائی کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے تو اس وقت تو پاکستان کی کسی بڑی

درمیانی چھوٹی جماعت نے امریکیوں کی اس براہ راست مداخلت پر بھرپور احتجاج نہ کیا۔ مسلم لیگ (ن) نے بھی مجرمانہ خاموشی اختیار کی۔ نواز شریف، بے نظیر، طاہر القادری، اجمل قادری، فضل الرحمٰن، اور سمیع الحق میں سے کسی نے بھی اعلان نہیں کیا کہ پاکستانی عدالتی معاملات اور قوانین کے بارے امریکیوں اور ان کے پالتو گماشتوں کی مذموم بالواسطہ مداخلت پر ہم احتجاج کرتے ہیں۔ تب تو نواز شریف کے ہونٹوں پر بھی مہر تھی، بے نظیر کی آنکھوں پر پردہ تھا، کسی کے اشارے پر ''احتساب مارچ'' کرنے والے طاہر القادری کی بھی حمیت کی رگیں نہ پھڑکی تھیں۔ وہ بھی ایک منٹ کی ریلی یا لانگ مارچ کے لئے کسی سڑک اور چوک پر نہیں آئے تھے۔ اور تو اور ادھر ایکسپرٹوں نے بھی کسی برطانوی یا امریکہ سفارتخانہ کے سامنے دھرنا دینے کا اعلان نہیں کیا تھا۔

میں لمبے چوڑے سیاسی حادثات و واقعات اور سانحات کا ذکر نہیں کرنا چاہتا لیکن قندِ مکرر کے طور پر یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ امریکہ بہادر اور یورپی یونین کے ممالک کے حکمران سن لیں کہ اب پاکستانی عوام بیدار ہو چکے ہیں۔ انہیں جان لینا چاہئے کہ عام پاکستانی بے نظیر، نواز شریف، شوکت عزیز اور پرویز مشرف کی طرح مصلحت اور مفادات کے زنداں کا اسیر نہیں کہ وہ تمہارے ہر شخص کی ہرزہ سرائی اور میڈیا کی خرافات کو تحفظِ اقتدار کی جنگ کی خاطر برداشت کرلے۔ مانا ہم پاکستانی غریب ہیں، کمزور ہیں، جاہل ہیں، بے زر ہیں اور بے مایہ ہیں لیکن ہمارے پاس عشقِ رسول ﷺ، غیرت و حمیت اسلامی کا فقید النظیر سرمایہ ہے۔ اس غیرت مند، جانباز اور سرفروش قوم کے زخموں پر نمک پاشی نہ کرو، سوئے ہوئے اس شیر کو مت چھیڑو۔

کیا امریکہ اور یورپی یونین میں شامل ممالک سمجھتے ہیں کہ پاکستانی اگر اپنی ذات کے حوالے سے گالی برداشت کر گئے تھے تو وہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کو بھی ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرلیں گے۔ یہ ناممکن ہے۔ تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ محاذ کے 14 فروری کے جلوس نے ثابت کر دیا ہے کہ ناموسِ رسالت ﷺ کے دفاع کا مرحلہ آئے تو ہر پاکستانی اپنے سر کو ہتھیلی پر لے کر میدانِ کارزار میں اتر آتا ہے۔ ساڑھے چودہ کروڑ پاکستانی آج بھی زندہ ہیں خواہ وہ زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹ رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اکیسویں صدی کے پہلے عشرے میں امریکہ کا بھی وہی حشر ہونا ہے جو افغانستان میں سوویت روس کا ہوا تھا۔ امریکہ جنوب مشرقی ایشیاء کی تھانیداری حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ اس خطہ میں غیرتمند بنیاد پرست پاکستانی ہیں۔ شیر کی کچھار کے باہر کھڑے ہو کر سگ ِ خوردہ کی طرح عوعو نہ کرو، پاکستانیوں کے اخلاقی تعاون سے اگر افغانی روسی سامراج کی ارتھی کو اس کے مذموم عزائم کی چتا میں جلا کر راکھ کے ڈھیر بنا سکتے ہیں تو امریکیو اور مغربیو سن لو! تمہاری

طاقت کے غرور کا سر بھی نیچا کیا جا سکتا ہے۔ پاکستانی دشمنوں کی توپوں میں کیڑے پڑنے کی دعائیں نہیں کرتے یہ تو توپوں سے لڑ جایا کرتے ہیں۔ میدان سجے تو یہ میدان میں یوں اترتے ہیں کہ موت بھی ان کے سامنے آتے ہوئے شرماتی ہے۔

امریکہ اور یورپ کو آخر کس چیز پر ناز ہے؟ موجودہ حیوانی مغربی تہذیب پر جو قدیم یونانی اور رومی وحشیانہ تہذیبوں کا امتزاج ہے۔ اس تہذیب کا اوج کمال کیا ہے؟ ایٹم بم، نیوٹران بم، کارپٹ بمبنگ اور جراثیمی ہتھیار۔ کیا وہ پاکستان کو بھی عراق کی طرح جراثیمی ہتھیاروں کے استعمال سے ڈرا کر خائف کرنا چاہتے ہیں؟ بش اور بلیئر کر لیں پورا یہ شوق بھی، آخر یہ کس بات پر اتراتے، اینٹھتے، براتے، بوراتے در بولاتے پھر رہے ہیں؟ انہیں کس شے پر فخر ہے؟ کس برتے پر یہ تاپانی؟ بیس لاکھ سالانہ حرامی بچوں پر، پچیس لاکھ سالانہ بن بیاہی ماؤں پر، پندرہ لاکھ سالانہ مطلقہ عورتوں پر، ہیروشیما کے ویرانوں پر، ناگاساکی کے کھنڈرات پر، فلوجہ کے ویران گلی کوچوں پر، قندھار کے اجڑے در و بام پر، ویٹو کے امتیازی حق پر، ہائی سکولوں کی 86% ٹین ایجز حاملہ طالبات پر، عراق میں سویلین آبادی کو بطور جنگ فاقوں میں مبتلا کرنے پر، ویتنامیوں کے اجتماعی قتل پر، کمزور ملکوں کی بحری اور معاشی ناکہ بندی کرنے پر، لاکھوں شیر خوار بچوں کے منہ سے فیڈر چھین لینے پر، ماؤں کے پیٹوں میں پلنے والے معصوم بے گناہ بچوں کے خلاف بیالوجیکل وار شروع کرنے پر، چلی میں رات کے سناٹے میں بندوقوں کی چھاؤں تلے جمہوریت کی دیوی کی پرورش پر، کوریا اور ویتنام کی جنگوں میں اپنے چھ لاکھ فوجیوں کو ہلاک کروانے اور دو لاکھ کو لولا لنگڑا بنانے پر، لاس اینجلس میں پچھتر ہزار اور کیلی فورنیا میں پانچ لاکھ شہریوں کی اجتماعی خودکشی پر، کیا یہی تمدن ہے۔ یہی تہذیب ہے، یہی روشن خیالی ہے یہی ثقافتی عروج ہے۔ یہی مکینکی مہارت ہے اور یہی جمہوریت ہے؟ گر یہ تمدن ہے تو ہم اس تمدن پر تھوکتے ہیں۔ اگر یہ تہذیب ہے تو اس انسانیت کش اور بے غیرت تہذیب کو ہم جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں۔ اگر یہ ثقافت ہے تو ہم اس ننگی ثقافت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اگر یہ ترقی ہے تو ہم پسماندہ ہی بھلے، اگر یہ جمہوریت ہے تو ہماری تاریک خیالی پر ایسی کروڑوں روشن خیالیاں نثار، اگر یہی تکنیکی مہارت ہے تو نہیں چاہئے ہمیں یہ تکنیکی مہارت، نہیں چاہئے ہمیں یہ انسانیت دشمن علم، یہ اجل پرور سائنسی ترقی یہ آمریت پرور جمہوریت، یہ گندی تہذیب، یہ ننگی ثقافت، یہ اندھی روشن خیالی، یہ بدلگام تمدن، اٹھا کر لے جاؤ اپنے گندے انڈوں کو۔

(روزنامہ دن، 16 فروری 2006ء)

زندہ نہ رہے دہر میں گستاخ کوئی بھی

سید عارف محمود مہجور رضوی، گجرات

یہ جان ہے کیا چیز ہر اک جان ہے قربان
ناموسِ رسالت ﷺ پہ ہے مرمٹنا ہی ایمان

ناقابلِ تحسین ہے توہینِ رسالت
برداشت نہ ہو پائے گا اسلام کا بطلان

جو عقل کہے اُس کو پسِ پُشت ہی ڈالو
تقلید کرو اُس کی جو فرمائے ہے وجدان

ناموسِ رسالت ﷺ پہ کوئی دُوسری رائے؟
ناقابلِ تسلیم ہے اس قسم کا رُجحان

ناموسِ رسالت ﷺ ہے نہیں عام کوئی بات
اس بات سے وابستہ مسلماں کا ہے ایماں

کس کام کی ہیں اُس کی عبادات وریاضات
حاصل نہ جسے عشقِ محمد ﷺ کا ہو عرفان

نذرانۂ جاں لے کے ہتھیلی پہ ہیں پھرتے
اللہ نے بخشی ہے جنھیں قوتِ ایمان

تخلیق ہوئے جن کے لیے دونوں جہاں ہیں
آؤ کہ کریں اُن ﷺ پہ ہر اک چیز کو قربان

اے پاک نبی ﷺ آپ کی ناموس سے بڑھ کر
دو جگ میں نہیں کوئی بھی توقیر کا سامان

معمور نہیں یاد سے جو اُن کی وہ دل کیا؟
پُرنم جو نہیں ذکر پہ وہ آنکھ ہے ویران

محبوب ہے ہر وصف فقط آپ ﷺ کے دم سے
ہر ایک فضیلت ہے فقط آپ ﷺ کا فیضان

ہیں آپ ﷺ کے کردار کی عکاس احادیث
ہے آپ ﷺ کے اوصاف کا غماز یہ قرآن

کہتا ہے بصد آہ یہ غیرت کا تقاضا
کب ہوگا تو سرگرم عمل مردِ مسلماں

آؤ کہ ہے اب وقت کریں پورے وہ سارے
باندھے تھے جو ہم سب نے خداوند سے پیمان

زندہ نہ رہے دہر میں گستاخ کوئی بھی
یہ شمعِ رسالت ﷺ کے ہو پروانوں کا اعلان

سرکار ﷺ کی نسبت سے غلامی کا شرف ہی
ہر ایک مسلمان کی بخشش کا ہے فرمان

سرکار ﷺ کی ناموس کی حُرمت کا تحفظ
مہجور ہے زیست کا تازیست ہی عنوان

الطاف حسن قریشی

آتش گل بھڑک اٹھی ہے

خاکوں کی اشاعت کے خلاف احتجاج کا سلسلہ خطرناک مرحلے میں داخل ہوگیا ہے۔ ڈینش اخبار نے سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ کی شان میں جو گستاخی کی ہے، اس نے پورے عالم اسلام کو آتش فشاں بنا دیا ہے۔ مسلمانوں کے وہ علاقے جہاں مغربی استعمار نے ظلم اور جبر کی انتہا کردی ہے، ان کی آزادیاں سلب کی جارہی ہیں اور ان کا ناحق خون بہایا جارہا ہے، وہاں احتجاج میں غیر معمولی شدت نظر آتی ہے۔ شام، لبنان، فلسطین اور ایران میں عوام آپے سے باہر ہوگئے ہیں اور ہادی برحق ﷺ کی ناموس پر کٹ مرنے کے لیے بے تاب ہیں۔ انڈونیشیا اور بنگلہ دیش میں بھی لوگ سر پر کفن باندھ کے نکلے ہیں۔ سب سے زیادہ شجاعت اور غیرتِ ایمانی کا مظاہرہ یورپ میں رہنے والے مسلمانوں کی طرف سے ہوا ہے جنہوں نے اقلیت میں ہوتے ہوئے خاکوں کی اشاعت پر سب سے پہلے مجاہدانہ ردعمل ظاہر کیا ہے اور یہ ثابت کردیا ہے کہ سالہا سال سے یورپ میں زندگی بسر کرنے اور جدید تعلیم سے آراستہ ہونے کے باوجود ان کی اسلامی تہذیب اور آقائے نامدار ﷺ کے ساتھ گہری وابستگی قائم ہے۔ پاکستان میں احتجاج کی لہر بڑی دیر سے اٹھی ہے اور ہماری حکومت نے حیرت انگیز مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کیا ہے۔ صدر اور وزیراعظم کی طرف سے مذمت کے بیانات بھی قدرے تاخیر سے آئے ہیں۔ جس بات نے عوام کے اندر شدید اشتعال پیدا کیا وہ یہ تھی کہ دفتر خارجہ میں ڈینش سفیر طلب ہی نہیں کیا گیا جیسے کوئی اندوہ ناک واقعہ پیش ہی نہ آیا ہو۔

حکومت کی سردمہری نے رائے عامہ کے قائدین کو اپنے طور پر پروگرام وضع کرنے پر مجبور کردیا تھا، چنانچہ ناموس رسالت کے نام پر ایک تنظیم قائم ہوئی جس نے 14 فروری کے لیے ہڑتال کی کال دی۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی اس تنظیم کی قیادت کررہے ہیں۔ ہم اپنی عملی زندگی میں اسلام کے اصولوں اور اس کی تعلیمات پر شاید عمل نہ کرتے ہوں، لیکن جب محبوب خدا ﷺ کی ناموس کا مسئلہ ابھرتا ہے تو جذبات قابو میں نہیں رہتے۔ لاہور شہر کو اس حوالے سے تاریخی اہمیت حاصل ہے کہ متحدہ ہندوستان میں، رنگیلا رسول، کے مصنف کو جس نوجوان نے واصل جہنم کیا تھا، اس کا تعلق اسی شہر سے تھا اور اہل لاہور غازی علم

دین کی عظیم الشان روایت پر بڑا فخر کرتے ہیں۔ جب 14 فروری کے لئے ہڑتال کی کال آئی تو گلی گلی اور محلے محلے نوجوان متحرک ہو گئے اور عوام کے سالہا سال کے رکے ہوئے جذبات پھٹ پڑے۔ وہ بڑے والہانہ پن سے گلیوں میں اور سڑکوں پر نکل آئے۔ ان کے لئے اپنے غیض وغضب پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا وہ پوری دنیا پر واضح کر دینا چاہتے تھے کہ خاکوں کی اشاعت سے ان کے تن بدن میں آگ لگی ہوئی ہے اور وہ اس لمحے تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک توہین رسالت کے مجرموں کو قرار واقعی سزا نہیں ملتی، مغربی طاقتیں معافی نہیں مانگتیں اور آئندہ کے لئے اپنے ''نیک چلن'' کی ضمانت نہیں دیتیں۔ ڈینش وزیر اعظم نے معافی مانگنے سے انکار کر دیا تھا اور صدر بش اور وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے اس کے ساتھ ٹیلی فون پر یکجہتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس عمل نے مسلمانوں کے جذبات پر تیل چھڑکنے کا کام کیا۔ لاہور شہر دیکھتے ہی دیکھتے میدان جنگ مین تبدیل ہو گیا۔ شہری اور صوبائی حکومتوں کو پہلے سے اندازہ نہ ہو سکا کہ کتنا بڑا طوفان امڈ چلا آ رہا ہے۔ پولیس عوام کی بجائے حکومت کی حفاظت پر تعینات کر دی گئی۔ گورنر ہاؤس اور ایوان وزیر اعلیٰ گھیرے میں لے لیے اور جو تھوڑی بہت فورس امن عامہ قائم کرنے کیلئے فیلڈ میں آئی، اس کی قیادتوں کے درمیان کشمکش ہونے کے باعث بڑی حد تک غیر موثر ثابت ہوئی۔ آپریشن، اور انوسٹی گیشن، ایک دوسرے سے تعاون کرنے کی بجائے ایک دوسرے کو ناکام بنانے کے حربے آزماتے رہے، چنانچہ لاہور 1977ء کے بعد بدترین ہنگاموں کی زد میں آ گیا۔ عمارتیں، گاڑیاں اور موٹر سائیکلیں نذر آتش کر دی گئیں، دکانیں لوٹی گئیں اور توڑ پھوڑ کے انتہائی تکلیف دہ مناظر دیکھنے میں آئے۔ ایس ایس پی آپریشن کا گلا دبا دیا گیا اور آنسو گیس کے شیل سو سے زائد شہریوں کو زخمی اور دو افراد کی موت کا باعث بنے۔ سہ پہر تک پاکستان کا سیاسی درجہ حرارت بہت اوپر چلا گیا تھا۔ عین اسی وقت پاکستان کے ایک تھنک ٹینک پائنا کے زیر اہتمام ''خاکوں کے خلاف مسلمانوں کے اجتماعی اقدامات'' راؤنڈ ٹیبل منعقد ہو رہی تھی جس میں ارباب فکر و دانش تیزی سے بھرتی ہوئی صورتحال پر تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ تمام شرکاء نے اس امر پر اتفاق کیا کہ مسلمانوں کی طرف سے غم و غصے کا اظہار ایک فطری عمل ہے، لیکن انہیں اپنے جذبات کے اظہار میں شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ جلاؤ گھیراؤ اور توڑ پھوڑ سے ہم اپنا ہی نشیمن جلا ڈالیں گے اور عالم اسلام کا امیج خراب ہو گا۔ جناب مجیب الرحمٰن شامی، ڈاکٹر وسیم صدیقی، جناب ایس ایم ظفر اور راقم الحروف نے اس بات کو غیر معمولی اہمیت دی کہ پورے مغرب کو اپنا دشمن بنا لینے کے بجائے مسلم امہ کو صرف ڈنمارک پر ہر نوع کا دباؤ ڈالنا چاہیے کہ شرارت کی ابتداء اس نے کی ہے اور وہاں کی ملکہ اور وزیر اعظم کا رویہ آنحضرت ﷺ اور اسلام کے بارے میں بڑا اہتک آمیز ہے۔ اس لیے فوری طور پر او آئی سی کا ہنگامی اجلاس منعقد ہونا

چاہیے اوراس میں ڈنمارک سے سفارتی اور تجارتی تعلقات منقطع کرنے کا فیصلہ کیا جائے۔ تیسرا نکتہ یہ طے پایا کہ او آئی سی اور اقوام متحدہ کی مشترکہ کوششوں سے عالمی قانون سازی کی جائے جس میں تمام ارکان ریاستوں کو اس امر کا پابند بنایا جائے کہ وہ دنیا کے جملہ مذاہب کے پیغمبروں اور بانیوں کی عزت و احترام کا قانون بنائیں گے اور پوری دیانت داری سے نافذ کریں گے۔ چوتھا نکتہ یہ ابھر کر سامنے آیا کہ مسلم حکمرانوں اور مسلم عوام کے درمیان اعتماد کا رشتہ قائم کیا جائے تا کہ عالمی طاقتیں ان کا وزن محسوس کریں۔ پروفیسر ڈاکٹر اکرم چودھری، جناب مواحد حسین شاہ اور پروفیسر ڈاکٹر مجاہد منصوری نے اسلامی ملکوں میں اعلیٰ درجے کے تھنک ٹینک قائم کرنے اور میڈیا کے میدان میں قابل افراد تیار کرنے پر زور دیا۔ یہ تجویز دی گئی کہ کسی تاخیر کے بغیر وفود یورپ بھیجے جائیں جو وہاں کی حکومتوں کو یہ احساس دلائیں کہ مسلمانوں کے پیغمبر کی توہین کا عمل دہرانے سے انکو بہت نقصان پہنچے گا اور تہذیبوں کے درمیان تصادم کے امکانات بڑھتے جائیں گے۔

جناب قیوم نظامی نے اس حقیقت کی بڑے موثر انداز میں نشان دہی کی کہ پاکستان میں جو ہنگامے ہو رہے ہیں، وہ انتہائی خطرناک شکل اختیار کر سکتے ہیں۔ ناموس رسالت کے تحفظ کا جذبہ اپنی جگہ بڑا طاقتور ہے، مگر اس میں ہمارے حکمرانوں کی غیر جمہوری پالیسیوں کے خلاف ردعمل کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔ جہاں جہاں حکومتیں اپنے عوام کی اچھی دیکھ بھال کرتی ہیں، وہاں لوگ توڑ پھوڑ کا راستہ اختیار نہیں کرتے اور اپنے مسائل کا اظہار تہذیب اور قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے کرتے ہیں ہمارے ہاں جمہوری اور مہذب احتجاج کو سرے سے کوئی اہمیت نہیں دی جاتی جس کے باعث دبے ہوئے جذبات نالوں کی صورت میں بلند ہوتے ہیں۔ پائنا لائبریری ہال میں حاضرین کے موڈ سے میں اندازہ لگا رہا تھا کہ وہ مستقبل قریب میں غیر معمولی تبدیلیوں کی گڑگڑاہٹ سن رہے ہیں۔ 1977ء میں ایک سیاسی تحریک آگے چل کر بہت بڑی مذہبی تحریک میں تبدیل ہو گئی تھی، جبکہ اس بار ایک زبردست تحریک ایک بلاخیز سیاسی تحریک میں تبدیل ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جنرل پرویز مشرف جس آتش گل سے چمن کے جل جانے کا خوف کھاتے رہے ہیں، وہ بھڑک اٹھی ہے۔

(روزنامہ جناح، 16 فروری 2006ء)

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر

بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر اجمل نیازی

ناموس رسالت کے لیے مظاہرہ یا پولیس مقابلہ

میں ابھی عشق رسول ﷺ کے حوالے سے کچھ اور لکھنا چاہتا تھا مگر ناموس رسالت ﷺ کے لیے کل کے مظاہروں میں جو کچھ ہوا۔ وہ سمجھ میں آتا ہے اور سمجھ میں نہیں بھی آتا۔ کچھ کہتے ہیں کہ یہ ایجنسیوں کے لوگ تھے۔ کچھ کہہ رہے ہیں کہ یہ شرپسند تھے اور تخریب کار تھے۔ کچھ انہیں دہشت گرد اور انتہا پسند کہہ رہے ہیں۔ کچھ کہہ رہے ہیں کہ یہ بے روزگاری مہنگائی بدامنی غریبی اور بدنصیبی سے تنگ آئے ہوئے لوگ تھے۔ تنگ آمد بجنگ آمد۔ مری روڈ پنڈی کے علاوہ لاہور کا مال روڈ، ڈیوس روڈ اور اس کے اردگرد کا علاقہ میدان جنگ کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ کوئی کچھ کہہ رہا ہے کوئی کچھ کہہ رہا ہے۔ سب کچھ کہا جا رہا ہے اور کچھ بھی نہیں کہا جا رہا۔

کہتے تھے کہ لیڈر شپ نہیں ہے۔ لیڈر کے بغیر لوگ گھروں سے کیسے باہر آئیں۔ مگر کل لوگ لیڈر کے بغیر گھروں سے باہر آئے اور اودھم مچا دیا۔ قیامت برپا کر دی۔ کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ اب یہ معاملہ رکے گا نہیں۔ لوگ ناموس رسالت ﷺ کے خلاف کارٹون بنانے والوں کے خلاف نعرے لگا رہے تھے۔ مظاہرے کے اوپر بار بار ایک جہاز گزرا تو لوگوں نے سمجھا کہ یہ کوئی سرکاری پرواز ہے۔ انہوں نے اسے جوتے دکھانے شروع کر دیئے۔ ایک قومی اخبار میں لکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ اس واقعے کو 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ کے ساتھ جوڑ کے دیکھ رہے تھے۔

ڈاکٹر شاہد مسعود اپنے ٹیلی وژن پر کہہ رہا تھا کہ ایک دن پہلے قذافی سٹیڈیم میں کرکٹ میچ کے لیے 25 ہزار سے زیادہ لوگ تھے اور کچھ بھی نہیں ہوا۔ کچھ دن پہلے میراتھن ریس پر مولویوں اور جماعت اسلامی والوں نے احتجاج کیا تھا مگر کچھ بھی نہیں ہوا۔ تو اب کیا ہو گیا ہے کیوں ہو گیا ہے۔ سوال ہی سوال ہیں اور جواب گم ہیں۔

وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی نے کہا ہے کہ مظاہرے سے پہلے مولوی صاحبان سے معاہدہ ہوا تھا کہ کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی۔ جلوس پرامن ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ مال روڈ پر کسی جلوس کو آنے کی اجازت نہیں دی گئی مگر ناموس رسالت کے لیے ہم بھی اتنے ہی غمزدہ ہیں اور ان کے ساتھ شریک ہیں۔ پولیس کو

بھی راستوں سے ہٹالیا گیا تھا۔ مگر معاہدے کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ بات ان کی بالکل ٹھیک ہے۔ مگر معاہدہ لیڈروں نے کیا تھا عام آدمی اور مشتعل مظاہرین کو کنٹرول کرنا حکومتی اداروں کی ذمہ داری تھی آخر کس نے انہیں روکا۔ دل نہیں مانتا کہ یہ ناموس رسالت کے پروانے تھے۔ رحمت اللعالمین سے محبت کرنے والے بے گناہ شہریوں، قومی اور پرائیوٹ املاک کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ تو پھر یہ پتہ لگانا کس کا کام ہے۔ کہ یہ لوگ کون تھے۔ مظاہرے میں داڑھی والے بھی تھے جو مولوی لگتے تھے۔ مگر پتلون شرٹ پہنے ہوئے بھی تھے۔ انہیں کوئی خوف بھی نہیں تھا۔ انہیں کسی نے بروقت روکا بھی نہیں۔

لگتا تھا کہ یہ ناراض لوگ تھے۔ اس معاشرے میں کوئی آسودگی نہیں کوئی سکھ چین نہیں، ڈاکے مارنے والے اور لوٹ مار کرنے والے لوگ بھی ایسے ہی ہیں۔ پولیس اہلکاران بھی ایسے ہی لوگ ہیں۔ جو اپنے پولیس افسران سے تنگ آئے ہوئے ہیں۔ نہ وسائل نہ آرام، نہ عزت نہ مقام، پولیس افسران کہہ رہے ہیں کہ پولیس اہلکار کی نااہلی ہے مگر یہ تو پولیس افسران کی نااہلی ہے۔ پولیس ملازمین تو غلام ہیں۔ جو افسران کی مرضی کے بغیر ہل بھی نہیں سکتے۔

اس موقع پر پولیس اہلکاران نے کچھ نہیں کیا۔ جبکہ وہ تو لوگوں کے آگے آگے بھاگ رہے تھے۔ جب مظاہرین کسی اور طرف چلے جاتے تھے تو پولیس والے شریف شہریوں پر لاٹھی چارج شروع کر دیتے تھے۔ کہ وہ ہمیشہ یہی کچھ کرتے ہیں۔ تصویر میں کئی پولیس والے ایک چھوٹے سے معصوم سے بچے کو گھیرے ہوئے ہیں جیسے کوئی دہشت گرد ان کے قابو میں آگیا ہو۔ بچہ ناموس رسالت کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔

مگر ہم ایس ایس پی لاہور عامر ذوالفقار کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہم انہیں کبھی بھی نہیں ملے نہ ملنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ وہ مظاہرین کے درمیان موجود رہے۔ زخمی ہوئے ان کا گلا دبایا گیا۔ انہوں نے لوگوں کے ساتھ نعرے لگائے اور تقریر کی کہ میں عشق رسول ﷺ میں تم سے کم نہیں ہوں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں مگر آپ تشدد نہ کرو۔ اب منتشر ہو جاؤ اور لوگ اس جگہ سے چلے بھی گئے۔ نیم بے ہوشی کی حالت میں انہیں لے جانے کے لیے پولیس والے آگے بڑھے مگر انہوں نے انکار کر دیا کہ میں چلا گیا تو پھر لوگوں کا کیا بنے گا۔ اس پولیس افسر کو میں سلام کرتا ہوں۔ ایک پولیس افسر کو مظاہرین کے آگے بھاگتے دیکھ کر مجھے وہ شخص یاد آیا جس نے بھاگتے ہوئے کہا کہ پچھلے چوک پر والد صاحب کو مار پڑ رہی ہے مگر میں عزت بچا کر آگیا ہوں۔ جبکہ دوسرا ایس ایس پی چودھری شفقات خود آنسو گیس گن چلا رہا

تھا۔ایک صحافی دوست میاں حبیب نے لکھا ہے کہ ایک پولیس افسر کا رویہ ہمدردانہ تھا دوسرے کا جارحانہ تھا۔جبکہ ڈی آئی جی لاہور خواجہ خالد فاروق نے کہا کہ ''ہم پولیس والے ناکام نہیں ہوئے'' کامیاب ہونے والے کبھی تردیدیں نہیں کیا کرتے۔اس موقع پر سابق ڈی آئی جی درویش صفت طارق سلیم ڈوگر بہت یاد آئے۔وہ ہوتے تو وہ بھی اپنے ایس ایس پی کے ساتھ کھڑے ہوتے۔لوگ بھی ان سے پیار کرتے ہیں۔

ناظم لاہور عامر محمود بھی مظاہرین میں پھنس گئے۔انہوں نے صوبائی وزیر قدسیہ لودھی اور ایم پی اے مصباح کوکب کی جان بچانے میں مدد کی۔انہیں بھی کہیں چھپ جانے کے لیے کہا گیا مگر وہ موجود رہے۔ انہوں نے کئی بار پوچھا کہ پولیس کہاں ہے۔عامر ذوالفقار اور عامر محمود اس موقع پر بھائی بھائی لگ رہے تھے۔کیا وہ بتائیں گے کہ عامر اور آمر میں کیا فرق ہے۔صوبائی حکومت کے اچھے کاموں میں رکاوٹ کون ڈالتا ہے۔انتظامیہ اور پولیس (بیوروکریسی) تکبر کی بجائے تدبر کا راستہ اختیار کیوں نہیں کرتی؟

آخر یہ کیا ہوا کہ ناموس رسالت ﷺ کے لیے مظاہرہ لوگوں اور پولیس والوں کے درمیان مقابلہ بن گیا۔نقصان عام لوگوں کا ہوا۔جن بے گناہ لوگوں کی جان و مال خطرے میں پڑ گئی۔ان لوگون کا کوئی تعلق تو گستاخانہ کارٹون بنانے والوں سے نہ تھا۔جن لوگوں کی موٹر سائیکلیں جلائی گئیں۔وہ مڈل کلاس کے لوگ تھے انہیں کے چالان ٹریفک پولیس کرتی ہے۔پولیس ملازمین بھی غریب طبقے سے ہوتے ہیں۔غریب ہی غریب کا دشمن کیوں ہے۔کچھ لوگ آزادانہ اسلحہ لے کر گھوم رہے تھے۔یہ صورتحال سنگین ہے۔پگڑیوں اور داڑھیوں والے تھے تو جین کی پتلونوں اور ٹی شرٹوں والے بھی تھے۔پی آئی اے کی ایک پرواز میں خاتون نے ڈنمارک کا بنا ہوا مکھن لینے سے انکار کر دیا۔دوسرے مسافر بھی اس کے ساتھ مل گئے ایک ہنگامہ سا ہو گیا۔مغرب والوں نے ہمیں ایک دوسرے کے خلاف کھڑا کر دیا ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت، 16 فروری 2006ء)

نماز اچھی، روزہ اچھا، حج اچھا، زکوۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ کٹ مروں جب تک میں خواجہ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

مولانا ظفر علی خان

مریم گیلانی

یہ آلِ رسول ﷺ ہیں؟؟

اسلام آباد میں 19 فروری کو ایم ایم اے کی جانب سے ڈنمارک کے اخبار میں شائع ہونے والے کارٹون کے خلاف احتجاج کیا گیا اس احتجاج کے واقعات اور ان کے اثرات سے میں اور آپ بخوابی واقف ہیں اور اس بارے میں بات کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی لیکن ایک بات جو کسی صورت سوچ پر اپنی گرفت کم کرنے کو تیار ہی نہیں وہ یہ ہے کہ اس احتجاج کا مقابلہ کرنے کو حکومت نے پوری پالیسی مرتب کر رکھی تھی۔ اسلام آباد میں ریلیوں پر پابندی عائد کر دی گئی تھی اور شہر کے اندر آنے والے راستوں پر ناکے لگے تھے پولیس تعینات تھی لیکن ناموس رسالت کے دیوانے ہر پابندی سے گزر کر اسلام آباد پہنچے۔ حکومت کی طرف سے کئے گئے اس آپریشن کی نگرانی سیکرٹری داخلہ سید کمال شاہ خود کر رہے تھے۔ بلکہ ایک نجی ٹی وی چینل نے اس سارے آپریشن کی کوریج دکھائی تو سیکرٹری داخلہ خود میدان میں کارفرما دکھائی دیئے۔ امن وامان کی صورتحال پر قابو رکھنے کے لیے وہ اپنی زیر نگرانی مظاہرین پر ربڑ کی گولیاں بھی چلوا رہے تھے اور وہ ہر ممکن اقدامات کرنے میں تندہی سے مصروف تھے۔ جو حکومتی پالیسی کے خلاف بڑھتا ہوا ہر قدم روک سکے۔ دل کو جس بات سے تکلیف پہنچی وہ یہ تھی کہ سیکرٹری داخلہ کا نام تھا ''سید کمال شاہ'' سید، سید ذہن بار بار چلانے لگا یہ سید ان لوگوں پر گولیاں چلوا رہا ہے جو اس کے نانا کی ناموس کے دیوانے ہیں یہ سید ہیں جو یہ ہی بھول گئے ہیں کہ وہ کس کی آل ہیں جو اپنی نسل ہی بھول گئے ہیں۔ جنہیں یہ احساس ہی نہیں کہ وہ لوگ جو اس وقت انہیں دشمن دکھائی دے رہے ہیں۔ دراصل حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔ جنہیں اوپر سے آنے والے احکامات کی تعمیل میں تو یہ بھی یاد نہیں کہ ان کے نام کے ساتھ سید کا یہ حصہ دراصل ان کے آل رسول اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

ذہن ابھی تک وہ منظر اور اس سے وابستہ اپنے جذبات فراموش نہیں کر سکتا چند دن پہلے میں نے اپنے ایک کالم میں کہا تھا کہ اب ہمارے حالات کچھ ایسے ہیں کہ محسوس ہونے لگا ہے کہ ہم کوفہ والے ہیں۔ لیکن اس وقت احساس نہیں تھا کہ ہم تو یزید کی فوج میں سے ہو جائیں گے۔ یہ کیسی حقیقت ہے جس

کو حلق سے اتارا ہی نہیں جا رہا۔ چار ٹکے کی نوکری اور چار دن کی زندگی میں کیا کشش تھی کہ سیکرٹری داخلہ نے دین بھی بھلا دیا اپنی نسل بھی بھلا دی۔ میں ابھی تک سمجھ نہیں پائی کہ وہ کون سی طاقت ہوتی ہے جو چند ہزار کی نوکری کو لوگوں کے لیے ان کے ضمیر پر مقدم کر دیتی ہے۔ کہ انہیں یہ بھی احساس نہیں رہتا کہ چند سال میں یہ نوکری تو خاک ہو جانے والی ہے لیکن جس وقت یہ نوکری اپنا دامن جھاڑ کر کسی بیوروکریٹ کے گھر کے آنگن سے اٹھتی ہے اس وقت اس شخص کے ہاتھ میں عمر کی ریزگاری ہی بچی ہوتی ہے۔ اور کانپتے قدموں پر ضمیر کے بوجھ برداشت کرنا بہت مشکل ہوا کرتے ہیں۔ لیکن ایسی کوئی بھی سوچ اس وقت سیکرٹری داخلہ کے چہرے سے ہویدا نہ تھی وہ تو صرف اس وقت اپنی نوکری سنوارنے کی کوششوں میں مشغول تھے۔ بنا سوچے کہ اس وقت حکومت کی چاپلوسی سے انہیں حاصل بھی کیا ہو سکتا تھا۔ بیوروکریسی کی معراج تو پہلے ہی ان کے پاس ہے، زیادہ سے زیادہ چند سال کہیں کنٹریکٹ پر ملازمت مل جائے گی لیکن جو اصل تھا وہ تو اس خواہش کی گرد میں کہیں کھو گیا۔

لیکن پھر خیال آتا ہے کہ اس سب میں سیکرٹری داخلہ کا تو کوئی قصور ہی نہیں یہ تو اس علاقہ کا اس خطے کا دستور ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ رہ رہ کر ایک ہزار سال سے زائد کے عرصے میں ہم اپنا آپ تو بھلا ہی چکے ہیں اور برصغیر کی تقسیم نے اس میں کچھ ایسا فرق بھی نہیں ڈالا تاریخ آج بھی اپنا چہرہ ڈھانپے بیٹھی ہے کہ ہندوستان کے ہی فوجیوں نے خانہ کعبہ پر گولیاں چلائی تھیں تو یہ تو ایک بہت معمولی واقعہ ہے اور پھر سیکرٹری داخلہ تو ربڑ کی گولیاں چلا رہے تھے۔ جس کے لگنے سے کوئی مرتا بھی نہیں ہاں کسی کی آنکھ ضائع ہو جائے یا دوسرا کچھ نقصان ہو جائے تو کم از کم ان کی نیت پر شبہ نہیں ہو سکتا۔

احساس اس واقعے کے بعد سے ایک عجب شرمندگی کا شکار ہے کہ آل رسول نے کیا رنگ زمانے سے مستعار لے لیا ہے کہ انہیں اپنے نانا کی شان میں گستاخی کرنے والوں پر غصہ نہیں آتا لیکن جو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایسی جرأت ایسی جسارت کرنے والوں کے خلاف احتجاج کریں ان پر یہ لوگ ربڑ کی گولیاں چلواتے ہیں انہیں روکنے کے لیے حکمت عملی وضع کرتے ہیں۔ ان کے راستے روکے جاتے ہیں صرف ایسا ہے کہ یہ ایک پٹھو حکومت کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ یہ اپنے نام ہی بھول گئے ہیں بس یاد ہے تو صرف اتنا کہ طاقتور کی دوستی میں ہمیشہ فائدہ ہوا کرتا ہے۔ حکمران کی خوشنودی پر منہ موتیوں سے بھرے جاتے ہیں اور جھولیوں میں کنٹریکٹ کی نوکریاں کلکاریاں مارتی ہیں لیکن ضمیر پر پکے زنگ آلود تالے ہوتے ہیں اور احساس کن پھندوں میں جھولتا ہے یہ کسی کو بھی یاد نہیں میں اور آپ اس افسوس کے دلدل میں پھنسے ہیں کہ آل رسول اپنا فرض بھول گئی وہ خوش ہیں کہ نوکری بن گئی جانے کیا ہونے والا ہے؟

(روزنامہ جناح، 25 فروری 2006ء)

عطاء الرحمٰن

خفیہ ہاتھ

1947ء میں جب تحریک پاکستان عروج پر تھی۔ کانگریس کی آزادی ہند کی تحریک بھی آخری مراحل پر تھی، پرجوش بھی تھی۔ دونوں تحریکوں کے عوام اور کارکنان ایک دوسرے کے ساتھ تناؤ رکھتے تھے اور دونوں کا ٹکراؤ وقت کی سب سے بڑی حکومتی اور عالمی طاقت سلطنت برطانیہ سے بھی تھا۔ جلسے ہوتے تھے۔ جلوس نکلتے تھے۔ ہنگاموں کی خبریں عام تھیں۔ مال روڈ لاہور تب بھی سیاسی مظاہروں کا مرکز ہوتی تھی۔ جگہ جگہ فسادات پھوٹ رہے تھے۔ سکھوں کے لیڈروں ماسٹر تارا سنگھ نے پنجاب اسمبلی کے صدر دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر کرپان لہرائی تھی۔ "راج کرے گا خالصہ" کا نعرہ بلند کیا تھا۔ مسلمانوں کو چیلنج کیا تھا۔ خانہ جنگی کا ماحول تھا۔ ان حالات میں بھی پنجاب اسمبلی کی عمارت کو کوئی گزند نہ پہنچا۔ لاہور کی انتظامیہ مستعدی کا مظاہرہ کرتی تھی۔ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے ایک دوسرے کے مخالف مظاہرین اور حکومت کے خلاف نعرہ بلند کرنے والے سب اپنی اپنی سیاست طاقت کے اظہار میں کمی نہیں رہنے دیتے تھے۔ مقامی حکومت اور پولیس انہیں روکنے یا حدود کے اندر رکھنے میں پیچھے نہ رہتی تھی۔ ان سرگرمیوں کی کوکھ سے دو انقلاب برآمد ہوئے۔ دونوں عہد ساز تھے۔ دونوں اپنے اثرات و نتائج اب تک دکھا رہے ہیں۔ پاکستان کی شکل میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست وجود میں آئی۔ جو ہماری کوتاہ اندیشی کی وجہ سے دولخت ہو جانے کے باوجود آج بھی خدا کے فضل سے مسلمانوں کی واحد ایٹمی طاقت ہے۔ بھارت بھی آزاد ہوا۔ رقبے اور آبادی کے لحاظ سے جنوبی ایشیا کا سب سے بڑ املک ہے۔ اگست 1947ء سے پہلے کے ایام بلکہ ہفتے اور مہینے یہ آخری حد تک ہنگامہ خیز دور تھا۔ تبدیلی حالات کا اتنا بڑا سیلاب بھی شاید لاہور کی مال روڈ پر وہ منظر پیدا نہ کر سکا۔ جو پرسوں منگل 14 فروری کو نظر آیا۔ پنجاب اسمبلی کی محفوظ ترین عمارت کو آگ لگ گئی۔ کئی دوسری اور اہم عمارتیں نذر آتش ہوئیں بنک لوٹے گئے۔ گاڑیاں اور موٹر سائیکلیں شعلوں میں تبدیل ہو گئے۔ لاہور کی انتظامیہ اور پولیس آخری حد تک بے بس نظر آئی۔

1977ء میں بھٹو مخالف نظام مصطفیٰ والی تحریک پاکستان کی اب تک کی تاریخ میں شاید سب سے

بڑی تھی۔ روز جلوس نکلتے تھے۔ مظاہرے ہوتے تھے۔ ہنگاموں میں بھی تبدیل ہو جاتے تھے۔ بھٹو کی مضبوط کرسی والی حکومت کے پاؤں اکھڑ کر رہ گئے تھے۔ 13 اپریل 1977ء کے دن تو مال روڈ لاہور پر پولیس اور تحریک کے لیڈروں، کارکنان اور اس میں شریک عوام کے مابین محاذ آرائی کا وہ عالم تھا کہ کسی نے دیکھا نہ سنا۔ اس سب کے باوصف پنجاب اسمبلی کی عمارت کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ نہ کوئی بنک لوٹا گیا۔ نہ آن واحد میں درجنوں گاڑیاں اور ان گنت موٹر سائیکل آتش زنی سے خاکستر ہوئے۔ پھر پرسوں اچانک کیا ہو گیا۔ اگر حکومت اور اس کی ایجنسیاں پیش آمدہ صورت حال کا پہلے سے اندازہ نہ لگا سکیں تو انہیں برملا اپنی نا اہلی کا اعلان کرنا چاہئے۔ تاکہ قوم یہ ذمہ داری زیادہ بہتر افراد کے سپرد کر سکے۔ اگر حکومت کے متعلقہ ادارے پوری طرح باخبر تھے۔ اس کے باوجود پولیس تماشائی بن کر دیکھتی رہی جیسا کہ کئی ایک خبروں سے مترشح ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ لاہور کے ضلعی ناظم میاں عامر محمود نے بھی اسے ذمہ دار ٹھہرایا ہے تو قوم پوچھنے کا حق رکھتی ہے کہ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناموس کے تحفظ کی خاطر کی جانے والی ہڑتال اور جلوس کو اتنے بڑے آتشیں ہنگامے کی نذر کیوں ہونے دیا گیا۔ پنجاب اسمبلی کی عمارت کو آگ لگنے کی عالمی خبر بن جانے کے واقعے کی پیشگی اور موثر روک تھام نہ کر کے اس پاکیزہ اور اعلیٰ و ارفع مقصد والی تحریک کو بدنام کیوں کیا گیا۔

جن 22 مذہبی تنظیموں نے ہڑتال کی اپیل کی تھی۔ ان کی جو بھی قیادت تھی وہ لاہور کی جانی پہچانی شخصیات ہیں۔ ان کی جیسی بھی مضبوط تنظیمیں اور منظم جماعتیں ہیں ان کا احوال کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ یہ بہت مخلص لوگ ہیں۔ حُب نبوی کے جذبے سے سرشار ہیں۔ ان میں سے ایک کے پاس بھی نہ اس نوعیت کا نیٹ ورک ہے نہ اس طرح کے تربیت یافتہ کارکن ہیں جو لاہور کی پولیس اور انتظامیہ کی آنکھوں میں راکھ جھونکتے ہوئے آن واحد میں پنجاب اسمبلی کی عمارت میں داخل ہو کر آگ بھڑکا دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہڑتال کی اپیل اور اسے منظم کرنے والوں کا یہ مقصد بھی نہ تھا۔ یہ حکومتی اداروں کا فرض تھا کہ وہ اس عظیم الشان مقصد اور پاکیزہ جذبے کے تحت برپا کی جانے والی تحریک، ہڑتال اور جلوس کو پر امن رہنے میں مدد دیں۔

جس محسن انسانیت ﷺ کی ذات گرامی کی حرمت کے تحفظ کی خاطر پاکستانی قوم کے جذبات دنیا تک پہنچانے کے لئے لوگ سڑکوں پر آئے ہیں۔ دکانداروں نے ہڑتال کی ہے۔ اسے متشدد شکل اختیار کرنے سے بچانے کی ہر ممکن کوشش اہل حکومت اور انتظامیہ کا بہت بڑا فریضہ تھا۔ کیا حکومتی ایجنسیاں اور پولیس شر پسند عناصر کو نہیں پہچانتیں۔ کیا ان کے ہتھکنڈوں سے واقفیت نہیں رکھتیں۔ نوائے وقت کے صفحہ اوّل پر چھپنے والی ایک خبر میں سوال اٹھایا گیا ہے۔

”کالی قمیض، جین کی پینٹ لمبے لمبے بالوں والا نوجوان کون تھا۔ جس نے شاہراہ قائداعظم پر الفلاح بلڈنگ میں قائم سٹی بنک اور یونائیٹڈ بنک میں ڈنڈے سے توڑ پھوڑ کی۔ الفلاح بلڈنگ کے سامنے کھڑی گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کو توڑنے کے بعد ایک گاڑی اور دو موٹر سائیکلوں کو آگ لگادی۔ اس پراسرار نوجوان کی معاونت پانچ چھ افراد کی ایک ٹولی کر رہی تھی یہ نوجوان اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مسلسل 40 منٹ تک تخریبی کاروائیاں کرتا رہا اور پولیس دور کھڑی تماشائی بن کر اس صورتحال کا مظاہرہ کرتی رہی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جس وقت الفلاح بلڈنگ کے سامنے یہ تمام کاروائی ہوتی رہی اس وقت تک ریلی ہائی کورٹ چوک تک بھی نہیں پہنچی تھی۔“

اس وضع قطع اور کردار کے لوگ مذہبی جماعتوں کے پاس نہیں ہیں۔ تو کیا کوئی خفیہ ہاتھ کارفرما تھا جس کے آگے پولیس اور انتظامیہ بے بس تھی۔ یہ اہم سوال ہے۔

اس میں شک نہیں جلوس میں شامل عام آدمی کا غصہ بھی دیدنی تھا۔ توہین رسالت کی وجہ سے مسلمانوں کے جذبات فطری طور پر بھڑکے ہوئے ہیں۔ اس پر مستزاد شمالی وزیرستان میں بار بار کے امریکی طیاروں کے حملے اور ان کے سامنے حکومت کی بے بسی، جلتی پر تیل کا کام مہنگائی خاص طور پر چینی کے غیر معمولی تناسب سے بڑھتے ہوئے دام۔ غریب کیا متوسط طبقوں کے لئے اس گرانی کا بوجھ برداشت کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ گھریلو خواتین تک کی زبانوں پر تبصرہ رواں ہے کہ بیشتر شوگر ملوں کے مالکان بڑے بڑے وزیر اور صوبائی حکمران ہیں دوسری طرف بیرون ملک خاص طور پر ہماری سرحدوں پر چیلنج ہے کہ بڑھتا جارہا ہے۔ ان حالات میں قوم کی توقعات پر صحیح معنوں میں اس کی نمائندگی کرنے والا ہی پورا اتر سکتا ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت، 16 فروری 2006ء)

امام قرطبی علیہ الرحمۃ تفسیر قرطبی میں لکھتے ہیں

اکثر علماء نے فرمایا کہ ذمی جب حضور ﷺ کو گالی دے یا کسی بھی طریقے سے آپ ﷺ کی قدر و منزلت کو کم کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

(تفسیر قرطبی: جلد: ۸، صفحہ: ۸۳)

چودھری فواد حسین

میں نے لاہور جلتے دیکھا

14 فروری 2006ء منگل میرے لئے دوسرے عام دنوں کی طرح ایک روٹین کا دن تھا۔ ہم وکیلوں میں کوئی اور اچھی بات ہو نہ ہو اتنا ضرور ہے کہ ہمارا دن بہت جلد شروع ہو جاتا ہے صبح آٹھ بجے ہر وکیل کو عدالت میں پہنچنا ہی پڑتا ہے۔ کیونکہ کم از کم ہائیکورٹ میں جج صاحبان آٹھ بجے صبح عدالت شروع کر دیتے ہیں۔ رات کو کسی نے مجھے بتایا کہ شاید لاہور میں کل ڈنمارک میں توہین رسالت پر مبنی خاکوں کی اشاعت کے خلاف ہڑتال ہے۔ لیکن یہ تو نارمل بات تھی۔ صبح عدالت جاتے ہوئے پورے شہر میں آویزاں بینر ہڑتال اور احتجاج کا اعلان کر رہے تھے۔ یہ تمام بینر ایک عبارت اور ایک ہی سٹائل کے تھے کوئی بھی آدمی اس نتیجے پر پہنچ سکتا تھا کہ یہ بینر ایک ہی جگہ سے لکھوائے گئے تھے۔ تقریباً ساڑھے دس بجے تک سڑکوں پر ٹریفک نارمل تھی۔ ہمارا دفتر مال روڈ پر سٹیٹ بنک بلڈنگ کے بالکل ساتھ ہے۔ دوپہر ساڑھے بارہ بجے جب میں ہائیکورٹ کے فین روڈ گیٹ سے نکل کر مال روڈ اپنے دفتر کی طرف آرہا تھا کہ مال روڈ پر چند سو لوگوں پر مشتمل ایک جتھہ نظر آنا شروع ہوا۔ یہ لوگ نعرے لگا رہے تھے میں نے اس جتھے پر اتنی توجہ نہیں دی اور فرسٹ فلور پر اپنے دفتر چلا گیا۔ کچھ ہی دیر بعد نعروں کی آواز نے مجھے اور راجہ عامر کو مجبور کر دیا کہ ہم باہر ٹیرس پر جائیں۔ میرے دفتر کے کچھ وکیل پہلے ہی وہاں کھڑے تھے باقی لوگ بھی ٹیرس پر آ گئے۔ جو جلوس گزر رہا تھا وہ ہزار کے قریب لوگ ہوں گے۔ ان میں بہت بڑی تعداد مدرسے کے طالب علموں کی تھی لیکن پندرہ سے اٹھارہ سال کے کم عمر بچے جنہوں نے پینٹ قمیض پہنی ہوئی تھی اور سر پر سفید رنگ جس پر تلوار کا نشان تھا کی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں بڑی تعداد میں تھے۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے کچھ لوگوں نے اشارہ کیا کہ وہ دفتر کھلا ہے ہڑتال کے باوجود اس پر نیچے سے ہماری طرف پتھر پھینکتے گئے ہم سب لوگ پیچھے کی طرف ہٹے اسی دوران چند بڑی اینٹیں ہمارے دفتر کے دروازے پر آ کر لگیں، باہر لگی ٹیوبیں ٹوٹ گئیں۔ چند لوگ ہمارے دفتر کے نیچے دوائیوں کی ایک مشہور دکان میں گھسنے کی کوشش کر رہے تھے۔ چند برس قبل ہماری بلڈنگ جو گنگا رام بلڈنگ کہلاتی ہے، ہم لوگوں نے حکومت پنجاب کے تعاون سے اس کی تزئین نو کی تھی۔ بلڈنگ کے سامنے فٹ پاتھ پر خوبصورت لائٹیں لگائی گئی تھیں جلوس میں شامل لوگوں نے ان لائٹوں کو اکھاڑ دیا۔ اس جلوس میں شامل ہر آدمی کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا ہم

لوگوں نے تیسرے فلور کی چھت پر جانے کا فیصلہ کیا کیونکہ ڈر تھا کہ پتھراؤ سے کوئی زخمی نہ ہو جائے۔ تیسرے فلور کی چھت پر سے میں نے جو مناظر دیکھے کم از کم میں نے اپنی زندگی میں اتنا خوف محسوس نہیں کیا۔ جلوس میں شامل نوجوان ہمارے سامنے ایک ریسٹوران میں گھسے پولیس دیکھ رہی تھی پولیس اور لوگوں کی موجودگی میں اس ریسٹورنٹ پر حملہ ہوا اس پرانی بلڈنگ کو جو خوبصورت طریقے سے بحال کی گئی تھی آگ لگا دی گئی آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اس کے بعد بعض لوگ ڈنڈے لے کر ایک دوسرے ریسٹورنٹ کی طرف بڑھے اور ہماری آنکھوں کے سامنے اس ریسٹورنٹ کو آگ لگا دی۔ مال روڈ کی سب سے خوبصورت عمارت دیال سنگھ مینشن ہماری آنکھوں کے سامنے تباہ ہو رہی تھی آگ نے جلد ہی ساتھ والی عمارت کو بھی گھیر لیا۔ دائیں جانب اسلحہ کی دکانیں تھیں ہر شخص دعا کر رہا تھا کہ یہ آگ اسلحے کی دکانوں پر پہنچنے سے پہلے بجھ جائے۔ اب یہ لوگ کاروں کے ایک شوروم کی طرف بڑھے ڈسپلے پر لگی ہوئی نئی گاڑیوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ پھر یہ لوگ ایک الیکٹرونکس شاپ اور موبائل فونوں کی دکانوں کے تالے توڑ کر لوٹ مار میں مصروف تھے ہر طرف دھواں اور جلنے کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ لاہور کی خوبصورت مال روڈ ایک قدیم قبرستان کا منظر پیش کر رہی تھی۔ لاہور میری آنکھوں کے سامنے جل رہا تھا۔ پنجاب اسمبلی اور باقی جگہوں پر جو کچھ ہوا وہ ہمیں ٹیلی فون کے ذریعے پتہ چلتا رہا۔ ہم تمام لوگ جن میں خواتین بھی شامل تھیں اپنے دفتر کی عمارت میں محبوس ہو کر رہ گئے۔

یہ لوگ کون تھے یہ ایک اہم سوال ہے۔ پہلی بات جو لاہور میں لگے بینر بتاتے ہیں کہ اس ہڑتال کی کال قومی تاجر اتحاد اور علماء نے دی تھی۔ تین جھنڈے جلوس میں نمایاں تھے۔ جماعت الدعواۃ ایک کالعدم تنظیم ہے۔ جمیعت علمائے پاکستان اور جماعت اسلامی۔ پھر حکومت جو چاہے تو میراتھن کے پاس ایک مکھی پر نہیں مارتی۔ آصف زرداری اور شہباز شریف تو کیا خود بے نظیر اور نواز شریف جلوس نکالیں تو چند سو لوگوں سے زیادہ لاہور نہیں پہنچ سکتے۔ پھر پولیس اور قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کا رویہ، جب احکامات ملے تو بہت دیر ہو چکی تھی مال روڈ پر تباہی و بربادی کے مناظر تھے۔ پولیس کو ان لوگوں کو بھگانے میں آدھا گھنٹہ بھی نہیں لگا پھر آخر کیوں ان لوگوں کو اس کھلی لوٹ مار کی اجازت دی گئی۔

(روزنامہ جنگ، 18 فروری 2006ء)

لا مکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی ﷺ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء الحق قاسمی

شرمناک مظاہرے

تین روز پیشتر لاہور اور پشاور میں مظاہرین نے عوامی اور سرکاری املاک کے ساتھ وہی سلوک کیا جو ہر دور کے آمر عوام کے منتخب نمائندوں آئین، پارلیمنٹ اور دوسرے قومی اداروں کے ساتھ کرتے چلے آئے ہیں۔ ہماری نئی نسل نے آمریت کے اسی ماحول میں آنکھ کھولی ہے اور وہ اسی میں پلے بڑھے ہیں۔ چنانچہ انہیں احتجاج کے جمہوری رویوں سے کچھ زیادہ آشنائی نہیں ہے۔ اس نسل نے اداروں کی ٹوٹ پھوٹ دیکھی ہے۔ قانون کی بے حرمتی کے تناظر دیکھے ہیں۔ آئین کو بوٹوں تلے پامال ہوتے دیکھا ہے، سو جو کچھ ہم نے انہیں دیا تھا وہ انہوں نے ہمیں لوٹا دیا ہے اور یوں حساب برابر ہو گیا ہے۔

مگر سیاسی حلقے اس ہنگامہ آرائی کی اور بھی بہت سی توجیہات اور مفروضے پیش کرتے ہیں۔ ایک حلقے کا خیال ہے کہ مہنگائی، بیروزگاری اور لاقانونیت کے ستائے ہوئے عوام کو اپنے کتھارسز کا موقع ملا اور انہوں نے اپنے اندر جمع برسوں کا غصہ توڑ پھوڑ، لوٹ مار اور آتش زنی سے اتارا، نیویارک کے ایک علاقے میں ایک دفعہ نسلی فسادات پھوٹ پڑے اور مشتعل ہجوم نے بہت بڑے پیمانے پر تباہی پھیلائی، حکومتی ادارے اس سانحہ پر بہت حیران تھے کیونکہ اس علاقے میں گورے اور کالے بہت محبت اور یگانگت سے رہتے چلے آ رہے تھے تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ اس علاقے میں صحت وصفائی کے انتظامات ایک عرصے سے بہت خراب تھے جس کے نتیجے میں پیدا ہونیوالی بے چینی نے نسلی فسادات کی شکل اختیار کر لی چنانچہ متذکرہ حلقے کا خیال ہے کہ پاکستان کے حالیہ ''فسادات'' بھی اسی نوع کی بے چینی کا نتیجہ ہیں۔

جبکہ ایک دوسرے حلقے کے نزدیک کوئی خفیہ ہاتھ سرگرم عمل ہو گیا ہے جو جنرل پرویز مشرف کو سیاسی منظرنامے سے ہٹانا چاہتا ہے، کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ مقصد جنرل صاحب کو منظرنامے سے ہٹانا نہیں بلکہ کچھ مزید مطالبوں کی تکمیل کے لیے ان پر دباؤ ڈالنا ہے۔ ایک حلقے کا اندازِ فکر یہ بھی ہے کہ یہ سب کچھ حکومت کے ایماء پر ہوا ہے۔ حکومت اپنی سرپرست مغرب کی حکومتوں کو یہ تاثر دینا چاہتی ہے ہے کہ پاکستان میں ''مذہبی جنونی'' مغرب کے مفادات کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں۔ چنانچہ انہیں قابو

میں رکھنے کے لیے موجودہ حکومت کا زیادہ سے زیادہ دورانیہ ضروری ہے۔ ایک مفروضہ یہ بھی ہے اور یہ حکومتی ہے کہ ''معاشی ترقی'' کے انڈیکیٹر اور غیر ملکی سرمایہ کاری کے متوقع رجحان کے نتیجے میں پاکستان کچھ ملکوں کی نظروں میں کھٹکنے لگا ہے چنانچہ یہ ''فسادات'' سرمایہ کاری کے رجحانات کو روکنے کے لیے کراوائے گئے ہیں۔ اس طرح حساس اداروں نے بھی اپنی رپورٹ میں یہ اشارہ دیا ہے کہ میچ کے بہانے داخل ہونے والے تماشائیوں میں را کے ایجنٹ بھی تھے اور یہ ساری تباہی انہوں نے مچائی ہے۔

متذکرہ بالا وجوہات دراصل وجوہات نہیں، محض مفروضے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ان تمام افسوسناک واقعات کی ذمہ داری ان حکومتی ایجنسیوں پر عائد ہوتی ہے جو سیاست دانوں کی ایک ایک بات اور ان کی ہر نقل وحرکت کی جزئیات تک سے تو واقف ہوتے ہیں مگر تخریب کاروں اور ملک دشمنوں کی سرگرمیاں ان کی نظروں سے اوجھل رہتی ہیں۔ لاہور اور پشاور میں جو کچھ ہوا اس کی منصوبہ بندی اور ایجنٹوں کی نقل وحرکت کیا اتنی خفیہ تھی کہ ''خفیہ والے'' ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکے؟ یہ ایک لمحہ فکریہ ہے، کاش ہماری ایجنسیاں پاکستان دشمنوں کا بھی اسی طرح پیچھا کرسکیں جس طرح وہ امریکی دشمنوں کا کرتی ہیں۔ کچھ نہ کچھ حق تو آخر اپنے وطن کا بھی ہوتا ہے.......... ہوتا ہے نا!

(روزنامہ جناح، 19 فروری 2006ء)

توہین رسالت اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جس نے حضور ﷺ کو گالی دی تھی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا پھر فرمایا جو اللہ کو یا کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کردو۔

(جواہر البحار، جلد: ۳، ص: ۲۴۰، الصارم المسلول، ص: ۱۹۵)

کلکِ رضاؔ ہے خنجر خونخوار برق بار
اعدا سے کہدو خیر منائیں نہ شر کریں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ہمراز نذیر

سبق

پشاور اور لاہور میں ہونے والے مظاہروں کی توڑ پھوڑ اور کراچی کے اس پُر امن مظاہرے میں جو فرق ہے اسے ساری دنیا نے محسوس کیا۔ کراچی کا جلوس پشاور اور لاہور کے جلوسوں سے مجموعی طور پر بھی بڑا تھا۔ کراچی شہر بدامنی، دنگے فساد اور دہشت گردی کی کاروائیوں کے حوالے سے لاہور اور کراچی کی کاروائیوں سے کہیں زیادہ معروف ہے۔ پھر لاہور اور پشاور میں اتنی توڑ پھوڑ کیوں ہوئی؟ ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ لاہور اور پشاور دونوں شہروں میں جلوسوں کا انتظام کرنے والے موقع پر کہیں دکھائی نہیں دیئے جبکہ کراچی میں جلوس کے منتظمین آخری لمحے تک جلوس کی قیادت کرتے رہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ کراچی میں جلوس کے منتظمین کی بھاری اکثریت غیر سیاسی تھی۔ جو علمائے کرام جلوس کی قیادت کر رہے تھے ان کی سرگرمیوں کا دائرہ عمومی طور پر دینی تعلیمات تک محدود رہتا ہے۔ وہ سیاسی خیالات ضرور رکھتے ہوں گے مگر کسی مخصوص سیاسی جماعت کا حصہ نہیں ہیں۔ جبکہ لاہور اور پشاور میں جلوسوں کے انتظام کرنے والوں میں بیشتر ایسے تھے۔ جن کی سیاسی وابستگیاں سب کے سامنے ہیں۔ لاہور میں تو سیاسی جماعتوں کے لیڈروں نے باضابطہ اپنے کارکنوں کے ہمراہ جلوس میں شرکت کی اور سیاسی نعرے لگائے۔ یہاں تک بھی ہوا کہ جلوس کے راستوں سے گزرنے والے عام شہریوں کو ڈنڈے کے زور پر روک کر مجبور کیا کہ وہ حکومت کے خلاف نعرے لگائیں ورنہ انہیں زدوکوب کیا جائے گا یا ان کی موٹر سائیکلیں یا گاڑیاں توڑی جائیں گی۔ چنانچہ لوگوں کو مجبوراً حکومت کے خلاف نعرے لگانا پڑے۔ ایک ایسا جلوس جو تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ کے نام پر نکالا گیا ہو۔ اس کے شرکاء کبھی شہریوں کو سیاسی نعروں پر مجبور نہیں کرتے۔ جس کی مثال کراچی کے جلوس کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ لاہور کے جلوس میں یقینی طور پر سیاسی مقاصد رکھنے والے کارکنوں کو مخصوص عزائم کے تحت سڑکوں پر لایا گیا۔

ایک اور مذہبی سیاسی جماعت، جس نے لاہور میں میراتھن دوڑ بزورِ قوت روکنے کا اعلان کر رکھا تھا۔ لاہور کی انتظامیہ سے اپنی ناکامی کا بدلہ لینے پر تلی ہوئی تھی۔ اس جماعت نے اپنے جن نوجوان کارندوں کو میراتھن ریس میں دہشت گردی کے لیے تیار کیا تھا۔ لاہور کی پولیس نے وقت سے پہلے

انہیں دبوچ لیا اور میراتھن ریس کامیابی کے ساتھ منعقد ہوگئی۔ یہ لوگ لاہور کی پولیس سے حساب چکانے کے لیے موقع کی تلاش میں تھے۔ ناموسِ رسالت ﷺ کے جلوس میں انہوں نے کھل کر اپنا حساب چکائے۔ اور شہر میں آتش زنی اور لوٹ مار کر کے ثابت کیا کہ وہ پولیس کو سبق سکھانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ بعض اطلاعات کے مطابق لاہور کے جلوس میں بعض کالعدم انتہا پسند تنظیموں کے کارندے بھی سرگرم رہے۔ خصوصاً میراتھن ریس روکنے پر مامور نوجوانوں کے دستے جنہیں ''سازوسامان'' دے کر پوری طرح سے تیار کیا گیا تھا۔ وہ ماہرانہ انداز میں آگ لگانے اور لوٹ مار کرنے میں سرگرم رہے۔ خفیہ ایجنسیوں کی اطلاعات کے مطابق 35 کے قریب لڑکوں کا ایک گروپ موٹر سائیکلوں پر گشت کرتا ہوا نشانے تلاش کرتا اور اس گروپ کے اندر دو چار لڑکے پٹرول اور آگ لگانے کا سامان لے کر منتخب نشانے پر حملہ آور ہوتے اور دیکھتے ہی دیکھتے آگ لگا کر بھاگ جاتے۔ اس گروپ کی قیادت ایک جیپ میں بیٹھے ہوئے باریش نوجوان کر رہے تھے۔ جو کمانڈوز کی وردیوں میں ملبوس تھے۔ ان جیپ پر ایک کالعدم انتہا پسند تنظیم اور ایک مذہبی سیاسی جماعت کے پرچم بھی لہرا رہے تھے۔ اس گروپ کو کاروائیوں کے دوران پٹرول کی فراہمی باقاعدگی سے جاری رہی۔ ان کے پاس فائر کریکرز اور دوسرے جدید ہتھیار بھی موجود تھے۔ اسی طرح پشاور میں بھی انتہا پسند تنظیموں کے تربیت یافتہ کارکنوں نے تخریب کاریوں میں حصہ لیا۔ تاثر یہ دیا گیا کہ یہ افغان مہاجرین تھے جبکہ کیمپوں میں پڑے افغان مہاجرین ایسی ماہرانہ کاروائیوں کے اہل نہیں ہیں۔ درحقیقت یہ بھی وہی لوگ تھے جو لاہور میں تخریب کاریوں کے مرتکب ہوئے۔

لاہور اور پشاور کے تجربوں سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ پاکستان کا پرامن سیاسی کلچر جو تحریک آزادی کے وقت سے لے کر پی این اے کی تحریک تک کسی نہ کسی شکل میں باقی تھا۔ اب وہ ختم ہو چکا ہے۔ پُرامن سیاسی مظاہرے خود منتظمین کے اختیار میں بھی نہیں رہ گئے۔ کراچی کا بڑا مظاہرہ اس لیے پُرامن رہا کہ وہاں حکومت میں شامل ایک جماعت کا تنظیمی ڈھانچہ بہت مضبوط ہے۔ جس نے پولیس کے ساتھ مل کر جلوس میں شامل ہونے والوں کو چھان بین کی دوہری چھلنی میں سے گزارا۔ جلوس کی قیادت کرنے والوں اور اس کے شرکاء اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر ان کی طرف ذرا بھی شر پسندی ہوئی تو جواب میں پولیس کے ساتھ ساتھ حکومت میں شریک سیاسی تنظیم کے لوگ بھی ان پر پل پڑیں گے اور پھر ان کی وہ درگت بنے گی جسے وہ کبھی بھلا نہیں پائیں گے۔ لیکن ملک کے دوسرے حصوں میں ایسے منظم اور مسلح سیاسی گروہ موجود نہیں ہیں اور خدا کرے کہ پاکستانی معاشرہ اس طرح کی سیاسی تنظیموں سے محفوظ رہے۔ آئندہ شہریوں کی جان و مال کو تحفظ دینے کے لیے ضروری ہے کہ سیاسی مظاہروں کو پُرامن رکھنے

کے لیے نئے قوانین اور ضابطے مرتب کئے جائیں۔ ایسے تمام راستوں اور علاقوں کو سیاسی مظاہروں کے لیے ممنوع قرار دیا جائے۔ جہاں نجی اثاثوں کو آسانی سے نقصان پہنچایا جا سکتا ہو۔ جلسے اور جلوسوں کے لیے شہروں سے باہر کھلے مقامات مخصوص کئے جائیں اور ان کے علاوہ کسی جگہ اجتماعات کی اجازت نہ دی جائے۔ یہ قوانین اور ضابطے اتفاق رائے سے تیار ہونا چاہئیں اور ان پر عملدرآمد کے انتظامات پر بھی اتفاق رائے ہونا چاہیے اور اس کے بعد خلاف ورزی کرنے والوں کے ساتھ کسی قسم کی رورعایت کی گنجائش باقی نہ رہنے دی جائے۔ لاہور اور پشاور کے حالیہ مظاہروں سے یہ یہی سبق حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(روزنامہ جناح، 19 فروری 2006ء)

فقیہ قاضی خان کہتے ہیں

''کسی شیء میں حضور ﷺ پر عیب لگانے والا کافر ہو جائے گا۔ اسی طرح بعض علماء نے فرمایا ''اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے بال مبارک کو شعر کی بجائے شعیر (بصیغہ تصغیر) کہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اور ابو حفص الکبیر سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص حضور ﷺ کے کسی بال مبارک کی طرف بھی عیب منسوب کرتا ہے تو وہ بھی **کافر** ہو جائے گا۔

(فتاوی قاضی خان، جلد:۴، صفحہ:۸۸۳)

اے پاک نبی ﷺ سیدِ لولاک پیمبر
بیٹھی ہے دو عالم پہ تری دھاک پیمبر
ہم پایہ تری عزت و ناموس کے کب ہے
یہ عظمتِ دیں، رفعتِ افلاک پیمبر

سید عارف محمود مہجور رضوی، گجرات

زاہد حسن

وجوہات

دنیا اور خاص طور پر مسلمان دنیا مغرب کے اس منفی اور سراسر پروپیگنڈوں پر مبنی سازش سے انحراف کر رہے تھے۔ وہ اس سے صرف نظر کر رہے تھے کہ متعصب اور مکروہ ذہنیت کے حامل بعض شر پسندوں نے وہ اقدام اٹھایا جس نے عالم اسلام کے ضمیر اور اس کی خوابیدہ حمیت کو بیدار کر دیا ہے۔ مغرب کا یہ اقدام جس قدر قابل نفرت ہے اس سے بڑھ کر عالمی امن کے لئے خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔ ڈنمارک ، ناروے، فرانس، امریکہ، اسرائیل اور اٹلی وہ ممالک ہیں جو کسی نہ کسی صورت اس ایشو کو ہوا دینے میں مصروف ہیں اور ناداں ہیں، سمجھتے نہیں کہ اس ہوا سے جو آگ بھڑکے گی۔ پورا عالم ان شعلوں کی لپیٹ میں آجائے گا۔

ڈنمارک کے وزیر اعظم کا یہ کہنا کہ ہمارے یہاں اخبارات آزاد ہیں اور جو چاہیں شائع کر سکتے ہیں۔ ہم معافی نہیں مانگیں گے۔ وہاں کی ملکہ کے مسلمانوں کے خلاف بیانات، امریکی صدر اور وزیر خارجہ کا ایران اور شام پر مسلمان کو بھڑکانے کا الزام لگانا اور ایک اطالوی وزیر ربرٹو کالڈرولی کا گھٹیا بیان یہ اشارے دیتے ہیں کہ مغرب اس سوچی سمجھی سازش کو آگے تک لے جانا چاہتا ہے۔

بعض اسلامی ممالک کے رہنماؤں کی جانب سے فوری ردعمل ایک مثبت پیش رفت ہے۔ یہاں تک کہ بھارتی وزیر اعظم من موہن سنگھ مغربی اور امریکی حکومتوں کو تنبیہ کہ وہ مسلمانوں سے معذرت کر کے دنیا کو تہذیبوں کے تصادم کے نام پر ہونے والی جنگ سے بچالیں اور مسلمان ممالک میں لاکھوں لوگوں پر مشتمل احتجاجی جلسے جلوسوں کی شکل میں نکلنے والی ریلیاں مستقبل کے بارے میں بہت کچھ دکھا رہی ہیں۔ پاکستان میں 14 فروری سے شروع ہونے والے اجتماعات کے ایسے رویے نہ صرف آپ سے عقیدت جھلک رہی ہے بلکہ ان عزائم سے بھی آگاہ کر رہے ہیں جو مسلمان رکھتے ہیں۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے۔

14 فروری 2006 کو تحفظ ناموس رسالت محاذ کی اپیل پر لاہور میں کامیاب اور بھرپور ہڑتال دیکھنے کو ملی، سہ پہر ساڑھے تین بجے کے قریب جب میں ایک دوست کے ساتھ مال روڈ پر نکلا تو وہاں

انسانوں کا ایک ہجوم تھا اور انتظامیہ کی وہ نفری جو مختلف ٹکڑیوں میں بٹی ہوئی تھی۔ سبھی اس پر امن احتجاج میں شامل تھے۔ پھر جوں جوں آگے بڑھے مال روڈ پر مختلف جگہوں پر عمارتوں کے جلنے کے مناظر دیکھے۔ جلوس پر امن تھا اور لوگ اس جلاؤ گھیراؤ کے بارے میں ناپسندیدہ کلمات کہتے ہوئے عشق رسالت مآب ﷺ سے عقیدت واحترام سے بھرپور نعرے لگاتے جارہے تھے اور توقع رکھتے تھے کہ ان کا یہ احتجاج نہ صرف مغرب ممالک تک رسائی حاصل کرلے گا بلکہ ان کے پیش نظر حکومت ان ممالک سے سفارتی تجارتی اور سماجی تعلقات بھی منقطع کرلے گی۔ لوگ ابھی اس طرح کے احساسات رکھتے ہیں اور ہرروز پاکستان کے کسی نہ کسی شہر میں کامیاب احتجاج اس کی واضح مثال ہے۔ دیگر مسلمان ممالک میں بھی کم وبیش یہی صورت حال ہے۔

اگرچہ لاہور میں بعض جگہوں پر ناخوشگوار واقعات رونما ہوئے۔ دو تین چار ہلاکتیں بھی ہوئیں اور مختلف عمارتوں کے جلنے سے کم وبیش آٹھ ارب کا نقصان ہوا لیکن اس نقصان کو روکا جاسکتا ہے!

شرکاء کا رویہ......

اس نقصان کو روکنے میں نہ صرف ان ملکی تعلقات کو بروئے کار لایا جاسکتا ہے جو اس قدر استوار لگتے ہیں کہ حکومت کو بھرپور احتجاج کرنے سے باز رکھتے ہیں۔ دوسری صورت میں ہر طرح کے معاملات کا انقطاع۔ تیسری کوئی صورت نظر نہیں آتی اور اس کی بڑی وجہ ایک بار پھر مغربی ممالک کا رویہ ہے۔

اس جلوس کے شرکاء اگرچہ پوری طرح پر امن رہے اور بعض شرپسند اور سازشی عناصر کی مسلسل نشان دہی کی جارہی ہے۔ جنہوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبہ اور سازش کے تحت سب کچھ کیا۔ لیکن یقینی طور پر وہ وقت بھی آسکتا ہے کہ جب داخلی اور خارجی معاملات سے تنگ آکر یہ پر امن لوگ بھی وہ کچھ کرنے پر مجبور ہو جائیں جو بعض خفیہ ہاتھ یونہی اپنا مفاد پیش نظر رکھ کر کروا رہے ہیں۔

انتظامیہ......

انتظامیہ کا مؤقف یہ ہے کہ ہم سے پر امن جلوس نکالنے کا معاہدہ ہوا تھا اور جلوس کو مؤقف بھی یہ ہے کہ انہوں نے پر امن جلوس نکالا۔ تو پھر وہ لوگ کون تھے جنہوں نے اس امن پسند ریلی کو توڑ پھوڑ میں بدل دیا۔ کئی ایک جگہوں پر انتظامیہ کو جلوس والوں کی طرف سے جارحانہ اقدام کا سامنا کرنا پڑا۔ اب تک کے تجزیوں میں اس امر کا اظہار بار بار کیا گیا ہے کہ اس توڑ پھوڑ کا ذمہ دار کوئی نادیدہ ہاتھ ہے۔ یہ نادیدہ ہاتھ کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس پر سوچنے کا کام باقی ہے کہ صدر بش کی جنوبی ایشیائی ممالک کے دورے پر آنے تک جس طرح کے جلسے جلوس نکالنے کی ترتیب وتشکیل دی جاچکی ہے۔ انتظامیہ کو بیرونی سربراہان کے دوروں کو محفوظ بنانے سے زیادہ داخلی معاملات کو بہتر بنانے اور انہیں پر

امن رکھنے کے اقدامات کرنے پڑیں گے۔

اس وقت صورت حال کی سنجیدگی اور سنگینی صرف ایک ادارے کے لیے ناگزیر ہو کر رہ جاتی ہے اور وہ ہے پاکستان سمیت پوری مسلم امہ کی انتظامیہ۔ جن میں سے اکثر مغرب کو اپنے قابل اعتماد دوست اور مخلص اور سیکولر ممالک بنا کر پیش کرتی ہے اور ان کا یہی اعتماد، اخلاص اور سیکولرزم کا رویہ آج انتظامیہ کے لیے کڑے امتحان کی حیثیت اختیار کر گیا ہے اور مسلمان امہ تو اپنے اخلاقی، سماجی مذہبی اور ملکی اور دینی فرائض پورے کرنے پر اسی طرح قائم و دائم ہے جس طرح وہ شروع اسلام سے ان پر کاربند رہی ہے۔

نظر یہ آ رہا ہے کہ حالات کی سنگینی بڑھتی جائے گی اور حالات کی سنگینی کے سبب انتظامی اداروں کے فرائض میں بھی اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ یہ سب کچھ ہمہ تن گوش رہ کر فیصلے کرنے کے رویے کو زندہ و پابندر کھنے کا احساس دلانے کے لیے کافی ہے۔!!

گرفتاریاں......

جس طرح کہ ان احتجاجی جلسوں کے دوران بعض ایسی گرفتاریاں عمل میں لائی گئی ہیں۔ جن میں سے اکثریت بے گناہ راہگیروں پر مشتمل ہے کہ توڑ پھوڑ کرنے والے دیر تک رہنے والے نہیں ہوتے۔ اب جذبہ اسلامی سے سرشار کوئی راہگیر کوئی مزدور کوئی مسافر اگر اس جلوس میں شرکت کرتا ہے تو ظاہر ہے یہ اس کے لیے باعث برکت ہے۔ لیکن ملوث لوگوں کو چھوڑ کر جب بے گناہوں کو دھر لیا جائے اور ان پر دہشت گردی کی دفعات لگا دی جائیں تو لامحالہ یہ باتیں ذہن میں آتی ہیں کہ مغرب اور اپنے ملک کے انتظامی اداروں کے نزدیک دہشت گرد میں کوئی فرق باقی نہیں رہ گیا۔ اپوزیشن راہگیروں اور طلباء پر الزامات عائد کر کے انہیں گرفتار کرنا درست سہی لیکن یہ بات بھی پیش نظر رکھیں کہ کہیں کسی جگہ حکومتی اداروں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی گرفتاریوں کی بات تو نہیں چل رہی۔ تو پھر ایسے لوگوں کو گرفتار کرنے سے گریز کریں جو کل کو آپ ہی کے دست و بازو ہوں گے۔ خاص طور پر سامراجی ملکوں کے خطرناک عزائم کے ساتھ رہے ملک میں داخل ہونے کی صورت میں۔

(روزنامہ دن، 16 فروری 2006ء)

☆☆☆

موسیٰ خان جل الزئی

توہین آمیز کارٹون، توڑ پھوڑ اور سازشیں

صدر مشرف نے کہا ہے کہ ملک کارٹون کے خلاف مظاہرے سیاسی تحریک کی شکل اختیار کر رہے ہیں اور ان کے مخالفین انکی حکومت کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں صدر مشرف کی بات میں وزن اور یہ بات سب سے عیاں ہے کہ تحفظ ناموس رسالت کے نام پر ملک کے طول وعرض میں جو توڑ پھوڑ اور جلاؤ گھیراؤ کا سلسلہ جاری ہے اس سے نہ صرف پرویز مشرف کی حکومت کی بدنامی ہو رہی ہے بلکہ اس سازش کے پیچھے بعض نظر نہ آنے والی قوتیں سرگرم عمل ہیں جو پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

بنیادی طور پر گھناؤنی سازشوں کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب ڈنمارک کے شہرالاشاعت اخبار (JYLLANDS POSTON) نے بارہ توہین آمیز خاکے شائع کئے اور پھر یکے بعد دیگر مغربی اخبارات نے یہ سلسلہ جاری رکھا جس میں سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی اور پوری دنیا میں سراپا احتجاج ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ ہنگری، اٹلی، ڈومیشن پورسٹ اور گراہ چرچ سمیت لوگ مظاہرے کر رہے ہیں۔

پاکستان ایک بین الاقوامی قانون کے ذریعے کسی بھی مذہب کے خلاف توہین آمیز مواد کی اشاعت پر پابندی لگانے کی کوششوں میں پیش پیش ہے۔ قومی سلامتی کونسل کے اجلاس میں صدارتی کلمات کے دوران صدر مملکت نے یقین دلایا کہ توہین رسالت ﷺ کے خلاف بین الاقوامی قانون کے لیے بش سے حمایت حاصل کی جائے گی۔ ادھر صدر پرویز مشرف نے پچھلے روز خبردار کیا کہ خاکوں کے مسئلے پر کسی کو سیاسی مقاصد حاصل نہیں کرنے دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ نازیبا خاکوں کی اشاعت کے خلاف احتجاج میں حکومت عوام کے ساتھ ہے اور اس کی مذمت کرنے میں پاکستان عام مسلم ممالک سے آگے ہے تاہم انہوں نے کہا کہ شہریوں کی جان ومال کی حفاظت کے لیے تمام اقدام کئے جائیں گے۔ اسلام اور دیگر مذاہب قانون وقت کی اہم ضرورت ہے جس کے لیے صدر بش اگر حمایت کریں گے تو ان کے حق میں بھی بہتر ہوگا بہر حال یہ اطمینان بخش بات ہے کہ پاکستان توہین رسالت ﷺ پر مبنی خاکوں کے

خلاف بقول صدر پرویز مشرف سب سے آگے ہے اور ایسے واقعات کو روکنے کے لیے بین الاقوامی قانون کی تجویز بھی پاکستان کی طرف سے پیش کی گئی ہے صدر مشرف اپنے اس مؤقف میں بھی حق بجانب ہیں کہ عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کے نام پر کسی کو سیاست نہیں کرنی چاہیے اس طرح توہین رسالت ﷺ کے خلاف احتجاج دھرنوں اور ریلیوں کے دوران ٹریفک میں رکاوٹ ڈالنا، کاروبار کو بند کرانا اور عام شہریوں کو مشکلات میں مبتلا کرنا جہاں نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے سراسر منافی ہے وہیں یہ حرکتیں ہماری جگ ہنسائی کا سبب بھی بن رہی ہیں۔ اس سلسلے میں حکومت کی غفلت یا نااہلی کی سزا عوام کو دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔

حُب رسول ﷺ کا تو اولین تقاضا یہی ہے کہ ان ﷺ کے امتی کی زبان، ہاتھ یا کسی اور عمل سے دوسرے انسانوں کو معمولی تکلیف بھی نہ پہنچے۔ حکومتی اہلکاروں کو اپنے روایتی ہتھکنڈے اختیار کر کے ان لوگوں کو گرفتار کرنا جو اپنے پیارے رسول ﷺ کی محبت میں سڑکوں پر نکل آئے ہیں۔ انہیں مشتعل اور حالات کو زیادہ خراب کرنے کا سبب بنتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کے ناموس مبارک کے تحفظ میں کیئے جانے والے مظاہروں اور نکالی جانے والی ریلیوں کے شرکا کا معاملہ عام دنوں کی کاروائیوں سے مختلف ہے۔

- لہٰذا ان کے ساتھ حکومتی اہلکاروں کی بدسلوکی نہ صرف قابل حیرت و مذمت ہے بلکہ ان کی عاقبت خراب کرنے کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ لہٰذا ان پر لازم ہے کہ سخت احتیاط کریں۔ توہین آمیز خاکوں پر پوری امت مسلمہ سراپا احتجاج بنی ہوئی ہے۔ لیکن کوشش کرنا کسی طرح بھی جمہوری اور قابل قبول نہیں مذہب کے نام پر عوام کو اشتعال دلانا قومی املاک کی توڑ پھوڑ کرنا، زبردستی دکانیں، مارکیٹیں بند کرا کے ملک کا اربوں روپے کا نقصان کروانا افسوسناک فعل ہے۔ 14 فروری کو لاہور میں جو کچھ ہوا اس کی عوام نے بھرپور مذمت کی عوام جہاں شرپسندوں کی توڑ پھوڑ پر برہم تھے وہاں انہیں صورتحال پر قابو پانے میں انتظامیہ کی ناکامی پر بھی تشویش تھی۔ اس سلسلے میں دینی حلقوں اور علماء کرام کی طرف سے مذمت سب سے پہلے 14 فروری کے جلوس کے منتظمین نے کی جو لاہور کے اہلسنت کے مدارس کے ناظمین اور شیخ الحدیث صاحبان پر مشتمل تھے انہوں نے واضح کیا کہ جلوس 2 بجے داتا دربار سے روانہ ہونا تھا تاہم 10 بجے دن ہی شہر کے مختلف حصوں میں شرپسند عناصر نے توڑ پھوڑ کی کاروائیاں شروع کر دیں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پولیس کہاں تھی اور اس نے بروقت کاروائی کر کے شرپسند عناصر کو کیوں نہیں روکا۔

اگر پولیس الرٹ ہوتی تو جلوس سے قبل یا جلوس کے دوران شرپسند عناصر کو تخریب کاری کی جرأت نہ ہوتی اگلے دن تمام علماء کرام نے وزیراعلیٰ پنجاب کے ساتھ نصف دن گزارا اور مل کر صورت حال کا جائزہ لیتے رہے اور ذمہ دار عناصر کے خلاف سخت کاروائی کا مطالبہ بھی کیا گیا۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے اسی

دوپہر ملک کے اخبارات کے مالکان و مدیران کو توڑ پھوڑ کے افسوسناک واقعات کی تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ نامعلوم شرپسند عناصر اور حکومت کے سیاسی مخالفوں نے شرانگیزی کی ہے۔ جن کا کھوج لگایا جائے گا وزیر اعلیٰ نے یہ یقین دہانی بھی کرائی کہ اس سلسلے میں پولیس و دیگر ایجنسیوں کی کوتاہی کا بھی سختی سے نوٹس لیا جائے گا۔ تاہم پنجاب حکومت کی انتظامی مشینری نے نامعلوم شرپسند عناصر کو کھوج لگانے کی زحمت ہی گوارانہ کی اور سارا ملبہ دینی مدارس کے درویش صفت علماء کرام و منتظمین پر ڈال کر ان کے خلاف دہشت گردی کے مقدمات قائم کر دیئے۔ کہا جاتا ہے کہ پنجاب حکومت نے ایجنسیوں کی اس اطلاع پر کہ اہل سنت مدارس کے سربراہ نواز شریف کے حامی ہیں جس کی بنا پر افسر شاہی نے انہیں سبق سکھانے کی ٹھان لی اور دہشت گردی کی سخت ترین دفع کے تحت مقدمات درج کر لیے گئے اس صورتحال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے دینی مدارس کے ایک نمائندہ نے آفتاب کو بتایا کہ ہم نے 14 فروری کے جلوس کے لیے پنجاب کے گورنر اور وزیر اعلیٰ کو دعوت دی تھی کہ وہ ناموس رسالت ریلی کی قیادت کریں حکومت نے اپنی بدانتظامی پر پردہ ڈالنے کے لیے علماء کرام کو جھوٹے مقدمات میں پھنسانے کی کاروائی کی ہے۔ اس کے باوجود علماء کرام صبر و تحمل سے کام لے رہے ہیں۔ کیونکہ انہیں یقین ہے کہ اگر وہ گرفتاریاں پیش کر دیں تو عوامی ردعمل حکومت کے خلاف تحریک کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ تاہم ہمارا مقصد ناموس رسالت کی حفاظت اور اس کے دشمنوں کے خلاف احتجاج کے سوا کچھ نہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ ایک طرف سندھ کے وزیر اعلیٰ، علماء کرام اور ارکان اسمبلی کی ریلی کی قیادت کر رہے ہیں اور علماء اور حکومت کے درمیان احترام اور اعتماد کا رشتہ مضبوط ہو رہا ہے دوسری طرف پنجاب میں جید علماء کرام، شیخ الحدیث اور قرآن و سنت کی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کے خلاف دہشت گردی کے مقدمے درج ہو رہے ہیں۔ اس میں اب کوئی شک باقی نہیں رہا کہ کوئی خفیہ ہاتھ موجودہ صوبائی حکومت کو کمزور کرنے کے درپے ہے اور علماء کرام اور حکومت میں تنازعہ کھڑا کر کے عوام کو سڑکوں پر لانا چاہتا ہے۔ (روزنامہ آفتاب، 8 مارچ 2006ء)

وہ کہ اُس در کا ہوا خلقِ خدا اُس کی ہوئی
وہ کہ اس در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی مصطفیٰ کامل

14 فروری کی احتجاجی ریلی

اور گرفتار شدگان

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف 14 فروری منگل کو جو لاہور میں احتجاجی ریلی منعقد ہوئی وہ ایک تاریخی ریلی کا درجہ اختیار کر گئی ہے۔ اس ریلی نے بھٹو حکومت کے خلاف فروری، مارچ 1977ء کو نکلنے والی احتجاجی ریلی کی یاد تازہ کر دی لیکن 29 برس پہلے نکلنے والی ریلیوں سے لاہور کی حالیہ ریلی اس حوالے سے بالکل مختلف تھی کہ بھٹو کے خلاف نکلنے والی ریلیوں کی کال اس وقت کی ملک کی تمام بڑی سیاسی اور مذہبی جماعتوں کی طرف سے دی جاتی تھی اور وہ مکمل طور پر اس وقت کی حکومت کے خلاف عوام کی بہت بڑی اکثریت کا اظہار ناراضگی تھا جبکہ 14 فروری کی حالیہ لاہور ریلی کی کال بنیادی طور پر اہلسنت والجماعت کے علمائے کرام کی طرف سے تھی لاہور ریلی کی کال مکمل طور پر غیر سیاسی تھی اور یورپی ممالک کے اخبارات میں شائع ہونے والے توہین آمیز خاکوں کے خلاف شدید ناراضی کا اظہار کرنے کے لئے تھی۔ ریلی کی کال دینے والے مرکزی رہنماؤں میں علامہ احمد علی قصوری، علامہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی، علامہ مفتی محمد خان قادری، علامہ صاحبزادہ عبدالمصطفیٰ ہزاروی، علامہ رضائے مصطفیٰ، صاحبزادہ سید مصطفیٰ اشرف اور انجینئر سلیم اللہ تھے۔ ان حضرات میں سے کوئی بھی سیاستدان نہیں اور نہ ہی ان میں سے کسی کا کسی سیاسی جماعت سے کوئی باقاعدہ تعلق ہے جبکہ ان رہنماؤں نے لاہور میں ہڑتال اور ریلی کی کال دیتے وقت کسی دوسری سیاسی جماعت سے قطعاً کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ انہوں نے صرف غلامانِ مصطفیٰ ﷺ سے اپیل کی تھی کہ وہ اپنے نبی پاک ﷺ سے اپنی محبت کے اظہار کے لئے شٹر ڈاون رکھیں اور دو بجے بعد نماز ظہر مزار داتا گنج بخش سے نکلنے والی ریلی میں شرکت کریں۔ ریلی کی کال دینے والوں نے بہت منظّم انداز میں ہوم ورک بھی نہیں کیا تھا۔ منڈیوں، بازاروں، مارکیٹوں اور تاجروں کی تنظیموں سے مکمل طور پر رابطے بھی ادھورے کر پائے تھے۔ لیکن اس کے باوجود 14 فروری کی ہڑتال اور ریلی اتنی زبردست کامیاب تھی کہ شاید اس کی مثال نہ دی جا سکے۔ دراصل اس روز زندہ دلان لاہور نے اپنے نبی

پاک ﷺ سے محبت کے اظہار کے لئے اپنے تمام کاروبار بند کر کے جس والہانہ انداز میں ریلی میں شرکت کر کے اسے تاریخی بنادیا اس سے اعلیٰ اقتدار کے ایوانوں میں بیٹھنے والوں کی نیندیں ہی حرام نہیں ہوئیں بلکہ اس ملک کے وہ ترقی پسند اور بائیں بازو کے دانشور اور سکالر بھی پیچ و تاب کھا کر رہ گئے ہیں جو سمجھتے تھے کہ گزشتہ چھ برسوں سے حکومتی سطح پر جس روشن خیالی کے کلچر کو فروغ دینے کے لئے دن رات پراپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔ میراتھن ریس کے نام پر جس مغربی تہذیب و ثقافت کو پروان چڑھایا جارہا ہے اور القاعدہ کی دہشت گردی اور طالبان کی انتہا پسندی کے ساتھ پاکستان کے مذہبی اور دینی طبقے کو نتھی کر کے جس طرح بدنام کرنے کی مہم چلائی گئی اور جس طرح پاکستان کے دینی مدارس کو انتہا پسندی کے اڈے ثابت کرنے کے لئے نفرت کی مہم چلائی جارہی تھی اس کے اثرات پاکستانی معاشرے میں اندر تک جذب ہوتے جارہے ہیں اور عوام حکومت کی روشن خیالی کو قبول کر چکے ہیں۔ اور اب آئندہ مذہبی طبقے کے سارے شیش محل چکنا چور کر دیئے ہیں۔ چنانچہ اب ٹیلی وژن پر اور اخبارات میں حکومتی لابی کے پیشہ ور اور تجزیہ نگار اور کالم نویس اس بات پر زور لگاتے رہے ہیں کہ توڑ پھوڑ کی ساری ذمہ داری ہڑتال اور ریلی کی کال دینے والوں پر ڈالی جائے ہر حکومت کے دور میں اپنا بینک بیلنس بڑھانے والے ان دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کے مطابق شاید 14 فروری 2006ء سے قبل کبھی پاکستان میں کوئی احتجاجی ریلی اور ہڑتال نہیں ہوئی تھی۔ ان کو ایوب خان کے اقتدار کے آخری سال 1968ء میں بھٹو اور بھاشا کی اعلانیہ گھیراؤ اور جلاؤ کی تحریک یاد نہیں رہی یا پھر بھٹو کے اقتدار کے آخری سال میں ہونے والے احتجاجی مظاہروں اور حکومتی مظالم کی داستانیں بھول گئیں ہیں۔ یقیناً ان سب کو کچھ یاد ہے لیکن 14 فروری کو جس والہانہ انداز اور جوش و جذبے سے زندہ دلان لاہور سڑکوں پر آگئے۔ وہ جوش و جذبہ ان کے دل و دماغ پر چھا گیا ہے اور ان کو سمجھ نہیں آرہی کہ وہ اپنی سوچ کی ناکامی کا اعتراف کس طرح کریں وہ اپنے اندر اس حقیقت کو تسلیم کرنے کا حوصلہ نہیں پارہے کہ آج بھی اس قوم میں محمد عربی ﷺ کے نام نامی پر کٹ کرنے کا جذبہ موجود ہے۔ ہمارے حکمران اس حقیقت کو جتنی جلدی تسلیم کر لیں وہ اس ملک کی بقا اور خود ان کے اقتدار کے لئے بہتر ہوگا۔ وہ علمائے کرام اور دینی طبقہ کو بدنام کرنے کے لئے سرکاری میڈیا اور سرکار کے بھتہ خور کالم نویسوں کے ذریعے جو مہم چلائی جارہی ہے اسے فوراً بند کیا جائے کیونکہ علماء کے خلاف مہم کے نتیجے میں حکومت کے حصے میں مزید نفرت جمع ہورہی ہے۔ وہ لاکھوں لوگ جو گھروں سے نبی پاک ﷺ سے محبت کے اظہار کے لئے نکلے تھے وہ ہرگز ہرگز کسی توڑ پھوڑ اور لوٹ مار میں شرکت کے لئے نہیں نکلے تھے۔ جبکہ ریلی کے رہنماؤں نے واضح انداز میں بار بار اپیل کی کہ ریلی کو پرامن رکھنا ہے کوئی توڑ پھوڑ نہیں کرنی لیکن وہ ایک خاص طبقہ ہوتا ہے جو ایسے مواقع کی تلاش میں ہوتا

ہے اور پھر حکومتیں بھی اپنی ایجنسیوں اور ایجنٹوں کے ذریعے توڑ پھوڑ کرا کے اپنے سیاسی حریفوں کے کھاتے میں ڈال کر پکڑ دھکڑ، سختیوں اور پابندیوں کا جواز بناتی ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول پاک ﷺ کا نام بلند کرنے والوں کے خلاف نفرت کی مہم چلانا ان کے اہل خانہ کو پریشان کرنا مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد حسین نعیمی مرحوم کی بیوہ تک کو گھر میں جا کر پریشان کرنا، اللہ کے غضب اور قوم کے غصے کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ حکومت کی غلط پالیسی اور ضد کے نتیجے میں دینی طبقے میں ایک نیا ردعمل جنم لے رہا ہے جس کا رخ حکومت کے خلاف ہوگا اور اس نازک موڑ پر سواد اعظم اہلسنت کے ساتھ حکومت کی غلط محاذ آرائی ملک اور قوم کے لئے بہت نقصان دہ ہوگی اس لئے پنجاب حکومت فوراً تمام گرفتار شدگان کو رہا کرے اور معزز محترم علماء کرام کے خلاف قائم مقدمات واپس لے کر فضا کو پرسکون بنائے۔

(روزنامہ نوائے وقت، 12 اپریل 2006ء)

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا ۝ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ وَتُسَبِّحُوۡهُ بُکۡرَةً وَّاَصِیۡلًا ۝

(پ 26، ع 9، سورہ الفتح)

اے نبی بے شک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور رسول ﷺ کی تعظیم و توقیر کرو صبح اور شام اللہ کی پاکی بولو۔

جس کو بھی ملی راہِ عقیدت میں شہادت
جوشِ بختی کا اُس کی نہ رہا کوئی ٹھکانہ
دنیا میں ملا عزت وشہرت کے جلو میں
جنت میں بلا روک ہی جانے کا بہانہ

سید عارف محمود مجہور رضوی، گجرات

عرفان صدیقی

یہ دہشت گرد۔۔۔!

جس بستی میں قانون موم کی ناک بن جائے اور آئینی و دستوری ضابطے زور آوروں کے اشارۂ ابرو پر رقص کرنے والی کٹھ پتلیوں کی شکل اختیار کرلیں، وہاں عدل کا معیار بھی بدل جاتا ہے اور انصاف کی بارگاہوں کے تیور بھی موسم شناس ہوجاتے ہیں۔ پاکستان برسوں سے ایسی ہی جادونگری بن چکا ہے۔ سحر زدہ بستی کے ہر کوچہ و بازار میں طلسمی کرشموں کے تماشے لگے ہیں اور بستی کے مکینوں نے اب حیرت زدہ ہونے کی بجائے اسے معمولِ حیات سمجھ لیا ہے۔ کچھ عرصہ قبل تک سحر و طلسم کا سلسلہ صرف سیاست تک محدود تھا۔ بڑے بڑے شہ زور صرف ایک پھونک سے مکھیاں بنا دیئے جاتے تھے اور مکھیوں کو بلند پرواز شاہینوں کا درجہ دے کر فلک بوس پہاڑوں کی چوٹیوں پر بٹھا دیا جاتا تھا۔ لیکن اب آئین، قانون اور عدل کے شعبے بھی ساحری کی گرفت میں ہیں اور ایسی ایسی داستانیں رقم ہو رہی ہیں کہ اقوام متحدہ کسی بھی لمحے ہماری ''روشن خیالی'' اور ''اعتدال پسندی'' کو ساری دنیا کے لئے نمونہ تقلید قرار دے سکتی ہے۔

گزشتہ کئی دنوں سے ایک مختصر سے بدن، معصوم سے چہرے اور نرم و گداز لہجے میں گفتگو کرنے والے شخص کی صورت میری نگاہوں کے سامنے گھوم رہی ہے۔ اُس سے مل کر ایک عجیب سی طمانیت اور آسودگی کا احساس ہوتا ہے۔ میری اُس سے پہلی ملاقات لاہور کی ایک معروف دینی جامعہ میں ہوئی تھی اور میں اس ملاقات سے سرشاری کا لطیف احساس لے کر آیا تھا۔ اس کے بعد اُس سے کئی ملاقاتیں ہوئیں اور ہر بار ایک شبنمی سی پھوار میری روح کو نہال کر گئی۔ لیکن کچھ عرصہ قبل انکشاف ہوا کہ وہ ''دہشت گرد'' ہے اور پولیس اس خطرناک شخص کو ڈھونڈتی پھر رہی ہے۔ میں ششدر رہ گیا کہ کیسے کیسے لوگوں نے کیسے کیسے لبادے پہنے ہوئے ہیں اور کواکب کس طرح ہوتے کچھ دکھائی کچھ دیتے ہیں۔ جب اس ''دہشت گرد'' کو پتہ چلا کہ پولیس اس کے تعاقب میں ہے اور پر دہشت گردی کا باقاعدہ مقدمہ درج ہو چکا ہے تو اس نے مفرور ہونے یا پہاڑوں کی طرف نکل جانے کے بجائے چپ چاپ اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ آج کل وہ جیل میں ہے اور انسدادِ دہشت گردی کی عدالت میں اس پر مقدمہ چلنے ہی والا ہے۔ توقع ہے کہ جلد ہی یہ خطرناک مجرم کیفرِ کردار تک پہنچ جائے گا اور پاکستان کم از کم ایک

محشر بداماں ''دہشت گرد'' سے ضرور پاک ہو جائے گا۔

اس ''دہشت گرد'' کا نام ڈاکٹر سرفراز نعیمی ہے۔ جو پاکستان کے جید عالم دین اور ساری عمر قرآن وحدیث کی خدمت کے لئے وقف کر دینے والی شخصیت حضرت مفتی محمد حسین نعیمی کا بیٹا ہے۔ مجھے تو ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے ساتھ دہشت گردی کے تصور کا ناتا جوڑتے ہوئے بھی حیا آتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا شمار اپنے مکتب فکر کے عظیم اور سرکردہ علماء میں ہوتا ہے۔ اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد سے انہوں نے کمال حکمت اور ہنر مندی کے ساتھ پاکستان کی نامور درسگاہ جامعہ نعیمیہ کا نظم ونسق سنبھال رکھا ہے، وہ وفاق المدارس اور اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کی ذمہ داریاں بھی سنبھالے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب فتنہ وفساد اور شر ومنافرت کے کھیل سے بھی کوسوں دور رہتے ہیں۔ طبعاً ایک صلح جو اور منکسر المزاج شخص ہونے کے باعث انہوں نے حکومت کے لئے بھی کبھی مشکلات پیدا نہیں کیں لیکن ان کے سینے میں بھی دل ہے اور سرکار مدینہ ﷺ سے ان کا بھی کچھ رشتہ وتعلق ہے۔ ناپاک کارٹونوں کے خلاف احتجاج کی لہر اٹھی تو ڈاکٹر صاحب اور ان کے مدرسے کے طلباء نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔ لیکن شاید ان کی کوئی ادا بارگاہ ناز میں گستاخی کا درجہ پا چکی تھی اس لئے حرمت رسول ﷺ کا پرچم اٹھائے سرمیدان آنے والے ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو دہشت گرد قرار دے ڈالا گیا۔

اسی جرم میں ملوث ایک اور ''دہشت گرد'' کا نام انجینئر سلیم اللہ ہے۔ انجینئر صاحب کی عمر کا بیشتر حصہ مولانا عبدلستار نیازی مرحوم ومغفور کی معیت میں گذرا۔ مرنجاں مرنج شخصیت کے مالک انجینئر کے جنون نے فارغ بیٹھنا نہیں سیکھا البتہ وہ کسی اور کا گریباں چاک کرنے کا دم خم یا حوصلہ نہیں رکھتے۔ بس اپنے دامن کی دھجیوں کو علم بنائے دشت پر خار میں چلتے رہتے ہیں۔ ان کے سر پر رکھی طرح دار پگڑی اور ان کی پیچدار مونچھوں سے یہ گماں ضرور گزرتا ہے کہ یہ شخص، دہشت گرد ہو سکتا ہے لیکن اتنا بھی نہیں کہ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور ٹانگوں میں بیڑیاں ڈال کر اسے ہسپتال پہنچایا جائے اور اسی حالت میں رکھا جائے۔

ایک اور ''دہشت گرد'' سعد رفیق ہے۔ اگرچہ اس کی ''دہشت گردی'' کا انکشاف بھی ڈاکٹر سرفراز حسین نعیمی اور انجینئر سلیم اللہ کی طرح انہی دنوں ہوا جب پاکستان کے گلی کوچے ''غلامی رسول ﷺ میں موت بھی قبول ہے'' کے نعروں سے گونج رہے تھے۔ لیکن جس دن اُس نے ''دہشت گردی'' کا ارتکاب کیا اس دن وہ قومی اسمبلی کے اجلاس میں شریک تھا۔ جب اُسے اپنے ارتکاب کا جرم کا پتہ چلا تو اُس نے ایوان میں کلام پاک کی تلاوت کے بعد اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر حلفیہ بیان دیا کہ میں تو اس جلوس یا مظاہرے میں شریک بھی نہیں تھا۔ لیکن سارے ''دہشت گرد'' اسی طرح اپنے آپ کو معصوم قرار دیتے ہیں۔ اُن کے حلفیہ بیانوں کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر سعد رفیق کے دعوے کو سچ مان لیا جائے تو بھی وہ بے گناہ قرار نہیں پا سکتا۔ اس کا مسلم لیگ (ن) سے متعلق ہونا اور لیکن جیت جانا، دباؤ اور ترغیبات کے باوجود

''اصحاب ق'' کے قبیلہ عالی نسب میں شامل نہ ہونا اور موسموں کے تیور دیکھے بغیر اٹھتے بیٹھتے مقدس بارگاہوں پر سنگ زنی کرتے رہنا بھی تو کسی ''دہشت گردی'' سے کم نہیں تھا۔ کچھ اسی طرح کا جرم زعیم قادری کا بھی ہے۔ وہ بھی سر پھرا سا آدمی لگتا ہے۔ مسلم لیگ (ن) سے نظریاتی رشتہ داری اور پنجاب کا سیکرٹری جنرل بن جانے کے بعد سے وہ براہ راست ''دہشت گرد'' مافیا کا رکن بن چکا تھا اور اسے معلوم ہونا چاہے تھا کہ وہ کس ''شہادت گہہ الفت'' میں قدم رکھ رہا ہے۔ سعد رفیق اور زعیم قادری کو جنم جنم کے باغی اور دہشت گردی، غداری اور بغاوت جیسے قبیح جرائم کا ارتکاب کرنے والے جاوید ہاشمی کو نمونہ تقلید بنانے کے بجائے اُن طائرانِ خوش نوا کی طرف دیکھنا چاہئے تھا جو ہواؤں کا رخ بدلتے ہی پرمیوہ شاخوں کی طرف اڑان بھر جاتے ہیں۔ وہ میرے عزیز محترم فرخ شاہ ہی کی طرف دیکھ لیتے تو دہشت گردی کی عدالتیں ان کا مقدر نہ بنتیں۔

بلاشبہ سیاست کے سینے میں دل نہیں ہوتا لیکن اسے اتنا بھی حیا باختہ نہیں ہونا چاہئے کہ قانون و انصاف تماشا بن کر رہ جائیں اور اپنے سیاسی مخالفین یا ہمنوائی کا دم نہ بھرنے والے علماء کو دہشت گردی کی بھٹی میں جھونک دیا جائے۔ حکومت تواتر کے ساتھ دعویٰ کرتی رہی ہے کہ اپوزیشن ناموسِ رسالت ﷺ کے معاملے کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کر رہی ہے۔ اپوزیشن نے ایسی کوئی کوشش کی یا نہیں لیکن حکومت نے بلاشبہ ''ناموسِ رسالت ﷺ'' کو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا ہے اور ان لوگوں پر دہشت گردی کے مقدمات قائم کر دیئے ہیں۔ جن کی ساری زندگی اس طرح کے داغ دھبے سے پاک ہے لیکن جو حکومت کی سیاسی پالیسیوں کے نقاد ہیں۔ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ ملک مکروہ جرائم کی آماجگاہ بن گیا ہے۔ امن وامان کی صورتحال پست ترین سطح کو چھو رہی ہے۔ چوریاں اور ڈاکے معمول بن چکے ہیں دن دیہاڑے بنک لوٹے جا رہے ہیں، بم دھماکے ہو رہے ہیں ''کیفر کردار تک پہنچانے'' اور آہنی ہاتھوں سے نبٹنے کے دعوے مذاق بن چکے ہیں۔ اور ریاست کا سارا زور اُن پر صرف ہو رہا جن کی شکلیں اچھی نہیں لگتیں یا جو کسی معتوب و مردود سیاستدان کے کندھے سے کندھا ملائے کھڑے ہیں۔

ممکن ہے کہ اونچی بارگاہوں میں فروکش صاحبان اقتدار ہزاروں لاکھوں سالوں کی عمر پالیں اور ممکن ہے اُن کی مدت اقتدار صبح قیامت تک طویل ہو جائے لیکن حشر کا میدان تو سجنا ہی ہے۔ جب ہاتھوں میں ہتھکڑیوں اور پاؤں میں بیڑیوں کے ساتھ یہ دہشت گرد بارگاہ خداوندی میں پیش ہوں گے تو دلوں کے سارے بھید جاننے والے علیم وخبیر کو یہ لوگ کیا جواب دیں گے۔ اور اگر محمد عربی ﷺ کی نظر اپنے ہی قیدیوں پر پڑ گئی تو اپنی بیمار خواہشوں کے لئے قانون وانصاف کو موم کی ناک بنا دینے والوں پر کیا گزرے گی اور کون سی خیمہ گاہ انہیں پناہ دے گی؟

(روزنامہ نوائے وقت، 4 اپریل 2006ء)

حافظ ارشد اقبال (ایڈیٹر ماہنامہ "النعیمیہ")

ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا قصور؟

اک ایسی شان پیدا کر کہ باطل تھر تھرا اُٹھے
نظر تلوار بن جائے، نقش جھنکار بن جائے

4 مارچ کی سہانی صبح ہو چکی تھی، سورج آہستہ آہستہ اپنی پرنور کرنیں فضائے عالم میں بکھیر رہا تھا۔ چاشت کا وقت شروع ہو چکا تھا، جب "صفہ" کی طرز پر قائم علم وعرفان کی مرکز دارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور سے تحفظ ناموس رسالت کے علمبردار، ملت اسلامیہ کے عظیم فرزند، للکار اہل سنت، پکار اہلسنت، شہباز اہلسنت، محقق دوراں، خضر عصر، مرد قلندر، حضرت علامہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو ناموس رسالت ﷺ کا پاسبان ہونے کی وجہ سے گرفتار کیا گیا کیونکہ انہوں نے ہمیشہ یہ نعرہ مستانہ بلند کیا۔

ہم نے ہر ظلم کی دہلیز پر دستک دے کر
اب تلک جبر کا منہ کالا کیا ہے
اور بن کر کبھی دیوار ستم کے آگے
علم ناموس جنوں بالا کیا ہے

واشنگٹن اور لندن سے اپنی فکر کو جلا بخشنے والے چاہے جو الزام لگاتے رہیں۔ لیکن مدینہ ونجف سے اپنی آنکھیں سرمگیں کرنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا قصور یہ ہے کہ وہ ساری دنیا کی چکا چوند روشنیوں میں بھی کھویا نہیں بلکہ اس دور میں بھی سادگی، استغناء، ریاضت، صبر، مجاہدہ، ایثار، رواداری کا درس دیتا ہے۔ وہ ابلیسی، فرعونی، قارونی اور یزیدی فکر کی بجائے موسوی، حسینی اور حنفی اور حنبلی فکر کا داعی ہے۔ وہ خانہ زاد شریعت من گھڑت فلسفہ زندگی اور مصلحت کیشی کی بجائے فضل حق خیر آبادی اور غازی علم دین شہید کی راہ کا راہی ہے۔ وہ بندہ سیم وزر نہیں بلکہ بندہ خدا ہے۔ وہ بت فروش نہیں بت شکن ہے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا قصور یہ ہے کہ اس نے دین کے پردے میں دنیا پرستی، تبلیغ کی آواز میں زراندوزی اور علم کے چلمن میں جاہ طلبی کو بے نقاب کیا ہے، ان کا قصور یہ ہے کہ انہوں نے عباؤں، قباؤں، جبوں، قبوں، عماموں، طروں اور کلاہوں کی بجائے سادگی کو اپنا شعار بنایا اور پھر سادگی بھی ایسی جس میں غیرت فرق

تھی۔ جس سادگی نے وزیروں، جاگیرداروں، مترفوں اور مسرفوں کا ننگا کر دیا ان کا قصور یہ ہے کہ وہ حکمرانوں کے دسترخوانوں پر مرغ و ماہی کی قابیں کیوں نہیں اڑاتا؟ اور اپنے چھوٹے سے مکان میں رہنے پر کیوں مصر ہے؟ ان کا قصور یہ ہے کہ وہ کسی آزاد خیال حکمران کو ''ظل اللہ'' اور ''امیر المؤمنین'' تسلیم کیوں نہیں کرتا ان کا قصور یہ ہے وہ خودی، خودداری اور عزت نفس کو مجروح کیوں نہیں ہونے دیتا؟ ان کا قصور یہ ہے کہ ''امام الفقراء سید الانبیاء، سید الاتقیاء، سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی سنت پر چلنے کو ترجیح کیوں دیتا ہے؟ اور ہوس نفس کو اپنا خدا کیوں نہیں بناتا؟ ان کا قصور یہ ہے کہ وہ استحصالی، لادینی، لسانی، چاپلوسی، خوشامدی، ضمیر فروشی، قانون شکنی، زر پرستی، بے لگامی اور بدعنوانی پر مشتمل قوتوں کے خلاف کیوں سینہ سپر ہے؟ اور اپنے اخلاقی مفاد کو ملک و قوم کے مفاد کے خلاف سینہ سپر ہے؟ اور اپنے ذاتی مفاد کو ملک و قوم کے مفاد کے خلاف کیوں ترجیح نہیں دیتا؟ ان کا قصور یہ ہے کہ وہ مجرموں، قاتلوں، ڈکیتوں اور قازفوں کی بجائے شریفوں وفا شعاروں، جان قربان کرنے والوں او رسنت الٰہیہ قائم کرنے والوں کا مددگار اور معاون کیوں ہے؟ ان کا قصور یہ ہے کہ وہ نفرتوں کی بجائے محبتوں کی بات کیوں کرتا ہے؟ الغرض ان کا قصور یہ ہے کہ حکمران وقت یہ کہتے ہیں کہ ہمارے فرش ململیں کی بجائے، مسجد کی شکستہ صف پر سجدہ کرنے کو ترجیح کیوں دیتا ہے؟ کیوں جیل کے سلاخوں کے پیچھے سے بھی بلند آواز سے کہہ رہا ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ

نہ میں مست ہوں نہ شرابی ہوں مجھے میکدے کی خبر نہیں
تیرے نام کا وہ نشہ ہوا کہ سب نشوں کو بھلا دیا
امتحان آن پڑا ہے تو کوئی بات نہیں
ہم نے سوبار زمانے کے بھرم توڑے ہیں
ضرب محمود ابھی زندہ و پائندہ ہے
ہم نے بت خانہ دوراں کے صنم توڑے ہیں

ڈاکٹر سرفراز نعیمی جیسے خدا پرست، وفاکش، بے ضرر اور مرد قلندر کو جب دہشت گردی جیسے سنگین الزامات لگا کر پابند سلاسل کر دیا جائے تو پھر حکمرانوں کو کچھ اس انداز سے ہی خراج تحسین پیش کیا جا سکتا ہے۔

شمار اس کی سخاوت کا کیا کریں کہ وہ شخص
چراغ بانٹتا پھرتا ہے چھین کر آنکھیں

رحمت دو عالم، نور مجسم، شفیع المذنبین، تاجدار کائنات حضرت محمد ﷺ کے توہین آمیز خاکے جو

30 ستمبر کو ڈنمارک کے اخبار یولانڈ پوسٹن میں شائع ہوئے۔ کیا ان خاکوں کے بارے میں احتجاج کرنا جرم تھا؟ حالانکہ حقیقت تو یہ تھی کہ اگر حکمران ابتدا ہی میں سفارتی اور معاشی تعلقات ختم کر لیتے تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ 14 فروری کے احتجاج کے بعد ایک دو دن صدر اور وزیراعظم کے ایک دوعدد بیانات اخبارات میں چھپے اور بس! جبکہ یہ مسئلہ کسی کی ذات کا نہ تھا۔ ہر کلمہ گو مسلمان انتہائی کرب، دکھ درد کی حالت میں ان توہین آمیز خاکوں کو برداشت کر رہا تھا۔ اقتدار کے ایوانوں سے بھی یہ بات سننے کو ملی کہ ہم بھی مسلمان ہیں۔ ہم نے کب کہا کہ جناب آپ مسلمان نہیں؟ ہم تو خاکوں کے شائع ہونے سے لے کر اب تک یہی سبق آپ کو یاد دلاتے رہے ہیں کہ آپ بھی قیامت کے دن حضور ﷺ کی شفاعت کے طالب ہیں۔ لیکن اپنے ضمیر کو گواہ بنا کر اس سے پوچھئے کہ اگر آپ کا بھائی، باپ، یا بیٹا قتل ہو جاتا جبکہ عدالتیں مجرموں کے ساتھ کھڑی ہوتیں تو آپ فقط موہوم سے آواز میں اتنا ہی کہتے کہ جناب انصاف ہونا چاہئے اور ہلکی سی آواز میں کہتے کہ اگر انصاف نہ ہوا تو تہذیبوں کے درمیان تصادم کا اندیشہ ہے۔ جبکہ یہاں تو صورتحال یہ ہے کہ ملک وملت کی دولت کو دونوں ہاتھوں سے اسی لئے اکٹھا کیا جا رہا ہے تا کہ وہ آنے والی سات پشتوں کے کام آسکے۔

جب عدالتیں انصاف سے بے بہرہ ہوں مسلمان حکمرانوں کو حضور ﷺ کے ناموس سے زیادہ اپنا اقتدار عزیز ہو، مسلم قوم اخلاقی دیوالیہ پن کا شکار ہو، مذہبی اقدار ختم ہو رہی ہوں۔ علم دشمنی عام ہو۔ تحقیق کی جائے تنقید مشن کا حصہ بن چکی ہو تو ایسے میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی جیسے نابغہ روزگار قوم کے لئے غنیمت ہوا کرتے ہیں۔ انہیں پابند سلاسل کرنے کی بجائے پھولوں کے ہار پہنانے چاہئیں۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ یہاں کم ظرف لوگوں کے ہاتھوں میں جام ہے۔ جن سے خیر کی توقع کم جبکہ شر کی توقع زیادہ ہے۔ بت فروش ہمیشہ بت فروش کرتے رہیں گے بت شکن ہمیشہ بت توڑتے رہیں گے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی بت فروش نہیں بت شکن ہے اسی لئے تو اس کی زندگی کا یہ مشن رہا۔

زندگی اتنی بھی غنیمت نہیں جس کے لئے
عہد کم ظرف کی ہر بات گوارا کریں

(روزنامہ آفتاب، 23 اپریل 2006ء)

حافظ شفیق الرحمٰن

ڈاکٹر اے کیو خان سے ڈاکٹر سرفراز نعیمی تک

عوام کو ان حربوں اور ہتھکنڈوں سے خائف کر کے یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ یہ شخص جس کی دعوت اس کے باپ، اس کے محلہ داروں، شہر داروں، اور ہم وطنوں نے تسلیم نہیں کی، اگر تم نے اسے قبول کر لیا تو تم بھی ''ہمہ جہتی تنہائی'' کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ساتھ ساتھ انسان کے معاشرتی حیوان ہونے کے فلسفے کا پرچار کر کے ہر کس و ناکس کے ذہن میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ انسان کے لئے سب سے بڑی سزا اسے ''تنہا'' کر دینا ہے۔ داعی حق کو تنہا کرنے کے لئے کبھی اس کا خانگی، سماجی اور معاشی مقاطعہ کیا جاتا ہے اور کبھی اسے ''قید تنہائی'' کی تحویل میں دیدیا جاتا ہے۔ قربان جایئے، بادۂ حق سے سرشار حق شعاروں کی حق سے وفاداری بشرطِ اُستواری پر کہ وہ ان پابندیوں، ممانعتوں، رکاوٹوں، تعزیروں، زنجیروں، جفاؤں اور سزاؤں کو پرِ کاہ جتنی اہمیت بھی نہیں دیتے۔

گوانتاناموبے، ابوغریب، سوپور، بگرام ایئر بیس، کیمپ، ٹارچر سیلوں، اڈیالہ، ہری پور اور لاہور کی جیلوں میں محبوس کلمے کی حقیقی روح کو پالینے والے ڈاکٹر سرفراز نعیمی، انجینئر سلیم اللہ خان، جاوید ہاشمی اور خواجہ سعد رفیق ایسے مردانِ حق کو دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی خائف کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو جرم بے گناہی میں دھر لیا گیا ہے۔ ان کا جرم یہ ہے کہ انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ ان کا جرم عشقِ رسالت مآب ﷺ ہے۔ اگر ناموس رسالت کے پرچم کے تحفظ کے لئے میدان عمل میں اترنا جرم ہے تو پندرہ کروڑ پاکستانی اس جرم میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے شانہ بشانہ، قدم بہ قدم اور گام بگام ہمرکابی اور ہمنوائی کو اپنے لئے ایک اعزاز جانتے ہیں۔ جامعہ نعیمیہ سے ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے جس جرأت اور جگرداری کے ساتھ رضا کارانہ گرفتاری پیش کی اور جس طرح وہ مسکراتے ہوئے پولیس وین میں سوار ہو کر جیل یاترا کے لئے ررروانہ ہوئے، وہ منظر میرے حافظے میں آج بھی تر و تازہ ہے۔ اس طائرِ خوش نواء کی سوئے قفس شاداں شاداں اور خنداں خنداں روانگی کے منظر نے میری یادداشت کی بیاض کے اوراق پلٹ کر رکھ دیئے۔ سرمد کی یاد آئی۔

منم آں سیرز جاں گشتہ کہ باتیغ و کفن
تادر خانہ جلاد غزلخوں رفتم

یہ کیا ظلم ہے کہ نیب زدہ عناصر اقتدار کی پینگوں میں ہلارے لے رہے ہیں اور ڈاکٹر سرفراز نعیمی ایسے پارسا، بے داغ اور پاک دامن شخصیات مغربی ممالک کے اخبارات کی ہرزہ سرائی کے خلاف آواز اٹھانے کے ''سنگین جرم'' کی ''پاداش'' میں قید و بند کی اذیتیں برداشت کر رہی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ قدرت نے ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے منحنی سے وجود میں ہمالیہ کی چوٹیوں کی بلندیوں اور صلابتیں سمو دی ہیں۔ ان ایسے حق شعاروں کا اظہار حق سے نہ تو عدالتوں میں قائم ملزموں کے کٹہرے روک سکتے ہیں او رنہ ہی جیلوں میں نصب پھانسی کے تختے۔ ڈاکٹر صاحب نے فروری 2006ء میں 77 برس بعد شہیدِ ناموس رسالت ﷺ غازی علم الدین کی روش کا احیاء کیا ہے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

آج ڈاکٹر صاحب کیمپ جیل کی کال کوٹھری کو شہیدِ ناموسِ رسالت ﷺ غازی علم الدین شہید کی شہ رگ سے ٹپکنے والے لہو کے گلاب رنگ قطروں کی سحر ساز اور آفتاب طرز لوؤں سے اجال رہے ہیں۔ اس عزم کے ساتھ کہ

عمریست کہ آوازہء منصور کہن شد
من از سر نو جلوہ وہم دارو رسن را

میں عشقِ رسالت مآب کی جوت جگانے کے حسین و جمیل جرم کے برملا ارتکاب پر ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ڈاکٹر نعیمی ایک بڑے باپ کے حقیقی معنوں میں بڑے بیٹے ہیں۔ بڑے باپوں کے ہاں عام طور پر جاوید اقبال اور حیدر فاروق مودودی ایسے چھوٹے لوگ ہی پیدا ہوا کرتے ہیں۔ جو اپنے اسلاف کے روشن ناموں اور کارناموں کو بلیک پینٹ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ ڈاکٹر صاحب کے والدِ محترم مفتی محمد حسین نعیمی مرحوم خوش قسمت ہیں کہ ان کا بیٹا ان کے مشن کو اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہے۔ مفتی صاحب مرحوم اتحاد بین المسلمین کے زبردست داعی تھے۔ چھوٹے لوگ ان کے خلاف بڑے الزامات لگا کر اپنی نوکری اور چیف منسٹر کی ایڈوائزری کو طول دینے کی سعی مذموم کر رہے ہیں۔ ان علمی سطح پر چھوٹے اور شکمی سطح پر موٹے، اس پر مستزاد یہ کہ دل کے

کھوٹے مرفوع القلم لوگوں کے لئے ڈاکٹر نعیمی کا وجود غنیمت ہے کہ ان کے خلاف ژاژ خائی کے صلے میں دستر خوان اقتدار سے انہیں ریزے چننے اور سرکاری خزانے سے ''اشرفیاں'' بٹورنے کے مواقع ارزاں کئے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی ایک عنقائے بلند پرواز تھا۔ وہ حکمرانوں کے بچھائے ہوئے دانہ ودام کا اسیر کیوں بنتا؟ اسے بھی گذشتہ چھ برسوں میں متعدد بار پُرکشش آفرز کی گئیں۔ اس مردقلندر نے انتہائی لاپروائی سے ان آفرز کو پائے استحقار سے یہ کہتے ہوئے ٹھکرا دیا۔

مایوسفِ خود نمی فروشم

تو سیمِ سیاہ را خود نگہدار

یہ کیسا ملک ہے کہ جہاں سنگین ترین جرائم میں ملوث مجرم قصرِ اقتدار کی غلام گردشوں میں غلاموں کی طرح گردش میں دندناتے پھرتے ہیں۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے ذکر کے باب میں جانے مجھے کیوں بنی گالہ کی سب جیل میں محصور محسنِ عالم اسلام ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی یاد آ رہی ہے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان امریکہ کے نزدیک موست وانٹڈ ٹیرارسٹ ہے اور ڈاکٹر سرفراز نعیمی حکومتِ پنجاب کے نزدیک دہشت گرد ہے کہ وہ ضرب لا الہ کی ہیبت سامراجی طاغوتی قوتوں کے دلوں پر بٹھا رہے ہیں۔ اول الذکر ڈاکٹر امریکہ کے نزدیک بین الاقوامی دہشت گرد ہے تو ثانی الذکیر امیر کہ پٹھوؤں کے نزیک مقامی دہشت گرد۔ حقیقت میں دونوں ڈاکٹر لا الہ الا اللہ کی حقیقی روح تک رسائی حاصل کر چکے ہیں۔ روشن خیال، میانہ رو اور لبرل حکمران ''لا الہ الا الا امریکہ'' کا ورد کر رہے ہیں جبکہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان، ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی استقامت داعیان حق کی رہنمائی کرتے ہوئے انہیں بتا رہی ہے۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے

لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

(روزنامہ دن، 3 اپریل 2006ء)

حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ

نے یہود سے فرمایا کہ اگر تم نے دوبارہ بارگاہ رسالت میں ''راعنا'' کا لفظ بولا تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ (صاوی، جلد:۱، صفحہ:۴۷، خازن، جلد:۱، صفحہ:۷۲)

کیونکہ اس لفظ میں توہین رسالت کا شبہ پایا جاتا ہے۔

اے کیو نعیمی

اسیران بسنت و ناموس رسالت ﷺ

مملکت خداداد جو کلمہ طیبہ کی بنیاد پر حاصل کی گئی اور بانی پاکستان کے بقول زمین کا ایسا ٹکڑا حاصل کرنا مقصود تھا جہاں رہ کر ہم اسلامی قوانین کو تجربہ کر سکیں اور اپنی زندگیاں اسلامی اصولوں کے مطابق گزار سکیں لیکن ملک پاکستان اپنی 59 سال عمر گزارنے کے باوجود ان دونوں چیزوں کے حصول سے محروم و قاصر رہا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ملکی سلامتی اور بقاء کا انحصار قیادت پر ہوتا ہے قیادت ایک ایسا ہتھیار ہے جو کسی بھی جگہ میں اپنا من مانا ماحول پیدا کرنے کے لئے کسی بھی وقت استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بلاتردد یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ پاکستان کا شروع سے لے کر اب تک اصل مسئلہ قیادت کا فقدان ہے اچھی قیادت کی دستیابی بڑے نصیب کی بات ہے اور ہر ملک کے باسی کے حصہ میں نہیں آتی۔

تاریخ اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ کوئی بھی جگہ جو قدرتی وسائل سے مالا مال ہو اور قابل ترین افراد کا مسکن بھی ہو لیکن قیادت کا فقدان ان کو اندھے کنویں میں ڈال دیتا ہے اس کے برعکس اگر ملک کو اچھی قیادت نصیب ہو جائے تو ملک دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتا ہے اور اس ترقی میں وسائل و افراد کی کمی بھی رکاوٹ نہیں ڈالتی اور پاکستان کو سابقہ ادوار میں قیادت کبھی تو مارشل لاء لگانے والوں کی صورت میں ملی، کبھی روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ لگانے والوں کی صورت میں، کوئی نفاذ اسلام کا داعی بن کر آیا ہے اور کوئی عوام کے منتخب نمائندہ کا لبادہ اوڑھ کر اور پچھلے سات برس سے روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا درس دینے والی حکومت ہمارا مقدر بنی ہوئی ہے۔ لیکن کوئی لیڈ ایسا مہیا نہیں ہو سکا جو عوامی خواہشات کو بروئے کار لائے اور ان کی کایا پلٹنے میں ممد معاون ثابت ہو۔ اور موجودہ حکومت نے روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی آڑ میں کچھ اور چیزوں کو بھی پروان چڑھایا ہے۔ جن میں میڈیا کی آزادی کے نام پر کیبل وڈش کا بے جا استعمال، عریانی و فحاشی کا فروغ، مخلوط میراتھن ریس کا ظہور پذیر ہونا نیو ایر نائٹ، ویلنٹائن ڈے اور بسنت (جس پر عوامی طاقت کے دباؤ کی وجہ سے سپریم کورٹ نے پابندی لگادی ہے) کو منظم انداز میں فروغ دیا ہے اور سرپرستی کا اصل حق ادا کر دیا ہے سابقہ حکمرانوں میں یہ بات نہیں تھی کیونکہ وہ اس چیز کی اہلیت سے محروم تھے شاید اس وقت روشن خیالی اعتدال پسندی کے الفاظ بھی نہیں تھے

اور اسی نہج پر اس اصطلاح پر عمل کرنے میں محو د مستغرق رہے کہ وہ اس بات کو بھی بھول گئے کہ ہم نے یہ دھرتی کیوں حاصل کی پاکستان کا قیام کس بنیاد پر ہوا تھا اس وقت والدین اپنی اولاد سے کیونکر جدا ہوئے۔ اس وقت عورتین اور بچے کیونکر بیوہ اور یتیم ہوئے۔ عوام نے اپنے سروں کی نیزوں پر کیوں چڑھایا ان لوگوں کے حصول پاکستان کا مقصد کا آج کے حکمرانوں کے مقاصد سے تقابل کیا جائے تو کوئی مماثلت ومشابہت نظر نہیں آتی۔ وجہ صرف یہی ہے کہ ہم نے اپنے ماضی کو بھلا دیا ہے ماضی کو بھلانے والا اپنے حال اور مستقبل کو کس طرح اچھے انداز میں گزار سکتا ہے اور حصول پاکستان کے ابتدائی مقاصد کو ذہن میں رکھ کر نظام حکومت کی تشکیل کرتے تو آج پاکستان کو درپیش مسائل کا اس طرح سامنا نہ کرنا پڑتا جس طرح کر رہا ہے۔ جمہوریت ابھی تک سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے یہی سوالیہ نشان ہمارے قلب و روح کے لئے حیرت کا سبب بنا ہوا ہے کہ دنیا کی تاریخ میں پاکستان واحد ملک ہے جو خالص جمہوری اور ووٹ کی طاقت سے آزاد ہوا نہ کہ الجزائر، انڈونیشیا، نیولیبیا کی طرح جو برطانیہ، فرانس اور ہالینڈ کی غلامی سے آزاد ہوئے۔ مگر باعث حیرت یہ ہے کہ سب سے زیادہ غیر جمہوری صدموں سے بھی اسی ملک کو دو چار ہونا پڑا۔ وجہ صرف یہ ہے کہ ہمارے حکمران سیاسی طور پر نابالغ ہیں اور یہ سیاسی نابالغی کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارا ملک تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے اور وزیر اعظم جناب شوکت عزیز کے بقول کہ انہوں نے کشکول توڑ دیا ہے نئے کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ ابھی بنا ہے یا نہیں بنا۔

بہر حال اسلام اور نظریہ پاکستان اس ملک کی بنیادیں ہیں یہ دونوں چیزیں یہاں کے باسیوں کے خمیر میں شامل ہیں جن سے انحراف کسی صورت میں نہیں کیا جاسکتا اسلام جو دنیا کے ڈیڑھ ارب لوگوں میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کیخلاف مغربی اخبارات میں خاکے شائع ہوئے یہ ایک ایسی بات ہے کہ کوئی کتنا ہی بے عمل مسلمان کیوں نہ ہو اس بات پر احتجاج کو وہ اپنا قانونی، اخلاقی، سیاسی اور مذہبی فریضہ سمجھتا ہے۔ اور یہ فریضہ ادا نہ کرنے کی صورت میں اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی شان مبارکہ میں ادنیٰ سی گستاخی کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج قرار پاتا ہے یورپ نے جس طرح جرأت مندی کے ساتھ مسلمانوں کی غیرت کو چیلنج کیا ہے اور غیرت ایمانی کو للکارا ہے تو اب ہر مسلمان ان کے مقابلے کے لئے اٹھ کھڑا ہے اب ہمارے حکمران جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلامی ریاست پر حکمرانی کا موقع دیا ہے اگر یہاں کے باشندے اس طرح کے موقع پر اپنی غیرت ایمانی اور جذبات کا اظہار کرتے ہیں ان کی گرفتاری عمل میں لائی جاتی ہے جن کا صرف اور صرف یہ قصور ہوتا ہے کہ وہ سڑک پر نکل کر یورپ کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار کرتا ہے اور اسی پاداش میں اسے جیل کی سلاخیں دیکھنا پڑتی ہیں۔ اور ان کے خلاف مزید مقدمات بنا کر انہیں ذاتی انتقام کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ جس کی حالیہ مثال

ڈاکٹر مفتی سرفراز نعیمی اور ممتاز مذہبی رہنما انجینئر سلیم اللہ اور دیگر مذہبی وسیاسی رہنماؤں کی گرفتاری ہے اور گرفتاری بسنت پر بھی ہوئی جن کا قصور یہ تھا کہ ان کی قاتل ڈور سے سینکڑوں گھر ویران ہوئے اور تکالیف ومصائب میں مبتلا ہوئے ان کے پیارے بچے ان سے جدا ہوئے اگرچہ عدالت عظمیٰ نے ان کے خون کے معاوضہ کا اعلان کیا ہے معاوضہ خواہ کتنا ہی کیوں نہ ہو کسی خاندان سے بچھڑنے والے پیارے کا متبادل نہیں ہو سکتا لیکن میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اتنی جانوں کے ضیاع کے باوجود وزیر اعلیٰ پرویز الٰہی نے اسیران بسنت کی رہائی کے احکامات جاری کیے ہیں جبکہ اس کے مدمقابل دینی جماعتوں کے احتجاجی جلوس میں چند فتنہ پرور ذہنوں کے مالکوں نے اپنے خبث باطن کا اظہار کیا اور سوچی سمجھی سازش کے تحت یہ کام کیا گیا اور نشانہ قائدین کو بنایا گیا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تحفظ ناموس رسالت محاذ کے قائدین سے ملاقات کی بھی اجازت نہیں دی جا رہی اور ان کے اہل خانہ پر تشدد کیا جا رہا ہے۔

وزیر اعلیٰ پرویز الٰہی نے بسنت کے قیدیوں کی رہائی کے احکامات جاری کر دیئے ہیں لیکن توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر احتجاج کرنے والے ڈاکٹر سرفراز نعیمی، سید زعیم قادری اور دوسرے مسلم لیگ (ن) کے قائدین کو فوری طور پر رہا کیا جائے اور ان کے خلاف جھوٹے مقدمات ختم کیے جائیں کیونکہ قاتل ڈور سے سینکڑوں لوگ جاں بحق ہوئے لیکن توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر احتجاج جو ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے اس فریضہ کی ادائیگی کرنے کی وجہ سے انہیں ریمانڈ دیا جا رہا ہے۔ اور ان کی شناخت پریڈ کی جا رہی ہے انکی ضمانت درخواستوں کو مسترد کیا جا رہا ہے ایک مملکت اسلامی میں پیغمبر اسلام کی عزت و ناموس پر غیرت کا اظہار کرنے والے سلاخوں کے پیچھے راتیں گزاریں اور زہر قاتل ڈور کا استعمال کرنے والوں کی رہائی کے احکامات جاری کیے جائیں کیا یہی انصاف ہے؟

(روزنامہ آفتاب، 18 اپریل 2006ء)

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اُسے منظور بڑھانا تیرا

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

عبدالستار انصاری

پُرتشدد مظاہروں کی حقیقی وجوہات کے ادراک کی ضرورت

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر دنیا بھر میں اور پاکستان میں مظاہروں اور احتجاج کا سلسلہ شدت سے جاری ہے لیکن پاکستان میں اس حوالے سے جو پرتشدد آمیز ہلاکت خیز اور توڑ پھوڑ اور جلاؤ گھیراؤ پر مبنی سنگین عنصر ابھر کر سامنے آیا ہے، یہ حیرت انگیز بھی ہے اور باعث تشویش اور سوہان روح بھی، خصوصاً لاہور اور پشاور میں جس طرح سے سرکاری املاک کو ٹارگٹ کیا گیا، بینکوں اور ہوٹلوں اور بسوں گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کو جلایا گیا ہے۔ جس طرح سے لاہور اور پشاور میں نصف درجن سے زائد لوگ ہلاک ہوئے ہیں اور اب تک ملک بھر کے چھوٹے بڑے شہروں میں جس طرح سے سینکڑوں گرفتاریاں ہو چکی ہیں۔ اربوں روپوں کا نقصان ہو چکا ہے۔ جس طرح سے کاروبار تجارت اور معیشت کا پہیہ جام کرنے کی سازشیں منظر عام پر نظر آتی ہیں۔ اس سے لگتا ہے کہ ان جلسے، جلوسوں، احتجاجوں کی آڑ میں کوئی اور ایجنڈا بھی پوشیدہ ہے؟ کوئی خفیہ ہاتھ بھی سرگرم عمل ہے۔ کچھ شرپسند، دہشت گرد اور تخریب کار بھی اپنی کارستانیوں اور کارگزاریوں میں مصروف کار ہیں۔ عام آدمی تو جلسے جلوسوں میں محض احتجاج اور شرکت کے لیے آتے ہیں۔ اور پولیس کے لاٹھی چارج، آنسو گیس ربڑ بلٹ چلانے سے پہلے ہی بھاگ جاتے ہیں۔ بہرحال جو رجحان سامنے آیا ہے اس میں اضافے کے امکانات و خدشات ہیں۔ لیکن اس رجحان کا روکنا اور اس کا تدارک کرنا فوری حکمرانوں کی ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری کی بجا آوری میں حکمرانوں کو ایک طرف ناکام نہیں ہونا چاہیے تو دوسری طرف ان وجوہات، محرکات، مضمرات اور عوامل کا بھی حقیقی انداز میں ٹھنڈے دل و دماغ سے جائزہ لینا ہوگا۔

سوال یہ بھی ہے کہ لاہور میں پولیس خاموش تماشائی کیوں بنی رہی اور توڑ پھوڑ اور شرپسندی و دہشت گردی کرنے والے چار سو، سہولت و دہشت سے دندناتے کیوں رہے۔ حتیٰ کہ پولیس کے اہم افسران بھی با آسانی مظاہرین اور شرپسندی کرنے والوں کے رحم و کرم پر کیوں نظر آئے؟ کیا حکمران اور

قانون نافذ کرنے والے ادارے اور خفیہ ایجنسیاں قطعی طور پر آگاہ نہ تھے کہ لوگ ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں سڑکوں پر نکل سکتے ہیں۔ اور جب لوگوں کا جم غفیر اُمڈ آئے تو اس میں مٹھی بھر انتشار پسندوں اور شرانگیزوں کا گھس جانا کون سی جیرت کی بات ہوتی ہے۔ ایجنسیاں اور خفیہ والے کیونکر ہر نوع کی صورت حال کے لیے آمادہ نہ تھے؟ 10 محرم کو ہنگو میں جو بم دھماکے یا خودکش حملہ یا دہشت گردی و تخریب کاری ہوئی تھی اور اس میں 25 کے قریب لوگ شہید ہو گئے تھے اور بعدازاں ہنگو میں بھی دوکانوں اور املاک کو آگ لگانے کا عمل سرعت سے دیکھنے میں آیا اور پھر فوج وہاں طلب کرنی پڑی تھی۔ کیا لاہور اور پشاور میں ''سانحہ ہنگو'' کو مدنظر رکھ کر اقدامات نہیں کرنے چاہیے تھے۔ لاہور اور پشاور جو کچھ ہوا اس کا آغاز ہنگو میں واضح طور پر ہوا ہے۔ لاہور اور پشاور کے واقعات ہنگو کی طرز پر سامنے آئے ہیں۔ اور یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ یہ منظّم، مربوط لوگوں کا کام ہے۔ اس عمل میں جو بھی شرپسند اور دہشت گرد شامل ہیں وہ نہ پاکستانی ہیں اور نہ پاکستان سے ان کو کسی نوع کی ہمدردی ہے۔ یہ فرقہ وارانہ تشدد اور غبار نہیں ہے۔ یہ دینی اور سیاسی جماعتوں کے کارکنوں کا ردعمل اور کیا دھرا نہیں ہے۔ انہی واقعات کے بعد ''حب'' میں تین چینی انجینئروں کا قتل ہوا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سارے واقعات اور ان کی کڑیاں ایک دوسرے سے باہم مربوط ہیں۔۔۔!!

اب پنجاب اور پاکستان کے حکمرانوں نے لاہور اور پشاور کے دلدوز واقعات کا ذمہ دار بلواسطہ طور پر مذہبی جماعتوں اور مسلم لیگ نون کو گردان رکھا ہے۔ جبکہ دوسری طرف مذہبی جماعتوں کی طرف توڑ پھوڑ کو خفیہ ایجنسیوں کی کارستانی قرار دیا جا رہا ہے، حکمرانوں کی ناکامی قرار دیا جا رہا ہے۔ اور عوامی ردعمل اور حکمرانوں سے عوام کی نفرت سے تعبیر کیا جا رہا ہے اور یہ کہا جا رہا ہے کہ حکمرانوں نے توہین رسالت جیسے نازک اور حساس مسئلے پر بھی تساہل اور تجاہل عارفانہ کا رویہ اختیار کیا جس سے عوام کے جذبات بھڑک اٹھے۔ طرفین کے ان دلائل و براہین کے سبب اور ایک دوسرے کو جلاؤ گھیراؤ کا ذمہ دار گردانئے کے سبب یوں لگتا ہے کہ توہین رسالت کا مسئلہ بھی حکومتی مخالفت و حمایت کا پیمانہ و معیار بنایا جا رہا ہے۔ پشاور میں ہنگاموں کی صورت میں گورنر سرحد نے وزیراعلیٰ سرحد پر الزام عائد کیا ہے کہ انہوں نے دفعہ 144 نافذ نہیں کی اور فوج طلب کرنے کی انکی تجویز کی پذیرائی نہیں کی ہے۔ جبکہ پنجاب میں وزیراعلیٰ نے دفعہ 144 کے نفاذ کے بعد جلسے جلوسوں پر پابندی عائد کر دی۔ لیکن اس پابندی کو ایم ایم اے سمیت دیگر حکومت مخالف جماعتوں نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ جس سے لگتا ہے کہ آئندہ صورتحال مزید غیر معمولی شکل اختیار کر سکتی ہے۔ حکمرانوں نے عام مظاہرین کی سینکڑوں گرفتاریوں اور ان پر دہشت گردی ایکٹ کے تحت مقدمات قائم کر کے ماحول کو پرسکون کرنے اور فضا میں سدھار پیدا

کرنے کی بجائے طاقت سے کنٹرول کرنے کی راہ اختیار کی ہے جس کے اثرات ونتائج دیرپا مثبت نظر نہیں آتے ہیں۔ اس سے اپوزیشن عناصر کوتوہین رسالت کی صورت میں ابھرنے اور بھڑنے والے جذبات کوحکومت مخالف احساسات میں تبدیلی اور منقلب کرنے میں دشواری پیدانہیں ہوگی۔ اور حاصل کاراس سارے عمل کا نتیجہ اور ڈراپ سین حکمرانوں کی نیک نامی اور اقتدار کے لیے بہتر نہیں ٹھہرے گا۔

پنجاب میں حمید گل اور پروفیسر حافظ سعید کی نظر بندی اور زعیم قادری اور سعد رفیق کی گرفتاری کی صورت جوفضا اور سیاسی ماحول سامنے آئے گا۔ اس کا نقد نتیجہ یہی سامنے آئے گا کہ اپوزیشن کی جماعتیں کھل کر حکومتی مخالف تحریک میں جٹ جائیں گی۔ قاضی حسین احمد نے اب تک کھل کر تحریک کو جاری رکھنے کا اعلان ہی نہیں کیا ہے بلکہ حکومت کے خاتمے تک اس تحریک کو جاری رکھنے کا بھی عندیہ دیا ہے۔ علاوہ ازیں پی پی پی نے بھی 17 فروری کو راولپنڈی میں بڑا جلسہ کیا ہے اور یہ ٹمپو بڑھتا چلا جارہا ہے۔ وزیراطلاعات نے اسلام آباد میں ریلی کو نہ جانے دینے کا اعلان کیا ہے۔ اس سے حالات مزید خراب ہوں گے۔

یقیناً پشاور اور لاہور میں ہونے والے سنگین، متشدد، بے رحم اور وحشیانہ واقعات کی وکالت ہرگز نہیں کی جاسکتی۔ لیکن حکمرانوں سے یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ ان واقعات کے پس پشت عناصر کو اور عوامل کو ٹٹولنے اور کھنگالنے میں حقیقت پسندانہ انداز کار اختیار کیا جائے۔ سیاسی حریفوں کو مذکورہ ہنگاموں کی آڑ میں کارنر اور ٹارگٹ کرنے کا نتیجہ بہتر نہیں ہوگا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جن پالیسی سازوں نے سیاسی رہنماؤں اور کارکنوں کی گرفتاریوں کی حکمت عملی مدون کر کے دی ہے وہ ملک وقوم اور حکمرانوں کی مشکلات اور مسائل میں اضافے کو روکنا نہیں چاہتے ہیں۔

یہ بھی درس ہے کہ جس نوع کے منظم ومدون ہنگامے اور تشدد لاہور اور پشاور اور ہنگو میں دیکھا گیا ہے۔ اس میں ملک دشمنی ہاتھ ملوث لگتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ عوام حکمرانوں سے قطعی کوئی شکایت، اعتراض اور ردعمل نہیں رکھتے ہیں۔ حکمرانوں کے اعصاب شکن اور عوام شکن فیصلوں نے عوام میں خاصی جڑیں گہری کرلی ہیں۔ حکمران گڈ گورنس میں ناکام ہیں عوام بلک بلک کر مر رہے ہیں اور ان کی پکار اور دادرسی پر حکمران قطعی آمادہ نہیں ہیں یہ صورتحال ظاہر کرتی ہے کہ اگر حکمرانوں نے توہین رسالت کے ایشو سے اور اپوزیشن اور عوام کے مطالبات سے عوام مزاج وخواہش کے مطابق ڈیل اور ٹریٹ کرنے کا آخری موقع بھی ضائع کردیا تو واقعی اپوزیشن کی تحریک شروع ہوسکتی ہے اور اس کے ابتدائی آثار واضح طور پر دکھائی دینے لگے ہیں۔

آنے والے حالات وآثار قطعی طور پر حکمرانوں کے طرزعمل اور پالیسیوں کے جاری وساری رہنے کی صورت میں سازگار اور خوشگوار محسوس نہیں ہوتے ہیں۔ اس کا جتنی جلدی حکمرانوں کو ادراک ہوجائے گا

اتنی جلدی بہتری کی راہ نکل سکتی ہے لیکن حکمرانوں کا اب تک ''ٹریک ریکارڈ'' بہتریاں پیدا کرنے سے عبارت نہیں ہے۔ دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ آئندہ محاذ آرائی، کشمکش کی فضا دو چند ہوگی۔ طاقت کا استعمال طاقت ور حلقوں کی طاقت میں ضعف کا موجب بھی بن جاتا ہے۔ دبانے اور کچلنے کی پالیسی کا ہی اب تک ثمر ہے کہ ہم مسائل کے گرداب میں پھنستے چلے جارہے ہیں۔ ہمارا اتحاد ختم ہو رہا ہے۔ اس کا فائدہ ان قوتوں کو ہوگا جو ہنگو، پشاور اور لاہور ایسے واقعات کے پورے ملک میں تسلسل کے خواہاں ہیں۔

(روزنامہ دن، 26 فروری 2006ء)

اللہ عزوجل فرماتا ہے

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ O

(پ 10، ع 9، سورہ التوبہ)

اے نبی! تم فرمادو کہ اے لوگو! اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیبیاں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور وہ سوداگر جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہاری پسند کے مکان ان میں کوئی چیز بھی اگر تم کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار رکھو یہاں تک اللہ اپنا عذاب اتارے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جسے دنیا جہاں میں کوئی معزز، کوئی عزیز، کوئی مال، کوئی چیز، اللہ و رسول ﷺ سے زیادہ محبوب ہو وہ بارگاہِ الٰہی سے مردود ہے۔ اللہ اسے اپنی طرف راہ نہ دے گا اسے عذابِ الٰہی کے انتظار میں رہنا چاہئے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

عطاء الرحمٰن

قانون کی عملداری؟

اگر اس بحث کو چھوڑ بھی دیا جائے کہ ملک میں جمہوریت اور آئین کی بالادستی نام کی کوئی چیز ہے یا نہیں۔ اس قضیے کو بھی اگر ترک کر دیا جائے کہ وردی والی حکومت اور آمریت میں کوئی فرق باقی رہ جاتا ہے یا نہیں۔ اس تنازعے میں بھی اگر نہ پڑا جائے کہ پاکستان کے لیے کون سا نظام حکومت مفید ہے اور کون سا نہیں۔ اس سے تو کوئی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جیسی بھی حکومت ہو۔ وہ جس طرح کے نظم مملکت کے تحت چل رہی ہو۔ اسے مہذب اور شائستہ ہونے کی ایک سطح ضرور برقرار رکھنی چاہیے۔ اس ملک کے شہریوں میں یہ احساس ضرور ہونا چاہیے کہ ملک کا کوئی قانون ہے۔ اس کی بالادستی کو ہر کوئی تسلیم کرتا ہے اور اس کے منصفانہ نفاذ کو یقینی بنانا وقت کے حکمران اپنا اولین فریضہ سمجھتے ہیں یہ شعور اور احساس جس قدر گہرا اور راسخ ہو گا عام شہری کے اندر بھی قانون کے احترام کا اسی قدر جذبہ پایا جائے گا۔ انگریزی عہد غیر ملکی تھا۔ سامراج تھا۔ یہاں پر نوآبادیاتی حکومت تھی۔ قومی آزادی نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ آئین مملکت کا کوئی وجود نہ تھا۔ اس کے باوجود یہ احساس عام تھا کہ قانون کی عملداری پوری طرح برقرار ہے۔ حکومت وقت جس طرح کا اور جیسا قانون نافذ کرتی تھی اس پر عمل کرانا جانتی تھی۔ حکمران خود بھی اس پر عمل پیرا ہونا از حد ضروری سمجھتے تھے۔ آڈیٹر جنرل، وائسرائے سے ایک ایک پیسے کے خرچ کا حساب طلب کرتا تھا۔ جو لوگ انگریز حکومت کے سخت مخالف بلکہ دشمن تھے۔ آزادی کی تحریکیں برپا کیے ہوئے تھے۔ اٹھتے بیٹھتے ''ہندوستان چھوڑ دو'' کا نعرہ لگاتے تھے۔ ہر دم حکومت برطانیہ کا ناطقہ بند کر کے رکھ دینے کی فکر میں رہتے تھے۔ ان کے خلاف بھی اگر ریاستی مشینری حرکت میں آتی تھی ان کی شخصی آزادیاں سلب کر لی جاتی تھیں اٹھا کر جیلوں میں پھینک دیا جاتا تھا۔ تو یہ عناصر بھی انگریزوں کے نافذ کردہ قانون کا سہارا لیتے تھے۔ انگریزوں کی قائم کردہ عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹاتے تھے۔ وہاں سے انصاف حاصل کرنے کی اُمید رکھتے تھے۔ اکثر و بیشتر مل بھی جاتا تھا۔ باہر نکل کر دوبارہ آزادی کی جدوجہد میں شریک ہو جاتے تھے یہ تو اس زمانے کے سیاسی لوگوں اور آزادی پسند قوتوں کی بات ہے۔ عام آدمی پر بھی انصاف کے دروازے کھلے رہتے تھے جو اگرچہ اس زمانے میں بھی مہنگا تھا۔ لیکن ناقابل حصول نہیں تھا۔

اس میں پیچیدگیاں پائی جاتی تھیں۔لیکن وہ بات نہیں تھی جیسے آج کل ہے کہ وکیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں سید ھا جج کے ساتھ معاملہ طے کر لیتے ہیں۔اس عہد میں عدالتوں پر اعتماد برقرار تھا۔اسی لیے انگریز کی حکومت سامراجی نوآبادیاتی اور حد درجہ غیر مطلوبہ ہونے کے باوجود اپنی عملداری کے لحاظ سے کامیاب تھی۔اسی بنا پر آج بھی یاد کی جاتی ہے۔

میں یہاں یہ ذکر نہیں کرنا چاہتا کہ بسنت کے روز لاہور اور پنجاب کے دوسرے شہروں میں پتنگ بازی پر پابندی کے قانون کی حرمت کو کس طرح پامال کیا گیا۔پولیس نے تھوڑی بہت کاروائی کی لیکن زیادہ تر بے بس رہی۔کئی پتنگ باز تو ایسے تھے جو کھیل سے بھی لطف اندوز ہو رہے تھے اور اپنے ہاتھوں قانون کی بے حرمتی کا حظ بھی اٹھا رہے تھے۔یوں لاہور کے کئی ایک مکانوں کی چھتوں پر قانون کی عملداری کا عملاً مذاق اڑایا جا رہا تھا۔اس کی وجہ شاید یہ بھی ہے ہمارے یہاں کسی حکومت نے عام شہری کے اندر یہ تہذیب نفس پروان چڑھانے کی کبھی کوشش نہیں کی کہ ملک قانون کتنی مقدس چیز ہوتا ہے۔اس پر دل و جان سے عمل پیرا ہونا خود ان کی عام زندگیوں کو بہتر خطوط پر استوار کرنے کے لیے کتنا ضروری ہوتا ہے۔پھر عام شہری اس احساس سے ''سرشار'' ہو کہ قانون کے خلاف ورزی سب سے پہلے اسے بنانے اور نافذ کرنے والا حکمران طبقہ کرتا ہے تو پھر وہ اپنے اندر اس پر عمل کرنے کا جذبہ کیونکر پیدا کرے گا۔بسنت تو خیر جیسی بھی تھی گزر گئی۔باقی معاملات میں قانون کی بالادستی اور عدالتی فیصلوں کا کسی حد تک احترام کیا جاتا ہے اور اس باب میں ہمارے حکمرانوں کا رویہ اور طرز عمل کیا ہے اس کا ایک اندازہ کراچی کے ڈاکٹر برادران کے مشہور مقدمے سے لگایا جا سکتا ہے۔جمعہ 10 مارچ کو سندھ ہائیکورٹ نے اپنے فیصلے میں ڈاکٹر اکمل وحید اور ڈاکٹر ارشد وحید کی سزا کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے انہیں (اگر ان کے خلاف اور کوئی مقدمہ نہیں) رہا کرنے کا حکم دیا۔اس کے ساتھ یہ بھی لکھا'' ہماری یہ طے شدہ رائے ہے کہ استغاثہ اپیل کنندگان کے خلاف اپنے کیس کو ثابت کرنے میں مایوس کن حد تک ناکام ہوا ہے۔لہٰذا انسداد دہشت گردی لی عدالت کی جانب سے) انہیں جو سزا دی گئی ہے اسے کالعدم قرار دیا جاتا ہے''۔ اس فیصلے کے احترام میں ڈاکٹر برادران کو فی الفور رہا کر دیا جانا چاہئے تھا۔لیکن حکومت سندھ کو اچانک معلوم ہوا کہ اگر دونوں بھائی جیل سے باہر چلے گئے تو نقص امن کا اندیشہ پیدا ہو جائے گا۔لہٰذا ایک نئے حکمنامے کے تحت انہیں مزید ایک ماہ کے لیے نظر بند کر دیا گیا۔جب قانون کی بالادستی اور عدالتی فیصلوں کے احترام کی مٹی اس طرح پلید ہو تو عام آدمی سے کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے اندر قانون پر عملدرآمد کا داعیہ پیدا کرے گا اور دل سے اس کا لحاظ و احترام کرے گا۔

پنجاب میں حرمت مصطفیٰ ﷺ کے لیے جلوس نکالنے کی پاداش میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی محترم علمی

شخصیت کو پس دیوار زندان ڈال دیا گیا ہے۔ حالانکہ مفتی محمد حسین نعیمی مرحوم ومغفور کے اس صاحب علم و شعور اور جرأت کردار کے مالک بیٹے کے بارے میں کون نہیں جانتا کہ ان کی شخصیت کو تخریب کاری سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ لیکن وہ حکومت کا تابع مہم بننے سے ہمیشہ انکاری رہے ہیں۔ اس لیے زیر عتاب ہیں۔ اسی قسم کی صورتحال سے انجینئر سلیم اللہ خاں دوچار ہیں۔ ان کا گناہ بھی گفتار کی بیباکی اور کردار کا شفاف ہونا ہے۔ لاہور کا ہر قابل ذکر شہری انجینئر سلیم اللہ سے واقف اور گواہی دے سکتا ہے کہ انہوں نے حرمت مصطفیٰ ﷺ پر جلوس ضرور منظم کیا تھا۔ کسی شر انگیز کاروائی میں حصہ لینے کی صلاحیت ان کے اندر سرے سے پائی ہی نہیں جاتی۔ خواجہ سعد رفیق اور زعیم القادری کے بارے میں ہر کوئی جانتا ہے کہ سیاسی انتقام کا نشانہ بنائے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد قانون کی عملداری کے فقدان کا رونا کیوں روئیے؟

(روزنامہ نوائے وقت، 14 مارچ 2006ء)

توہین رسالت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ

امام عبدالرزاق ابن تیمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص حضور ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرے اسے قتل کر دیا جائے۔

(المصنف عبدالرزاق: جلد: ۵، صفحہ: ۳۰۷، ۳۰۸)

اس روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مؤقف بالکل واضح ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کی سزا صرف اور صرف قتل ہی ہے۔

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

رفعت قادر حسن

ناموسِ رسالت ﷺ کے تین منظر

لاہور کے آسمان نے عشق محمد ﷺ کے تین شاہکار منظر دیکھے ہیں پہلا غازی علم دین شہید کا جذبہ ایمانی دوسرے تحریک ختم نبوت میں جان کی قربانیاں اور تیسرے اب ناموس رسالت کی تحریک لاہور کے ایک محنت کش علم دین نے شان رسالت میں گستاخی کرنے والے ایک ہندو راجپال کو جہنم واصل کر دیا۔ حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخانہ کتاب کی اشاعت پر مسلمانوں کے اندر کھلبلی مچ گئی یہ انگریز کی حکومت کا زمانہ تھا ہر مسلمان اس گستاخی پر سخت مشتعل تھا لیکن یہ ابدی سعادت لاہور کے ایک ترکھان کے لڑکے کو نصیب ہوئی علامہ اقبال نے کہا کہ ہم تو باتیں ہی کرتے رہے اور بازی ایک ترکھان کا بیٹا جیت گیا مقدمہ چلا تو علم دین کو قانونی مشورہ دیا گیا کہ وہ قتل سے مکر جائے اس طرح اسے زیادہ سے زیادہ عمر قید کی سزا ہوگی لیکن اس مومن کا مطلوب و مقصود شہادت تھا اس نے یہ مشورہ ماننے سے انکار کر دیا اور اسے میانوالی جیل میں پھانسی دے دی گئی اس کی میت کو مسلمانوں کے حوالے نہیں کیا جا رہا تھا چنانچہ علامہ اقبال کی قیادت میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے انگریز حکمرانوں کو امن و امان کا یقین دلایا اس پر میت مسلمانوں کے سپرد کر دی گئی اور یوں میانوالی سے لاہور تک کوئی اڑھائی سو میل کے سفر میں لا تعداد جنازے پڑھے گئے اور جب لاہور میں جنازہ اٹھا تو کہا گیا کہ اتنا بڑا جنازہ چشم فلک نے نہیں دیکھا یہ جنازہ بار بار پڑھا گیا تاکہ سب لوگ شریک ہو سکیں اس کے بعد اس شیر لاہور کو میانی شریف کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا یہ مزار اب تک اور ہمیشہ کے لئے مرجع خلائق رہے گا اور مسلمانوں کو عشق رسول ﷺ کا سبق دیتا رہے گا۔

اس کے بعد سرور کائنات ﷺ کی محبت نے اس شہر میں ختم نبوت کی تحریک جوش مارا میں ان دنوں ایک دینی و سیاسی جماعت کی رکن تھی لاہور شہر میں مارشل لاء نافذ تھا پاکستان کی تاریخ کا پہلا مارشل لاء لیکن شمع نبوت کے پروانوں کو فوجی سختیوں اور گولیوں کی پروانہ تھی ہمیں ایک بھائی نے بتایا کہ میں اس جماعت کی ایک ایمبولینس میں سوار ان مقامات پر پہنچ رہا تھا جہاں سے کسی جلوس کی خبر ملتی تھی ہوتا یہ تھا کہ نوجوان کسی جگہ جمع ہو کر جلوس کی شکل اختیار کر جاتے اور یہ جلوس چلنا شروع ہو جاتا نعروں اور درود

شریف کی گونج میں اس طرح جب یہ جلوس اپنی اطلاع دیتا تو وہاں اسے روکنے کے لئے فوجی دستے پہنچ جاتے اور میں نے دیکھا کہ نوجوان سینے کھول کر آگے بڑھتے اور چلاؤ گولی کا نعرہ لگاتے اس پر کئی نوجوان فوج کی گولیوں سے شہید کر دیئے جاتے اور میں اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ لپک کر ان زخمیوں اور شہیدوں کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالتا اور ہسپتال کا رخ کرتا راستے میں ان زخمیوں کو پانی پلاتے جاتے لیکن کلمہ پڑھ کر جان دینے والوں پر سفید چادر بچھا دیتے یہ سلسلہ کئی روز جاری رہا اور مجھے کئی جانثاران نبوت کی خدمت کا اعزاز حاصل ہوا ختم نبوت کی تحریک کی داستان طویل ہے جس کا کچھ حال منیر انکوائری رپورٹ میں درج ہے۔ اور کچھ تاریخ وطن کی دوسری کتابوں میں بہر کیف ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے سلسلے کی یہ دوسری تحریک تھی پہلی تاریخ جیسا کہ عرض کیا ہے صرف ایک شخص پر مشتمل تھی یہ دوسری تحریک بہت لوگوں پر مشتمل تھی اس سلسلے کی تیسری تحریک جو لاہور سے شروع ہوئی ہے اور اب ملک بھر میں پھیل چکی ہے اور مسلسل جاری ہے اسے ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کا نام دیا گیا ہے اور یہ مغربی ملکوں کے اخبارات میں شائع ہونے والے گستاخانہ خاکوں کے خلاف دنیا بھر کے مسلمانوں کے احتجاج کا ایک حصہ ہے۔

اس سلسلے کی یہ پہلی تحریک ہے جو بدامنی کا شکار ہے لیکن جو لوگ احتجاجی جلوسوں میں شامل ہیں وہ ہر لحاظ سے پر امن ہیں مگر کچھ اور لوگ جو نہ جانے کہاں سے آگئے ہیں لوٹ مار کر رہے ہیں اور املاک کو آگ لگا رہے ہیں اس بدامنی کا لاہور سے آغاز ہوا ہے تحریک کے سلسلے کا جلوس جس جگہ سے روانہ ہو وہاں امن تھا لیکن قریب ہی ایک تھانے کو جلا دیا گیا پھر یہ لوگ جلوس سے لاتعلق ہو کر مال روڈ پر آگئے اور اس خوبصورت سڑک پر تباہی پھیلا دی اصل جلوس ابھی یہاں سے بہت دور تھا اور رسالت کے نعرے لگا رہا تھا لیکن بدامنی کرنے والے اس جلوس سے بہت آگے اپنی کارروائیوں میں مصروف تھے انہوں نے بینک جلائے اور لوٹے۔ دکانیں جلائیں اور لوٹیں پنجاب اسمبلی کی عمارت کے ایک کمرے کو آگ لگا دی اور یہاں سے دفتری سامان لوٹ لیا یہ سلسلہ جو سہ پہر کو عروج پر تھا کسی قسم کی رکاوٹ کا سامنا نہیں کر رہا تھا اگر پولیس کہیں تھی تو وہ کسی کو روک نہیں رہی تھی اور یہ لوگ آزادی کے ساتھ بے خوف وخطر ہر طرف تباہی پھیلا رہے تھے جب یہ سلسلہ حد سے بڑھ گیا تو پھر پولیس کو کچھ حرکت میں لایا گیا اور نیم فوجی دستوں کو بلا کر کنٹرول کیا گیا یہ سوال موجود ہے کہ پولیس نے بروقت کاروائی کیوں نہیں کی اور اس قدر دیر سے نیم فوجی دستوں کو کیوں طلب کیا گیا۔

اس سلسلے میں ہر کوئی اپنی اپنی رائے اور تعجب کا اظہار کر رہا ہے اور لوگ حیران ہیں کہ ایک مقدس مشن میں بدامنی کہاں سے داخل ہوگئی۔ کچھ لوگ کہہ رہے ہیں اور کئی سیاسی لیڈر بھی کہہ رہے ہیں کہ یہ

فسادی لوگ حکومتی ایجنسیوں کے لوگ تھے مگر کیوں حکومت کا اس سے کیا مقصد تھا مگر اکثریت کا خیال یہ ہے کہ یہ نوجوان کسی صورت میں بھی دینی جماعتوں کے نہیں لگتے تھے۔حالات سے پریشان ہو کر حکومت پر اپنا غصہ اتار رہے تھے۔ بے روزگاری اور گرانی، بدامنی اور ناانصافی نے ان نوجوانوں کو برہم کر دیا ہے ایک طرف غربت عام ہے تو دوسری طرف قوم کی آنکھوں کے سامنے حکمران عیش کر رہے ہیں اور انہیں غریبوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے چینی کی کمیابی اور گرانی اس کی تازہ مثال ہے۔ یہ چینی اپنی گرانی کی وجہ سے ملک کے پہلے فوجی حکمران کی اقتدار سے محرومی کا پیش خیمہ بن چکی ہے۔

(روزنامہ جناح، 25 فروری 2006ء)

قاضی عیاض مالکی

امام مالک کا مذہب بیان کرتے ہیں کہ ابو مصعب اور ابن ابی اویس سے منقول ہے کہ ہم نے امام مالک کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو بھی حضور ﷺ کو سب و شتم کرے یا کوئی آپ کی طرف عیب منسوب کرے یا کسی بھی طرح آپ کی تنقیص کرے وہ مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کیا جائے گا۔

(الشفاء: جلد:۲ صفحہ: ۲۱۷)

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم
اس خاک پہ قرباں دلِ شیدا ہے ہمارا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر اے آر خالد

احتجاج کا انداز بدلنے کی اشد ضرورت

توہین آمیز خاکوں کے خلاف احتجاج مسلمانوں کا ایمان ہے۔ مسلمانوں کا امتحان ہے۔ اسی لئے مسلم ممالک کے علاوہ ہر اس ملک میں جہاں مسلمانوں کی حکومت نہیں ان کی اکثریت نہیں وہ اقلیت میں ہیں وہاں بھی احتجاج کیا جا رہا ہے۔ یہ احتجاج پھیل رہا ہے۔ بڑھ رہا ہے۔ وزیر اعظم ڈنمارک کو راسموسین کو ڈٹے رہنے کی تھپکی دینے والے امریکہ کے صدر جارج بُش کی آنکھیں ابھی تک نہیں کھلیں اگرچہ سابق امریکی صدر بل کلنٹن نے اپنے دورہ پاکستان کے دوران یہاں کے غیور مسلمانوں کی باڈی لینگویج دیکھ کر ہی بھانپ لیا تھا کہ یہ احتجاج بے قابو ہو سکتا ہے اور کلنٹن نے ان خاکوں کی بھرپور مذمت بھی کی ہے۔ راسموسین کی گردن میں موجود سریا ابھی تک نرم نہیں ہوا شاید ہو بھی نہیں سکتا۔ وہ ایک یہودی سازش کے عملی مہرے کے طور پر کام کر رہا ہے۔ جس نے اپنے ہی ملک کے آئین، صحافت کے جملہ اخلاقی ضابطوں اور تو اور یورپین کنونشن آف ہیومن رائٹس سبھی کو نظر انداز کر دیا ہے۔ ان سب کی دھجیاں بکھیرنے والی ڈنمارک کی حکومت مسلمان ممالک سے کسی ایسے اقدام کے بغیر اپنی ہٹ دھرمی ترک نہیں کرے گا جس کا براہ راست اس حکومت پر اثر نہ ہو۔ عالمی تناظر میں دیکھیں تو اب تک کا احتجاج پر امن بھی رہا اور بعض جگہ پر امن نہیں رہا۔ وطن عزیز میں اس مقدس فرض کی ادائیگی میں بعض ناخوشگوار واقعات بھی ہوئے یقیناً یہ خاکوں کے خلاف احتجاج کرنے والے افراد سے وابستہ نہیں کئے جا سکتے۔ وہ ڈنمارک کے اخبارات میں چھپنے والے کارٹونوں کے خلاف احتجاج میں بھلا اپنے گھر کو کیوں جلائیں گے۔ اپنی املاک کو کیوں نظر آتش کریں گے۔ یہ اشتعال کس نے پھیلایا کس نے بڑھایا اس کی خبر تک پہنچنا حکومت کا کام ہے۔ اس خالصتاً مذہبی مسئلہ کو سیاست کی بھینٹ چڑھانا یا اس کی آڑ میں حکومت بچانے یا حکومت گرانے کا کھیل کھیلنا انتہائی پست سوچ ہے۔ یہ مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ایک ایسی کاز ہے جس کے لئے اہل ایمان جان تک قربان کرنے کو تیار ہوتے ہیں اور یہ بات صرف مسلمان ہی نہیں غیر مسلم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ معروف سوشیالوجسٹ بی ڈبلیو ایف ہیگل کی اس بات میں

"That man was willing to die for a cause of greater value to hi

than life itself."

محمود صمدانی نے اپنی معرکتہ الآرا تصنیف Good Muslim, Bad Muslim میں بہت ہی خوبصورت اضافہ کیا ہے محمود صمدانی لکھتے ہیں۔

May be Hegal should have added: Man is also willing to kill for such a cause. This i think is true of our times than it was in the past.

اس بات کی گواہی بی بی سی کی وہ خبر ہے جو بھارت کی ریاست اتر پردیش کے وزیر حاجی یعقوب علی کے حوالے سے نشر کی ہے جس میں کہا گیا ہے انہوں نے بد بخت کارٹونسٹ کو نہ صرف واجب القتل قرار دیا ہے بلکہ اس کے قتل پر 51 کروڑ روپے انعام کا بھی اعلان کیا ہے۔ اگر ہیگل کی جہاندیدہ نگاہوں میں جس سچائی کو بیان کیا ہے۔ وہ بُش اور راسموسین کی سمجھ میں نہیں آ رہی تو اس میں ان کی سمجھ کا قصور نہیں بلکہ وہ طمع اور لالچ ہے۔ جس کے لئے وہ یہ ہٹ دھرمی والا رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔

آج مسلمانوں کو جس نازک ترین اور حساس ترین صورتحال میں اپنا احتجاج مؤثر بنانا ہے اس کے تقاضوں پر بھرپور غور و فکر کرنے اور پھر کوئی عملی قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔ جارج ڈبلیو بش بڑی مہارت و چابکدستی سے مسلمانوں کے خلاف یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں اور اس میں کافی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں کہ مسلمان جذباتی ہوتے ہیں۔ انتہا پسند ہیں یا عقل سلیم کو استعمال نہیں کرتے۔ اس پروپیگنڈے کو کامیاب کرنے کے لئے بُش کے اپنے ایجنٹ مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر ایسی حرکات کا ارتکاب کرتے ہیں مغربی میڈیا پوری منصوبہ بندی سے کام کر رہا ہے۔ مسلمانوں نے بھی اس سازش پر کوئی جوابی لائحہ عمل مرتب نہ کر کے سارا میدان ان کے لئے کھلا چھوڑ دیا ہے۔ حالیہ احتجاج کرنے والے نہ تو کسی فرقہ وارانہ تقسیم میں بانٹے گئے نہ ہی سیاسی عناد و عداوت کو ایکسپلائٹ کر کے احتجاج کو کمزور کیا جا سکتا تھا۔ نہ حکومت اور اپوزیشن کے روایتی طرز عمل سے فائدہ اٹھا کر احتجاج میں موجود یکسوئی ختم ہو سکتی تھی، اس کی بس ایک ہی صورت رہ گئی تھی اور اس پر احتجاج کرنے والوں کی توجہ نہ ہونے کے برابر تھی کہ احتجاج کرنے والوں میں کچھ ایسے شر پسند گھسا دیئے جائیں جو پُرامن احتجاج میں تشدد، توڑ پھوڑ اور لوٹ مار ایسے عوامل کو داخل کر کے انہیں اتنا نمایاں کر دیں کہ مسلمانوں کا امیج اور خراب بنا کر پیش کیا جا سکتے۔ ان مٹھی بھر شر پسندوں کو روکنے ٹوکنے میں حکومت اور احتجاج کرنے والوں کی نسبت بہت زیادہ نقصان کا موجب بنی۔ یہ نقصان جانی بھی ہے۔ مالی بھی ہے اور اخلاقی بھی ہے ان میں سے کسی بھی نقصان کی تلافی کرنا آسان نہیں۔

یہ احتجاج ابھی رُکا نہیں۔ رُکنا بھی نہیں چاہئے مگر اس کا انداز تبدیل ہونا چاہے۔ غیر مسلموں کی

بات نہیں خود کوئی بھی مسلمان ناموس رسالت ﷺ کے نام پر نکلنے والے کسی جلوس میں کسی بھی قسم کی منفی کاروائی کو پسند نہیں کر سکتا۔ برداشت نہیں کر سکتا۔ توڑ پھوڑ اور لوٹ مار کرنے والے مٹھی بھر افراد ان تمام اہل ایمان کی توہین و تضحیک اور ان کے مقصد کو نقصان پہنچانے کا موجب بن رہے ہیں۔ ان کی خبر گیری میں ناکام ہونے کے سبب اس احتجاج کے انداز کے بدلنے کی ضرورت ہے۔ احتجاج کا یہ بدلا ہوا انداز نہ صرف مسلمانوں میں یکجہتی پیدا کرنے کا موجب بنے گا بلکہ ان کے خلاف منفی پروپیگنڈا کرنے والے سارے عوامل اپنی موت آپ مرجائیں گے۔ یہ انداز بدلنے کی اس لئے بھی ضرورت ہے کہ جس کے سامنے احتجاج کیا جائے اس کی زبان اور اس کے انداز میں کرنے سے ہی وہ مؤثر ہوتا ہے چونکہ ڈنمارک یورپی یونین کا ایک مؤثر اور متحرک رُکن ہے۔ بش کی ہاں میں ہاں ملانے والوں میں ٹونی بلیئر کے بعد وہ شاید سب سے زیادہ بلند آہنگ میں بات کرتا ہے۔ اس لئے ٹھنڈے دل و دماغ سے یہ سوچنا چاہئے کہ ڈنمارک اور دوسری مغربی اقوام کے ہاں احتجاج کا کیا طریقہ ہے وہ اپنے کلچر سے ہٹ کر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے ہی عاری ہیں۔ ان کے ہاں کسی عزیز کی موت پر خاموش رہنا اظہار غم کا بہترین طریقہ ہے وہاں بین کرنے والے کے جذبات و احساسات کو سمجھنا ان کے دائرہ عقل و خورد سے باہر ہے۔ وہ ایسے موقع پر استفہامیہ انداز میں پوچھتے ہیں کہ اس آہ و بکا کا طریقہ جو پُر امن نہ رہے نہیں آسکتا اور اس کے ساتھ اگر یہ احتجاج مشرف کو ہٹائے جانے تک جاری رہے گا ایسی شہ سرخیوں کی اشاعت کے ساتھ ہو تو وہ اسے داخلی لڑائی یا حکومت کے خلاف احتجاج کہہ سکتے ہیں اور اگر حکومت اپنی کسی نامعقول پالیسی سے محض سیاسی مخالفین کی پکڑ دھکڑ کے ذریعے اس احتجاج کو روکنے والے اقدامات کرے تو وہ ایسی شہ سرخیوں کو تقویت دینے کا ہی موجب بنے گی جس سے آپس کی سیاسی عداوت اور مخالفت زیادہ نمایاں ہو کر سامنے آئے۔ بعض اسلامی ممالک میں احتجاج پُر امن بھی رہا ہے۔ دوسرے ممالک میں جہاں مسلمانوں کی حکومت نہیں بالعموم احتجاج پُر امن ہے۔

اب تک جو مؤثر اقدامات ہوئے ہیں ان میں ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ، ڈنمارک کے ساتھ سفارتی تعلقات معطل کرنے یا وہاں اپنا سفارت خانہ بند کرنے یا ڈنمارک کے سفیر کو اپنے ملک سے نکالنا ہیں اقدامات کی اپنی اہمیت ہے۔ مگر مغرب جس احتجاج کو سب سے زیادہ مؤثر سمجھے گا جس احتجاج سے مسلمانوں کا وہ امیج سامنے آئے گا کہ بش اور اس کے حواریوں کا پراپیگنڈے کا ہر تیر لوٹ کر ان کے ہی سینے میں پیوست ہو جائے گا جو احتجاج غلامان مصطفیٰ ﷺ کو ان کی منزل گم گشتہ کا پتہ دے گا اس احتجاج کا او آئی سی کی سطح پر اہتمام و انتظام کرنے کی ضرورت ہے۔ اور پاکستان اس سلسلہ میں آئیڈیا دے سکتا ہے۔ صرف ایک دن کیلئے سارے اسلامی ممالک ''پاؤں جام'' احتجاج کریں۔ خاموش رہ کر

گھروں میں رہ کر ہر چیز رُک جائے یہ احتجاج اگر کرلیا جائے تو مسلمانوں کی طاقت یہود و ہنود پر وہ خوف طاری کردے گی کہ مسلمانوں سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا جانتے ہیں۔ فیصلہ پر عمل کرنا جانتے ہیں یہ پیغام اگر اہلِ مغرب کو مل جائے جو آج کے حساس اور نازک دور میں ضروری ہو گیا ہے تو دہشت گردی کی تہمت کسی مسلمان پر نہیں لگے گی۔ آپس میں لڑنے مرنے کا طعنہ کسی مسلمان کو نہیں دیا جائے گا۔ یقین جانئے اسلام اور مسلمان اس احتجاج کے بعد ایک ناقابل تسخیر قوت بن کر سامنے آئیں گے۔ یہی احتجاج مغربی ممالک کے عوام کو سمجھ آئے گا اور وہ اپنے حکمرانوں کی اصلاح کا موجب بنیں گے۔

(روزنامہ نوائے وقت، 23 فروری 2006ء)

فیضی

کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی

میں امریکہ میں برسوں سے ایک یونیورسٹی میں ملازمت کر رہا ہوں "بارٹ" میرا کولیگ ہے اور ہمارے دفتر بھی ساتھ ساتھ ہیں میری اس کے ساتھ کسی حد تک بے تکلفی بھی ہے۔ آج صبح سویرے میں آفس جا رہا تھا کہ وہ مجھے آفس بلڈنگ کے باہر مل گیا اس نے چھوٹتے ہی (توہین آمیز) کارٹونز کا تذکرہ چھیڑ دیا وہ پوچھنے لگا کہ فیضان تم نے کارٹونز دیکھے ہیں میرے خیال میں ان میں سے چند بہت مزاحیہ ہیں ایک مجھے نامناسب لگا تھا "بارٹ" کی بات سن کر میرا خون کھول اٹھا ایک بار تو جی میں آئی ملازمت پر لعنت بھیجوں اور اس کی گردن دبوچ لوں میں نے بڑی مشکل سے خود پر قابو پایا اور اس کی بات کو نظر انداز کر کے آگے بڑھ گیا وہ پیچھے سے پھر پکارا کہ اسے ایک بات کی سمجھ نہیں آتی کہ مسلمان ان کارٹونز کی وجہ سے آپے سے باہر کیوں ہو رہے ہیں میں خود کو آپے میں رکھنے کے لئے جلدی سے اپنے آفس میں گھس گیا۔ وہ نانہجار چند لمحوں بعد ہی میرے آفس میں میرے سامنے بیٹھا پوچھ رہا تھا فیضان مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ذرا سے کارٹونز پر پوری دنیا میں اتنا پر تشدد ہنگامہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اخبار تو کارٹون روز ہی چھاپتے ہیں ان کارٹونز میں ایک ایسی کیا خاص بات ہے۔ میں نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے اس امریکی کو غور سے دیکھا تو مجھے اس میں واقعی ایک ناسمجھ امریکی نوجوان دکھائی دیا میں نے خود کو بہت ٹھنڈا رکھتے ہوئے نرم لہجے میں اس سے کہا "بارٹ" ہمارے کلچرز نہیں ملتے۔ ہمارے کلچر میں احترام کے تقاضے ذرا الگ ہیں۔ کسی کا کارٹون بنانا ہمارے ہاں اس کی بے عزتی کرنے کے مترادف ہے اور ہم مسلمان اپنے نبی ﷺ کا احترام سب سے بڑھ کر کرتے ہیں۔ نبی ﷺ کی تو کسی نے تصویر نہیں بنائی اس نے فوراً کہا اب تصویر نہ بنانے کی کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لاکھوں تصاویر موجود ہیں۔ حالانکہ ہمیں ان کے بارے میں صحیح طور پر معلوم بھی نہیں۔ ہم تو اسے گستاخی نہیں سمجھتے۔ محمد ﷺ کے بارے میں تو بہت کچھ تاریخ میں محفوظ ہے پھر یہ کس نے فیصلہ کر لیا کہ کوئی ان کی شبیہہ بنا ہی نہیں سکتا۔ میں نے کہا بارٹ میں تو کوئی سکالر نہیں ہوں لیکن تمہیں میں ابھی دو وجوہات ایسی بتا سکتا ہوں جو تمہارے سمجھنے کے لئے کافی ہوں گی اب دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارض مقدس

میں پیدا ہوئے تھے۔ان کی شکل وشباہت تو فلسطینیوں سے ملتی جلتی ہوگی لیکن ان کی جتنی بھی تصاویر ملتی ہیں وہ ایک خوبصورت سفید فام سنہری بالوں اور نیلی آنکھوں والے مرد کی ہیں۔ پتہ نہیں یہ سفید فام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں سے آ گئے۔صرف اس وجہ سے کہ سفید فام نسل کا جوں جوں مذہب میں اثر و رسوخ بڑا انہوں نے نہ صرف عیسائیت کا ''مکہ'' یورپ منتقل کرنے کو ترجیح دی بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی (نعوذ باللہ) اپنے رنگ میں رنگ لیا۔اب اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود تمہارے سامنے آ کر کھڑے ہو جائیں اور کہیں کہ میں ہی مسیح ہوں تو تم تو کبھی ان کا یقین نہیں کرو گے کیوں کہ ان کی شکل تمہاری تصویروں سے ہرگز نہیں ملتی ہوگی۔میرے بھائی ان لاکھوں کروڑوں تصویروں کا تمہیں کیا فائدہ اگر یہ مسیح کی تصدیق کرنے کی بجائے الٹا ان کی نفی کرنے پر تلی ہوں اسی کو پروپیگنڈا کہتے ہیں۔ان تصویروں کے ذریعے سے ہر ذہن میں یہ بات راسخ کر دی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سفید فام تھے۔اور اگر سوچو تو جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل تک بدل دی انہوں نے کیا ان کی تعلیمات کو نابلد نہ کیا ہوگا۔ کہنے لگا یہ تو تم ٹھیک کہتے ہو۔اب بات سمجھ میں آتی ہے کہ کیوں مسلمان محمد ﷺ کی تصاویر نہیں بناتے۔ میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا بارٹ ابھی میری بات ختم نہیں ہوئی۔ تم لوگ محبت اور احترام کی وجہ سے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویریں اور ان کے مجسمے چرچ میں لگانا شروع ہوئے ہوگے۔لیکن اب تم ان کے سامنے کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہو۔کچھ لوگ تو ان مجسموں کی ہی عبادت کرنے لگے ہیں۔حالانکہ عبادت صرف خاص اللہ کے لئے ہے۔اگر یہ تصاویر چرچ میں نہ ہوتیں تو مذہب میں شاید یہ بگاڑ اور غلط فہمی پیدا نہ ہوتی۔

بارٹ بہت ہی دھیمے لہجے میں گویا ہوا۔تم ٹھیک کہتے ہو۔اب مجھے سمجھ آ گئی ہے کہ اس بات کی زیادہ سمجھ آتی ہے کہ تصاویر ہوں ہی نہ۔ اب مجھے اس مسئلہ کی نزاکت اور مسلمانوں کے جذبات کا احساس ہو رہا ہے۔وہ کارٹون بنانا واقعی بہت بڑی بے حرمتی تھی۔اور انہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔لیکن ہوسکتا ہے کہ کارٹونز چھاپنے والوں کی نیت اس طرح مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کی نہ ہو اور یہ انہوں نے اپنی کم فہمی کی وجہ سے کیا ہو۔مسلمانوں کو چاہئے تھا کہ اپنی بات سمجھاتے اس طرح آتش زیر پا ہونے سے کیا حاصل بلکہ اس سے تو الٹا مسلمانوں کا ہی نقصان ہوگا۔مغربی عوام جب ٹیلی وژن پر یہ تشدد مظاہرے دیکھتی ہے تو ایک ہی بات ان کے ذہن میں راسخ ہوتی چلی جاتی ہے کہ اسلام ہے ہی تشدد پسند مذہب، میں نے کہا بارٹ تم مجھے انصاف سے ایک بات بتا کیا کبھی تم نے مسلمانوں کو ایسی گری ہوئی حرکت کرتے دیکھا ہے کیا کبھی کسی مسلمان اخبار میں کسی عیسائی محترم شخصیت کے کارٹون شائع ہوئے ہیں۔ کہنے لگا فیضان مجھے تو علم بھی نہیں کہ کوئی مسلمان کا اخبار بھی ہے۔یا ان کا بھی کوئی میڈیا آؤٹ لیٹ

(Outlet) ہے۔ اگر ہے تو مجھے بتاؤ۔ میں نے کہا بارٹ تمہارے خیال میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے۔ کہنے لگا کرنا کیا ہے۔ یہی باتیں جو تم مجھ سے کر رہے ہے نیویارک ٹائمز سے کرو۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے اخبارات میں اچھے آرٹیکلز چھپواؤ۔

بارٹ تو کچھ دیر کے بعد اٹھ کر چلا گیا اور میں اس بارے میں سوچتا چلا گیا۔ کیا واقعی یہ کارٹونز کسی کم فہمی کا نتیجہ تھے غلطی ایک بار تو ہو سکتی ہے اگر وہ بار بار دہرائی جائے تو ہر جرم بن جاتی ہے۔ لیکن اگر یہ کارٹون بنانا کسی کم فہمی کے سبب نہیں بلکے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت کیا گیا ہے تو پھر مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟ اگر یہ سب کسی سازش کے تحت کیا گیا ہے تو ذرا سوچئے کہ اس کے مقاصد کیا ہو سکتے ہیں۔ یہی تا کہ مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکایا جائے اور انہیں توڑ پھوڑ پر مجبور کیا جائے تا کہ ان کے اس طرح کے مظاہروں کی وڈیو فلمیں ٹیلی وژن پر خبروں کے بہانے بار بار دکھائی جائیں اور مغربی عوام کے دل و دماغ میں یہ بات راسخ کر دی جائے کہ اسلام ایک غیر تہذیب یافتہ تشدد پسند مذہب ہے۔ اور مسلمان قوم ایک اجڈ اور وحشی قوم ہے۔ اس طرح تو ہم انجانے میں ان لوگوں کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں جو تہذیبوں کے ٹکراؤ کی بات کرتے ہیں اور اسے حقیقت بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ کوئی مسلمانوں کے ردعمل کو بھی جانچنا چاہتا ہو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مغربی عوام کو یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ یہ مظاہرے کیوں ہو رہے ہیں؟ ان لوگوں کو بہت کچھ سوچنا چاہئے مگر وہ نہیں سوچتے اس کی بہت سی وجوہات ہیں جن کی تفصیل میں، میں اس وقت نہیں جا سکتا۔ مختصراً یہ کہ اگر راہ چلتے دس امریکیوں سے پوچھا جائے کہ امریکہ کا صدر کون ہے تو دس میں سے شاید چار صحیح جواب دے سکیں گے۔ مگر آپ کسی مشہور ایکٹر کسی سنگر کا پوچھیں تو لوگ آپ کو اس کی زندگی کی تمام تفصیلات سے آگاہی کر دیں گے۔ یہ ہے عام لوگوں کا رویہ اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کی کون سی محمد ﷺ سے کوئی جذباتی وابستگی ہے جو وہ اس کی تفصیل میں جا کر اپنا وقت ضائع کریں۔ رہی بات کارٹون کی تو وہ ان لوگوں کے لئے کوئی بڑی بات نہیں۔

یہ دور میڈیا کا دور ہے اگر مین سٹریم میڈیا ایک بیمار شخص کو جو غاروں میں چھپتا پھرتا ہے شیطان کا روپ دے دے تو پوری مغربی دنیا اس کو نفرت کو نمونہ بنا دیتی ہے اور ایک ہم مسلماں ہیں کہ جن کے پاس تو کوئی ذریعہ ہی نہیں جس سے ہم اپنی بات باہر کی دنیا سے کہہ سکیں۔ اور اگر کوئی لوکل میڈیا ہے بھی تو وہ اس تناظر میں بے معنی ہے۔ بھائی اگر ہم خود سے ہی باتیں کرتے رہیں گے تو اس سے باہر کی دنیا کو کیا فرق پڑے گا۔

اب سب سے اہم سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہے؟ ہم دنیا کو یہی بتانا چاہتے ہیں تا کہ یہ

ایک نہایت مذموم حرکت ہے جس سے ڈیڑھ ارب انسانوں کو بہت شدید تکلیف اور رنج پہنچا ہے۔ یہ بتانے کے کچھ بہتر طریقے بھی ہو سکتے ہیں اگر ہم اس معاملے میں سنجیدہ ہیں تو درج ذیل اقدامات کو فی الفور عمل میں لانے چاہئیں۔

(الف):۔ تمام لکھنے والے مل کر کام کریں اور دنیا کے سب سے بڑے اخبارات میں مدلل مضامین چھپوائیں۔ آج ان کے قلم سے جہاد کی باری ہے۔

(ب):۔ توڑ پھوڑ سے کچھ حاصل نہیں بلکہ اپنا ہی نقصان ہے۔ اس لئے احتجاج کرو لیکن خوبصورتی سے۔

You want to look good out there.

(پ):۔ ایک دو ممالک کو پکڑو اور ان کا اکنامک بائیکاٹ کرو۔ اگر بڑے ممالک تمہاری پہنچ سے باہر ہیں تو چھوٹے ممالک کو خوب رگڑا دو۔

You want to tell you are not kidding you mean business.

(ت):۔ عالمی فورم پر آ کر کارٹون چھاپنے والوں کو مناظرہ (Debate) کرنے پر مجبور کرو۔ اور اگر اپنا ایک OICJ (Organization of Islamic Countries Joumalists) بھی تشکیل دے دیا جائے تو بات دوسرے تک پہنچانی آسان ہو جائے گی۔

یہ سب کچھ کرنے کا فائدہ تبھی ہوگا ہم سب مل کر کوشش کریں۔ سیاست دان، حضرات، علما کرام، صحافی حضرات اور عوام۔ اگر ہمارے لیڈرز بھی اتنے دکھی ہیں تو OIC کا اجلاس بلانے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔

(روزنامہ دن، 27 فروری 2006ء)

توہینِ رسالت ﷺ کی سزا قتل ہے واجب
جو اس میں کرے شک وہ مسلمان نہیں ہے
جس میں نہ ہو سرکار ﷺ پر مر مٹنے کا جذبہ
اُس شخص کا کامل ابھی ایمان نہیں ہے

سید عارف محمود مہجور رضوی، گجرات

مو احد حسین شاہ

ملک میں ہیرو۔۔۔بیرون ملک زیرو

یورپ میں جاری کارٹون تنازعہ یورپین مسلمانوں کی بحیثیت مجموعی کمزوریوں کی یاددہانی کراتا ہے جبکہ بقیہ ممالک میں مسلمانوں کی حکومتوں کے رویئے سے پردہ اٹھاتی ہیں۔

کارٹونز خاص طور پر دنیا بھر کے مسلمانوں کو غم وغصہ اور اشتعال دلوانے کے لئے شائع کئے گئے۔

کس نے یہ سب شروع کیا؟ حقیقتاً یہ کارٹونز بنانے کے دعوت دی گئی اور یہ اخبار ڈنمارک کا ''یولینڈ پوسٹن'' ہے جس نے تین سال قبل اپریل 2003ء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کارٹونز شائع کرنے سے انکار کر دیا تھا جیسا کہ کولمبیا جرنلزم سکول کے ڈین نکلوس لیمان نے تجزیہ کیا ہے کہ اخبار کے ایڈیٹر کو معلوم تھا کہ ''وہ کیا کر رہا ہے''۔ ڈنمارک کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہوئے یکم فروری کو اٹلی، جرمنی، فرانس، سپین، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ کے اخبارات نے بھی کارٹونز شائع کر دیئے پورے یورپ میں ایک ہی دن اخبارات میں شائع ہونے والے کارٹونز اس حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہیں کہ کس طرح منظم سازش کے ذریعے یہ کام ہو رہا ہے۔ ناروے کے جریدے ''میگزنیٹ'' نے بھی جنوری میں ملتے جلتے کارٹونز شائع کئے۔ اپریل 2005ء میں ڈنمارک کی ملکہ نے اسلام کے خلاف نہایت نازیبا کلمات استعمال کیئے گئے مگر اس کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔

مسلم اشرافیہ اس کے مقابلے میں ایک مضبوط اتحاد قائم کرنے میں ناکام رہا ہے۔ وہ پہلے ہی ''تقسیم کرو اور حکومت کرو'' کی پالیسی پر عملدرآمد کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو ''اچھا مسلمان'' ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ دوسروں کو ''برا مسلمان'' کہتے ہیں۔ مسلمان فرائض کے لئے مغرب سے لیکچرز لیتے ہیں مگر وہ اس کے جواب میں حقوق کیلئے مغرب کو لیکچرز نہیں دیتے۔ ڈنمارک بدترین جنسی اعمال کے لئے ایک جنت ہو سکتا ہے لیکن یہ تہذیب و معاشرت کے عام اصولوں کے منافی ہے۔ مسلمانوں کو فلسطین، چیچنیا، بھارت، عراق، کشمیر، کوسوو، بوسنیا، تھائی لینڈ اور افغانستان میں دہشت گردی، انتہا پسندی اور مذہبی بنیاد پرستی کا سامنا ہے مگر اس کے باوجود انہیں بین الاقوامی ولن بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ نے یورپ کو یہ موقع فراہم کر دیا ہے کہ مسلمانوں کے

خلاف اپنی نفرت کا اظہار کر سکیں۔ کارٹونز کی اشاعت نے ثابت کر دیا ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کی بہت کم قیمت ہے۔ اس سے کئی دوسرے تنازعات جنم لے رہے ہیں۔ یورپ اپنے مؤقف پہ قائم ہے کہ یہ آزادیٔ رائے کا حق ہے مگر اس کے باوجود ہالینڈ نے وسطیٰ ایشیا کے دو سیٹلائٹ چینلز کی نشریات پر پابندی عائد کر دی ہے کہ وہ صیہونیت کے خلاف پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ آج تک جرمن میں (جن کے متعلق عام خیال یہی ہے کہ وہ ایک آزادانہ کھلی جمہوریت ہے) ہٹلر اور نازی دور کے واقعات پر بحث نہیں کی جاتی۔

آزادیٔ اظہار رائے محدود نہیں ہوتی جیسا کہ شکاگو ٹرابیون نے اپنے حالیہ اداریئے میں لکھا ہے ''یہ نہایت منفی اور زہریلی کاوش ہے کہ ایک غلط بات کو بنیاد بنا کر پوری قوم کے جذبات کو مجروح کیا جائے محض اس لئے کہ آپ ایسا کر سکتے ہیں''۔ آزادیٔ رائے کا پورا ایشو منافقت پر مبنی ہے۔ مثال کے طور پر جرمنی، فرانس اور آسٹریلیا میں یہ جرم ہے کہ آپ کہیں کہ ''ہٹلر نے چھ میلین یہودیوں کو نازی دور میں قتل نہیں کیا'' جو کوئی ایسا کرتا ہے اسے فوجداری دفعات کے تحت جیل جانا پڑتا ہے۔ سکنڈے وین نیوز ایڈیٹر نے تسلیم کیا ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا تاکہ انتہا پسند اسلام کا خاتمہ کیا جا سکے۔ کیا یہی ایڈیٹرز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جذبات کو مجروح کرنے کا سوچ سکتے ہیں۔ اور امید کریں کہ وہ اس سے بچ جائیں گے؟ جب اس سلسلے میں دس مسلمان ممالک کے سفیروں نے وزیر اعظم ڈنمارک سے ملاقات کیلئے وقت مانگا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ماضی میں ''مہذب'' یورپ نے لاکھوں یہودیوں کا قتل عام کیا اور اس وقت یہ ''انتہا پسند'' مسلمان ہی تھے جنھوں نے مسلم سپین، عرب مڈل ایسٹ اور سلطنت عثمانیہ میں یہودیوں کو پناہ فراہم کی جب یورپ انہیں مکمل طور پر ختم کرنے پر تلا ہوا تھا۔ پھر مسلم اشرافیہ کے دوہرے معیار کا خیال آتا ہے کہ ایک چہرہ مغرب کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو دوسرا چہرہ باقی لوگوں کے سامنے وہ ملک کے اندر ہیرو ہوتے ہیں۔ جبکہ ملک سے باہر معذرت خواہانہ رویہ اپناتے ہیں زیرو ہوتے ہیں۔ یہ عام تاثر ہے کہ اگر وہ دانشمندی سے کام کریں تو حالات بہتر ہو سکتے ہیں۔ معذرت خواہانہ رویئے سے امن نہیں ہو سکتا بلکہ یہ مزید تنازعات کو جنم دیتا ہے۔ یہ دوسری جنگ عظیم کا سبق تھا۔

انتہا پسند اسلام کا خاتمہ کرنے کے لئے یورپین میڈیا اسلامی دنیا میں نفرت کو ابھارنے میں مددگار ثابت ہوگا۔ یہ واقعہ مسلم امہ کو یکجا کر سکتا ہے اور تمام مکتبہ فکر کے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کر سکتا ہے۔ یورپ نے مسلمانوں کو کام کرنے کے لئے جگہ تو دی ہے لیکن انہیں باعزت طریقے سے زندہ رہنے اور اپنی سوچ کے اظہار کا حق نہیں دیا گیا۔ یورپ کے مسلمانوں سے ایک سمجھوتہ ہو چکا ہے کہ وہ اپنے معاشی فوائد کے لئے ہمیشہ

چپ سادھے رہیں۔

کارٹونز کا واقعہ ایک اور غیر اعلانیہ ایجنڈے سے پردہ اٹھاتا ہے۔ یہ حقیقت جانتے ہوئے کہ اب یورپ میں دو کروڑ لوگ مسلمان ہو چکے ہیں اس کاوش کا مقصد مسلمانوں کے جذبات واحساسات کو گزند پہنچانا ہے۔ کارٹون کا تنازعہ بتاتا ہے کہ یورپ میں مسلمانوں کے مذہبی جذبات کے حوالے سے کس قدر سخت اور بے لچک رویہ پایا جاتا ہے۔ یہ واقعہ مسلمانوں اور مغرب کے درمیان ایک دوررس نتائج کی حامل ذہنی ٹینشن کا باعث بن سکتا ہے۔ دنیا بھر میں احتجاج کے باوجود امریکی اخبارات نے بھی خاکے شائع کردیے ہیں جبکہ مسلمانوں نے فلاڈلفیا، انکوائرر کے دفتر کے سامنے بڑی تعداد میں مظاہرہ کیا ہے۔

مسلمان دنیا میں ایک معذرت خواہانہ رویہ فروغ پا رہا ہے جہاں لوگ ویسا ہی کرتے ہیں جیسا انہیں بتایا جاتا ہے اور جہاں آزادانہ سوچ اور تجزیوں کو ان پر مسلط نہیں کیا جاتا اور نہ ہی ان کی حوصلہ افزائی اور پذیرائی کی جاتی ہے۔ شاید اس واقعہ کے بعد نئی سوچ کو بھی اہمیت دی جانے لگے۔ یہ کوئی حادثہ نہیں ہے کہ غیر مسلم دنیا کے پاس ایک بھی بین الاقوامی معیار کا تھنک ٹینک موجود نہیں۔

مسلم دنیا میں جو لوگ کچھ کر سکتے ہیں ان کے پاس نہ تو کوئی وسائل ہیں اور نہ ہی کوئی جذبہ کہ وہ اپنی ثقافت اور ہیروز کا تحفظ کرسکیں۔ مغرب اور مسلم دنیا کے درمیان حالیہ تقسیم نے منفی مفادات کے حامل لوگوں کو ایک موقع فراہم کردیا ہے کہ وہ آزادیٔ رائے کے نام پر مسلمانوں کے خلاف منفی پروپیگنڈا شروع کردیں۔ یورپ میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد بذات خود بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے جو نہ صرف قانون پر عملدرآمد کرتے ہیں بلکہ خاندان پر مشتمل ایک مضبوط اکائی ہیں جو وہاں کی معیشت میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں لیکن یورپ کی سوچ سے اب ان کے لئے مشکلات پیدا ہو رہی ہیں۔ مسلمانوں کو بھی ضرورت ہے کہ وہ ایسے جدید نظریات کے ساتھ سامنے آئیں جو انہیں اس گرداب سے نکلنے میں مدد ومعاون ثابت ہوں۔

کارٹون کا تنازعہ مسلمانوں کے لئے ایک ٹیسٹ کیس ہے کہ کیا ان میں اتنی ہمت ہے کہ وہ دانشمندانہ طور پر اسلام اور انسانی عظمت کا دفاع کر سکتے ہیں۔

یہ سانحہ مسلم امہ کو جگانے کے لئے کافی ہے اور ان کے بے بروقت تنبیہ ہے کہ مسلمان اب مزید خاموش اور چپ نہیں رہ سکتے بلکہ شاید وہ ایک سوئے ہوئے شیر کو جگا چکے ہیں جو شاید اس سے پہلے شہرِ خموشاں کی چادر تان کر نیند کے مزے لے رہا تھا۔

(روزنامہ نوائے وقت، 11 فروری 2006ء)

حافظ شفیق الرحمٰن

توہین رسالت، ڈالر، پاسپورٹ اور مغربی شہرت پانے کا حربہ

ایڈیشنل سیشن جج لاہور نے 9 فروری 1995ء گوجرانوالہ کے نواحی گاؤں کے دو عیسائیوں رحمت مسیح اور سلامت مسیح کو جرم ثابت ہونے پر تعزیرات پاکستان کی دفعہ A-298 اور C-295 کے تحت موت اور 25 ہزار روپے فی کس جرمانہ کی سزا سنائی۔ ملزمان نے اس فیصلہ کے خلاف عاصمہ جہانگیر ایڈووکیٹ کی وساطت سے دفعہ 410 کے تحت 13 فروری 1995ء کو لاہور ہائیکورٹ میں اپیل دائر کر دی۔ اس کیس کی ''سات روزہ عاجلانہ سماعت'' کے دوران پولیس اور نادیدہ ملکی وغیر ملکی ایجنسیوں کی بھاری نفری عدالت کے اندر اور باہر عدالت، جج صاحبان، وکلائے استغاثہ، عاشقان مصطفیٰ ﷺ اور زندہ دلان لاہور کی سرگرمیوں کا بغور جائزہ لیتی رہی۔ پولیس نور پو پھٹتے ہی عدالت کو ہر جانب سے اپنے حفاظتی حصار میں لے لیتی۔ عدالت کے اندر اور باہر ریاستی مشینری کے انتظامی افسران و اہلکاران کی ایک بڑی تعداد متر گشت کرتی دکھائی دیتی۔ قومی و بین الاقوامی غیر مرئی ایجنسیاں عوام اور عدالت دونوں کو امریکہ اور مغربی ممالک کے ایماء پر ہراساں کرنے کے لئے مختلف نادیدہ حربے استعمال کرتی رہیں۔

انہی دنوں وزیر اعظم بینظیر بھٹو مصر کے دورے پر گئیں۔ جہاں ''دختر مشرق'' نے اپنا لبرل اور ماڈریٹ امیج بلڈ کرنے کیلئے فخریہ لہجہ میں یہ بھاشن دیا کہ ''میں مسجد اور چرچ کی بیٹی ہوں اور ان کی نمائندگی کرنے آئی ہوں''۔

اس کیس کی سماعت کے دوران عاصمہ جہانگیر انتہائی متحرک اور جذباتی رہیں۔ ایک موقع پر تو حنا اور عاصمہ نے عدالت میں بے تحاشا شور مچایا اور بیرسٹر ابرار مجاز کی طرف حملہ آور ہونے کیلئے بڑھیں۔ انہوں نے وطن عزیز کے اس ممتاز قانون دان کو اندھا دھند کوسنے دینا شروع کر دیئے، عدالت نے ان کے اس جارحانہ اور غیر مہذبانہ انداز کا سخت نوٹس لیا۔ عاصمہ جہانگیر توہین رسالت کے مرتکب ملزموں کی حمایت میں ابنارمل حد تک جذباتی ہو گئیں۔ ان کی یہ کیفیت دیکھ کر عدالت کے جج عارف حسین اقبال

بھٹی کو سخت لہجہ استعمال کرنا پڑا، انہوں نے کہا ''عاصمہ جہانگیر آپ ہوش میں تو ہیں، آپ کیا کر رہی ہیں! آپ نے احتجاج کیا اور ہم نے نوٹ کر لیا۔ آپ حد سے بڑھتی جا رہی ہیں خود پر قابو رکھیے اور عدالت کے احترام کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں'' عاصمہ جہانگیر کے تمام تر جارحانہ رویوں سے عدالت اکثر و بیشتر صرف نظر کرتی رہی۔ وہ جب ملزمان کے حق میں دلائل دیتیں تو عدالت کسی کو ان کا محاکمہ کرنے کی اجازت نہ دیتی۔ اس کے برعکس کیس کے دوران استغاثہ کے وکیل رفیق باجوہ نے جب اپنے فاضلانہ، عالمانہ اور ماہرانہ دلائل پیش کرنا شروع کیے تو عدالت انہیں بار بار ٹوکتی۔ فاضل جج اصرار کرتے کہ وہ جلد اپنے دلائل ختم کریں۔ ایک موقع پر جج نے انہیں صاف الفاظ میں کہا ''آپ دلائل ختم کرنے کی طرف آئیں'' رفیق باجوہ اس مداخلت بے جا اور دخل در معقولات صرف اتنا اصرار کرتے کہ عدالت انہیں بلا روک ٹوک اپنے دلائل مکمل کرنے کا موقع دے۔ عدالت کی بار بار کی اس روک ٹوک کا واضح مقصد انہیں ڈسٹرب کرنا تھا۔ رفیق باجوہ نے جب یہ محسوس کیا کہ عدالت پرسنل ہو رہی ہے تو ان کے اور جسٹس خورشید کے درمیان خاصے تیز جملوں کا بھی تلخ تبادلہ ہوا۔

کیس کی سماعت کے دوران عاصمہ جہانگیر، حنا جیلانی، انیس فیض، عابد حسن منٹو، آئی اے رحمان، ڈاکٹر مبشر حسن، طارق سی قیصر اور مدیحہ گوہر عدالت میں ہجوم کرتے رہے۔ جتنے دن کیس کی سماعت ہوتی رہی عدالت کے باہر زندہ دلان لاہور سراپا احتجاج رہے۔

جس دن فیصلہ سنایا گیا تو کمرۂ عدالت کے اندر اور باہر سادہ وردی میں ملبوس پولیس اہلکاروں کی تعداد میں کئی گنا اضافہ کر دیا گیا۔ عارف اقبال بھٹی نے فیصلہ اردو میں سنایا۔ جبکہ یہ انگریزی میں لکھا گیا تھا۔ عدالتی روایات کا منہ چڑاتے ہوئے عاصمہ جہانگیر اینڈ کمپنی نے تالیاں بجا کر فیصلہ کا خیر مقدم کیا مگر عدالت کی اس توہین کا کسی نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ اسی کیس کی سماعت کے دوران جب رفیق باجوہ اپنے دلائل دے رہے تھے تو کمرۂ عدالت میں موجود لوگوں نے ''واہ واہ'' اور ''سبحان اللہ سبحان اللہ'' کہہ کر انہیں داد دی تو عدالت نے ان لوگوں کو سختی سے ڈانٹ دیا اور چپ رہنے کا حکم دیا۔ کمرۂ عدالت کے حدود و دائر میں سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے پر تو عدالت کی جانب سے حکم زباں بندی صادر ہوا جبکہ مراثیوں کی طرح تالیاں بجانے کی بھونڈی حرکت کو جج صاحبان نے خاموشی سے ہضم کر لیا۔

فیصلہ سنانے کا وقت بار بار تبدیل کیا جاتا رہا۔ عدالت کی جانب سے پہلے کہا گیا کہ فیصلہ 4 بجے سنایا جائے گا، جب 4 بجے کا عمل ہوا تو بتایا گیا کہ فیصلہ ساڑھے 6 بجے ہوگا۔ ساڑھے 6 بھی بج گئے مگر فیصلہ سامنے نہ آیا۔ اب بتایا گیا کہ فیصلہ کی رونمائی 8 بجے ہوگی۔ 8 بجے یہ اطلاع آئی کہ فیصلہ رات تقریباً

9 بجے سنایا جائے گا۔ جان لیوا انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں۔ آخر 9 بجے شب فیصلہ سنا دیا گیا۔ اس کیس کی سماعت کو نبٹانے میں جج صاحب نے مثالی پھرتی سے کام لیا۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ پاکستانی عدالتیں فیصلے سنانے میں اتنی تاخیر کرتی ہیں کہ محاورۃً کہا جاتا ہے کہ جس کیس کو دادا عدالت میں پیش کرتا ہے، اس کا فیصلہ اس وقت سامنے آتا ہے جب اس کا پوتا خود دادا بننے کے شرف سے مشرف ہو چکا ہوتا ہے۔ یہ کیسی تعجب خیز بات ہے کہ ایک انتہائی اہم ترین کیس کا فیصلہ چند ہی دنوں میں نبٹا دیا گیا۔ توہین رسالت کے ملزموں کو ایڈیشنل سیشن جج نے سزائے موت 9 فروری کو سنائی۔ ملزمان کی جانب سے 12 فروری کو عاصمہ جہانگیر نے ہائیکورٹ میں اپیل دائر کر دی۔ جھٹ منگنی پٹ بیاہ کے مصداق 13 فروری کو فل بنچ کی تشکیل کر دی گئی پھر یہ احکام واپس لئے گئے اور ڈویژن بنچ کا قیام عمل میں آیا۔ اس کیس کی صرف 7 دن سماعت ہوئی اور خلاف معمول بلا توقف ہوئی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ عدالت کے سر پر کوئی تلوار لٹک رہی ہے۔ اگر فیصلہ جلد بازی میں نہ سنایا گیا تو جج صاحبان جیسے کسی بھاری بھر کم انعام اور پر کشش اعزاز سے محروم ہو جائیں گے۔ یوں اپیل دائر ہونے کے صرف 11 روز بعد عدالت نے فیصلہ سنا کر ملزموں کو بری کر دیا۔

اس روز لاہور ہائیکورٹ مکمل طور پر ایجنسیوں کے اہلکاروں کے آہنی محاصرے میں تھی۔ یہ اہلکار اعلیٰ حکام کو لمحہ بہ لمحہ صورتحال سے آگاہ کر رہے تھے۔ اس دور کے وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر کو ایجنسیوں نے ملزموں کے بری ہونے کی اطلاع دی۔ وزیر داخلہ نے ایک لمحہ کی تاخیر کئے بغیر وزیر اعظم بینظیر بھٹو کو لاہور ہائیکورٹ کے فیصلے سے آگاہ کیا۔ یہ فیصلہ محترمہ کیلئے مژدۂ جانفزا کی حیثیت رکھتا تھا۔ توہین رسالت کے ملزموں کو بری کرتے ہوئے جج صاحبان نے اپنے فیصلہ میں حکم دیا تھا کہ ”اس کیس کی از سر نو تفتیش کر کے اصل مجرم تلاش کئے جائیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عرصہ سے قوم دشمن عناصر مختلف قوموں اور فرقوں کے درمیان نفرت کے جذبات بھڑکا رہے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت اس طرف فوری توجہ دے گی اور اس سلسلے میں ضروری اقدامات کرے گی“ ...... مگر ...... ایک شہرہ آفاق محقق اور مستند ریسرچ سکالر علامہ ابوٹیپو خالد الازہری کے مطابق ”نہ تو اس کیس کی از سر نو تفتیش ہوئی، نہ ہی اصل مجرم تلاش کئے گئے، نہ ہی خفیہ ہاتھوں کو بے نقاب کیا گیا، اور نہ ہی حکومت نے اس طرف توجہ دی۔“

امیر شہر سلامت رہے تیرا انصاف
ہمارے نام ہی لکھ دیں تمام زنجیریں

لاہور ہائیکورٹ کے ایک سابق چیف جسٹس اور سپریم کورٹ کے سابق جج جسٹس (ریٹائرڈ) محمد رفیق تارڑ نے فیصلے کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا ”توہین رسالت کا یہ انتہائی اہم نوعیت کا حامل کیس تھا عام

طور پر اس قسم کے مقدمات میں چیف جسٹس خود بنچ کے رکن ہوتے ہیں اور سینئر جج یا ججوں کو بنچ میں شامل کیا جاتا ہے مگر اس کیس میں دو ایڈیشنل ججوں کا بنچ بنایا گیا جنہیں فی الحال ملازمت کا بھی تحفظ حاصل نہیں ہے۔ اس طرح سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کے ناموس سے متعلق مقدمہ کا مذاق اڑایا گیا ہے''۔ انہوں نے مزید کہا کہ ''توہین رسالت کا الزام قتل عمد کے الزام سے سنگین تر ہے کیونکہ قتل عمد قابل راضی نامہ جرم ہے مگر توہین رسالت میں راضی نامہ کا کوئی تصور نہیں، یہ ایک ایسا جرم ہے جس میں معافی نہیں۔ قتل کے جرم میں سزائے موت پانے والے سینکڑوں مسلمان قیدی دو دو سال سے پھانسی کی کوٹھریوں میں بند پڑے ہیں اور ان کی اپیلوں کی سماعت میں کوئی پیش رفت نہیں ہو رہی مگر سزا یافتگان دو عیسائیوں کے کیس کی فوری سماعت کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ عیسائی اس ملک کے اول درجہ کے شہری ہیں اور وہ مسلمان جو دو سال یا اس سے بھی زائد عرصہ سے پھانسی کی کوٹھڑیوں میں پڑے اپنی اپیلوں کی سماعت کے منتظر ہیں، ان سے کم تر ہیں۔ فرنگی دور میں اس قسم کا امتیازی سلوک ''یورپین برٹش سبجیکٹس'' سے کیا جاتا ہے''...... سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر اے کریم ملک نے کہا کہ ''توہین رسالت کا کیس بڑا اہم تھا اس کیس کی سماعت کے لئے سینئر اور کنفرم ججوں پر مشتمل بنچ تشکیل دیا جانا چاہیے تھا۔ ان کا موقف تھا ''موسٹ جونیئر'' جج اگر صحیح فیصلہ بھی دیں تو لوگوں میں یہ تاثر ابھرتا ہے کہ فیصلہ درست نہیں ہوا۔ اس کیس کی سماعت کے لئے سینئر ججوں کا بنچ بنایا جاتا جس کی سربراہی چیف جسٹس کرتے انہوں نے مزید کہا ''چھوٹے چھوٹے کیسوں کے لئے تو فل بنچ بنا دیئے جاتے ہیں، اس حساس نوعیت کے معاملہ کو اتنا آسان نہیں لینا چاہیے تھا''۔ اے کریم ملک نے نشاندہی کی ''توہین رسالت کیس کی آؤٹ آف ٹرن سماعت نے بھی شکوک وشبہات پیدا کئے ہیں اس کیس میں ایسی جلدی کا مظاہرہ نہیں کیا جانا چاہیے تھا...... لاہور ہائیکورٹ بار کے سابق صدر محمد زمان قریشی کی رائے تھی ''فیصلہ افراتفری کا فیصلہ ہے ہماری عدالتیں پہلے ہی سیاسی مقدمات کی وجہ سے متنازعہ بنی ہوئی ہے۔ اب مذہبی معاملات میں بھی انہیں متنازعہ بنا دیا گیا'' سینئر پارلیمنٹرین راجہ ظفر الحق نے کہا ''وزیر اعظم کی توہین کرنے پر سات سال کی سزا دی گئی مگر توہین رسالت کے ملزموں کو سرکاری پاسپورٹ، ڈالر اور کپڑے دے کر باہر روانہ کر دیا گیا''۔

اس فیصلے پر استغاثہ کے وکیل رشید مرتضٰی قریشی مرحوم نے جو یادگار تاریخی تبصرہ کیا تھا وہ وطن عزیز کے ہر عاشق رسول ﷺ کے حافظے کے گلدان میں آج بھی گلہائے تروتازہ کی طرح مہک رہا ہے۔ قریشی مرحوم نے کہا تھا ''یہ آقاؤں کو خوش کرنے کا معاملہ تھا، حکومت نے امریکہ سے کنفرمیشن لینا تھا اور ججوں نے حکومت سے...... جبکہ...... عاشقان مصطفٰی ﷺ نے مدینہ سے، انہوں نے بالا خوف لومۃ ولائم کہا'' یہ

کنگروکورٹس ہیں۔ ہم سپریم کورٹ سے رجوع کریں گے اور انصاف کے حصول کے لئے آخری دم تک لڑیں گے، حکومت نے جان بوجھ کر یہ کیس ایسے ججوں کے روبرو پیش کیا جو مستقل نہیں ہیں" عارفانہ نگاہ رکھنے والے اس مرد درویش نے اس خدشہ کا بھی اظہار کیا تھا کہ "ہمیں خطرہ ہے کہ رحمت مسیح اور سلامت مسیح ملک سے فرار ہو جائیں گے۔

جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد نے تو برملا کہا "بین الاقوامی طاقتوں نے سفارتی میڈیا اور حقوق انسانی کی تنظیموں کے ذریعے عدالت پر اثر انداز ہونے کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ وزیر اعظم بینظیر کے بیان نے بھی شکوک وشبہات پروان چڑھائے تھے اور ہائیکورٹ کے "بینظیر سپیڈی ٹرائل" کے فیصلے نے اس کیس کے نتیجے کو غیر معمولی بنا دیا...... مخدوم جاوید ہاشمی جن کی شریانوں میں آل رسول ہاشمی کا پاکیزہ خون دوڑ رہا ہے، جنہوں نے جبر و جور کی ہر تاریک رات میں ہمیشہ اپنے خون جگر اور خون تمنا سے اعلائے کلمۃ الحق کے چراغ روشن کئے اور جو آج بھی باوردی جمہوریت کے اعلانیہ باغی ہیں، کیسے ممکن تھا کہ اس مجہول و نامعقول فیصلے پر خاموش رہتے۔ انہوں نے اس فیصلے کے بین السطور اہداف کی نقاب کشائی کرتے ہوئے کہا کہ "توہین رسالت کیس کا فیصلہ دورۂ امریکہ سے قبل کرانے کا مقصد صرف یہ ہے کہ وزیراعظم بینظیر بھٹو بنیاد پرستی کا لیبل ہٹا کر سرخرو ہو کر امریکہ جانا چاہتی ہیں تاکہ اپنے آقاؤں کو خوش کر سکیں"۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) کے ترجمان نے اس فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا "حکومت نے عدلیہ میں جیالے بھرتی کر کے اس اعلیٰ ترین ادارے کا تشخص مجروح اور اس کی ساکھ تباہ کر دی ہے۔ اگر عدلیہ آزاد، خود مختار اور غیر سیاسی کردار کی حامل ہوتی تو اس کے فیصلوں پر سب کو اعتماد ہوتا۔ حکومت نے ایک انتہائی سنگین اور حساس نوعیت کے مقدمے کے سلسلے میں انتہائی نااہلی اور بدنیتی کا مظاہرہ کر کے ملک اور قوم کو بدنام کرنے کی مذموم حرکت کی ہے۔ حکومت کو چاہیے تھا کہ وہ یہ مقدمہ غیر متنازعہ اور مستقل ججوں کے پاس سماعت کے لئے بھیجتی اور مقدمے کی کارروائی کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر براہ راست دکھانے کے ساتھ ساتھ غیر معمولی عجلت سے گریز کرتی۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) ان دنوں تحریک نجات چلا رہی تھی۔ تحریک کے قائدین اپنے اہل خانہ پر قائم ہونے والے کیسوں کے خلاف تو اپنے چاہنے والوں کی سڑکوں پر آنے کی دعوت دیتے رہے لیکن انہوں نے اس اہم ایشو کو فیصلہ آنے تک لائق توجہ نہ گردانا۔

جماعت اہلسنت کے مرکزی امیر صاحبزادہ مظہر سعید کاظمی، مرکزی ناظم اعلیٰ صاحبزادہ پیر محمد افضل قادری اور دوسرے رہنماؤں صاحبزادہ مصطفیٰ اشرف رضوی، تنظیم المدارس کے ناظم اعلیٰ مفتی عبدالقیوم ہزاروی اور انجم طلبائے اسلام پاکستان کے مرکزی صدر حافظ طارق محمود رضا نے عدالتی فیصلے پر شدید غم و

غصہ کا اظہار کرتے ہوئے اسے امریکی فیصلہ قرار دیا۔ جمعیت علمائے اسلام (س) جمعیت علمائے پاکستان نیازی گروپ، جے یو آئی، جمعیت اہل حدیث، تحریک جعفریہ، سپاہ صحابہ اور سپاہ محمد نے بھی اس فیصلے کے خلاف توانا انداز میں صدائے احتجاج بلند کی۔ رکن قومی اسمبلی عبدالغفور حیدری نے کہا کہ "جیالے ججوں" نے جیالے پن کا ثبوت دیا ہے۔ عدلیہ، حکومتی اور بین الاقوامی دباؤ میں ہے۔

رائے عامہ اس پر متفق تھی کہ عدالت نے اپنے اختیارات کا صحیح استعمال نہیں کیا۔ عدالت کو چاہیے تھا کہ وہ اس کیس کا آوٹ آف ٹرن فیصلہ کرنے کی بجائے تحمل سے فیصلہ کرتی اور استغاثہ کے وکلاء کی تمام مصروفیات پر غور کرتی مگر عدالت نے ایسا نہیں کیا۔ حد تو یہ ہے کہ استغاثہ کے وکلاء کی جانب سے اضافی شہادتوں کی درخواست پر بھی کوئی کاروائی عمل میں نہیں لائی گئی۔ لاہور ہائیکورٹ میں جس سراعت سے اس کیس کی سماعت کی اس نے فیصلے کو مشکوک بنا دیا۔ عام پاکستانی کو بخوبی علم تھا کہ اس کیس کے دوران حکومت اور عدالت پر مستقل دباؤ رہا، غیر ملکی مداخلت نمایاں رہی اور خود وزیراعظم بینظیر قبل از وقت غیر ذمہ دارانہ اظہار خیال کرتی رہیں...... جماعت اسلامی کے سیکرٹری جنرل منور حسن کی یہ رائے سو فیصد درست ہے۔ "عدالت کو چاہیے تھا کہ مقدمے کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کرتی، عدالت کی عجلت نے لوگوں کو مشکوک کر دیا ہے، جہاں تک ہیومن رائٹس کا تعلق ہے تو یہ ہمارا اپنا مسئلہ ہے جو حکومتیں خود بین الاقوامی دہشگردی کر رہی ہیں انکی طرف سے اس حوالے سے تنقید کا کوئی جواز نہیں"۔

قانون توہین رسالت میں ترمیم کے لئے مختلف ادوار میں حکومتوں پر امریکہ اور مغربی ممالک کی جانب سے دباؤ ڈالا جاتا رہا ہے۔ امریکہ میں سرگرم عمل یہودی لابی اس ضمن میں خصوصی کردار ادا کرتی ہے۔ یہ لابی مسلسل یہ پراپیگنڈہ کرتی چلی آرہی ہے کہ یہ قانون اقلیتوں سے ناانصافی اور دباؤ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، مذہبی انتہاپسند اس کا ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ساتھ ساتھ یہ لالچ بھی دیا جاتا ہے کہ اگر حکومت پاکستان توہین رسالت قوانین میں ترمیم کر لے تو بہت سے عالمی مالیاتی ادارے اور بعض "حساس ممالک" پاکستان کو معاشی فوائد سے مالا مال کر دیں گے۔ ایک موقف یہ بھی اختیار کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی حکومت اس قانون میں ترمیم کے لئے فضا ہموار کر دے تو بین الاقوامی سطح پر پاکستان کے خلاف مذہبی انتہاپسندی اور اسلامی بنیاد پرستی کے الزام کی شدت میں کمی آجائے گی۔

11 فروری 1995ء جنوبی ایشاء کے امور سے متعلق نائب امریکی وزیر خارجہ رابن رافیل نے خارجہ تعلقات کی سب کمیٹی کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا کہ "پاکستان میں عیسائیوں اور قادیانیوں کے خلاف توہین رسالت کے الزامات غلط ہیں۔ قومی روزناموں نے رابن رافیل کے اس بیان کو

پاکستان کے معاملات میں مداخلت کے مترادف قرار دیا...... کلنٹن انتظامیہ نے توہین رسالت کے مرتکب افراد کے کیس کے حوالے سے حکومت پاکستان کو باقاعدہ ہدایت کی کہ "وہ توہین رسالت کا قانون اقلیتوں کے خلاف بے جا استعمال کرنے سے باز رہے۔" کلنٹن انتظامیہ نے کہا کہ "امریکہ حالیہ توہین رسالت کے کیس پر کڑی نظر رکھے گا"۔

13 فروری 1995ء کو برطانوی وزیر خارجہ نے پاکستانی ہائی کمشنر کو طلب کر کے سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو توہین رسالت کے جرم میں سزا پر احتجاج کیا۔ دفتر خارجہ کے ترجمان نے بتایا کہ منسٹر ٹونی بالڈرائی نے اس سزا پر برطانیہ کی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ برطانیہ پاکستان کی عدالتی کارروائیوں میں مداخلت نہیں کر سکتا لیکن چاہتا ہے کہ حکومت پاکستان دونوں کی جان بخش دیں۔ 14 فروری 1995ء کو برطانوی پارلیمنٹ میں ایک تحریک پیش کی گئی جس میں لاہور کی ایک عدالت کی طرف سے توہین رسالت کے مرتکب دو عیسائیوں کو سزائے موت کے فیصلے پر سخت تشویش کا اظہار کرتے ہوئے ان کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا گیا اس تحریک پر 202 ارکان پارلیمنٹ کے دستخط تھے۔ تحریک میں کہا گیا کہ "دونوں ملزموں کا سزا انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ یاد رہے یہ تحریک "ارلی ڈے موشن" کے طور پر پیش کی گئی تھی جو برطانوی پارلیمنٹ کے ریکارڈ کا حصہ بن چکی۔

فروری 1995ء کے تیسرے ہفتے میں توہین رسالت کیس میں سزائے موت پانے والے مجرموں سلامت اور رحمت سے امریکی سفارتکار اور دیگر غیر ملکی شخصیات باقاعدہ ملاقات کرتی رہی۔ جیل قوانین سے انحراف کرتے ہوئے ان ملاقاتیوں کا اندراج تک بھی متعلقہ رجسٹر میں نہ کیا گیا۔ برطانوی اور امریکی سفارتخانوں کے افسران کو یہاں تک سہولت فراہم کی گئی کہ وہ مجرموں کی کوٹھڑیوں کی تصاویر اتاریں۔ مقام حیرت ہے کہ اتنے سنگین جرم کے مرتکبین کو جیل میں بی کلاس دی گئی تھی۔ غیروں کا تو کیا کہنا یہاں تو عالم یہ تھا کہ ان مجرموں کی خیریت دریافت کرنے کے لئے روزانہ وزیر اعظم ہاؤس اور گورنر ہاؤس سے رابطہ قائم کیا جائے۔

انہی ایام میں آسٹریلیا کے وزیر خارجہ سینیٹر جارگ گاریتھ نے ایونز اس دور کے وزیر اعظم بینظیر بھٹو سے ملاقات کی روزنامہ پاکستان کی 26 مئی کی اشاعت بتاتی ہے کہ "انہوں نے وزیر اعظم سے قانون توہین رسالت کے بعض پہلوؤں پر تبادلہ خیال کیا اور وزیر اعظم نے انہیں یقین دلایا کہ توہین رسالت کے قانون کا از سر نو جائزہ لیا جائے گا۔ جرمنی اور برطانیہ نے تو کیس کے دوران ہی یہ پیش کش کی کہ وہ توہین رسالت کے ملزموں اور ان کے خاندان کو اپنے اپنے ملک میں مستقل رہائش دیں گے۔ ڈاکٹر ویرن ہوٹر ان دنوں جرمنی کے نائب وزیر خارجہ تھے وہ بھی قانون توہین رسالت کے خلاف بیان داغنے

سے باز نہ رہ سکے۔انہوں نے کہا ''توہین رسالت کے قانون میں تبدیلی بارے پاکستانی حکام سے بات ہوئی یہ محض ایک ملک کا نہیں بلکہ عالمی انسانی حقوق کا معاملہ ہے،ہم اس قانون میں تبدیلی چاہتے ہیں۔ہم یہ موقف قبول نہیں کرتے کہ یہ پاکستان کا اندرونی مسئلہ ہےاوراس پر بات کرنا پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کے مترادف ہے،ہم جمہوریت اورانسانی حقوق پر یقین رکھتے ہیں جو چیز ان کے منافی ہوہم اس کی مخالفت کرتے ہیں اور کریں گے۔

نامورصحافی جناب مجیب الرحمٰن شامی نے مقطع میں سخن گسترانہ بات یوں سپردقرطاس کی ''ہم یہ نہیں کہتے کہ ملزموں کولازمی سزادی جائے لیکن ہم نے جس طریقے سے مقدمہ کی کارروائی چلائی،اس سے ہم نے اپنے پورے عدالتی نظام کوننگا کر کے رکھ دیا ہے''۔

فیصلہ ہو گیا اور 1995ء میں گستاخان رسالت مآب ﷺ کہ سرپرستوں اور محافظوں کو تسلیمہ نسرین اورسلمان رشدی کے بعددواورہیرومل گئے۔

(روزنامہ دن، 7، 8فروری 2006ء)

اللہ عزوجل فرماتا ہے

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ط اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ط اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O

تو نہ پائے گا انہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ ان کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنہوں نے خدا ورسول ﷺ سے مخالفت کی چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں، یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کردیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ہمیشہ رہیں گے ان میں، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہی لوگ اللہ والے ہیں سنتا ہے، اللہ والے ہی مراد کو پہنچے۔

حافظ شفیق الرحمٰن

توہین رسالت اور ایک
"کرائم منسٹر" کے بلیو آئیڈ بوائز

یہ قصہ ہے لبرل ماڈریٹ اور امریکنائزڈ پاکستانی وزیراعظم بےنظیر کے دوسرے عہداقتدار کا۔ سب جانتے ہیں کہ بینظیر کا تکیہ کلام ہمیشہ یہ رہا کہ طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔ وہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اور سوتے جاگتے ہمیشہ یہی گردان کرتی رہیں۔ اس تکیہ کلام اور گردان کو بعد میں انہوں نے اپنا دعویٰ اور موروثی انتخابی منشور بنالیا۔ جب جب انہیں اقتدار کے ایوان میں داخل ہونے کا موقع ملا، اپنے کردار، اعمال اور رویوں سے انہوں نے اپنے اس دعویٰ کی بیچ چوراہے میں تردید کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ دوسری مرتبہ وہ 19 اکتوبر 1993ء کو ایوان اقتدار میں داخل ہوئیں۔ سادہ لوح عوام اور بھولے بھالے جیالوں کا یہ خیال تھا کہ اپنے تکیہ کلام دعوے اور انتخابی منشور کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وہ ان کے جذبات کا احترام کریں گی۔ سادہ لوح عوام اور بھولے بھالے جیالوں کو کیا معلوم تھا کہ 19 اکتوبر 1993ء کے بعد انہوں نے اپنے انتخابی منشور کو اٹھا کر سردخانے میں پھینک دیا تھا۔ اب ان کے نزدیک طاقت کا اصل سرچشمہ عوام نہیں بلکہ وائٹ ہاؤس، سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ اور پنٹاگون ہی کے آقایان سفید فام تھے۔ سو، اپنے دوسرے عہداقتدار کے 3 سال 16 دن تک وہ اسلام آباد کے پی ایم ہاؤس کی پولوگراؤنڈ میں صرف ایک ہی کھیل کی "نیٹ پریکٹس" اور "ہوم ورک" کرتی رہیں کہ دنیا انہیں امریکی عوام اور امریکی صدر سے بھی زیادہ امریکہ کی وفادار تسلیم کرلے۔ امریکی حکام نے توہین رسالت کے دو سزایافتہ مجرموں کی رہائی کو ان کے لئے ایک ٹیسٹ کیس بنادیا۔ اب رحمت مسیح اور سلامت مسیح جو توہین رسالت کے جرم میں سیشن کورٹ کے فیصلہ کے مطابق کوٹ لکھپت جیل میں سزائے موت کاٹ رہے تھے، ان کے یکدم محبوب نظر بن گئے۔ انہیں یقین دلایا گیا تھا کہ اگر اپنا اثر ورسوخ استعمال کرکے امریکہ بہادر کے ان بلیو آئیڈ بوائز کو وہ اگلے عدالتی مراحل میں رہا کرانے میں کامیاب ہوگئیں تو ان کے اقتدار کو آب حیات پلا کر دوام بخش دیا جائے گا۔ بی بی امریکیوں کے بھرے میں آگئی۔ بیچاری یہ بھول گئی کہ

امریکی کام نکال لینے کے بعد تیسری دنیا کے اپنے پسندیدہ ترین حکمرانوں کو ایوان اقتدار سے اٹھا کر یوں نکال باہر پھینکوا دیتے ہیں جیسے کوئی نفیس الطبع شخص ٹشو پیپر سے پیشانی کی گرد صاف کرنے کے بعد اسے ڈسٹ بن میں پھینک دیتا ہے۔ ساون کے اندھوں کو ہرا ہی ہرا اور ماڈریٹ، لبرل اور پروگریسو بننے کے جنون میں مبتلا حکمرانوں کو امریکہ ہی امریکہ دکھائی دیتا ہے۔ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے "ڈکٹیٹرز" نے ڈکٹیشن دی اور تابع مہمل وزیراعظم نے حرف بہ حرف اس کو عملی جامہ پہنایا۔

11 فروری 1995ء کو سلامت مسیح اور رحمت مسیح کے خلاف مقدمے میں ایڈیشنل سیشن جج محمد مجاہد حسین کا فیصلہ جب سامنے آیا تو اس پر پرائم منسٹر آف پاکستان بینظیر بھٹو جنہیں ان دنوں عام پاکستانی شہری کرائم منسٹر آف پاکستان کے الفاظ سے یاد کیا کرتا تھا۔ اپنے کریمینل ردعمل کا اظہار ان الفاظ میں کیا "توہین رسالت کے مجرموں کو سزا دینے کے فیصلے پر مجھے حیرت بھی ہوئی اور دکھ بھی میں اس فیصلے پر ذاتی طور پر ناخوش ہوں۔ پاکستان بچوں سے متعلق سنگین سزاؤں خصوصاً موت کے خلاف اقوام متحدہ کے چارٹر پر دستخط کر چکا ہے، یہ امر باعث حیرت ہے کہ 14 سال کے بچے کو سزائے موت دیتے ہوئے اس چارٹر کا خیال کیوں نہیں رکھا گیا۔ عدالت آزاد تھی، دونوں ملزموں کے وکیلوں کو پورا موقعہ ملا۔ انہیں چاہیے تھا کہ اس چارٹر کا حوالہ دیتے۔ یہ فیصلہ ایسے وقت ہوا جب اقوام متحدہ کے سلسلے میں ریکارڈ بہت اچھا رہا ہے۔ یہ فیصلہ بہت غلط موقع پر ہوا ہے۔ میں توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کرنا چاہتی ہوں۔" اب آپ ہی سوچئے، غور کیجئے اور اس کے بعد خدا لگتی کہئے کہ کیا وزیراعظم پاکستان کی حیثیت سے پاکستان کی پرائم منسٹر نے یہ بیان دے کر اپنے کرائم منسٹر ہونے کا عملی ثبوت فراہم نہیں کیا۔ کیا عدالت کے فیصلے پر بحیثیت وزیراعظم ان کا یہ تبصرہ ضروری تھا؟ عوام اس فیصلے کی پذیرائی کر رہے تھے اور قائد عوام کی بیٹی مخالفانہ ردعمل کا اظہار کر کے غیر ضروری طور پر واشنگٹن کے "خداوندان مجاز" کی خوشنودی کی ناکام کوشش کر رہی تھیں۔ اگر ملک کی عدلیہ آزاد ہوتی تو یقیناً بینظیر بھٹو کے خلاف توہین عدالت کی فرد جرم کے تحت مقدمہ دائر کیا جاتا۔

"ویسٹ میڈ ڈاٹر آف دا ایسٹ" کے دور میں کوٹ لکھپت جیل میں توہین رسالت کے مرتکب یہ قیدی کس شان و شوکت، عیش و آرام اور ٹھاٹھ باٹ کے ساتھ مقیم تھے۔ ایک عینی شاہد پیر بنیامین رضوی نے مجھے 2001ء کی ایک شام جامعہ اشرفیہ کے بانی مفتی محمد حسنؒ کے پوتے حافظ خالد حسن کے ہاں اس کے احوال و کوائف سے آگاہ کیا۔ ان کی گفتگو کا ایک ایک لفظ آج بھی میرے حافظے کے کیسٹ پلیئر میں من و عن محفوظ ہے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ بینظیر دور میں پیر بنیامین مسلم لیگ (ن) پنجاب کے سیکرٹری اطلاعات تھے۔ انہیں مختلف مقدمات میں گرفتار کرنے کے بعد کوٹ لکھپت جیل میں محبوس رکھا

گیا تھا۔ میرے ایک استفسار پر پیر بنیامین نے اپنے ایام اسارت کو آواز دی۔ وہ چند لمحے خاموش رہے۔ یوں محسوس ہوا جیسے وہ گہرے مراقبے میں چلے گئے ہوں۔ لگتا تھا کہ وہ اپنی یادداشتوں کے اوراق کو ترتیب دے رہے ہیں۔ اب جو سر اٹھا کر انہوں نے گفتگو شروع کی تو مجھے ہر سو انکشافات کا دریا لہریں لیتا نظر آیا۔ پیر بنیامین نے بتایا کہ فروری 1995ء میں وزیراعظم پاکستان بینظیر بھٹو اور وزیر اعلیٰ پنجاب منظور وٹو کا آمرانہ اور ملوکانہ عتاب مجھ پر نازل ہوا۔ ان دنوں مجھے سزائے موت بلاک سے ملحق پھانسی گھاٹ کے ایک خصوصی سیل میں پابند سلاسل رکھا گیا تھا۔ 11 فروری کی سہ پہر رحمت مسیح اور سلامت مسیح نامی توہین رسالت کے دو مجرموں کو میری ہمسائیگی میں واقع سزائے موت بلاک میں انتہائی پروٹوکول کے ساتھ لایا گیا۔ سزا یافتہ لیکن ان وی وی آئی پی مجرموں کے لئے سزائے موت بلاک نمبر 1 کے پہرہ نمبر 5 کو نگار خانہ عیش اور شبستان عشرت بنا دیا گیا۔ ان قیدیوں کے دربار میں جیل حکام صبح، دوپہر اور شام بااہتمام حاضری دیتے۔ وہ پہروں ان سے میٹنگز کرتے۔ بعض نقاب پوش غیر ملکی شخصیات بھی آتیں اور ان کی زیارت سے مشرف ہوتیں۔ 18 فروری کو آئی جی جیل خانہ جات محمد حسین چیمہ بنفس نفیس جیل تشریف لائے۔ آئی جی نے یہ زحمت اس لئے گوارہ کی تاکہ وہ حکومت وقت کا خصوصی پیغام ان وی وی آئی پی مجرموں تک پہنچا سکیں۔ اس پیغام کا خلاصہ یہ تھا کہ حکومت ''آپ'' کو ایک ماہ کے اندر اندر باعزت طور پر بری کرنے کی پوری کوشش کرے گی۔ آئی جی آئے، پرسش احوال کی، صوبائی اور وفاقی اعلیٰ سطحی حکمرانوں کا خصوصی پیغام دیا، تسلی دی، حوصلہ بڑھایا اور جلد رہائی کی خوشخبری کی خبر سنا کر چلتے بنے۔ جاتے جاتے جیل حکام کے لئے اس عنوان کی خصوصی ہدایات جاری کرنا بھی انہوں نے ناگزیر جانا کہ ان ''لاڈلے اور خاص مہمانوں'' کا خاص خیال رکھا جائے، انہیں ہر سہولت بہم پہنچائی جائے اور جب تک وہ اس ''مہمان خانے'' میں ہیں، انہیں کسی شکایت کا کوئی موقع نہ دیا جائے۔

آئی جی کی ہدایت کے مطابق جیل حکام نے رحمت مسیح اور سلامت مسیح کو دنیا بھر کی آسائش مہیا کیں۔ جیل روایات کے مطابق سزائے موت کے ان مجرموں کو جیل میں ''اڑدی سے بھی مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ وہ لوگ جنہیں جیل یاترا کا موقع نہیں ملا ان کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ اڑدی جیل کی ایک مخصوص اصطلاح ہے۔ جن قیدیوں کو اڑدی لگتی ہے، وہ ایک دن ایک ''چکی'' میں سوتے ہیں، دوسرے دن دوسری میں اور تیسرے دن تیسری میں۔ جیل روایات کے مطابق سزائے موت کے قیدی مسلسل دو راتیں کسی ایک چکی میں بسر نہیں کر سکتے۔ ان دنوں کوٹ لکھپت جیل میں سزائے موت کے ہر قیدی کو اُردی کی اذیت سے دوچار ہونا پڑ رہا تھا۔ وزیراعظم بینظیر بھٹو اور وزیر اعلیٰ منظور وٹو کی بالواسطہ ہدایات پر عملدرآمد کرتے ہوئے جیل عملہ ان قیدیوں کو کس حد تک خصوصی سہولیات اور مراعات سے نواز رہا تھا۔ اس کا اندازہ

اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ سزا یافتہ مجرموں کے لئے قیدیوں کا لباس پہننا لازم ہے مگر توہین رسالت کے جرم میں سزا یافتہ ان قیدیوں کو رہائی تک جیل کا لباس نہیں پہنایا گیا۔ انہیں ان کی پسند کا کھانا مہیا کیا جاتا۔ جیل قوانین یا قواعد تو یہی ہیں کہ سزائے موت پانے والے ایک سے زیادہ قیدیوں کو ایک کمرے میں نہیں رکھا جاتا مگر سلامت مسیح اور رحمت مسیح ہر قاعدے اور قانون سے بالاتر تھے، انہیں ایک ہی جگہ رکھا گیا۔ اسی پر موقوف نہیں ان کی خواہش پر چند اور عیسائی قیدی اور حوالاتی بھی ان کی ''تنہائی'' اور ''اداسی'' دور کرنے کے لئے ان کے گردو پیش جمع کر دیئے گئے۔ وہ سارا دن مجلس آرائی کرتے، گپیں ہانکتے، ایک دوسرے کو لطیفے سناتے، قہقہے لگاتے، مدعی کی بے بسی کا مذاق اڑاتے اور یوں اپنا دل پشوری کرتے وہ فخریہ لہجے میں دیگر عیسائی قیدی ساتھیوں کو بتاتے کہ ہمیں تو جیل میں وہ عیش و آرام حاصل ہے، اگر ہم باہر ہوتے تو شاید صدیوں تک اس قسم کے عیش و آرام سے لطف اندوز ہونے کا خواب بھی نہ دیکھ سکتے۔

مغرب کے انتہا پسند مذہبی جنونی عیسائی حکمران، میڈیا کے کارکن اور بڑی شخصیات کی جانب سے جیل پہنچنے کے صرف چار دن میں انہیں 7 سو کے قریب خطوط موصول ہوئے۔ خطوط لکھنے والے مغربی اور بھارتی پرستار ان کی درازی عمر کی دعائیں مانگتے ہوئے انہیں حوصلہ دیتے۔ اکثر و بیشتر خطوط کا نفس مضمون یہ ہوتا کہ ''تم حق پر ہو، یورپ کی تمام عیسائی برادری تمہارے ساتھ ہے۔ ہر یورپی عیسائی شہری کے دل تمہارے دلوں کے ساتھ دھڑکتے ہیں'' وہ اپنے ساتھیوں کو یہ خطوط دکھاتے اور خوش ہو کر بتاتے کہ یہ خط ہمیں امریکہ، جرمنی، ہالینڈ، فرانس، ڈنمارک، ناروے، سویڈن، اٹلی، انگلینڈ اور انڈیا سے موصول ہوئے ہیں۔ وہ اس پر اتراتے کہ ہمارے کیس کا مدعی مولوی فضل حق جب جیل آیا تھا تو اس کا کوئی پرسان حال نہ تھا بلکہ اسے تو کسی نے پانی تک کا بھی نہیں پوچھا تھا اور ہمیں موت کی کال کوٹھری میں بھی دنیا جہان کی نعمتیں سرکاری خرچ پر مفت فراہم کی جا رہی ہیں۔ وہ یہ بھی بتاتے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور وٹو کی مشیر شیلا بی چارلس نے مولوی فضل حق کو کیس کی پیروی سے باز رکھنے کیلئے دھمکی دیتے ہوئے کہا تھا کہ تمہارے لئے یہ مقدمہ بڑا نقصان دہ ثابت ہوگا۔ تمہارے جسم و جان کی خیر اسی میں ہے کہ مقدمہ سے دستبردار ہو جاؤ۔ ان نوازشات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی باچھیں فرط مسرت سے کانوں تک کھل جاتیں کہ ''جیل میں ہماری آؤ بھگت حکمران اس طرح کر رہے ہیں، شاید کسی شاہی سسرال نے نوبیاہتا داماد کی خاطر مدارت بھی ایسے نہ کی ہو'' جیل ان کے لئے مکمل طور پر ایک پکنک پوائنٹ بن چکی تھی۔ کہنے کو تو وہ بی کلاس کے قیدی تھے لیکن جیل میں وہ جو گلچھرے اڑا اور رنگ رلیاں منا رہے تھے انہیں دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ وہ اے کلاس نہیں، بلکہ ''اے پلس کلاس کے قیدی'' ہیں۔

ان کے ذہن میں تو امریکہ کے تابع فرمان پاکستانی حکمرانوں نے ایک سیکنڈ کے لئے یہ خیال نہ

آنے دیا کہ وہ توہین رسالت ایسے سنگین جرم میں عدالتی سزا یافتہ ہیں اور جیل میں ان کی حیثیت سزائے موت کے قیدی کی ہے۔ کوٹ لکھپت جیل کا سزائے موت بلاک ان کیلئے لنڈن کا ہائیڈ پارک اور لاہور کا حضوری باغ بن چکا تھا۔ ان کے سیل میں جیل میں موجود دیگر ان کے ہم مذہب قیدیوں کے ہجوم نے جنگل میں منگل کا سماں پیدا کر دیا تھا۔ ریکارڈ گواہ ہے کہ پاکستان کی کسی بھی جیل میں سزائے موت کے کسی قیدی کو کبھی یہ سہولیات فراہم نہیں کی گئیں، جو رحمت مسیح اور سلامت مسیح کو امریکی سفیر کی ڈکٹیشن، برطانوی ہائی کمشنر کی ہدایات اور جرمن سفارتکاروں کی خواہشات پر ارزاں کی جارہی تھیں۔ اسی کوٹ لکھپت جیل میں جس وزیراعظم کے دور میں رحمت مسیح اور سلامت مسیح سزائے موت کے قیدی کی حیثیت سے رنگیلا شاہانہ زندگی بسر کر رہے تھے، کبھی موصوفہ کے والد محترم بھی اسی جیل میں بے بسی اور بے کسی کا مزار بنے گردلیل ونہار کی ستم ظریفیاں سہ رہے تھے۔

یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ ان دنوں پنجاب کی مختلف جیلوں میں سزائے موت کے 8 ہزار قیدی موجود تھے لیکن ان کے لئے سزائے موت کی کال کوٹھڑیاں کسی بھی طرح نازیوں کے ٹارچر سیل سے کم نہیں تھیں۔ موت کی کال کوٹھڑی کو بالائی اشاروں پر ان گستاخان رسالت مآب ﷺ کیلئے نیویارک کے کسی سیون سٹار ہوٹل کا پر تکلف اور پر تعیش سویٹ بنا دیا گیا تھا۔ جرم اہانت رسالت ﷺ کے مرتکب جیل میں بھی لوٹ رہے اور لشکارے سمیٹ رہے تھے۔ حالانکہ دیگر جرائم میں سزائے موت کے کوٹ لکھپت جیل میں 229 قیدی اپنی اپنی چکیوں میں تنہائی کے دوزخ میں جل رہے تھے، ان میں ایسے قیدی بھی تھے جو آٹھ آٹھ سال سے اپنی اپیل کی سماعت کا انتظار کر رہے تھے۔ حقیقی سولی پر لٹکنے سے قبل ہی وہ آٹھ سال تک انتظار کی سولی پر لٹکے رہے۔ وہ زندوں میں تھے نہ مردوں میں۔ ان کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ کسی عابد حسن منٹو، کسی آئی اے رحمٰن، کسی عاصمہ جہانگیر، کسی اعتزاز احسن، کسی حنا جیلانی اور کسی ایس ایم ظفر کو کبھی یہ توفیق نہ ہوئی کہ بنیادی انسانی حقوق کے چیمپئن ہونے کی میڈیا میڈ، فارن ایجنسی میڈ اور کرنسی میڈ شہرت کی لاج رکھتے۔ کسی نے نظام عدل کے ستونوں سے کبھی یہ استفسار نہیں کیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ایک عام قیدی جب کسی معمولی سے جرم میں سیشن کورٹ سے سزا یافتہ قرار دے دیا جاتا ہے تو ہائیکورٹ میں مدتوں اس کی اپیل کی شنوائی کیوں نہیں ہوتی؟ آج بھی بے در، بے زر اور بے وسیلہ سزا یافتہ قیدیوں کی کوئی شنوائی نہیں ہو رہی۔

رحمت مسیح اور سلامت مسیح کی اپیل تین دن کے اندر تیار ہو کر نہ صرف یہ کہ دائر ہوئی بلکہ ہائیکورٹ میں اس کی سماعت بھی شروع ہو گئی۔ 7 دن میں سماعت مکمل ہو گئی اور اگلے 2 دن میں رات کی تاریکی میں کنفرمیشن کے خواہاں ججوں نے ''عاجلانہ''، ''جیالا گردانہ'' اور ''عاقبت نا اندیشانہ'' فیصلہ سنا دیا۔ اس پر

طرہ یہ کہ عارف اقبال حسین بھٹی نے انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ یہ کہا کہ وہ اپنے اس فیصلے پر اس حد تک مطمئن ہیں کہ انہیں یقین ہے کہ اللہ انہیں شاباش دے گا۔ ان کے ان ریمارکس پر ہم کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے۔ وہ مکافات عمل کا شکار ہو کر اللہ کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ یہ تو اللہ ہی جانتا ہے یا کوئی نگاہ رکھنے والا اللہ والا، کہ بھٹی صاحب کو کس انداز میں اللہ کے ہاں شاباش دی جا رہی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ کنفرمیشن کے خواہش مند دونوں ججوں نے بینظیر کی خوشنودی کیلئے اور بینظیر نے امریکہ، برطانیہ اور جرمنی کی خوشنودی کیلئے ناپختہ اور خام قانونی اہلیت رکھنے والے ان ججوں کو یہ فیصلہ بین السطور ڈکٹیٹ کروایا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ فیصلہ رات کی تاریکی میں سنایا گیا۔ فیصلہ سنانے والوں کو بھی چند برس بعد رات کی تاریکی میں اپنی حیات کے بارے میں ناخوشگوار فیصلہ سننا پڑا۔ سلامت مسیح اور رحمت مسیح تو موت سے بچ گئے لیکن انہیں سزائے موت سے بری کرنے والے جج کنفرمیشن سے قبل ہی لقمہ اجل بن گئے۔

سزائے موت کے قیدیوں کیلئے جیل میں ملاقات کا ایک قاعدہ اور دستور ہے لیکن سلامت مسیح اور رحمت مسیح ہر قاعدے اور دستور سے بالاتر تھے، جیل میں ان کی ملاقات پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہ تھی۔ وہاں تو ان دنوں ملاقاتیوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ ان کا جو عزیز چاہتا منہ اٹھائے چلا آتا۔ ان ''خصوصی مہمانوں'' کو یہ سہولیات مہیا کروانے کیلئے امریکہ سے مسز رابن رافیل خصوصی طور پر پاکستان یاترا پر آئیں۔ انہی کے ایماء پر امریکی سفیر کوٹ لکھپت جیل میں کیموفلاج انداز میں سلامت مسیح اور رحمت مسیح کی زیارت کیلئے ''حاضری'' اور ''حضوری کا شرف'' حاصل کرتے رہے۔

فیصلہ آنے سے تین دن قبل ہی 19 فروری کی شب وہ اپنی رہائی کی خبر باآواز بلند نشر کر رہے تھے۔ یہ پیشگی اطلاع انہیں کن ذرائع سے حاصل ہوئی؟ اسی شب وہ گلا پھاڑ پھاڑ کر اپنے عیسائی قیدی ساتھیوں کو بتا رہے تھے کہ فیصلہ ہمارے حق میں ہو گیا ہے۔ اسی پر بس نہیں وہ تو یہ بریکنگ نیوز بھی بلاسٹ کر رہے تھے کہ ''ہمیں گرین کارڈ بھی مل چکا ہے''۔ 23 فروری کو لاہور ہائیکورٹ کی تاریخ کا انوکھا فیصلہ سامنے آیا۔ فیصلہ سامنے آتے ہی ان کی رہائی کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ ڈی آئی جی لاہور رینج، ایس ایس پی لاہور، کمشنر اور ڈپٹی کمشنر لاہور نے بنفس نفیس اس ''کارِ خیر'' کی نگرانی کر کے ''ثواب دارین'' کمانا ضروری جانا۔ کوٹ لکھپت جیل کی طرف آنے والی سڑک کے دونوں طرف چپے چپے اور قدم قدم پر پولیس کے مسلح کمانڈوز تعینات تھے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہاں سے وفاق یا صوبے کی اعلیٰ ترین حکمران سیاسی شخصیت کی ''سواری بادِ بہاری'' نے گزرنا ہے۔ یہ جمعہ کی شب تھی۔ ملزموں کی رہائی کا پروانہ جیل پہنچ چکا تھا۔ رات دس بجے کا عمل تھا۔ ایک عیسائی پادری جوزف 3 نامعلوم غیر ملکی افراد کے ساتھ جیل پہنچا۔ ان کے ساتھ ایک ایس پی صاحب بہادر بھی تھا۔ 10 بجکر 5 منٹ پر یہ ''قافلہ''

جیل کا بڑا پھاٹک عبور کر چکا تھا۔ 10 بج کر 20 منٹ پر بنیان اور نیکر میں ملبوس دونوں لاڈلے ملزموں کو ان کے پاس لایا گیا۔ جہاں پادری جوزف نے پہننے کیلئے انہیں نئے کپڑے دیئے۔ جب وہ کپڑے پہن چکے تو پادری کے ہمراہ آنے والے سرکاری اہلکار نے اہانت رسالت مآب ﷺ کے ان ملزموں کی ''خدمت عالیہ'' میں حکومت پاکستان کی جانب سے بیرون ملک جانے کیلئے سرکاری پاسپورٹ پیش کیا۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ سنگین ترین جرم میں ملوث ان قیدیوں کو رہائی کی اطلاع اس وقت دی گئی جس وقت تمام قیدیوں کو گنتی کرنے کے بعد بیرکوں میں بند کیا جا رہا تھا۔ رحمت مسیح اور سلامت مسیح بھی اس پراسیس میں تھے۔ پادری صاحب آئے اور انہیں اپنے ہمراہ گاڑی میں بٹھا کر نامعلوم مقام پر لے گئے۔ یہ تو آپ بخوبی جانتے ہی ہوں گے کہ بینظیر دور میں ہفتہ وار تعطیل جمعہ کو ہوا کرتی تھی۔ ممکن ہے یہ بات بھی آپ کے علم میں ہو کہ جیل قاعدے کے مطابق چھٹی کے روز کسی بھی ملزم کو رہا نہیں کیا جا سکتا۔ امریکہ یاترا کے لئے بے تاب بینظیر بھٹو نے اس کیس میں ذاتی دلچسپی لی اور توہین رسالت کے ملزمان کو جیل قاعدے کی دھجیاں اڑاتے ہوئے چھٹی کے باوجود رہا کروا دیا۔ کوٹ لکھپت جیل سے انہیں گلبرگ لاہور کی ایک بڑی کوٹھی میں لے جایا گیا جہاں سے وہ سرکاری گاڑی پر ہوائی اڈے پہنچے۔ ملزمان کے ساتھ پولیس کی حفاظتی گاڑی بھی تھی۔ بعدازاں انہیں سرکاری پروٹوکول کے ساتھ اسلام آباد روانہ کر دیا گیا۔

جیل سے رہائی کے بعد دونوں ملزموں کو کسی غیر ملکی سفارتخانے کی تحویل میں رکھا گیا۔ بتایا گیا کہ وہ کچھ عرصہ کے لئے فرینکفرٹ میں قیام کریں گے اور وہاں سے اپنے ''معنوی مائی باپ'' امریکی حکام کو ملنے کیلئے امریکہ روانہ ہو جائیں گے۔ ہفتہ اور اتوار کی شب اسلام آباد انٹرنیشنل ایئرپورٹ سے انہیں PK717 کے ذریعے فرینکفرٹ روانہ کر دیا گیا۔ انہیں پاسپورٹ، ویزے، غیر ملکی کرنسی اور جرمنی کی کنفرم ٹکٹیں دی گئیں۔ ایک موثق ذریعہ کے مطابق بینظیر حکومت نے توہین رسالت کے دونوں ملزموں کو حکومت پاکستان کی جانب سے دس دس ہزار ڈالر بھی فراہم کئے۔

جرمنی پہنچنے کے بعد ان کا ریڈ کارپٹ استقبال کیا گیا۔ ایسا استقبال تو شاید جرمن حکام نے کبھی پاکستانی وزارت خارجہ کے کسی سیکرٹری کا بھی نہ کیا ہوگا۔ جرمنی پہنچتے ہی وہ جس خفیہ ٹھکانے میں رہائش پذیر ہوئے اس کے اردگرد ہائی ریڈ الرٹ سیکورٹی کا سماں نظر آیا۔ اگلے 24 گھنٹوں بعد یورپ نے اپنے ان ''ہیروز'' کے اعزاز میں استقبالیہ تقریبات کا ایک طویل سلسلہ شروع کر دیا۔ واضح رہے کہ راجپال کے ان جانشینوں کے اعزاز میں عیسائی، یہودی اور قادیانی تنظیمیں استقبالیے دینے میں پیش پیش رہیں۔ ان رنگا رنگ تقریبات میں مغربی موسیقی کا خصوصی انتظام کیا جاتا۔ سپاس نامے پیش کئے

جاتے، میڈلز پہنائے جاتے، عیسائی، یہودی اور قادیانی ......توہین رسالت کا ''عظیم ترین کارنامہ'' انجام دینے پرانہیں بیش قیمت تحائف نذر کرتے۔ امریکی ومغربی الیکٹرانک وپرنٹ میڈیا ان تقریبات کی خصوصی کوریج کرتا۔ جرمنی کے کثیر الاشاعت اخبارات وجرائد نے رحمت مسیح اور سلامت مسیح کے انٹرویو اس اہتمام سے شائع کئے، گویا وہ ایسے خلانورد سائنٹسٹ تھے۔ جنہوں نے مریخ یا مشتری سیارے پر جرمنی کا جھنڈا گاڑنے، پانی اور آکسیجن تلاشنے کا عظیم کارنامہ انجام دیا ہو۔ مئی کے پہلے ہفتے میں جرمنی کے ایک بڑے ہفت روزہ جریدے ''شپگل'' میں رحمت مسیح اور سلامت مسیح کا ایک خصوصی انٹرویو شائع ہوا۔ اس میں رحمت مسیح اور سلامت مسیح نے مکالمہ کار کے ایک سوال کے جواب میں کہا'' وہ اپنی جانیں بینظیر بھٹو پر قربان کر سکتے ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے وہ پھانسی سے بچ گئے ہیں۔ اگر پاکستان میں نواز شریف کی حکومت ہوتی تو انہیں سزائے موت دی جاتی'' افریقہ اور روانڈا میں بھوک سے ہلاک ہونیوالے قحط گزیدہ شہریوں کو چند بوری گندم فراہم نہ کرنے والے مہذب امریکی ومغربی اگر سلمان رشدیوں، تسلیمہ نسرینوں، سلامت مسیحوں اور رحمت مسیحوں کی سیکورٹی پر کروڑوں ڈالر خرچ کررہے ہیں تو یقیناً ان کی یہ حاتم طائیت بلامقصد نہیں۔ امریکہ ومغرب کی رولنگ کلاس، سفارتکار، ذرائع ابلاغ کے سحر کار اور سرمایہ کار گستاخان رسالت ﷺ کو خصوصی نوازشات وانعامات اور مراعات واعزازات سے نواز کر۔ یہ ثابت کر چکے ہیں کہ وہ تحریک اہانت رسالت مآب ﷺ کے موید، پرچارک، سرپرست اور پالنہار ہیں۔

(روزنامہ دن، 13 م، 14 فروری 2006ء)

یہ حکمِ خدا بھی تو ہے ایماں کا تقاضا
منہ پھیرو نہ اس ضمن میں تُم عہدِ وفا سے
آؤ کہ نچھاور کریں سب اپنے نبی ﷺ پر
جو شے بھی میسر ہے ہوئی ہم کو خدا سے

سید عارف محمود مہجور رضوی، گجرات

جاوید چودھری

ڈائیلاگ کی گنجائش موجود ہے

چند روز پہلے سینٹر مشاہد حسین نے برطانیہ سے ارکان اسمبلی کے اعزاز میں ڈنر دیا تھا اس ڈنر میں برطانیہ سے لارڈ امر بھالیہ، برٹش ایم پی اے شاہد ملک اور نارویجن پارلیمنٹ کے پاکستانی رکن خالد محمود شریک تھے ان حضرات نے ڈنر کے دوران خاکوں کے بعد یورپ میں پیدا ہونے والے حالات کے بارے میں بریفنگ دی۔ یہ ایک محدود محفل تھی جس میں چند سینٹرز، ایم این اے اور صحافی حضرات شامل تھے۔ ایم پی اے شاہد ملک اور ایم پی اے خالد محمود نے یورپ کی صورت حال پر روشنی ڈالی، خالد محمود کے ساتھ یہ میری دوسری ملاقات تھی ان کے ساتھ پہلی ملاقات اوسلو میں ہوئی تھی وہ اس وقت سٹی کونسل کے رکن تھے اب وہ ناروے کی پارلیمنٹ کے ممبر بن چکے ہیں۔ انہوں نے اپنی گفتگو میں بتایا۔ ''ناروے کے جس میگزین نے یہ گستاخ خاکے ری پرنٹ کئے تھے وہ محدود سرکولیشن میگزین تھا جس کے قارئین کی تعداد کسی بھی طرح دو تین ہزار سے زیادہ نہیں، یہ میگزین ناروے کا ایک عیسائی فرقہ شائع کرتا ہے۔ ہم نے جب یہ خاکے دیکھے تو ہمیں بہت دکھ ہوا، ناروے میں مسلمانوں کی ایک فعال تنظیم ہے جس کا نام اسلامک کونسل ہے اس کونسل کے چیئرمین ایک فلسطینی عالم ہیں جبکہ سیکرٹری جنرل پاکستانی ہیں۔ ہم لوگوں نے کونسل کا اجلاس بلایا، اجلاس میں فیصلہ ہوا ہم لوگ اس گستاخی پر احتجاج کریں گے ہم لوگوں نے دن اور وقت طے کیا اور تمام مسلمانوں کو جلوس میں شرکت کی دعوت دے دی، ہم نے اس جلوس کے بارے میں مقامی اخبارات میں خبریں بھی شائع کروائیں ہم لوگ جب وقت مقررہ پر نکلے تو ہم نے دیکھا ہمارے ساتھ بے شمار غیر مسلم نارویجن بھی شامل ہیں۔ ان لوگوں نے اس دن نہ صرف ہمارا ساتھ دیا بلکہ یہ ہمارے ساتھ نعرے بھی لگاتے رہے۔ ہم نے ان سے پوچھا تم لوگ غیر مسلم ہو کر ہماری مدد کیوں کر رہے ہو۔ ان لوگوں نے جواب دیا ہم سمجھتے ہیں اس میگزین نے مسلمانوں کے ساتھ زیادتی کی میگزین کو کسی فرقے، مذہب اور طبقے کی دل آزاری کرنے کا حق حاصل نہیں لہٰذا ہم لوگ آپ کے ساتھ ہیں''۔ خالد محمود کا کہنا تھا ''ناروے میں ایسے بے شمار لوگ ہیں جو مذہبی تعصب سے بالاتر ہو کر مسلمانوں سے تعلقات رکھتے ہیں جو ہمارے مسائل میں ہماری مدد کرتے ہیں۔''

مجھے خالد محمود کی بات سے محسوس ہوا یورپ میں جہاں یولانڈ پوسٹن جیسے متعصب اخبارات اور فلیمنگ روز جیسے غیر ذمہ دار ایڈیٹر ہیں وہاں بے شمار ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو مسلمانوں اور مسلمانوں کے عقائد کا احترام کرتے ہیں۔ جو ان پر ہونے والی زیادتیوں پر ان کے ساتھ مل کر احتجاج کرتے ہیں۔ مجھے محسوس ہوا ہمیں جہاں ان متعصب اخبارات، ایڈیٹروں اور اسلام دشمن عناصر کا مقابلہ کرنا چاہئے وہاں ہمیں ان اسلام دوست شہریوں کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہئے، ہمیں ان لوگوں سے بھی رابطہ کرنا چاہئے۔

اگر ہم عالم اسلام، یورپ اور امریکہ کے تعلقات کا تجزیہ کریں تو ہمیں یورپ عالم اسلام کے زیادہ قریب محسوس ہوتا ہے۔ یورپی ممالک میں کروڑوں کی تعداد میں مسلمان آباد ہیں۔ برطانیہ، فرانس، جرمنی اور اٹلی میں اس وقت مسلمانوں کی چوتھی نسل پروان چڑھ رہی ہے۔ یورپ میں مساجد، مسلمانوں کے قبرستان، اسلامک سنٹرز اور سکولز موجود ہیں۔ یورپی ممالک مسلمانوں کے عقائد کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ یورپ کے زیادہ تر دفاتر، اداروں، فیکٹریوں، اور فرموں میں مسلمانوں کو عید، رمضان اور عاشورہ پر چھٹیاں دی جاتی ہیں۔ مسلمان نماز جمعہ کے لئے بھی اپنے اپنے دفاتر سے چھٹی لے لیتے ہیں، لہٰذا اگر دیکھا جائے تو عالم اسلام یورپ کے زیادہ قریب ہے جبکہ اس کے مقابلے میں امریکہ میں اسلام نسبتاً ایک نیا مذہب ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف پندرہ ہزار تھی مسلمانوں کا امریکہ کی طرف رجحان 80ء کی دہائی میں شروع ہوا۔ چنانچہ امریکہ قوم اسلام اور اسلامی عقائد سے اتنی واقف نہیں جتنی یورپی اقوام آگاہ ہیں۔ نائن الیون کے بعد امریکہ نے مسلمانوں کے خلاف جنگ شروع کی تو امریکہ کا خیال تھا یہ صلیبی جنگوں کا ایک نیا سلسلہ ہوگا جس میں یورپ امریکہ کا کھل کر ساتھ دے گا۔ لیکن جب یہ جنگ شروع ہوئی تو یورپ نے توقعات کے برعکس امریکہ کا ساتھ نہ دیا، فرانس، جرمنی اور روس تو عراق پر امریکی حملے ہی کے خلاف تھے یوں دہشت گردی کے خلاف اس جنگ میں امریکہ اکیلا رہ گیا چنانچہ ایک سطح پر امریکی انتظامیہ نے یہ سوچنا شروع کر دیا اگر اس نے یہ جنگ جیتی ہے تو اسے یورپ کو بھی اس میں ملوث کرنا ہوگا۔ اگر ہم اس پس منظر کو سامنے رکھیں تو یہ خاکے ایسی سازش محسوس ہوتے ہیں جس کے ذریعے بعض نادیدہ طاقتیں یورپ کی بھی ''دہشت گردی'' کے خلاف اس جنگ میں گھسیٹنا چاہتی ہیں تاکہ یورپ بھی صلیبی جنگوں کا حصہ بن جائے اور امریکہ مسلم دنیا کا واحد ہدف نہ رہے۔

اگر ہم ان خاکوں کے کینوس کو ذرا وسیع پس منظر میں دیکھیں تو ہمیں ان کے دو تین پہلو مزید بھی دکھائی دیتے ہیں۔ یورپ میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے، نائن الیون کے بعد جرمنی، فرانس، اور سپین

کے ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول کیا، اسلام قبول کرنے کا یہ عمل نہ صرف جاری ہے بلکہ اس میں تیزی آرہی ہے اس کی وجہ اسلام کا مطالعہ ہے۔ نائن الیون کے بعد جب مغربی میڈیا نے اسلام، اسلام اور مسلمان، مسلمان کا راگ الاپنا شروع کیا تھا تو وہاں کے لوگوں نے تجسس سے مغلوب ہو کر اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا۔ 2002ء میں یورپ میں قرآن مجید کے جتنے تراجم فروخت ہوئے اتنے پچھلے پچاس برسوں میں مجموعی طور پر نہیں ہوئے تھے۔ یورپی عوام نے جب یہ مطالعہ شروع کیا تو وہ اسلام کی حقانیت کے قائل ہو گئے اور انہوں نے دھڑا دھڑ اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ یہ بات وہاں کے مذہبی طبقات کے لئے بڑی الارمنگ تھی چنانچہ انہوں نے یہ سلسلہ روکنے کا فیصلہ کیا، میرا خیال ہے یہ خاکے اس پیش بندی کا ایک حصہ ہیں۔ ان خاکوں کی دوسری وجہ خالصتاً کاروباری اور تجارتی ہے۔ یورپ میں اس وقت مسلمانوں کی چوتھی نسل پروان چڑھ رہی ہے۔ یہ لوگ جب یورپ پہنچے تھے تو یہ تیسرے درجے کے شہری تھے اور انہیں وہاں صرف وہی نوکریاں دی جاتی تھیں جو عموماً تیسرے درجے کے شہریوں کو ملتی ہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ لوگ پہلے درجے کے شہری بن گئے انہوں نے تعلیم حاصل کی، کاروبار کئے، الیکشن لڑے، یہاں تک کہ وہ آج کارخانوں، فارم ہاؤسز، اور بڑے بڑے اداروں کے مالک ہیں یورپ کے تین بڑے اداروں کی تحقیق کے مطابق مسلمان یورپ میں ایک بڑی کاروباری طاقت بن کر ابھرے ہیں۔ یورپ کے متعصب طبقوں کا خیال ہے اگر مسلمان اسی طرح ترقی کرتے رہے تو یہ لوگ ان کو شدید نقصان پہنچائیں گے۔ چنانچہ یہ لوگ بڑے عرصے سے مسلمانوں کا کاروباری زور توڑنے میں مصروف ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر ہم اس پس منظر کو سامنے رکھ کر ان خاکوں کو دیکھیں تو ہمیں محسوس ہوگا خاکے شائع کرانے والوں کو مسلمانوں کا اندازہ تھا، وہ جانتے تھے مسلمان ان خاکوں کے خلاف شدید احتجاج کریں گے۔ لہٰذا وہ بعد ازاں اس احتجاج کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کے خلاف ایسے قوانین منظور کرا لیں گے جن کے ذریعے ان کا کاروباری اثر و نفوذ محدود ہو جائے جن کے ذریعے ان کا زور ٹوٹ جائے۔

یہ وہ سارے خدشات ہیں جن کی روشنی میں اگر ہم خاکوں کو دیکھیں تو ہم مستقبل میں یورپ کے ساتھ اپنے تعلقات کی نوعیت طے کر سکتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے عالم اسلام کے موجودہ ردعمل کی وجہ سے یورپ میں مسلمانوں کے ساتھ ڈائیلاگ کی سوچ ابھر رہی ہے۔ یورپ میں ایک بہت بڑا طبقہ ہے جو مسلمانوں کے ساتھ ایسا ڈائیلاگ چاہتا ہے جس کے نتیجے میں یورپی اقوام اور مسلمان مذہبی اور نظریاتی تصادم سے بچ سکیں۔ جس کے ذریعے دونوں ایک دوسرے کا نقطہ نظر سمجھ لیں اور دونوں مل کر ایک ایسا لائحہ عمل طے کر لیں جس کی مدد سے دونوں اچھے ہمسایوں کی طرح رہ سکیں۔ ہمیں اس موقع کا فائدہ اٹھانا

چاہئے ہمیں چاہئے ہم یورپ کے ساتھ ایک سنجیدہ ڈائیلاگ کریں اور اس ڈائیلاگ کے ذریعے وہاں توہین رسالت کے باقاعدہ قوانین منظور کرائیں ہم انہیں اپنی روایات، نظریات اور ثقافت کا احترام کرنے پر مجبور کردیں۔ ہم دونوں مذاہب اور تہذیبوں کے درمیان ایک ایسی لکیر وضع کردیں جس کے دونوں طرف رہنے والے ایک دوسرے کا احترام کریں۔ ایک دوسرے سے محبت کریں۔

مجھے محسوس ہوتا ہے اگر عالم اسلام نے یہ موقع کھودیا تو ہم تہذیبوں کی اس جنگ میں جہاں اپنے دشمنوں میں اضافہ کرلیں گے وہاں ہم اپنے بے شمار دوست بھی کھودیں گے۔ میں نے کسی جگہ پڑھا تھا کامیاب لوگ اور قومیں وہ ہوتی ہیں جو دوست بنانے کا فن جانتی ہیں۔

(روزنامہ جنگ، 25 فروری 2006ء)

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ . . .

. . . . . تسرون اليهم بالمودة وانا اعلم بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ط وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ O

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بصيرO

۳،۱ (پ 28، ع 7، سورہ الممتحنہ)

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم چھپ کر ان سے دوستی کرتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہو اور تم میں جو ایسا کرے گا وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا تمہارے رشتے اور تمہارے بچے تمہیں کچھ نفع نہ دیں گے قیامت کے دن تم میں اور تمہارے پیاروں میں جدائی ڈال دے گا کہ تم میں ایک دوسرے کے کچھ کام نہ آسکے گا اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

عرفان صدیقی

یہ پٹاری بند ہی رہنے دیں!

یورپی یونین کے صدر جوز مینوئیل پیر سو نے ایک اخباری انٹرویو میں اعلان کیا ہے کہ ''آزادیٔ اظہار رائے پر کوئی مذاکرات نہیں ہو سکتے۔ نہ کارٹونوں کی اشاعت کوئی غلطی ہے نہ ہم معافی مانگیں گے۔ یورپ معاشرے میں ایسے مواد کی اشاعت کوئی بڑی بات نہیں جس پر ہم شرمندگی کا اظہار کریں۔ میں جانتا ہوں کہ ایسے مواد کی اشاعت سے دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ آزادیٔ اظہار رائے اور جمہوریت کے لئے بہت ضروری ہے۔'' اسلام آباد میں ڈنمارک کے سفیر نے بھی کارٹون یا معذرت نہیں کی۔ ایک خبر اٹلی سے آئی ہے جس کے ایک وزیر رابرٹو کارڈولی نے اعلان کیا ہے کہ وہ توہین آمیز کارٹونوں سے آراستہ ٹی شرٹس لوگوں میں تقسیم کرے گا اور خود بھی پہنے گا۔ کارڈولی کا کہنا ہے کہ ''اس موضوع پر مسلمانوں سے مذاکرے کی ضرورت نہیں''

یہ امر واضح تر ہوتا چلا جا رہا ہے کہ مغرب، اسلام، اسلامی شعائر، اسلامی تہذیب اور اسلامی علامات سے شدید نفرت کرتا ہے۔ اس کی روشن خیالی، جمہوریت پسندی اور انسانی حقوق کے ساتھ وابستگی کے سارے دعوے منافقت اور دوغلے پن پر مبنی ہیں۔ مغرب کی اس روش سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی بھڑکائی ہوئی آگ جلد ٹھنڈی نہ ہو گی اور اس کے خلاف اٹھنے والا ردعمل دیر تک پیچ و تاب کھاتا رہے گا۔

لاہور میں ہونے والی تاخت تاراج، پراسراریت کے پردوں میں لپٹی ہوئی ہے اور ابھی تک انتہائی باخبر، بے حد مستعد اور پوری طرح زندہ بیدار حکومت کی طرف سے کوئی ایسی وضاحت سامنے نہیں آئی جو اس غارتگری کے بارے میں اُٹھنے والے سوالات کا تشفی بخش جواب فراہم کرتی۔ سو ڈیڑھ سو یا شاید اس سے بھی کم نوعمر لڑکے کئی گھنٹے لاہور کے امن و امان سے کھیلتے اور من مانی کرتے رہے لیکن کسی نے اُن کا ہاتھ نہ روکا۔ پاکستان رازوں کا قبرستان ہے اس لئے شاید ہم کبھی یہ نہ جان پائیں کہ کسی لیڈر سے محروم یہ گروہ کہاں سے نکل آیا؟ اُس کا راستہ کیوں نہ روکا گیا اور جب وہ قومی و نجی املاک سے کھیل رہا تھا تو پولیس تماشا کیوں دیکھتی رہی؟ ایک دن بعد پشاور میں بھی یہی کہانی دہرائی گئی اور پولیس مفلوج

رہی۔اسلام آباد کا سفارتی منطقہ، پاکستان کا سب سے محفوظ و مامون علاقہ خیال کیا جاتا ہے۔ایسا علاقہ جہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔سب حیران ہیں کہ کالجوں اور سکولوں کے نوعمر بچے کیسے وہاں تک جا پہنچے اور در و دیوار سے الجھتے اور سنگ باری کرتے رہے۔یوں محسوس ہوتا ہے جیسے صوبوں اور مرکز کی سطح پر ''سب کچھ ہونے دیا جائے'' آرڈر آف دے ڈے تھا۔یہ جاننا مشکل ہے کہ اس حکمت عملی سے کس کو کیا پیغام دینا مقصود تھا۔

کہتے ہیں کہ ''غلطی کبھی بانجھ نہیں رہتی'' سو حکومت ایک اور غلطی کرنے جا رہی ہے۔مذہبی جذبات سے نمو پانے والے احتجاج کی راہ میں دفعہ 144 جیسی پابندیاں اور قواعد و ضوابط کی روایتی رکاوٹیں کھڑی کرنا بے حکمتی کا ایک اور نوحہ ہوگا۔اہل جنوں کے راستے بند کر دیئے جائیں تو شہر میں دھجیاں ہو جانے والے گریبانوں کے ڈھیر لگ جاتے ہیں۔اہل پاکستان کو نبی آخر الزماں ﷺ سے اپنی لازوال محبت و عقیدت کے اظہار کے لئے پُرامن جلسوں اور جلوسوں کا حق حاصل ہے اپوزیشن کی دینی و سیاسی جماعتوں سمیت پاکستان کے تمام حلقوں نے توڑ پھوڑ اور پر تشدد کارروائیوں کی مذمت کی ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ تحریک ناموس رسالت ﷺ ذمہ دار قائدین، متعین مقاصد، کڑے نظم اور طے شدہ پروگرام کی حدوں میں رہے۔احتجاج کو روکنے کے لئے ضابطوں کی جکڑ بندیاں مزید اشتعال پھیلائیں گی۔جب پولیس ''قانون'' کے تحفظ کے لئے آنسو گیس، لاٹھی اور گولی استعمال کرے گی تو پُرامن احتجاج کا ردعمل بھی ''پرامن'' نہیں رہے گا۔ایسے طوفان تنکوں سے نہیں روکے جا سکتے۔ان کے لئے تدبر و دانش کی ضرورت ہوتی ہے۔حکومت کو یہ اندازہ بھی ہونا چاہیے کہ تحریک کا رخ خود اس کی طرف مڑ جانے کے امکانات عروج پر ہیں۔پاکستان کے لوگ پچھلے کئی برسوں سے کرب کی بھٹی میں جل رہے ہیں۔''دہشت گردی'' کے خلاف کروسیڈ نے ان کے دلوں پر گہرے گھاؤ لگائے ہیں جن سے پیہم لہو رس رہا ہے۔ڈنمارک کے اخبار کی ناپاک جسارت سے پھٹ پڑنے والے آتش فشاں میں تورا بورا، دشتِ لیلیٰ، قلعہ جنگی، گوانتانا موبے، ابوغریب، فلوجہ، وزیرستان، باجوڑ، فاطمہ، نور، عافیہ، ڈاکٹر قدیر اور نہ جانے کون کون سا لاوہ کھول رہا تھا۔اب اس احتجاج میں داخلی اذیت ناکیاں بھی شامل ہو گئی ہیں۔غربت، بے روزگاری اور خونخوار مہنگائی کے آزارِ مسلسل کو ایک نہ ایک دن بے قابو ہونا ہی ہے۔مجھے عین مظاہرے کے دوران لاہور سے کسی نوجوان کا فون آیا جو کہہ رہا تھا کہ توڑ پھوڑ اور لوٹ مار کرنے والے لوگ دراصل مہنگائی، بدامنی، بے روزگاری، ناانصافی اور حکومتی بے حسی کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔

ابھی باجوڑ پر امریکی حملے اور پاکستان کی طرف سے ناقابل فہم اور بے جان ردعمل کا زخم تازہ تھا کہ توہین رسالت ﷺ کا یہ دلخراش واقعہ پیش آیا۔حکومت اس انتہائی حساس اور نازک مسئلے پر بھی عوام کے

جذبہ واحساس کا ساتھ دینے والوں کی امنگوں کی ترجمانی سے قاصر رہی۔ صدر اور وزیراعظم میں سے کسی نے قوم سے خطاب کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ پارلیمنٹ کی بے روح قراردادوں کی منظوری کے دوران بھی وزیراعظم نے کوئی پالیسی خطاب نہ کیا۔ سعودی عرب، ایران، لیبیا اور کویت کے ردعمل سے رہنمائی نہ لی گئی۔ 14 فروری کو قومی اسمبلی کے ارکان کی طرف سے احتجاجی مارچ میں سرکاری ارکان کی حاضری نہایت کم رہی۔ 70 کے لگ بھگ وزراء میں سے کوئی ایک بھی اس میں شرکت کے لئے وقت نہیں نکال سکا۔ ممکن ہے حکمرانوں کی رشن خیالی آڑے آرہی ہو اور وہ ناموسِ رسالت ﷺ کے لئے سڑکوں پہ آکر نعرے لگانے کو انتہا پسندی خیال کرتے ہوں لیکن اس سے عوام یقیناً دکھ پہنچا ہے اور اُن کا غم وغصہ اشتعال میں ڈھلنے لگا ہے۔

تحریکیں ہمیشہ کسی ایک مقصد کی کوکھ سے جنم لیتیں اور کسی دوسرے مقصد کی طرف مڑ جاتی ہیں۔ 1977ء میں انتخابی دھاندلی کے خلاف اُٹھنے والی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے مرحلہ ہائے شوق سے گزرتی بھٹو کے خلاف جنوں خیز معرکے میں ڈھل گئی تھی۔ مدتوں خاموش رہنے والی اکثریت اب سڑکوں پہ آگئی ہے سو حکومت حواس باختہ کے بجائے فہم اور تدبر سے کام لے اور دفعہ 144 جیسے ناکارہ اور کھوکھلے ضابطوں کی پٹاری بند ہی رہنے دے۔

(روزنامہ جنگ، 17 فروری 2006ء)

حضرت علی رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت حضور ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی اور آپ ﷺ کی عیب جوئی کیا کرتی تھی۔ ایک آدمی نے اس کا گلہ گھونٹ کر اس کو قتل کر دیا۔ حضور ﷺ نے اس کے خون کو باطل قرار دیا۔ (یعنی اس کا قصاص نہ لیا)

(مشکوۃ، جلد:۲، صفحہ:۱۶۵، باب قتل اھل الردۃ والسعاۃ بالفساد، ابوداؤد، جلد:۲، صفحہ ۲۵۲، مطبوعہ دہلی)

توہین آمیز خاکے، مذموم مقاصد اور امت کا لائحہ عمل

ڈنمارک اور اس کے بعض مغربی ممالک کے اخبارات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین آمیز اور شر انگیز خاکوں کی اشاعت کی ناپاک جسارت 140 کروڑ فرزندانِ توحید کے لئے ناقابلِ برداشت صدمے کا باعث ہونے کے ساتھ ساتھ لمحہ فکریہ بھی ہے، ہر مسلمان کو سوچنا چاہئے کہ وہ روز آخرت کس منہ سے شافع محشر ﷺ کی شفاعت کا حقدار ہوگا۔ ایسا نظر آرہا ہے کہ بنیاد پرست عیسائیوں اور انتہا پسند یہودیوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت صرف 54 لاکھ آبادی والے ملک ڈنمارک اور اس کے ایک اخبار کو استعمال کیا ہے۔ ڈنمارک کی حکومت کو بہر حال امریکہ سمیت ان مغربی طاقتوں کی حمایت حاصل ہے جہاں کی حکومتیں ان بنیاد پرست اور انتہا پسند عناصر کے زیر اثر ہیں وگرنہ ڈنمارک جیسا چھوٹا ملک ان طاقتوں کی پشت پناہی کے بغیر اس مسئلے پر مسلمان ملکوں کے سفیروں سے ملنے کی درخواست مسترد کرنے کی جسارت کر ہی نہیں سکتا تھا۔ یہ صورتحال اس بات کی متقاضی ہے کہ امت مسلمہ اجتماعی بصیرت و مشاورت سے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے اغراض و مقاصد کا تعین کرے اور اسلامی کانفرنس تنظیم (او آئی سی) کے پلیٹ فارم سے ایک متفقہ لائحہ عمل اختیار کرے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان شر انگیز خاکوں کے مقاصد میں مندرجہ ذیل شامل ہیں۔

1:۔ اسلامی ملکوں اور یورپی یونین کے موجودہ خوشگوار تعلقات کو خراب کرنا اور یورپی یونین کے اہم ملکوں نے عمومی طور پر عراق پر امریکی حملوں کی مخالفت کی تھی اس بات کا امکان رہا ہے کہ امریکہ کی ایران کے خلاف جارحانہ کاروائیوں کی یورپی یونین مزاحمت کرے گی، امریکہ کی استعماری پالیسیوں سے بیشتر اہم یورپی ممالک چین اور روس بھی پریشان نظر آرہے ہیں۔ چنانچہ اس بات کا امکان ہے کہ اسلامی ممالک ان ملکوں کے ساتھ مل کر اگلی دو یا تین دہائیوں میں امریکہ مخالف ایک طاقتور بلاک تشکیل دے سکتے ہیں۔ ان خاکوں کی اشاعت سے یورپی یونین اور عالم اسلام کے درمیان کشیدگی

پیدا ہوئی ہے جو کہ امریکہ کے مفاد میں ہے۔

2:۔ یہودیوں کے مذموم مقاصد کے حصول میں معاونت کرنا، ان قابل نفرت خاکوں کی اشاعت سے تہذیبوں کے درمیان تصادم کے امکانات بڑھے ہیں جبکہ عیسائیت اور اسلام کے درمیان تصادم کی راہ ہموار ہونے کی سمت میں پیشرفت کے بھی خطرات بڑھے ہیں۔

3:۔ یورپی یونین اور عالم اسلام میں کشیدگی پیدا کر کے امریکہ کے اس عزم کو تقویت پہنچانا جس کے تحت وہ اس صدی میں اپنی واحد سپر پاور کی پوزیشن کو برقرار رکھنا چاہتا ہے۔

4:۔ او آئی سی کا ایک مرتبہ پھر امتحان لینا کہ وہ اس قسم کے شر انگیزی کے خلاف موثر اقدامات اٹھانے کی سکت رکھتی ہے یا نہیں تاکہ آئندہ اس قسم کی مزید حرکتیں کرنے یا نہ کرنے کی منصوبہ بندی کی جاسکتے۔

5:۔ ان خاکوں کی اشاعت سے اسلامی دنیا میں ہونیوالے جذباتی اور ممکنہ طور سے کہیں کہیں پر تشدد احتجاجی مظاہروں کے بڑے پیمانے پر تشہیر کرنا خصوصاً مغربی ملکوں کے عوام کو ایک مرتبہ پھر یہ باور کرانا کہ مسلمان تو ہوتے ہی دہشت گرد ہیں، واضح رہے کہ نائن الیون کے بعد سے یہ مذموم مہم جاری ہے۔

6:۔ مسلمان ملکوں میں مایوسی، بددلی پیدا کرنا اور بہت سے انسانی ملکوں کی حکومتوں اور ان کی عوام کے درمیان اعتماد کے بحران کو مزید سنگین بنانا یہ بات کوئی راز نہیں کہ اس قسم کے معاملات میں مسلمان ملکوں کے عوام، مذہبی جماعتوں اور کچھ سیاسی جماعتوں کا ردعمل انتہائی شدید اور جذباتی ہوتا ہے جبکہ بیشتر اسلامی ملکوں کے حکمران خواہ او آئی سی مختلف وجوہات کی بنا پر مصلحت پسندی اور بے عملی کا شکار رہے ہیں۔

7:۔ یورپ اور امریکہ میں رہائش پذیر مسلمانوں کے ممکنہ طور پر ہونے والے احتجاجی اقدامات کو بہانہ بنا کر ان کے خلاف کاروائیاں کرنے کی راہ ہموار کرنا یا ان کے لئے ایسے حالات پیدا کرنا کہ وہ خود ان ممالک سے رخت سفر باندھ لیں۔

امت مسلمہ کے ہر فرد، مسلمان ممالک کی حکومتوں اور او آئی سی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے انفرادی یا اجتماعی فعل یا ردعمل سے ان مقاصد کی جزوی تکمیل کا بھی دانستہ یا غیر دانستہ ذریعہ نہ بنیں امت مسلمہ کو درپیش چیلنجوں سے نمٹنے کے ضمن میں او آئی سی کا کردار غیر مؤثر رہا ہے او آئی سی کے سربراہی اجلاس کے بعد 8 دسمبر 2005ء کو "اعلان مکہ" جاری کیا گیا تھا اس سے امت مسلمہ کو عمومی طور پر مایوسی ہوئی تھی کیونکہ اس میں "دہشت گردی کے خلاف جنگ" میں غیر مشروط طور پر بھرپور کردار ادا کرنے کی بات تو کی گئی تھی مگر دہشت گردی کی متفقہ تعریف کرنے، افغانستان سے اتحادی افواج کے انخلاء و ان کی جگہ اسلامی ملکوں کی فوج کی تعیناتی اور عراق سے اتحادی افواج کی واپسی کے نظام الاوقات کا اعلان کرنے کا کوئی مطالبہ شامل نہیں تھا۔ ستمبر 2005ء میں توہین رسالت پر مبنی خاکے ڈینش زبان میں چھپنے

والے ڈنمارک کے ایک اخبار میں شائع ہوئے تھے لیکن او آئی سی نے اس کا نوٹس نہیں لیا چنانچہ۔ ڈنمارک اور یورپ کے کچھ اخبارات میں ان اشتعال انگیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف احتجاجی مظاہروں میں کہیں کہیں تشدد کا جو عنصر شامل ہوا ہے اس کی وجہ او آئی سی اور مسلمان حکومتوں کے بے عملی اور بے حسی سے پیدا ہونے والی بددلی اور مایوسی بھی ہے اب یہ ازحد ضروری ہے کہ احتجاج پر وقار اور پر امن ہو۔

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے پیدا ہونے والے چیلنجوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک موثر اور قابل عمل حکمت عملی وضع کرنا ہوگی۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ نہ صرف ان توہین آمیز خاکوں کے ضمن میں مغرب کی آراء۔۔۔ بلکہ اسلامی دنیا اور یورپی یونین کے درمیان معاشی واقتصادی روابط اور عالم اسلام کی معاشی، اقتصادی اور سیاسی صورتحال کو مدنظر رکھا جائے۔ چند مثبت آراء یہ ہیں۔

1:۔ آسٹریا کے صدر نے جو اس وقت پوری یورپی یونین کے صدر بھی ہیں کہا ہے کہ ذرائع ابلاغ کو مسلمانوں کے توہین رسالت کے نظریہ کی پاسداری کرنا چاہیے۔

2:۔ سابق امریکی صدر بل کلنٹن نے یورپی اخبارات میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ یہ مذہبی اور اخلاقی اقدار کے خلاف ہیں انہوں نے متعلقہ ممالک پر زور دیا کہ وہ ان خاکوں کو شائع کرنے والوں کو سزا دیں۔

3:۔ پاکستان میں متعین جرمنی کے سفیر نے کہا کہ یورپ میں اخبارات کنٹرول کرنے کا کوئی نظام یا قانون نہیں ہے جس کی وجہ سے اخبارات قابل اعتراض مواد بھی چھاپ دیتے ہیں۔ انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ اقوام متحدہ کی اصلاح کی جائے اور اسلامی ملکوں و تیسری دنیا کے ملکوں کو زیادہ منصفانہ نمائندگی دی جائے انہوں نے اس رائے کا بھی اظہار کیا کہ او آئی سی اور یورپی یونین مل کر اس نمائندگی کو یقینی بنا سکتے ہیں تاکہ بہت سے مسائل کا حل تلاش کیا جاسکے۔

4:۔ دولت مشترکہ کے سیکرٹری جنرل کا کہنا ہے کہ دولت مشترکہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ دنیا میں آزادئ اظہار ہونا چاہئے مگر اس کے ساتھ ذمہ داری کا احساس بھی یقینی طور پر ہونا چاہئے تاکہ کسی فرد، قوم یا مذہب کی ہتک نہ ہو۔

5:۔ نارویجن کرسچین ایڈ نے کہا ہے کہ ناروے کے عیسائیوں نے سب سے پہلے توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت کی مذمت کی تھی واضح رہے کہ ناروے کی حکومت نے اپنے ملک کے اخبار میں ان خاکوں کی اشاعت پر معافی مانگ لی ہے۔

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے ضمن میں منفی اور جارحانہ بیانات سے کچھ یہ ہیں۔

1:۔ یورپی یونین نے کہا ہے کہ ڈنمارک پر حملہ یورپی یونین کے تمام ملکوں پر حملہ تصور ہوگا

جبکہ یورپی کمیشن کے صدر نے تنبیہہ کی کہ کچھ مسلمان ملکوں کی جانب سے ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ دراصل یورپ کی مصنوعات کا بائیکاٹ تصور ہوگا۔

2:۔ اسلام آباد میں متعین ڈنمارک کے سفیر (جو ڈنمارک کا سفارت خانہ عارضی طور پر بند ہونے سے پاکستان سے جا چکے ہیں) نے کہا تھا کہ ڈنمارک سے مسلم ممالک کو کی جانے والی برآمدات انکے ملک کی برآمدات کا صرف 3.2 فیصد ہیں اس لئے ملک ممالک کی جانب سے ان کی مصنوعات کے بائیکاٹ کا ڈنمارک پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

3:۔ یورپی یونین کی اسمبلی نے 16 فروری 2006ء کو ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ آزادیٔ اظہار اور آزادیٔ صحافت ایک عالمگیر حق ہے اور اس حق پر اس وجہ سے قدغن نہیں لگائی جاسکتی کہ اس کوئی فرد یا گروپ ناراض ہوتا ہے قرارداد میں مزید کہا گیا ہے اگر کسی کو کوئی شکایت یا تکلیف پہنچی ہے تو وہ اس کے ازالہ کے لئے عدالت سے رجوع کرے۔

4:۔ یورپی یونین کے صدر نے ڈنمارک کے وزیر اعظم کے خاکوں کی اشاعت پر مسلمانوں سے معافی نہ مانگنے کے فیصلے کی حمایت کی ہے۔

5:۔ وہائٹ ہاؤس کے ترجمان نے کہا ہے کہ کچھ مسلمان ملکوں میں پُرتشدد احتجاجی مظاہروں سے مسلمانوں کے اس دعوے کی تردید ہوگئی ہے کہ وہ امن پسند ہیں۔

دنیا کی مجموعی آبادی میں اسلامی ملکوں کا حصہ 22 فیصد، مجموعی رقبے میں 24 فیصد اور تیل و گیس کی پیداوار میں 70 فیصد ہونے کے باوجود دنیا کی مجموعی جی ڈی پی میں ان کا حصہ تقریباً 5 فیصد اور مجموعی تجارت میں حصہ تقریباً 13 فیصد ہے۔ جبکہ 87 فیصد تجارت وہ غیر ملکوں کے ساتھ کرتے ہیں جس میں یورپی یونین کے ساتھ تجارت کا حصہ تقریباً 60 فیصد ہے گزشتہ مالی سال میں پاکستان کی بیرونی تجارت کا حجم 35 ارب ڈالر تھا، جس میں یورپی یونین کے ساتھ 7.2 ارب ڈالر کی تجارت کا حجم شامل ہے (4.1 ارب ڈالر کی برآمدات اور 3.1 ارب ڈالر کی درآمدات) پاکستان کی بیرونی تجارت کا تقریبا 21 فیصد یورپی یونین کے ساتھ ہے۔ وطن عزیز کے بڑے بڑے صنعتی و تجارتی ادارے بشمول کثیر القومی (ملٹی نیشنل) ادارے اور صنعت و تجارت سے وابستہ لیڈر صاحبان مذہبی جماعتوں کی جانب سے یورپی یونین کی مصنوعات کے بائیکاٹ کے مطالبے سے پریشان نظر آتے ہیں اگرچہ ان کا کوئی باقاعدہ ردعمل سامنے نہیں آیا یورپی ممالک میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً 50 لاکھ ہے گزشتہ تین سالوں میں امریکہ سے 3.8 ارب ڈالر اور برطانیہ سے 1.0 ارب ڈالر کی ترسیلات پاکستان آئیں۔ امریکہ میں تقریباً 10 لاکھ پاکستانی رہائش پذیر ہیں جن کی مجموعی آمدنی کا تخمینہ تقریباً 4.0 ارب ڈالر سالانہ جبکہ یہ

لوگ تقریباً 8ارب ڈالر سالانہ بچاتے ہیں۔ مسلمانوں کے مغربی ممالک کے بینکوں وغیرہ میں تقریباً 100ارب ڈالر کی رقوم جمع ہیں جبکہ مسلمان ممالک نے عالمی مالیاتی اداروں سمیت مختلف ملکوں سے صرف تقریباً 850ارب ڈالر کے قرضے لئے ہوئے ہیں گویا مسلمانوں کی جمع شدہ رقوم کا ایک حصہ بطور قرض دے کر یا عالمی مالیاتی اداروں سے دلوا کر مغربی استعماری طاقتیں خصوصاً امریکہ مسلمان ملکوں سے اپنی سیاسی و معاشرتی شرائط منواتے رہے ہیں۔

امت مسلمہ مذہب سے دور ہوتی جا رہی ہے اور مسلم حکمران اسلامی تعلیمات کے ضمن میں معذرت خواہانہ رویہ اپناتے نظر آتے ہیں۔ اسلامی نظام معیشت سے فرار اور سودی نظام پر اصرار کیا جا رہا ہے جبکہ اسلامی بنکاری کو سودی نظام کے نقش قدم پر چلایا جا رہا ہے۔ اسی پر بس نہیں بہت سے ملکوں میں اسلامی بنکاری کے نام پر جمع شدہ رقوم کو مغرب میں رکھا جا رہا ہے۔ امت مسلمہ انتشار کا شکار ہے اور ٹکڑیوں میں بٹی ہوئی ہے۔ کچھ اسلامی ملکوں کے حکمران اپنے اقتدار کو طول دینے اور کچھ سیاستدان اقتدار میں آنے کے لئے مغرب کی مدد کے طالب نظر آتے ہیں۔ تعلیم اور ٹیکنالوجی میں بہت پیچھے ہونے کی وجہ سے بہت سے اسلامی ممالک اپنے دفاع کے لئے بھی مغرب پر انحصار کرنے پر مجبور ہیں۔

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت ان خاکوں کو شائع کرنے والے ممالک کے ساتھ مغربی طاقتوں کی یکجہتی اور اشتعال انگیز بیانات، امت مسلمہ کی حالت زار اور ان خاکوں کے مذموم مقاصد کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ اسلامی ممالک او آئی سی کے پلیٹ فارم سے بصیرت و مشاورت سے کام لیتے ہوئے ایک موثر لائحہ عمل فوری طور سے اختیار کریں۔ او آئی سی نے مستقبل میں توہین رسالت کے واقعات کو روکنے کے لئے جو حکمت عملی وضع کی ہے وہ قطعی ناکافی ہے مگر پھر بھی یہ یورپی یونین کو منظور نہیں ہوگی اس حکمت عملی میں بہر حال یہ مطالبہ شامل نہیں ہے کہ توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے ممالک مسلمانوں سے معافی مانگیں۔ او آئی سی کو ایک ایسا طاقتور ٹی وی چینل بنانا ہوگا جو مختلف زبانوں میں اسلام کی صحیح تصویر پیش کرے اور اسلام کے تشخص کو مسخ کرنے، السام کو ''جہادی'' مذہب اور مسلمانوں کو ''دہشت گرد'' کے طور پر پیش کرنے کی سازشوں کو ناکام بنائے۔ یہی چینل مغربی ممالک کے عوام تک یہ بات پہنچائے کہ کچھ مغربی طاقتیں اقتصادی دہشت گردی میں ملوث ہیں کیونکہ مسلمان ملکوں اور تیسری دنیا کے ملکوں سے لوٹی ہوئی دولت کے لئے مغربی ممالک کے بینکوں میں ''محفوظ جنت'' فراہم کرنا بھی اقتصادی دہشت گردی کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ بات بھی کہی جانی چاہئے کہ کچھ مغربی طاقتیں افغانستان اور عراق سمیت بہت سے علاقوں میں ریاستی دہشت گردی میں ملوث ہیں جبکہ ان توہین آمیز خاکوں کی اشاعت اور خاکے شائع کرنے والے ممالک کے ساتھ اظہار یکجہتی کرنا اور

ان کی پشت پناہی کرنا یقینی طور سے انٹیلکچوئل دہشت گردی کے زمرے میں آتا ہے، امت مسلمہ کو یہ ذمہ داری فوری طور سے قبول کرنا ہوگی۔

او آئی سی اور مسلمان ملکوں کو واضح طور سے دنیا کو یہ بتا دینا چاہئے کہ وہ ہر قسم کی دہشت گردیٔ کے خلاف جنگ کرتے رہیں گے مگر امریکہ کی سرکردگی میں دہشت گردی کے نام پر لڑی جانے والی جنگ میں صرف اس وقت تعاون کریں گے جب،

(الف):۔اس جنگ کا حقیقی مقصد صرف دہشت گردی کا خاتمہ ہو، چنانچہ دہشت گردی اور آزادی کی تحریکوں میں فرق روا رکھتے ہوئے دہشت گردی کی جامع تعریف کی جائے۔شوکت عزیز صاحب کا بہرحال یہ کہنا ہے کہ پاکستان اور امریکہ دہشت گردی کے خلاف مشترکہ سوچ رکھتے ہیں۔

(ب):۔ اقتصادی دہشت گردی، ریاستی دہشت گردی اور انٹلیکچوئل دہشت گردی کے خلاف بھی اسی طرح جنگ کی جائے جس طرح عرف عام میں سمجھی جانے والی دہشت گردی کے خلاف جنگ کی جارہی ہے دریں اثناء توہین آمیز خاکوں کی اشاعت (انٹلیکچوئل دہشت گردی) کے خلاف عالم اسلام میں پروقار اور پرامن احتجاج جاری رہنا چاہئے۔یہ بھی انتہائی ضروری ہے کہ مسلمان ملکوں کے علمائے کرام اور اسلمہ فقہ اکیڈمی یہ فتویٰ جاری کرنے پر غور فرمائیں کہ اسلامی ملکوں میں رہنے والے مسلمانوں اور مسلمان حکومتوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی رقوم مغربی ممالک میں جمع کروائیں کیونکہ یہ دولت مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے استعمال کی جارہی ہے۔حالانکہ یہ دولت مسلمانوں کے پاس اللہ کی امانت ہے۔ملک کے اندر رہائش پذیر پاکستانیوں کی بیرونی ملکوں میں اندازاً 35 ارب ڈالر کی رقوم جمع ہیں اب وقت آگیا ہے کہ ملک میں رہائش پذیر پاکستانیوں کو قانوناً پابند کردیا جائے کہ وہ بیرونی بینکوں میں کھاتے نہیں رکھ سکتے۔

اگر یورپی یونین توہین آمیز خاکوں کے ضمن میں امت مسلمہ کے مطالبات پر ہٹ دھرمی کا رویہ برقرار رکھتی ہے تو متعلقہ ملکوں کے ساتھ سفارتی تعلقات ختم کرنے ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنے اور تیل کو کسی نہ کسی شکل میں بطور ہتھیار استعمال کرنے کے ہمہ گیر اثرات و مضمرات پر او آئی سی کو انتہائی سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا اور اسلامی ترقیاتی بینک، اسلامک چیمبر آف کامرس سے بھی مشاورت کرنا ہوگی یہ معاملہ ابھی تک او آئی سی کے ایجنڈے میں نظر نہیں آیا۔امت مسلمہ اور مسلمان حکمرانوں کو اس بات کا ادراک کرنا ہوگا کہ اس ضمن میں مومنانہ بصیرت اور مشاورت سے فیصلے کرنے اور مندرجہ بالا سفارشات پر عمل کرنے کی بجائے اگر توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا معاملہ اقوام متحدہ میں لے جایا گیا تو یہ معاملے کو سرد خانے میں ڈالنے کے مترادف ہوگا اور اس سے امت کے مفادات کو زک پہنچے گی۔

(روزنامہ جنگ، 22 فروری 2006ء)

ناموسِ رسالت پہ چلو سر کو کٹائیں

سید عارف محمود مہجور رضوی، گجرات

آتی ہیں گلستانِ شہادت سے صدائیں ۔ آؤ کہ سبھی عہدِ محبت کو نبھائیں
آؤ کہ ہے اب وقت کریں اُن پہ نچھاور ۔ اللہ و نبی ﷺ کی ہیں جو ہم سب پہ عطائیں
آؤ کہ ہر اک چیز کریں نذرِ رسالت ۔ آؤ کہ کریں پیشِ نبی ﷺ اپنی وفائیں
آؤ کہ کریں پورے محبت کے تقاضے ۔ آؤ کہ عقیدت کے سبھی ناز اٹھائیں
آؤ کہ سبھی سر پہ کفن باندھ کے نکلیں ۔ بخشش کی بشارت لیے آتی ہیں ہوائیں
ہر چیز ملی ہم کو نبی پاک ﷺ کے صدقے ۔ آؤ کہ سبھی گیت نبی پاک ﷺ کے گائیں
زندہ ہیں ابھی سرورِ کونین ﷺ کے عاشق ۔ آؤ کہ زمانے کے خداؤں کو بتائیں
سرکار ﷺ کی عظمت ہے ہمیں سب سے مقدم ۔ پیغام یہ کفار کو سب مل کے سُنائیں
ہے غیرتِ ایماں کا بہر طور تقاضا ۔ ناموسِ رسالت ﷺ پہ چلو سر کو کٹائیں
جو کوئی بھی ہے مجرمِ توہینِ رسالت ۔ عبرت کی اُسے دہر میں تصویر بنائیں
تازیست علم دین جنم لیتے رہیں گے ۔ زندہ ہیں ابھی عالم اسلام کی مائیں
اس طرح کے جینے سے تو مرجانا ہے بہتر ۔ اُمڈی ہیں ندامت کی نگاہوں میں گھٹائیں

سرکار ﷺ کی حُرمت پہ فدا دونوں جہاں ہیں
اغیار سے مہجور کہو باز وہ آئیں

سعید نوابی

مسلمانو ہمارے نبی ﷺ کی توہین ہوئی تھی

کب توہین ہوئی تھی؟ کہاں ہوئی تھی؟ کس نے کی تھی؟ پھر کیا ہوا تھا؟ توہین کرنے والے کیا ہوئے؟ مسلمان اپنے نبی ﷺ کی توہین تو کبھی برداشت کر ہی نہیں سکتے۔ یقیناً پوری دنیا کے مسلمان خاموش نہیں ہوئے ہونگے۔ مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچائے بغیر وہ اطمینان سے نہیں بیٹھے ہوں گے۔ مسلمانوں کو ساری دنیا کی چیزوں سے زیادہ اپنے نبی ﷺ سے محبت ہوتی ہے۔ مال و دولت، جائیداد اولاد ماں باپ سے بھی زیادہ، ہاں ماں باپ سے بھی زیادہ اپنی جانوں سے بھی، اپنے بیٹوں سے بھی، اپنی خواہشات سے بھی زیادہ۔ مسلمانوں کے نبی ﷺ کی توہین کرنے والا زندہ نہیں رہ سکتا۔ توہین کرنے والے کا علاج صرف اور صرف موت ہے۔ ہاں موت! مسلمانوں کو مدینے کے گلی کوچوں سے پیار ہے۔ پیار نہیں عشق ہے مدینے کی مٹی کو مسلمان آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں۔

اوہو! بڑا ظلم ہوا! بڑی زیادتی ہوئی ایک سو پینتالیس کروڑ مسلمان، تعداد کے اعتبار سے دنیا کی سب سے بڑی قوم، دنیا کے 61 ممالک کے مالک مسلمان، کیسے ممکن ہے توہین کرنے والے بچ جائیں۔ دنیا کا کاروبار رک جائے گا کیوں؟ اس لئے کہ مسلمانوں کے گھروں میں صف ماتم بچھی ہے۔ مرد، عورتیں، بچے سب پریشان ہیں، نڈھال ہیں، رو رہے ہیں۔ چیخ و پکار کر رہے ہیں اس لئے کہ ان کے نبی ﷺ کی توہین ہوئی ہے۔ کہیں آواز آتی ہے تمہیں شادیانوں کی؟ کہیں میوزک بجتا سنائی دیتا ہے تمہیں؟ کوئی بھنگڑا ڈال رہا ہے۔ کوئی میلہ ٹھیلہ؟ کیسے ہوگا مسلمانوں کی بستی میں یہ سب کچھ جس کا باپ مر جائے، جس کا بھائی بچھڑ جائے، جس کے بیٹے کی میت پڑی وہ ناچتا ہے؟ ڈھول بجاتا ہے؟ میوزک سنتا ہے؟ قہقہے لگاتا ہے؟ اور مسلمانوں کے تو نبی ﷺ کی توہین ہوئی ہے۔ باپ، بھائی، بیٹے سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ مسلمان اپنے نبی ﷺ سے۔

ارے بھائی تم ہوش میں تو ہو۔ خواب دیکھ رہے ہو کیا؟ تم کس دنیا میں رہتے ہو کون سے مسلمانوں کی بات کرتے ہو مریخ پر بسنے والوں کی یا اس دنیا میں رہنے والوں کی؟ ہونگے وہاں کے مسلمان ایسے جیسا تم کہہ رہے ہو ادھر دنیا میں کوئی نہیں ویسے سب مر گئے ہیں۔ ختم ہو گئے ہیں وہ جو تھے نا بس وہی

تھے۔ ایمان والے اعمال والے، غیرت والے، عدل کرنے والے، انصاف کرنے والے، پیوند لگے کپڑے پہن کر حکومت کرنے والے، آئین اور قانون کا احترام کرنے والے، دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دینے والے، خود بھوکا رہ کے دوسروں کو کھلانے والے، خود پیاسا رہ کر دوسروں کو پلانے والے، خود تکلیف برداشت کر کے دوسروں کو آرام دینے والے، خالص اپنے پروردگار کی رضا کے لئے تلوار اٹھانے والے، خالص مواحد، نبی کے سچے عاشق، حقیقی مسلمان، جماعتیں اور گروہ نہیں ایک دوسرے پر فتویٰ لگانے والے نہیں، مساجد پر حملے کرنے والے نہیں، آئین اور قانون کو پامال کرنے والے نہیں، دوسروں کے پیٹ کاٹ کر اپنے پیٹ بڑھانے والے نہیں، غیر مہذب اور بداخلاق نہیں، ایک دوسرے کی عزت برباد کرنے والے نہیں، سود خور اور رشوت خور نہیں، جھوٹ اور فراڈ سے مال و دولت اکٹھی کرنے والے نہیں، ہاں وہ مسلمان تھے مسلمان وہ اب نہیں ہیں۔ ایک ارب پینتالیس کروڑ لوگ اس دنیا میں ہیں جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کے پاس 61 ممالک بھی ہیں مال و دولت بھی خوب ہے مگر نکمے، سو فیصد نکمے، کافروں کے غلام، بے حس، بے وقعت اور بے قیمت۔

آپ کو معلوم ہے وہ رشدی جس نے مسلمانوں کے خدا اور رسول ﷺ کی توہین کی تھی۔ مسلمانوں کے سمندر میں آج بھی زندہ ہے۔ گھومتا پھرتا ہے محفلوں میں جاتا ہے اور ابھی تک اپنے کہے پر قائم ہے؟ آیا تھا جوش، چڑھا تھا غصہ مسلمانوں کو اپنی گاڑیاں جلائیں، دکانوں کے شیشے توڑے، لوٹ مار کی اور بس ٹھنڈے ہو گئے۔ عشق رسول ﷺ کا تقاضا پورا ہو گیا، بھول گئے ایسے جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔

آج سے 6 ماہ 17 دن قبل ڈنمارک میں نبی ﷺ کی شان میں پھر گستاخی کرنے والے اس حد تک پہنچ گئے کہ حبیب خدا، وجہ تخلیق کائنات، امام الانبیاء، مسلمانوں کے نبی ﷺ کا تمسخر خاکے بنائے ہی نہیں اخبارات میں بھی چھاپ دیئے۔ حسب روایت مسلمانوں کو جوش چڑھا، بائیکاٹ، بائیکاٹ نبی ﷺ کا گستاخ واجب القتل ہے، غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے، امریکہ کتا ہائے ہائے، کارٹون بنانے والا ہائے ہائے، ڈینش اخبار ہائے ہائے، کے نعرے لگے۔ گاڑیاں جلائی گئیں (ان کی نہیں اپنی) دکانیں لوٹی گئیں (ان کی نہیں اپنی) سرکار املاک کو نقصان پہنچایا گیا (ان کی نہیں اپنی) وغیرہ وغیرہ۔ پھر کیا ہوا؟ اخبار بند ہو گیا۔ کارٹون بنانے والا قتل کر دیا گیا، باقی جن اخبارات نے خاکے چھاپے تھے وہ بھی بند ہو گئے۔ خاکے بنانے والوں کی حمایت کرنے والوں کو کوڑے لگا کر جیل میں بند کر دیا گیا جن ممالک میں یہ سب کچھ ہوا مسلمانوں نے ان سے تعلقات ختم کر دیئے۔ دنیا کے سارے کافروں نے گستاخوں کا حشر دیکھ کر توبہ کر لی۔ وہ مر جائیں گے مگر مسلمانوں کے نبی ﷺ کی آئندہ توہین نہیں کریں گے۔ شرٹس پر کارٹون چھاپنے کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنے کا یقین دلایا گیا تھا تب جا کے مسلمان

خاموش ہوئے تب جا کے مسلمانوں نے دوبارہ اپنے کاروبار کی طرف رخ کیا تب جا کے زندگی معمول پر آئی۔

میں جھوٹ تو نہیں کہہ رہا نا دیکھ لو آج صرف چھ ماہ سترہ دن گزرے ہیں۔ ٹیلی وژن، ریڈیو، اخبارات، مذہبی جماعتیں، کالم نگار، علماء، ڈاکٹر، وکلاء عوام اور حکمران زندہ باد اور میں بھی زندہ باد کہ میں بھی ایک ارب پینتالیس کروڑ لاشوں میں سے ایک لاش ہوں نا اور لاشیں زندہ ہی ہوتی ہیں۔ معاف کرنا میں کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گیا تھا۔ پندرہویں صدی کا مسلمان جو ہوں اور وہ بھی پاکستانی، وہ پاکستان کہ جہاں رنگروٹ سے لے کر جرنیل تک، سپاہی سے لے کر آئی جی تک، پٹواری سے لے کر سیکرٹری تک، کونسلر سے لے کر وزیر تک، درویش سے لے کر مجدد ملت تک، عرضی نویس سے لے کر کالم نگار تک، مزدور سے لے کر صنعت کار تک، مزارعے سے لے کر زمیندار تک سب ایک ہی مٹی سے بنے ہیں اس لئے سب کی سوچ، فکر، انداز، طور واطوار اور معاملات ایک جیسے ہیں۔ ایک شرارتی، ضدی اور ہٹ دھرم، نابالغ بچے کی طرح، نابالغ بھی ایسا جو بالغ ہونے کے لئے تیار ہی نہیں۔

(روزنامہ جناح، 17 اپریل 2006ء)

علامہ خفاجی

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے منقول ایک روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''تو اس سے ثابت ہو گیا کہ جو بھی حضور ﷺ کو گالی دے اس کے قتل کرنے پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے''۔

(شرح شفاء، جلد: ۴، صفحہ: ۳۵۸)

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

جسٹس (ر) سجاد علی شاہ

غازی علم دین شہید

اور حالیہ خاکے

تاریخ سے کوئی نہیں سیکھتا ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ تاریخ میں جو واقعات قلم بند ہیں ان سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے اور جو غلطیاں ہو چکی ہیں اُنہیں دہرانے سے گریز کیا جا سکتا ہے لیکن عام رواج ہے کہ ایسا نہیں کرتے کچھ عرصہ قبل اخباروں میں یہ خبر آئی کہ امریکہ کے سرکاری جیل گوانتاناموبے میں مسلمان قیدیوں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا جا رہا تھا۔ واشنگٹن پوسٹ جریدے میں ایک کتا بنایا گیا جس پر ''پاکستان'' لکھا گیا تھا اور اسے شاباش دی جا رہی تھی کہ عالمی دہشت گردی کے خلاف امریکہ کا بھرپور ساتھ دے رہا ہے۔ مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہلکا پھلکا احتجاج ہوا لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ ہمیں زہر کا گھونٹ پینا پڑا۔ اسی موضوع پر سوچ مجھے ایک بہت پرانا واقعہ یاد آ گیا۔ میوہ شاہ قبرستان میں میں نے اپنی آنکھوں سے ایک مزار دیکھا جو غازی عبدالقیوم خان کا تھا اور انہیں 19 مارچ 1935ء بوقت صبح پھانسی کی سزا سے شہید کیا گیا تھا۔ ان کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے ایک غیر مسلم کو عدالت میں کیس چلنے کے دوران سب کے سامنے چاقو سے وار کر کے قتل کر دیا اور اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔ ان کے لئے بیرسٹر اسلم پیش ہوئے جو بعد میں ایئر فورس میں شامل ہو گئے۔ ہم نے یہ باتیں سنی تھیں۔ عبدالقیوم خان نے اقبال جرم کر لیا اور بضد رہے ان کو بتایا گیا کہ ان کی زندگی بچ سکتی ہے اگر وہ موقف اختیار کریں کہ وہ ارادہ کر کے مارنے کا نہ آئے تھے لیکن عدالت میں کیس کی کاروائی کے دوران انہیں جوش آ گیا وہ قابو سے باہر ہو گئے اور عالم بے خودی میں انہوں نے قتل کر دیا میں اس کیس کے بارے میں ہمیشہ معلومات جمع کرتا رہا۔ اور دوران وکالت میری بیرسٹر اسلم سے ملاقات ہوئی اور ہم دونوں قتل کے کیس میں ساتھ رہے۔ میں نے غازی عبدالقیوم کیس کے بارے میں ان سے دریافت کیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ قیوم نے جھوٹ بولنے سے صاف انکار کر دیا اور کہ وہ ارادے کے ساتھ یہ کام سرانجام دینے آئے تھے اور اپنے نبی اکرم ﷺ پر قربان ہونا چاہتے تھے اور جھوٹ کے سہارے اپنی

جان نہیں بچانا چاہتے تھے ان کو سزائے موت ہوئی اور اپیل وغیرہ بھی خارج ہوگئی۔ اس بات کی تصدیق کے لئے میرے پاس دو چشم دید گواہ ہیں جو عمر رسیدہ ہیں اور بھی 82 سے زیادہ ان کی عمر ہے۔ وقتاً فوقتاً میری ان سے بات چیت ہوتی رہتی ہے۔ ان میں سے ایک کا نام ہے علی محمد کھتری جو سندھ ہائی کورٹ اور بلوچستان ہائی کورٹ کے رجسٹرار رہے ہیں کھتری صاحب اس وقت شاگرد تھے اور ان کی موجودگی میں عدالت کے اندر قتل ہوا تھا۔ دوسرے صاحب کا نام غلام حسین رند ہے جو لاہوتی بھی کہلاتے ہیں اور ان کے سامنے غازی قیوم کا جنازہ لے جانے پر بہت بڑا ہنگامہ ہوا فائرنگ ہوئی اور بہت سے لوگ زخمی اور قتل ہوئے تھے۔ خان بہادر اللہ بخش گبول اس وقت گورنر سندھ کے سیکرٹری تھے۔ مجھے صد افسوس اس بات کا ہے کہ جب میں وکالت کرتا تھا یا ہائی کورٹ کا جج اور چیف جسٹس تھا اس وقت میں نے اس کیس کے ریکارڈ تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیس کا ریکارڈ گم ہوگیا ہے۔ نام کی بھی غلطی ہوسکتی ہے۔ قبر پر لکھا ہوا ہے۔ ''احمد غازی عبدالقیوم خان ابن عبداللہ خان'' اور کیس میں پتہ نہیں لکھا ہوا تھا صرف ''احمد'' تھا یا ''قیوم'' تھا یا ''عبدالقیوم'' تھا۔ بہر حال ریکارڈ نہیں ملتا اور ایسا لگتا ہے کہ گم ہوگیا ہے۔ کوشش اب بھی جاری ہے اللہ کامیابی دے۔

میرا آرٹیکل ''حالیہ روشن خیالی اور غازی عبدالقیوم کی شہادت'' کے عنوان سے نوائے وقت کے 14 مئی 2005ء کی اشاعت میں شائع ہوگیا۔ مقصد یہ تھا کہ روشن خیالی کے دائرے میں ہم آزاد خیال بنتے گئے اور ہر تذلیل اور بے عزتی کو فراخدلی سے برداشت کرتے گئے کہ کہیں مغرب ہم سے ناراض نہ ہوجائے اور ڈالر آنے بند نہ ہوجائیں، کچھ عرصہ کے بعد ایک بزرگ قابل احترام سینئر وکیل عبدالرؤف جو کسی وقت مرحوم خالد اسحاق کی معاونت کرتے تھے میرے گھر پر تشریف لائے اور اس موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ''رنگیلا رسول'' ایک کتاب 1927ء میں لاہور میں لکھی گئی تھی۔ جس کا شائع کرنے والا ایک غیر مسلم راجپال تھا اور ان کو u/s153 Panal Code کے تحت چھ مہینے کی سزا ہوئی تھی۔ اپیل کے بعد نظر ثانی کی درخواست لاہور ہائی کورٹ میں ہوئی فیصلہ ہوا کہ تنقید رسول خدا پر ہے لیکن یہ مسلمانوں پر حملہ نہیں ہے۔ (A/R 1927 lah590) بعد میں علم دین نے جو کہ 20-19 برس کا نوجوان تھے اور لاہور میں محلہ سریان والہ میں رہتے تھے 6 اپریل 1929 کو راجپال کو چاقو سے وار کر کے قتل کر دیا تھا۔ عینی گواہ بھی تھے اور واردات سے تھوڑا دور گرفتار بھی ہوئے اور آلہ قتل بھی دستیاب ہوا۔ عدالت میں علم دین کے خلاف کیس چلا اور شہادت آئی۔ شہادت مضبوط تھی اس لئے سزائے موت ہوئی۔ دو انگریز جج صاحبان کے سامنے علم دین کا کیس چلا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے علم دین کا دفاع کیا ہے کیس شائع ہو چکا ہے۔ علم دین بنام ایمپر (A/R 1930 Lah 157) قائداعظم نے اس کیس

میں بڑی محنت کی اور سزائے موت کو کم کرنے کے لئے بڑے دلائل دیئے کہ علم دین کی عمر بہت کم تھی 19 یا بیس برس کی تھی اور ان کا ذہن پختہ نہیں تھا اور ان کے پیارے نبی ﷺ پر غیر شائستہ حملہ ان کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ اس لئے وہ بے قابو ہو گئے کیونکہ یہ حملہ سارے مسلمانوں کے خلاف تھا اور ان وجوہات کو مدنظر رکھتے ہوئے علم دین کی جان بچائی جائے اور سزا میں کمی کی جائے۔ عدالت نے سزائے موت کو قائم رکھا اور اس طرح علم دین شہید ہوئے۔ اگر راجپال کو چھ مہینے کی سزا بحال رہتی کہ اس نے مسلمانوں کے جذبات کی توہین کی ہے تو ممکن ہے کہ نوبت قتل تک نہیں پہنچتی۔

میرے خیال میں کتاب "رنگیلا رسول" ایک غیر مسلم نے 1927ء میں لکھی تھی اور شائع ہو چکی تھی۔ راجپال نے لاہور میں اسے شائع کیا تھا اور فروخت بھی کر رہا تھا۔ راجپال کا قتل غازی علم دین کے ہاتھوں ہوا اور ان کو سزائے موت نصیب ہوئی۔ ان کے کیسز کے فیصلے قانونی جریدے میں شائع ہو چکے ہیں۔ جن کا ذکر اوپر تفصیل سے آیا ہے۔ کتاب کا مصنف کراچی میں تھا اور قانون کی پیشہ سے منسلک تھا اور ان کے اوپر بھی 153-A پینل کوڈ کے تحت مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کا کیس چل رہا تھا۔ عدالتی کاروائی کے دوران ان کا قتل غازی عبدالقیوم کے ہاتھوں چاقو کے وار سے ہوا۔ غازی قیوم کو بھی سزائے موت ہوئی۔ واردات پر انہوں نے گرفتاری پیش کی اور اعتراف جرم بھی کیا۔ عینی گواہ بھی موجود تھے۔ سزائے موت کو کم کرنے کے لئے وہ اپنی جان بچانے کے لئے جھوٹا مؤقف اختیار کرتا کہ ان کا ارادہ نہ تھا اور اچانک عالم بے خودی میں قابو سے باہر ہو کر انہوں نے قتل کیا غازی قیوم نے ٹھکرا دیا اور صاف انکار کیا اور شہادت کا جام نوش کیا اور اپنے نبی ﷺ پر پروانے کی طرح قربان ہو گیا۔ نبی ﷺ کو شدید تنقید بنا کر یہ کہنا کہ یہ تنقید نبی ﷺ پر ہے اور وہ اب حیات نہیں ہیں اس لئے مسلمان اسے اپنے اوپر تنقید نہیں سمجھیں کتنا غلط اور غیر مناسب فیصلہ ہے۔ اور ایسے فیصلہ ناانصافی کے مترادف ہیں اور مذہبی جذبات پر جلتی آگ پر تیل ڈالنے کا کام کرتے ہیں۔ اگر صحیح فیصلے ہوں اور انصاف ہو اور قانون کی حکمرانی ہو تو جذبات کو آگ لگانے سے روکا جا سکتا ہے اور نقصان پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

9/11 امریکہ میں جو حادثہ پیش آیا وہ ایک بہت بڑا سانحہ ہے جس میں طیارے عمارتوں سے ٹکرائے۔ بہت بڑا جانی و مالی نقصان ہوا اور اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مغرب اسلام دشمن بن جائے اور ساری دنیا مسلمانوں کے خلاف نفرت اور کدورت پھیلائے اور ایک قسم کی صلیبی جنگ کا آغاز کرے۔ مغربی ممالک کے ائیرپورٹس پر مسلمانوں سے جو سلوک کیا جا رہا ہے وہ شرمناک ہے۔ ہر مسلمان کو دہشت گرد سمجھا جاتا ہے۔ حکومتی وفود کے ساتھ بھی بدسلوکی کی جاتی ہے۔ تھوڑا عرصہ پہلے وزیراعظم شوکت عزیز سرکاری وفد لے کر امریکہ گئے تھے اور ان کے وفد کے ارکان

کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ سب نے دیکھا اوران کی گردنیں شرم سے جھک گئیں۔ یہ سلوک امریکہ میں ہوتا ہے اس اسلامی ملک کا جو امریکہ کا سب سے نمایاں حمایتی ہے۔ دہشت گردی کے خلاف عالمی اتحاد میں امریکہ پاکستان کے فوجی سربراہ کی تعریف کرتے کرتے تھکتا نہیں۔ وزیراعظم کے سب سے سینئر مشیر جو وفد میں شامل تھے ان کی تلاشی لی اور پاکستان ٹی وی چینل پر بھی دکھایا۔ مشیر صاحب نے موٴقف اختیار کیا کہ تلاشی امریکی قانون کے مطابق ہے اور انہیں کوئی اعتراض نہیں ہوا اوران کی عزت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ روشن خیالی کے دائرے کے اندر یہ ساری باتیں اب برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے ڈنمارک کے اخبار میں کارٹون چھاپے گئے جن میں پیغمبر اسلام ﷺ کے خاکے بنائے گئے اور انتہا قسم کی تضحیک کی گئی۔ اس قسم کی حرکت ناروے، فرانس اور جرمنی نے بھی کی۔ اس بات کو کافی مہینے گذر چکے ہیں۔ لیکن ردعمل سامنے آنے میں کافی تاخیر ہوئی۔ اسلامی ممالک سوچ رہے تھے کہ کیا کرنا چاہئے کس کو سامنے کرنا چاہئے۔ یورپی یونین نے موٴقف اختیار کیا کہ کارٹون بنانا کوئی خاص چیز نہیں ہے۔ یہ اظہار رائے کا ایک حصہ ہے اور یورپ کے ہر ملک میں اظہار رائے کی مکمل آزادی ہے اور یہ آزادی ایسی ہے جسے مادر پدر آزادی کہہ سکتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو کیا ہم اللہ کے کارٹون بنا سکتے ہیں۔ (نعوذ باللہ) ہم اس آزادی کے موضوع پر بعد میں آئیں گے پہلے ہم قانون کی بات کرتے ہیں۔

تقسیم ہند 1947ء میں ہوئی۔ اس سے قبل ہندو مسلمان اور دیگر مذاہب کے لوگ متحد ہندوستان میں ایک ساتھ رہتے تھے۔ برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی 1600ء میں ہندوستان کے کچھ حصوں میں وجود میں آئی اور ہم ان کی رعیت بن گئے۔ پھر 1857ء میں ہندوستان لشکر نے مل کر انگریز لشکر پر حملہ کیا اور جنگ آزادی کا آغاز ہوا۔ 1858ء میں برطانیہ نے ہندوستان پر قبضہ کرلیا اور ہم برٹش کالونی بن گئے۔ برطانیہ نے فوجداری قانون نافذ کیا اور 1860ء میں جس کا نام پینل کوڈ رکھا۔ دفعہ 153 میں حکم دیا کہ کوئی بھی شخص ایسا کام نہیں کرے گا جس سے لوگوں کے جذبات مشتعل ہوں اور امن عامہ میں رخنہ پڑنے کا خدشہ ہو اور ایسی حرکت قابل سزا ہوگی۔ دفعہ 265 مذاہب کے بارے میں ہے۔ کوئی بھی ایسی حرکت نہیں ہوگی جس سے کسی کے مذہب کی توہین یا بے عزتی ہو۔ ایسے جرم کی سزا دو سال تک قید یا جرمانہ یا دونوں ہوسکتی ہیں۔ یہ سزا انگریزوں نے خود رکھی ہے اور وہ بھی 1860 میں اب تو سزا اور بھی زیادہ ہوگئی ہے اس قانون کا مطلب یہ تھا کہ سب کے مذاہب، عبادت گاہوں، اور عقیدوں کا احترام کیا جائے اور کسی کے بھی مذہبی جذبات کو مجروح نہیں کیا جائے۔ اب یورپ کے ممالک کیسے کہتے ہیں کہ اظہار رائے کی آزادی اتنی وسیع ہے کہ اس پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا ہے۔ جس سے آزادی کی حد مقرر کی جائے اور اس حد کو پار نہیں کیا جائے۔ یہ تو ایسی آزادی ہوئی کہ کوئی بھی آدمی رستے پر کھڑا ہو کر کسی کو

بھی چاہے وہ وزیراعظم ہو، ملکہ یا پوپ ہو، غلیظ گالیاں دیدے اور کہے کہ یہی اظہار رائے کی [illegible]
آزادی ہے اور قانون اور اس کے پاسدار بے بسی سے دیکھتے رہیں اور کچھ بھی نہیں کر سکیں۔ انسان اور جانور میں فرق صرف اتنا ہے کہ اللہ نے انسان کو عقل دی ہے وہ صحیح اور غلط میں تمیز کر سکتا ہے۔ یہ تمیز سب سے پہلے مذہب سکھاتا ہے کہ گناہ کیا ہے اور ثواب کیا ہے۔ ورنہ جنگل کے جانور کو یہ عقل نہیں کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے۔ ان کو صرف ایک فرق معلوم ہے کہ نر کون ہے اور مادہ کون ہے۔ باقی ان کے پاس کوئی رشتے نہیں ہیں۔ نہ ماں ہے نہ باپ ہے نہ بھائی ہے نہ بہن۔ وہاں جنگ کا قانون ہے جو طاقت میں زیادہ ہے اسے سب کچھ ملے گا۔ ہر ملک میں آئین ہوتا ہے اور آئین میں نظام حکومت کا خاکہ ہوتا ہے۔ ادارے ہوتے ہیں ان کے دائرہ اختیار ہوتے ہیں۔ انسانی حقوق ہوتے ہیں اور قانون سازی آئین اور انسانی حقوق کے متصادم نہیں ہوتی۔ ہر آزادی پر جس کا تعلق انسانی حقوق سے ہوتا ہے قانون کی پابندیاں ڈالی جاتی ہیں تاکہ اس کا ناجائز استعمال نہ ہو۔ کسی کی دل آزاری نہ ہو۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس کے مذہب یا اس کے رسول پر تنقید یا تضحیک ہو رہی ہے اور وہ ایسی حرکت نہ کرے جس سے کسی کا کوئی ناقابل تلافی نقصان ہو۔

ہمیں پتہ ہے کہ آج کل مغرب اسلام دشمنی کھل کر کر رہا ہے۔ مغرب اس بات پر فخر کرتا ہے کہ جدید علم حاصل کرو اور اقتصادی اور معاشی خوشحالی حاصل کرو۔ دین کو دنیا کی حکومت سے دور رکھو۔ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے اس لئے اسلام کا مذاق اڑاؤ اور نیچا دکھاؤ۔ اسلام کی توہین کرو۔ مسلمان جدیدیت اور معاشی خوشحالی کی طلب کی وجہ سے سر نیچا کر کے کھڑے رہیں گے اور کچھ بھی نہیں کریں گے۔ مغرب والے مسلمان ملکوں کو سیکولر ہونے کی ترغیب دیتے ہیں۔ جدیدیت کے شوق میں مغربی ممالک میں شرافت اور غیرت نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ شادی اور فیملی کا کنسپٹ ختم ہو رہا ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں شادی کے بغیر ایک ساتھ رہتے ہیں اور بچے پیدا کر رہے ہیں۔ ہم جنسی کی یلغار ہے۔ مرد مرد سے اور عورت عورت سے شادی کر رہی ہے۔ یہ مغربیت اور جدیدیت کا پھل ہے۔ یہ سب قیامت کی نشانیاں ہیں۔ یا اللہ اسلام کو کامیابی عطا کر۔ میں یہ مضمون شاعر مشرق علامہ اقبال کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

یا رب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے اور روح کو تڑپا دے

(روزنامہ نوائے وقت، 14، 15 مارچ 2006ء)

ریحان اظہر

جسارت توہین رسالت،
دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ

پچھلے ہفتے صحافیوں نے لاہور پریس کلب میں ایک مذاکرے کا اہتمام کیا۔ جس میں ڈنمارک میں چھپنے والے توہین آمیز خاکوں کے محرکات کا جائزہ لیا گیا۔ بحث نما احتجاج میں حصہ لینے والے صحافی تھے۔ حامد ریاض کھوکھر، نصر اللہ گرزئی، حسین کاشف، اسرار بخاری، سلمان عابد، ذوالفقار مہتو، مظفر محمد علی، مرزا الیاس، ارشد انصاری، نواز طاہر کے علاوہ سینئر صحافی عزیز مظہر، قدرت اللہ چودھری اور آئی ایچ راشد۔ نظامت کے فرائض تاثیر مصطفیٰ نے انجام دیئے۔ تلاوت کلام پاک کے بعد حامد ریاض کھوکھر نے مسلمانوں کے خلاف ہونے والی اس سازش کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے لائحہ عمل مرتب کرنے کی بات کی۔ سینئر صحافی عزیز مظہر نے کہا یہ خاکے ستمبر کے مہینے میں چھپے لیکن اصل تشہیر اس وقت ہوئی۔ جب دوسرے اخباروں نے چار ماہ بعد چھاپا۔ پوری دنیا میں جس طرح ان توہین آمیز خاکوں کے خلاف احتجاج ہوا اس سے پتہ چلتا ہے کہ امت مسلمہ متحد ہے اور اس اتحاد کے اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔ عزیز مظہر نے اپنے ہی ملک میں اپنے ہی لوگوں کی نجی املاک کو نقصان پہنچانے کی مذمت کی۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے ملک میں دانشور، صحافی، قانون دان، غرضیکہ سب کو چاہئے کہ سائنسی بنیادوں پر اسلام فوبیا کا تصور دینے والے عناصر کا مقابلہ کیا جائے اور اسلام کا اصل پیغام ان تک پہنچایا جائے۔ ہمارے قانون دانوں کو اس ہتک کے خلاف قانونی جنگ لڑنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ مسلمان ملکوں کے سربراہوں کا اجلاس ہونا چاہئے اور سب کو مل کر ڈپلومیٹک کوششوں سے ڈنمارک کی حکومت کو اپنی غلطی کا احساس دلوانا چاہئے۔ نصر اللہ گرزئی نے کہا کہ بلاس فیمی کا قانون سب مذاہب کے لئے ہونا چاہئے تاکہ کوئی بھی کسی بھی مذہب کی توہین نہ کر سکے۔ مظفر محمد علی نے مغرب کے دوہرے معیار پر تنقید کرتے ہوئے اس اقدام کو صیہونی ایجنڈے کا حصہ قرار دیا ہے۔ ایک طرف تو ہمارے پیغمبر ﷺ کے توہین آمیز خاکے چھاپ کر وہ اسے

آزادی صحافت سے تعبیر کرتے ہیں اور دوسرے طرف ہولوکاسٹ کو فرضی قرار دینے پر برطانوی مورخ ڈیوڈ آرونگر کو ویانا کی ایک عدالت تین سال کی سزا سنا دیتی ہے۔ ڈیوڈ آرونگ نے 1989ء میں اپنے ایک بیان میں ہولوکاسٹ کو یہودی پروپیگنڈہ کو جھوٹ قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ ہولوکاسٹ میں ساٹھ لاکھ یہودیوں کی ہلاکت کی بات صحیح نہیں ہے۔ مقررین نے اسلامی ممالک کے لیڈروں کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا۔ انہوں نے کہا کہ اتنے وسائل ہونے کے باوجود مسلمانوں کے پاس کوئی لیڈر شپ نہیں ہے۔ ہمارے حکمران پہلے ہی مخصوص ایجنڈے کے پروموٹر ہیں۔

اس موقعے پر یہ خاکے ایک خاص ایجنڈے کے تحت چھاپے گئے تاکہ مسلمانوں کو اشتعال دلوا کر اور پھر ٹھنڈا کر کے کسی بڑے حملے کی تیاری کی جائے۔ جیسا کہ امریکہ یہودیوں کا ایجنڈا لے کر ایران پر حملے کی پلاننگ کر رہا ہے۔ نواز طاہر نے مسلمانوں کو سخت سے سخت لائحہ عمل اختیار کرنے کی تلقین کی۔ سینئر صحافی قدرت اللہ چودھری نے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ آخر یہ خاکے انڈونیشیا، ملائشیا، یمن اور مصر میں کیسے چھپ گئے جبکہ یہ تو اسلامی ممالک ہیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ اتنے احتجاج کے باوجود ہمارا پیغام ان بد بخت لوگوں تک نہیں پہنچ رہا جو بار بار ایسی اوچھی اور گھٹیا حرکات کر کے مسلمانوں کو بھڑکا رہے ہیں۔ پریس کلب کے نوجوان صدر ارشد انصاری نے اس موقع پر جسارت توہین رسالت ﷺ پر اپنے شدید غم و غصے کا اظہار کیا اور پر امن احتجاج کو اس وقت تک جاری رکھنے کو کہا جب تک ڈنمارک کی حکومت اپنی غلطی کا اعتراف نہ کر لے۔ ارشد انصاری نے صحافیوں کی احتجاجی ریلی نکالنے کا بھی فیصلہ کیا۔ آخر میں بزرگ صحافی آئی۔ اے۔ رحمان نے مسلمانوں کے اتحاد کی ضرورت پر زور دیا اور معاملے کو یورپین کورٹ آف ہیومن رائٹس میں اٹھانے کی رائے دی۔ صحافتی آزادی کی بھی کچھ حدود مقرر ہیں۔ اور اس کے تحت مذہبی تفرقے کی اجازت نہیں، لسانی معاملات کو ہوا نہیں دی جاسکتی اور امن عامہ کو خراب کرنے کی اجازت بھی نہیں دی جاسکتی۔ یورپی کے ممالک کے قوانین میں وہی پابندیاں ہیں جیسے کہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 19 میں بیان کی گئی ہیں۔ انہوں نے احتجاج کے سلسلے میں ایک عراقی عورت کا ذکر کیا جس کا بیٹا امریکی فوج نے عراق میں قتل کر دیا تھا۔ وہ عورت امریکہ میں ہر اس جگہ پہنچ جاتی ہے جہاں صدر بش جاتے ہیں۔ اس ماں کا احتجاج اب پوری دنیا میں محسوس کیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کو بھی اپنے احتجاج کو موثر بنانے کے لئے پوری دنیا میں ایسے فورم تشکیل دینے ہوں گے جو ماڈرن بنیاد پر مغرب کی مسلم دشمن یلغار کا مقابلہ کرنے کے لئے تجاویز دے سکیں۔ انٹرنیٹ کو، اسلام کا پیغام پوری دنیا میں پہنچانے کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔ او آئی سی کے ذریعے مسلمان ممالک کے سربراہان، یک زبان ہو کر اقوام متحدہ میں اس معاملے کو اٹھائیں تا کہ ایک ایسا بین الاقوامی قانون

منظور کیا جائے جس کے تحت کوئی کسی پیغمبر یا مذہب کی توہین کرنے کی جسارت نہ کر سکے۔ یہ باوقار تقریب تو ختم ہو گئی لیکن احتجاج مثبت نتائج حاصل کرنے تک جاری رہے گا۔ اس تقریب کے تمام شرکاء نے حضرت محمد ﷺ کی آن اور شان کے تحفظ کو اپنے ایمان کا حصہ قرار دیا۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ یہ خاکے اسلامی ممالک انڈونیشیا، ملائشیا، یمن اور مصر میں کیسے اور کس نے چھاپے۔ ایک سروے کے مطابق انڈونیشیا، ملائشیا، یمن اور مصر میں قادیانی ایک بڑی تعداد میں موجود ہے اور کہتے ہیں قادیانی، یہود و نصاریٰ کا اسلامی ممالک میں ایک بڑا رابطہ ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب برطانیہ قادیانیت کو بڑا اسپورٹر تھا لیکن اب فرانس اور کینیڈا بھی اس کے فروغ میں اخلاقی اور مالی مدد کر رہے ہیں۔ کینیڈا میں امریکی بارڈر سے پچھلے دنوں بے شمار ایشیائی باشندے قادیانی بن کر پناہ گزین کے طور پر داخل ہوئے۔ کینیڈا میں قادیانیوں کو بھرپور تحفظ حاصل ہے۔ ان کے سب بڑے بڑے اجتماعات کینیڈا ہی میں منعقد ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو بدنام کرنے میں قادیانی اس آڑے وقت میں بڑا رول، مغرب کو خوش کرنے کے لئے ادا کر سکتے ہیں۔ اس لئے ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے لئے ہونے والے تمام جلسے جلوسوں میں ایسے اسلام دشمن عناصر کی موجودگی پر کڑی نظر رکھنا ہوگی، کیونکہ دین ہمارا ایمان ہے کہ ناموس رسالت ﷺ کو معاملہ ہر مسلمان کا دینی اور مذہبی معاملہ ہے اور اس میں سیاست شامل کرنا یا اپنے ہی ملک میں توڑ پھوڑ کرنا ہمارے احتجاج کو بے معنی اور غیر موثر کر سکتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ یورپ اور امریکہ کے زیادہ تر لوگ بے راہ روی کا شکار ہیں اور لادین ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں ہم جنس افراد کو شادی کی اجازت ہے، مرد اور عورت بغیر شادی کے بچے پیدا کر سکتے ہیں، والدین کو بڑھاپے میں تنہا چھوڑنا عام سی بات ہے۔ اللہ اور مذہب سے دور ہونے کی وجہ سے انکی روحیں بے چین ہیں۔ اپنے ہی پیغمبر علیہ السلام کی توہین آمیز فلمیں بنا کر یا ان پر مضمون لکھ کر وہ اسے آزادی صحافت اور اوپن میڈیا کا نام دیتے ہیں۔ اس کے برعکس مسلمان کا تو ایمان ہی مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ ان سے پہلے آنے والے تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان نہ لائے۔ یورپی اور امریکہ کی موجودہ اخلاقی اقدار کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں بحیثیت مسلمان اپنا احتجاج زیادہ موثر اور بامعنی بنانے کے لئے عقل و دانش سے کام لیتے ہوئے بحیثیت مسلم امہ ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو کر یہ معاملہ اقوام متحدہ، یورپی یونین اور بین الاقوامی عدالت برائے انسانی حقوق میں فوری طور پر ریکارڈ کروانا چاہئے اور فیصلے کا انتظار کرنا چاہئے۔

(روزنامہ دن، 4 مارچ 2006ء)

بریگیڈیئر (ر) شمس الحق قاضی

توہین رسالت ﷺ ایک منظم سازش

''یہ ایک بہت ہی دکھ بھری داستان ہے کہ عیسائیت کے دعویداروں نے انسانیت کو جتنا عذاب دیا اور مذہب کے نام پر جتنا ناحق خون بہایا ہے اس سے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عیسائیت کی پیدا کردہ اچھائیوں کا اگر ان کی برپا کردہ برائیوں سے موازنہ کیا جائے تو برائیوں کا پلڑا بہت بھاری معلوم ہوتا ہے''۔

لیکن یہ تجزیہ مغربی عیسائیت کے بارے میں ہے۔ مشرقی عیسائیوں کے بارے میں تو ارشاد ہوا ہے کہ وہ مشرکوں اور یہودیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے زیادہ قریب ہیں۔ اس کا ذکر آگے آئے گا اور پھر اوپر لکھے تجزیہ کے الفاظ ہمارے نہیں بلکہ یہ ایک عیسائی مفکر اور مشہور دانشور ''جین پلاڈی'' کا قول ہے جس نے عیسائی مذہبی کچہریوں کے بارے میں لندن سے چھاپی گئی اپنی شہرہ آفاق کتاب کے افتتاحی کلمات میں بیان کیا ہے کہ ''بارہویں صدی میں جب پاپائے روم Innocent-III ''انوسنٹ سوم'' نے پاپائیت کے مخالف بدعتی Heretics عیسائیوں کو زندہ جلا دینے کا عام حکم صادر کیا تو اس سے قبل گیارہویں صدی میں بھی Heretics کو پاپائیت سے منحرف ہو جانے کے شبہ میں زندہ جلا دینے کی سزا دی جاتی رہی تھی۔ بعد میں یہ سزا یہودیوں کے لئے مختص رہی اور 1492ء میں سقوط غرناطہ کے بعد یہ سزا ہسپانیہ میں من حیث القوم تمام مسلمانوں کے خلاف استعمال کی گئی۔ مصنفہ جین پلاڈی لکھتی ہے کہ Inquisition کی بدنام زمانہ عیسائی مذہبی کچہریاں مسلمانوں پر منافق ہونے کا الزام لگا کر زندہ جلا دینے کے بعد ان کی تمام دولت کلیسا کے حق میں ضبط کر لیتیں۔ واضح رہے 1492ء کے بعد ملکہ ایزابیلا نے حکم دیا تھا کہ تمام مسلمان اور یہودی یا تو اپنا مال متاع چھوڑ کر خالی ہاتھ ہسپانیہ بدر ہو جائیں اور یا عیسائی بن جائیں۔ چنانچہ بعض بدبخت مسلمان مال متاع اور جائیداد کے لالچ میں عیسائی ہو گئے۔ اس کے بعد ہسپانیہ بھر میں مسلمانوں کے محلات اور کوٹھیوں، حویلیوں کی خانہ شماری کر کے ان کے تمام مکینوں کو پادریوں نے منافق قرار دیا اور Inquisition یعنی کلیسائی کچہریوں کے ذریعے زندہ جلانے کی سزا دے کر ان کی ساری جائیداد اور دولت گرجاؤں اور پادریوں کے حوالے کر دی۔ البتہ نوجوان لڑکیوں اور

کام کے قابل مردوں کو نو دریافت شدہ امریکہ بدر کر دیا جاتا۔ چنانچہ ان مرتد بد بخت مظلومین کی نسلیں صدیوں تک غلامی کی چکی میں پستی رہیں۔

ہسپانیہ بھر میں مسلمانوں کے مکانوں کے صدر دروازے پر پہلے Inquisition کورٹ کی مہر لگا دی جاتی تھی اور زندہ جلانے کی کارروائی مکمل کرنے کے بعد متعلقہ پادری جج کی مہر لگادی جاتی تھی جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس گھر کی تفتیش اور ٹرائل مکمل ہو چکی ہے اور اگر کوئی شخص جعلی مہر لگا کر بچنے کی جرات کرتا تو اس کی سزا فوری موت مقرر تھی۔

ہسپانیہ کا مطالعاتی دورہ کرتے ہوئے راقم نے اشبیلیہ موجودہ Savillc میں کھوج لگا کر ایک عرب رئیس کی 500 سال قدیم مگر عالیشان حویلی دیکھی۔ یہ بد بخت عرب امیر دولت بچانے کے لالچ میں مرتد ہو گیا تھا لیکن عیسائیوں نے اسے پھر بھی نہیں بخشا بلکہ سارے خاندان کو چتا پر چڑھا کر حویلی کسی پادری کے حوالے کر دی جو ہوتے ہواتے ماسٹر مصور El-Murillo کی رہائش گاہ بنی جس کی وجہ سے اسے قومی ورثہ قرار دے کر محفوظ کر لیا گیا۔ چنانچہ اس طرح زمانہ کی دستبرد سے محفوظ یہ حویلی اپنی پانچ سو سالہ پرانی صورت میں بھی موجود ہے نشان عبرت ہے۔ اس کے چوبی صدر دروازے پر دو مہریں اصلی حالت میں ثبت کردہ موجود ہیں۔

پہلی Seal کلیسائی کورٹ کی مہر اس طرح ہے...... جس کا مطلب ہے کہ کلیسائی کچہری نے اس گھر کی تفتیش مکمل کر لی ہے۔ دوسری مہر پادری جج کی اس طرح ہے...... جس کا مطلب یہ ہے کہ فیصلہ سنا کر مکینوں کو سر بازار جلا کر تمام مال متاع کلیسا کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ یہ غالباً تاریخ میں واحد موقع ہے جبکہ مرتدین کو غیر مسلموں کے ہاتھوں شرعی سزائے موت دی جاتی رہی ہے۔

پھر جیسا کہ جنگل کی آگ کا دستور ہے کہ ایک چھوٹی سے جلتی جھاڑی سے شروع ہو کر یہ آگ پورے جنگل کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے چنانچہ اسی طرح ہسپانوی مسلمانوں کو جلانے کے بعد یہ خوفناک آگ پورے یورپ میں پھیل گئی، جہاں حکومتی مخالفین کو Heretics اور Witches یعنی منحرفین اور بد روحوں کے الزام میں صدیوں تک سر عام زندہ جلانے کی سزا دی جاتی رہی۔ چنانچہ تین صوبوں تک لاکھوں انسانوں کو زندہ جلا دینے کے بعد 1835ء میں کرسٹینا کے حکم پر ان عیسائی مذہبی کچہریوں Inquisition Court کا خاتمہ کیا گیا۔

مصنفہ ''جین پلاڈی'' کا کہنا ہے کہ اس لمبے عرصے میں انسانیت پر دردناک عذاب ڈھانے کے لئے نت نئے مظالم کا تجربہ کیا جاتا رہا اور ''لوگوں کو ایسے ایسے اذیت ناک عذاب دیے جاتے جو کسی کی سوچ میں بھی نہ آتے ہوں گے مثلاً لوہے کے زنبور آگ میں سرخ کر کے مظلوموں کا گوشت نوچا جاتا، زخموں میں

پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جاتا، دردناک عذاب دینے کے لئے آہستہ آہستہ آگ پر کباب بنایا جاتا، جیسا کہ پرتگال کے شہر لزبن میں اسی دوران برطانیہ کے ملاحوں کو سرعام کباب بنایا گیا تھا، الغرض انسانی بدن اور جان پر عذاب دینے کے لئے ذلیل سے ذلیل تر طریقے اختیار کئے جاتے"۔ جین پلاڈی لکھتی ہے کہ یہ سب مظالم اس یسوع مسیح کے نام پر برپا کئے جاتے جس کا حکم تھا کہ "ایک دوسرے سے محبت کی جائے"۔

البتہ مصنفہ جین پلاڈی نے اپنی کتاب میں عیسائی کلیساء کی طرف سے صرف Inquisition کے نام پر ڈھائے گئے مظالم کا ذکر کیا ہے۔ مصنفہ نے قرون وسطیٰ کی صلیبی جنگوں کے دوران مغربی عیسائیوں نے لاکھوں سویلین مسلمان مرد، عورتوں اور بچوں کا جو قتل عام کیا اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی اس بات کا ذکر کیا کہ مغربی عیسائیوں نے شمالی امریکہ میں آباد لاکھوں "ریڈ انڈین" قبائل کا قتل عام کر کے بقیۃ الیسف کو Indian Reservations کے نام سے انسانی چڑیا گھروں میں بند کر دیا جہاں وہ آج تک Tourists کو باقاعدہ داخلہ ٹکٹ وصول کر کے دکھائے جاتے ہیں۔ راقم کو 1955ء میں ملٹری ٹریننگ کے دوران امریکہ میں ایسے کئی Reservations Indian دکھائے گئے جہاں قدیم امریکی باشندے اپنے قدیم قبائلی لباس میں قدیم قبائلی ڈانس اور War Cries سناتے دکھاتے ہیں۔ مصنفہ جین پلاڈی نے جنوبی امریکہ کا بھی ذکر نہیں کیا جہاں اہرام مصر کی ہمعصر سلطنتیں اور تہذیبیں رواں دواں تھیں پھر پندرہویں سولہویں صدیوں میں انہی ہسپانوی عیسائیوں نے جنوبی امریکہ میں قتل عام برپا کر کے میکسیکو، چلی، پیرو وغیرہ میں مایا، ایزٹک، انکا INCA تہذیبوں اور سلطنتوں کا نام و نشان مٹا دیا اور لندن کے اخبار فنانشل ٹائم نومبر 99ء کے مطابق پندرھویں صدی سے اٹھارہویں صدی تک ان ملکوں سے ہزاروں ٹن سونا لوٹ کر سپین لے جایا گیا۔ مثلاً اسی دورانِ انکا کے شہنشاہ کو دھوکہ سے قید کر کے ڈیڑھ لاکھ اونس سونا بطور تاوان اینٹھ لیا گیا۔

یہاں پر قارئین کے دل میں بجا طور پر یہ سوال پیدا ہوگا کہ موجودہ امریکی حکمرانوں کا جنوبی امریکہ کی داستان سے کیا جوڑ بنتا ہے۔ تو گذارش ہے کہ موجودہ صدر جارج بش ریاست ٹیکساس کے رہنے والے ہیں جس کہ ہسپانوی سفید فام لوگوں نے سولہویں صدی میں ہسپانوی مسلمانوں کی جبری غلام بنائی گئی، لیبر سے آباد کیا تھا اور اس طرح تین صدیوں تک ریاست ٹیکساس جنوبی امریکہ میں ہسپانوی نوآبادی کا حصہ رہی ہے جسے 1836ء میں شمالی امریکیوں نے میکسیکو کے خلاف بغاوت برپا کرا کے موجودہ یو ایس اے میں شامل کر لیا تھا۔

بش خاندان کی بو باس میں صدیوں پرانی اسلام دشمنی رچی بسی ہوئی ہے حالانکہ ان کے پہلے صدارتی الیکشن میں مسلمانوں نے اپنے سارے ووٹ باجماعت ڈیموکریٹ امیدوار الگور کے مقابلہ

میں صدر بش کو دیئے تھے اور متنازع الیکشن کے باوجود مسلمان ووٹوں نے جارج بش کو صدر بنوادیا تھا لیکن روایتی امریکی طوطا چشمی کی بنا پر جارج بش نے کمزور اسلام ممالک افغانستان اور عراق پر ننگی جارحیت کے ذریعے قبضے کر کے مسلمانوں کے اس احسان کا بدلہ فوراہی چکادیا اور اپنی دوسری صدارت میں تو حالیہ سٹیٹ آف دی یونین ہائی پالیسی تقریر میں عالم اسلام کا مکمل قلع قمع کرنے کا واضح پروگرام دے دیا ہے۔ اس سلسلہ میں مغربی اقوام کے لئے اور بالخصوص امریکہ کے پیش نظر غیر مغربی لوگوں کے لئے نہ کوئی انسانی حقوق ہیں نہ کوئی ضابطہ اخلاق ہے اور نہ کوئی قاعدہ قانون ہے۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ افغانستان پر امریکی حملہ کے دوران شمالی افغانستان میں جو پاکستانی طالبان امریکی قبضہ میں آگئے تھے ان کے بارے میں امریکی وزیر دفاع رمزفیلڈ نے ٹیلی وژن پر بیان دیا کہ یہ لوگ بیشک لڑائی میں ہمارا مقابلہ کرتے رہے ہیں لیکن ہم ان کو جنگی قیدیوں کی رعایت نہیں دیں گے اور پھر چونکہ ہمارے پاس دشمن کے قیدی رکھنے کا کوئی انتظام نہیں ہے اس لئے ان کو ختم کر دینا ہی بہتر ہے۔

چنانچہ پہلے تو ان طالبان قیدیوں کو کنٹینزوں میں بند کر کے اکثر کو ہلاک کرنے کے بعد جو کئی ہزار زندہ رہ گئے ان کو مزار شریف کے قریب بند دیواروں کے اندر مشین گن فائر سے بھون دیا اور جو پھر بھی بچ گئے ان کو پابند سلاسل گوانتانا موبے کے قیدی کیمپ میں بھیج دیا جہاں نہ کوئی جج ہے نہ وکیل نہ دفتر نہ عدالت۔ کیمپ میں یہ بھی قیدی جانوروں کے آہنی پنجروں میں بند ہیں ان کے بارے میں کوئی انسانی حقوق نہیں ہیں۔ اس ظلم اور درندگی کے خلاف مغربی ملکوں نے تو کیا اسلامی دنیا نے بھی کوئی موثر احتجاج نہیں کیا بلکہ ہماری خاموشی سے شہ پا کر تھائی لینڈ نے بھی اپنے شہری مسلمانوں کو کنٹینرز میں بند کر کے ہلاک کر دیا۔ لیکن اسلامی برادری پھر بھی سکوت مرگ میں مبتلا رہی۔

یہاں پاکستان میں بدقسمتی سے امریکی اور بھارتی لابی برسراقتدار ہے اس لیے سرکاری میڈیا نے بیان کیا کہ ان لوگوں سے پوچھا جائے کہ یہ وہاں شمالی افغانستان میں کیا لینے گئے تھے۔ مغربی عیسائیوں کے مظالم کی اس تشہیر کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں احساس زیاں بلکہ اسلامی اخوت کا احساس ہی ختم کر دیا جائے اور دوسری طرف مسلمانوں کے دلوں میں امریکی قاہرانہ قوت کی دہشت بٹھادی جائے۔ جیسا کہ سینئر بش کی حکومت نے عراق پر پہلے حملے کے دوران بغداد میں ایک مخصوص بنکر کو تلاش کر کے ٹارگٹ بنایا تھا جس میں بغداد کے اعیان حکومت کے 250 کے قریب بیوی بچے پناہ لئے ہوئے تھے۔ امریکی حکومت نے اس ظالمانہ کارروائی کا اپنے ٹیلی ویژن پر یہ جواب پیش کیا کہ لڑائی بند کرنے کیلئے بغداد حکومت پر دباؤ ڈالنے کیلئے ان کی فیملیز کو ہلاک کرنا ضروری ہو گیا تھا تا کہ لڑائی طول نہ پکڑے۔ گویا یہ کارروائی دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر ہیروشیما اور ناگاساکی پر امریکی ایٹمی حملہ کی بازگشت تھی جس

کے لئے امریکہ کی طرف سے جواز پیش کیا گیا تھا کہ جنگ ختم کرانے کیلئے لاکھوں جاپانی معصوم سویلین مردوزن اور بچوں کا ہلاک کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ اسی طرح عراق پر پہلے حملہ کے دوران لاکھوں سویلین افراد کو بسوں اور کاروں پر کویت سے بھاگتے ہوئے ہوائی حملوں سے ہلاک کیا گیا تھا اور اس درندگی کی تصاویر امریکی میڈیا میں چھاپی گئیں۔ قارئین نے ایک امریکی جرنیل کا اخباری بیان پڑھا ہو گا جس نے بتایا تھا کہ اس طرح مسلمانوں کو ہلاک کرتے دیکھ کر مجھے بڑا مزا آتا ہے۔

واضح رہے کہ اوپر ہم نے جو دہشت گردی اور درندگی کی داستان رقم کی ہے وہ کلیتاً مغربی عیسائیوں سے متعلق ہے۔ مشرقی عیسائی تو ہمارے ساتھ صدیوں سے پر امن رہ رہے ہیں اور بلکہ ہمارے عیسائی دوست تو ہمیں سگے بہن بھائیوں سے بھی زیادہ پیارے لگتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ مشرقی عیسائیوں کی دوستی اور بھائی چارہ تو عہد نبوی سے ہی شروع ہو گیا تھا بلکہ حبشہ کے شاہ نجاشی نے مکہ مکرمہ سے آنے والے مسلمان مہاجرین کے ساتھ انتہائی مشفقانہ سلوک کیا تھا تو نتیجہ کے طور پر حضور ﷺ نے نجران کے عیسائی وفد کو مسجد نبوی کے اندر اپنی عبادت کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ اس کے مقابلہ میں یہاں برصغیر کے دوسو سالہ انگریز حکومت کے دوران مقامی عیسائیوں کو گوروں کے گرجا گھر میں عبادت تو کیا اندر گھسنے کی اجازت بھی نہ تھی۔ دوسری طرف شہنشاہ جلال الدین اکبر نے عیسائیوں کیلئے گرجا گھر تعمیر کرنے کیلئے لاہور میں موجودہ مال روڈ اور ٹیمپل روڈ کے جنکشن پر انتہائی قیمتی اراضی عطا کر دی تھی۔ جہاں پر آج بھی عالیشان گرجا گھر اور عیسائی مشنری سکول قائم ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے اپنے ہزار سالہ عالمی اقتدار کے دور میں حبشہ کے عیسائی ملک کو مثالی عزت واحترام دیتے ہوئے امن وامن قائم رکھا حالانکہ اردگرد کے تمام ممالک حلقہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔

بہر حال مذکورہ بالا مغربی عیسائی طاقتوں نے ہمارے زمانہ میں امریکی قیادت کے تحت اپنی فوجی دھاک بٹھانے کے بعد یہ معلوم کرنے کے لئے کہ مسلمان کس حد تک نفسیاتی دباؤ برداشت کر سکتے ہیں اور کس نقطہ پر پہنچا کر ان کی مزاحمت کی ہمت وارادہ کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ یہی جانچنے کیلئے اب مغربی عیسائی صہیونی لابی نے اسلام کی مقدس ہستیوں اور بلکہ شعائر اللہ کی توہین شروع کر دی ہے اور اس سلسلہ میں پہلا وار رسوائے زمانہ کتاب "شیطان آیات" کی اشاعت سے کیا گیا۔ راقم لندن میں تھا جب اس کتاب کو مارکیٹ کیا گیا اور قارئین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ وہاں ہر چھوٹی بڑی دکان اور کھوکھا میں بھی حتیٰ کہ سبزی کی دکان اور جوتے مرمت کرنے موچی کے تھڑے پر بھی یہ رسوائے زمانہ کتاب برائے فروخت رکھ دی تھی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ کی اشاعت پر یہودی لابی کتنا سرمایہ خرچ کر سکتی ہے۔ پھر اس کتاب کے مردود زمانہ مصنف سلمان رشدی کا تعلق اسلام کے

قلعہ پاکستان سے جوڑا گیا اور بیان کیا گیا کہ یہ شخص پاکستان آرمی کے جنرل شاہد حامد کا رشتہ دار ہے اور وفاقی شہر راولپنڈی میں ان کے پاس قیام کرتا رہا ہے لیکن ہم لوگ جنرل صاحب کو راسخ العقیدہ جانتے ہیں اس لئے صیہونی لابی کا پاکستان آرمی کے خلاف یہ وار خطا گیا۔ اسی دوران اسلام آباد کے بلیوا ئزیا میں مولانا کوثر نیازی نے رسوائے زمانہ کتاب کے خلاف احتجاجی جلوس نکالا جس میں تین افراد شہید ہو گئے۔ اس کے بعد عالم اسلام میں کتاب کے خلاف لہر چل پڑی اور ایران میں جناب امام خمینی نے سلمان رشدی کیلئے موت کا فتویٰ جاری کر دیا۔ اب تمام مغربی عیسائی ملکوں میں سلمان رشدی کیلئے لاکھوں کے خرچ سے خصوصی حفاظت کا انتظام کیا گیا۔

اسی دوران راقم نے اپنے اخباری مضمون (مورخہ 84-05-15) میں مغربی عیسائی صیہونی لابی کی طرف سے چھاپے گئے ناول Holy of Holies کی طرف قارئین کی توجہ دلائی۔ کتاب کی ارتقائی صورت اتنی دلچسپ ہے کہ آج کل کے حالات کی گہرائی کو سمجھنے کیلئے اس مضمون کو قند مکرر کی صورت دوبارہ چھاپنا موزوں ہوگا۔ بہر حال کتاب میں امریکی بش اور برطانیہ کے ٹونی بلیئر کی زبان استعمال کرتے ہوئے بیان کیا گیا کہ عالم اسلام اب مغربی تہذیب کیلئے ایک مہلک خطرہ بن گیا ہے اس لئے اسلام کو بیخ و بن سے اکھیڑنے کیلئے برطانیہ اور فرانس نے مشترکہ منصوبہ بنا کر مکہ مکرمہ میں حج کے دوران جمعہ کے اجتماع پر ایٹم بم گرا دیا اور نعوذ باللہ خاکم بدہن کعبہ شریف، مکہ مکرمہ اور لاکھوں حاجیوں کو نیست و نابود کر دیا گیا۔

راقم نے اس ناول کے بارے میں اپنے مضمون میں واضح کیا تھا کہ مغربی عیسائی صیہونی لابی کا طریقہ کار یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے خلاف مہلک اور توہین آمیز پلان، ناول اور میڈیا ذرائع سے Fiction کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں اور اگر کوئی موثر احتجاج یا مزاحمت نہ نظر آئے تو پھر ایسے پلان کو روبعمل لانے کیلئے اقدامات کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ قارئین کو یاد ہوگا کہ 1977ء میں The Carash of 79 ناول چھاپا گیا جس میں شط العرب کے تنازع پر ایران اور عراق کے مابین جنگ چھڑنے کے ساتھ مشرقی وسطیٰ کے تمام عرب ممالک کو ملوث کیا گیا۔ پھر عین اسی پلان کے مطابق 1980ء میں عراق ایران جنگ شروع کرادی گئی اور 1984ء میں راقم کے مضمون کے چھپنے تک تمام حالات اس کتاب کے پلان کے مطابق جاری تھے اور چنانچہ ناول The Crash of 79 کی مکمل کامیابی کی بنا پر The Holy of Holies میں وہ پلان دکھایا گیا جس پر اب امریکہ کی سربراہی میں تمام مغربی عیسائی ممالک عالم اسلام کی مکمل بیخ کنی پر عمل پیرا ہیں۔ لیکن عالم اسلام کو خواب غفلت سے جگانے والا کوئی نہیں۔ چنانچہ The Crash of 79 کی طرح اس ناول Holy of Holies کا بھی کوئی

نوٹس نہیں لیا گیا تو پھر ایک مشہور امریکی رسالہ میں جو دنیا بھر میں پڑھا جاتا ہے واضح طور پر جلی حروف میں عنوان باندھا گیا"......دہشت گرد تھا" اور ساتھ ہی ایک عیسائی پادری کا بیان عنوان کے ساتھ نتھی کیا کہ وقت آگیا ہے کہ مکہ مدینہ دونوں کو ایٹم بم سے ختم کیا جائے۔ راقم نے اپنے اخباری مضمون میں اس عنوان کی طرف بھی توجہ دلائی لیکن نہ تو حکومت نے احتجاج کے طور پر ناول یا رسالہ پر رسمی پابندی لگائی اور نہ ہی مذہبی جماعتوں نے کوئی توجہ دی۔

اس خواب غفلت کا نتیجہ یہ نکلا یہ اب آم کی گٹھلی کے برابر ملک ڈنمارک نے جس کی کل آبادی ہمارے ایک ڈسٹرکٹ کے برابر بھی نہیں وہی بات دہرادی جو اوپر والے امریکی رسالہ نے لکھی تھی اور جب دنیا بھر میں مسلم عوام نے احتجاج کیا تو امریکی بش کی قیادت میں سارے مغربی عیسائی ممالک، ڈنمارک کی پشت پناہی کے لئے کھڑے ہوگئے۔ واضح رہے کہ تاریخی طور پر ماضی میں بھی توہین رسالت کی منظم تحریک انہی بش صاحب کے آباؤاجداد نے ہی مسلم ہسپانیہ میں شروع کی تھی جبکہ قرطبہ کے خلیفہ عبدالرحمٰن الاوسط کی حکومت کے دوران 850ء میں قرطبہ کے چند ایک متعصب پادریوں نے توہین رسالت کی ایک منظم تحریک چلائی جس کا مقصد عیسائیوں کو اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت پر اکسا کر پرانے کلیسائی اقتدار کو بحال کرنا تھا۔ مسلمان مورخ تو اس بغاوت کا محض اشارۃً ہی ذکر کرتے ہیں لیکن دوسری طرف عیسائی مورخین توہین رسالت کی اس تحریک کا اپنے ریکارڈ کے مطابق بڑی تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔

چنانچہ اس سلسلہ میں عصر حاضر کا ایک عیسائی مورخ لین پول لکھتا ہے کہ اسلامی اندلس میں عیسائیوں کو جو مذہبی آزادی حاصل تھی اس کی وجہ سے پادریوں کے دل سے اسلامی حکومت کا خوف نکل گیا تو انہی میں سے بعض متعصب پادریوں نے کلیساؤں کا گزشتہ حکومتی اقتدار بحال کرنے کی کوشش شروع کردی اور اس سلسلہ میں ترغیب وتحریص سے چند غالی نوجوان عیسائیوں میں یہ خیالات وجذبات انگیخت کئے کہ مذہب کی اصل تسکین جسمانی اذیتیں اٹھانے سے ہوتی ہے اور اس طرح روح کو تزکیہ کے ذریعے تقدیس کی معراج تک پہنچا کر آسمانی بادشاہت میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ایسے نوجوانوں کو تیار کیا گیا جو مسلمان حکمرانوں کو اشتعال دلا کر جسمانی تکلیفیں حاصل کرتے تھے۔ لین پول کا بیان ہے کہ اس تحریک کے بانی قرطبہ کے پادری یولوجیس نے چند نوجوان فدائی شتم رسول کیلئے تیار کئے تا کہ حکومت ان پر مقدمہ چلا کر انہیں سزائے موت دے تو ان کو مذہبی شہیدوں کا درجہ دے کر عیسائی عوام کو اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا جائے۔ ان فدائیوں کی سرغنہ پاردی یولوجیس کی تحویل میں ایک حسین وجمیل دوشیزہ فلورا تھی جس کا باپ تو مسلمان تھا مگر ماں عیسائی تھی۔ چنانچہ باپ کی غفلت کی

وجہ سے ماں کی تربیت نے اسے ارتداد پر آمادہ کیا اور بالآخر باپ کے مرنے کے بعد فلورا عیسائیت اختیار کر کے پادری یولوجیس کی تحویل میں چلی گئی اور اس کی انگیخت پر فلورا نے تحریک توہین نبوت کی لیڈری سنبھال لی۔ اس واقعہ میں ان حضرات کے لئے عبرت کا نشان ہے جو عیسائی عورتوں سے شادی کر کے اولاد کی اسلامی تربیت میں غفلت کرتے ہیں۔

بہر حال یہ عیسائی فدائی قاضی کی عدالت میں جا کر شتم رسول کرتے اور اس طرح تحریک کا پہلا نشانہ ایک نوجوان پادری پرفیکشن نامی بنا۔ عدالت سے سزائے موت کے بعد یولوجیس نیاس کی لاش کو عیسائی تبرکات اور بہت زیادہ تکریم کیساتھ کیتھڈرل یعنی بڑے گرجے میں دفن کیا۔ واضح رہے کہ عیسائی اکابرین کو تکریم کے لئے بڑے گرجوں میں دفن کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی پادریوں نے اسے سینٹ کا درجہ بھی دے دیا۔ چنانچہ اس کے بعد کئی ایک عیسائی نوجوانوں نے از خود قاضی کی عدالت کے پاس پیش ہو کر شتم رسول کا ارتکاب کیا اور موت کا پروانہ حاصل کیا۔ لین پول کا قول ہے کہ 851ء میں صرف قرطبہ میں گیارہ عیسائی شاتمان رسول نے اسی طرح از خود سزائے موت حاصل کی۔ لیکن اسی دوران میانہ رو اور منصف مزاج پادریوں اور عیسائی عوام نے تحریک کی مخالفت شروع کر دی جس کی وجہ سے اشبیلیہ (آج کل سویلا) کے لاٹ پادری نے پادریوں کی گرینڈ کونسل بلائی اور اس اجلاس نے بالاتفاق تحریک کو ناروا قرار دیا اور اعلان کیا کہ عیسائی مذہبی نقطہ نظر سے خودکشی کسی صورت بھی جائز نہیں اور انجیل مقدس کی تعلیم کے مطابق بدزبانی کرنے والے آسمانی بادشاہت میں داخل نہیں ہوں گے۔ چنانچہ جمہور پادریوں کے اس اعلان کے بعد اسلامی اندلس میں توہین نبوت کی یہ تحریک ختم ہوگئی۔

یہاں یہ قابل غور بات ہے کہ خلیفہ عبدالرحمٰن نے اعلان کیا کہ اسلامی مہذب معاشرہ میں اختلاف رائے بنیادی دشنام طرازی کسی کا بنیادی حق نہیں ہو سکتا۔ اسلام اگرچہ بت پرستی کی شدید مذمت کرتا ہے مگر بت پرستوں کی دل آزاری کے پیش نظر بتوں کو بھی برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ دوسری قابل تقلید بات یہ ہے کہ خلیفہ عبدالرحمٰن نے عدالتوں کے کام میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ اس کے مقابلے میں افغانستان کی قومی عدالتیں رائج الوقت قوانین کے مطابق بدھا کے بت توڑنے کا حکم دیتی ہیں یا ایک مقامی مرتد کو گرفتار کرتی ہیں تو ساری مغربی دنیا پنجہ جھاڑ کر افغانستان کے پیچھے پڑ جاتی ہے۔ لیکن یورپ میں فرانس کی قسم کے آزاد خیال ''مہذب'' ممالک مسلمان خواتین کے حجاب کے خلاف قواعد و قوانین نافذ کرتے ہیں تو ان کی مذمت نہیں کی جاتی۔ اسی طرح کھلاڑی یوسف اپنے ضمیر کے مطابق اسلام قبول کرتا ہے تو امریکی قصر صدارت تک کے پیٹ میں مروڑ اٹھتا ہے۔ پھر بھی ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم ایک آزاد ملک ہیں۔

ہم گذارش کریں گے کہ اگر نویں صدی میں مغربی عیسائیوں کی برپا کردہ توہین رسالت کی منظم تحریک کا مقصد ہسپانیہ میں اسلامی حکومت کا خاتمہ کرنا تھا تو انہی کی باقیات کی برپا کردہ موجودہ توہین رسالت کی منظم سازش اسلامی امہ کو مٹانے کی کوشش ہو سکتی ہے جبکہ صدر ریگن بلکہ نکسن سے لے کر تو اتر سے امریکی حکومت دہراتی رہی ہے کہ اب صرف اسلام ہی مغربی تہذیب کے لئے مہلک خطرہ رہ گیا ہے جبکہ تدارک کے لئے صدر بش نے اپنے حالیہ سٹیٹ آف دی یونین ایڈریس میں عالم اسلام کی بیخ کنی کے لئے اپنا پروگرام واضح کر دیا ہے۔

ہمارے روشن خیال اصحاب کہیں گے کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ ہم یہ عرض کریں گے کہ کیا یہ بات ممکن نظر آتی ہے کہ مشرق میں ارکان سے لے کر مغرب میں مکران کے ساحل تک اور جنوب میں راس کماری سے لے کر شمال میں خیبر تک کا وسیع و عریض برصغیر مسلمانوں سے خالی کرایا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ ناممکن بات برصغیر جتنے ہی وسیع و عریض جزیرہ نما ہسپانیہ پندرہویں صدی میں 800 سال سے یہاں پر بس جانے والے مسلمانوں سے خالی کرالیا گیا جس کے بارے میں ایک حالیہ مغربی تاریخ دان لکھتا ہے کہ:

"ہسپانیہ میں مسلمان جس مکمل شکست سے دوچار ہوئے چشم فلک نے ماضی میں کوئی ایسی مثال نہیں دیکھی۔ ایسی شکست کو انگریزی میں Annihilation کہتے ہیں یعنی بالکل نیست و نابود کر دینا اور یہ ایک سطحی نظر سے دیکھنے والا معاملہ نہیں"۔

برصغیر کی اسلامی حکومت سے مقابلہ کیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں پر ہماری علمی پیشرفت محض وسط ایشیاء، ایران اور بغداد وغیرہ کی کتابوں پر حاشیہ آرائی تک محدود ہے جبکہ ہسپانیہ میں مسلمانوں نے علم کی ہر سمت میں دنیا کی رہنمائی کرتے ہوئے Original کام کیا۔

دینی علوم تفسیر و حدیث، دنیاوی علوم میں طب اور علم نباتات پر تحقیقات، پریکٹیکل سائنس کی ترویج میں گن پاؤڈر کی دریافت اور پھر اس کے استعمال کے لئے توپ کی ایجاد جس نے انڈسٹریل انقلاب کی راہ ہموار کی، یہ سب ہسپانوی عربوں کے کارنامے ہیں۔

لسانیات اور ادبیات میں آج تک ہسپانوی عربوں کی نقل کی جا رہی ہے جیسا کہ یورپ محققین اب بتا رہے ہیں کہ مشہور اطالوی شاعر Dante کی شہرہ آفاق تخلیق Divine Comedy یعنی Inferno بھی ایک ہسپانوی عرب شاعر کی چربہ سازی تھی۔ مسلم ہسپانیہ کے علمی اداروں اور فوجی سکولوں سے یورپ بھر کے طلبہ اور فوجی افسر مستفید ہوتے تھے۔ دولت کی ریل پیل کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ چرچل کی مشہور زمانہ کتاب "ہسٹری آف انگلش سپیکنگ پیپل" کے مطابق خلیفہ قرطبہ کی اشرفیاں یورپ میں سکہ رائج الوقت تھیں۔ لیکن یہ سب علمی اور سائنسی ترقی اور دولت کی فراوانی ہسپانیہ

کے مسلمانوں کو کلیۃً مٹا دینے سے نہیں بچا سکی۔

ہسپانیہ میں مسلمان تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں پہنچ گئے تھے لیکن پھر بھی آج وہاں نہ کوئی داتا گنج بخش ہے نہ سلطان الہند اجمیر شریف ہے، نہ دکن گلبرگہ شریف کا سید محمد گیسو دراز ہے نہ مہار شریف کا سید یحییٰ منیری ہے، نہ دلی کے محبوب الٰہی ہیں، نہ پاکپتن شریف ہے نہ بوعلی شاہ قلندر ہے نہ ملتان، تونسہ شریف، چاچڑاں شریف ہے نہ سخی قلندر ہے اور نہ سرحد کے کاکا صاحب اور بابا صاحب ہیں۔

الغرض جزیرہ نمائے ہسپانیہ کے وسیع وعریض برصغیر میں سوائے جامع قرطبہ اور غرناطہ کے الحمرا محلات کے مسلمانوں کے آثار کی ایک اینٹ بھی موجود نہیں۔

غرناطہ ہوٹل میں راقم نے ٹورسٹ گائیڈ سے پوچھا کہ آپ نے 2200 سال پرانی رومن قبریں کار مونہ وغیرہ شہروں میں بڑی قرینہ سے سنبھال کر رکھی ہوئی ہیں حالانکہ رومن حکومت تو ہسپانیہ میں محض چند برس پر محیط تھی لیکن مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت جسے اب بھی آپ ہسپانیہ کا سنہری دور بتاتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اس طویل مدت کی پورے ہسپانیہ میں ایک قبر بھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ تو اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ 1492ء میں جب ہم تمام زندہ مسلمانوں کو نکال چکے تو قبروں میں سوئے مسلمانوں کو بھی ٹھڈا (پاؤں کی ٹھوکر) مار کر جگایا اور حکم دیا کہ اب تمہاری باری ہے تم بھی یہاں سے کوچ کرو۔

اور اب آخر میں گذارش کروں گا کہ پانچ سو برس پہلے جبکہ لڑائی محض زور بازو سے ہوتی تھی تو مغربی عیسائیوں نے برصغیر ہسپانیہ سے لاکھوں مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیا تھا تو آج جبکہ ان کے ہاتھ میں اجتماعی تباہی کے ہتھیار آ گئے ہیں اور جن کا تجربہ وہ جاپان میں کر چکے ہیں اور جبکہ ان کی انتہائی کوشش ہے کہ کوئی ٹوٹا پھوٹا ایٹم بم بھی کسی مسلمان ملک کے قبضہ میں نہ ہو تو پھر عالم اسلام اور بالخصوص اسلام کے قلعہ پاکستان کو امریکی قیادت میں مغربی عیسائیوں کی دھمکیوں کا سنجیدگی سے نوٹس لینا چاہیے اور جبکہ عیسائی صہیونی لابی اعلان کرتی ہے کہ اب مسلمانوں میں نہ کوئی عمر خطابؓ، نہ صلاح الدین ایوبی اور نہ ہی ڈاکٹر عبدالقدیر پیدا ہوگا۔ اس لئے یہی موقع ہے کہ عالم اسلام کو نسیا منیا کر دیا جائے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ سر جوڑ کر بیٹھیں اور سطحی شخصی مراعات و مفادات سے صرف کرتے ہوئے آنے والے خطرات کا مقابلہ کرنے لئے تدابیر بنائیں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ مفاہمت کرنے والے مکمل طور پر مٹا دیئے جاتے ہیں جبکہ مزاحمت کرنے والے زندہ بچ جاتے ہیں اور قرآن پاک کا بھی یہی حکم ہے کہ ظلم کا مقابلہ کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ بھی مدد کرتا ہے۔

حیات جاوداں اندر ستیز است

(روزنامہ نوائے وقت 8، 9، 10، اور 13 اپریل 2006ء)

افضال احمد قریشی سٹاک ہوم سویڈن

توہین رسالت ﷺ اور مغربی مفکرین کا فکری انتشار

اسلامی ممالک اور یورپ کے بڑے شہروں میں مسلمانوں کی جانب سے توہین رسالت ﷺ کے حوالے سے ہونے والے حالیہ مظاہروں نے فکری اعتبار سے مغربی مفکرین اور حکومتوں کو دو واضح گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ وہ ایک مکمل نوعیت کی آزادی اظہار رائے پر یقین رکھتے ہیں اور اس حوالے سے کسی مصالحت یا کسی استثنیٰ کے لئے راضی نہیں کیونکہ ان کے نزدیک ایسا کرنے سے دنیا میں جمہوریت اور جمہوری عمل کے فروغ کو نقصان کا خدشہ ہے۔ تاہم دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ جمہوریت اور دنیا میں جمہوری اقدار کا فروغ ایک حساس اور پیچیدہ عمل ہے جو بڑی ذمہ داری ،مختلف قوموں اور طبقہ فکر کے درمیان افہام و تفہیم ، باہمی رواداری اور ایک دوسرے کی روایات کی تعظیم کا تقاضا کرتا ہے۔ اس گروہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ بلا حدود و قیود آزادی اظہار رائے کی حکمت عملی طویل المیعاد نہیں ہو سکتی ایک نہ ایک دن اس اہم جمہوری قدر کی حدود معین کرنا ہوں گی اور اس کے لئے اخلاقیات اور قواعد و ضوابط ترتیب دینا لازمی امر ہوگا چنانچہ ان کے نزدیک اظہار رائے کو بنیاد بنا کر کوئی غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرنا جمہوریت کے لئے زیادہ نقصان دہ ہے۔ موخر الذکر مکتبہ فکر اس بات کا بھی قائل ہے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط یہ طے کرنے کی اجارہ داری کسی ایک فکری نظام کسی ایک کلچر یا تہذیب کے پاس نہیں ہے اس لئے اگر اہل مغرب اپنے آزادی اظہار رائے کے اصول پر اسی طرح ڈٹے رہیں گے تو مسلمانوں کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے پیغمبر ﷺ کی ذات اقدس کے حوالے سے کوئی گستاخی برداشت نہ کریں خود مغرب کی عیسائی تنظیموں نے بھی اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ بلاشبہ وہ آزادی اظہار رائے کی مکمل حامی ہیں لیکن اگر کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت مریم کی علیہما سلام کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرے تو ان کی بھی لازماً دل آزاری ہوگی اور وہ بھی کسی نہ کسی شکل میں احتجاج کریں گے۔ یہاں اس بات کا تقاضہ بھی کیا جا رہا ہے کہ مسلمان ممالک میں مغرب کے خلاف پائے

جانے والے جذبات کا سنجیدہ مطالعہ و تجزیہ کیا جائے۔ ہم نے جن دو فکری طبقات کا مذکورہ بالا سطروں میں ذکر کیا ہے ان کی واضح مثال خود سیکنڈے نیوین ممالک ہیں جن کی سیاسی پالیسیاں عوام طور پر باہمی اتفاق اور مشترکہ مفادات و مقدار کی ترجمانی کرتی ہیں لیکن توہین رسالت ﷺ کے حوالے ان میں واضح اختلاف دیکھنے میں آیا ہے۔ ڈنمارک جہاں کے اخبار جیلانڈ پوسٹن نے اس سنگین اور مذموم معاملے کی ابتدا کی تاحال اپنی مکمل نوعیت کی آزادی اظہار کی پالیسی کے دفاع پر قائم ہے اور پہلے فکری طبقے کی نمائندگی کرتا ہے جبکہ سویڈن اور ناروے کا کہنا ہے کہ کسی کے دینی جذبات سے کھیلنا صحیح نہیں ہے اور وہ ایسا کرنے والوں کے ساتھ شامل ہونا یا شامل سمجھا جانا پسند نہیں کرتے۔ اس اعتبار سے سویڈن اور ناروے دوسرے طبقہ فکری عنصر یہ رہا ہے کہ عمومی معاشرتی زندگی میں اور خاص طور پر جمہوریت کے مقابلے میں دینی اور روحانی اقدار کو کبھی بھی خاطر خواہ اہمیت نہیں دی گئی۔ سائنسی علوم کی ترویج و ترقی نے عوامی سطح پر سائنسی طرز فکر کو جنم دیا اور اہل مغرب کو صرف محسوس کیے جا سکنے والے اور سائنسی اعتبار سے تصدیق کئے جا سکنے والے حقائق و مظاہر تک محدود کر دیا۔ اس کے نتیجے میں عقلیت پرستی پیدا ہوئی اور مذہبی و روحانی اقدار سے دوری نے مادہ پرستی کو جنم دیا۔ چرچ کی دی ہوئی مذہبی و روحانی اقدار میں قدامت پرستی جمود اور رہبانیت غالب تھی اس لئے اس میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ اس نئی ہمہ وقت بدلتی ہوئی زندگی کی رونقوں اور توانائیوں سے بھرپور طاقتور فکری انقلاب کا مقابلہ کر سکے چنانچہ چرچ نے بھی اس نئے فکری نظام کو اپنانے ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔ آج حقیقت پرستی اور مادہ پرستی مغربی نظام فکر اور معاشرتی زندگی کے تمام پہلوؤں پر پوری طرح غالب ہے۔ مغرب کے فکری حلقے مذہبی و روحانی اقدار کے قائل طبقات کو اب کبھی سنجیدگی سے نہیں لیتے۔ ڈنمارک کے اخبار جیلانڈ پوسٹن کی گستاخی رسول ﷺ کے حوالے سے مذموم اخبارات اصل میں فکری اعتبار سے اسی تاریخ پس منظر میں تھی اور اس پس منظر کے باعث ابتداً ان مظاہروں کو سنجیدگی سے نہیں لیا گیا۔ مغرب کے عالمی غلبے اور نوآبادیاتی نظام کے ذریعے سے عقلیت پرستی اور مادہ پرستی بمقابلہ دین و روحانیت کی کشمکش اسلامی ممالک میں بھی متعارف ہوئی۔ مغرب نے اپنے فکری تہذیبی اور ثقافتی غلبے کے لئے تمام وسائل اور طاقت کا استعمال کیا اور کر رہا ہے۔ ابتداً مغربی اہل فکر نے عیسائیت اور اسلام کے درمیان فرق کو نہیں پہچانا۔ عیسائیت پر آسانی سے غلبہ پالینے سے حاصل ہونے والی خود اعتمادی اور اپنی مادی عسکری اور استعماری سبقت کے پیش نظر یہی خیال کیا گیا کہ اسلام پر بھی آسانی سے وہ اپنی گرفت مضبوط کر لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ تاہم راقم الحروف کے خیال میں مغرب کو اپنے نامزد وسائل اور طاقت کے استعمال کے باوجود اس ضمن میں بہت جزوی اور نہایت سطحی کامیابی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اسلامی ممالک میں مغرب کی عقلیت پرستی

اور مادہ پرستی کم از کم ان طبقات و مفکرین پر اپنا رعب و دبدبہ بالکل نہیں جما سکی جو اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات تصور کرتے ہیں۔ یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ یہ طبقات و مفکرین تعمیری نوعیت کی معقولیت پسندی یا مادی رہن سہن کے مخالف نہیں لیکن اسلام کی عطا کردہ روحانی و اخلاقی اقدار کو مادیت پر مقدم جانتے ہیں اور عقلیت پرستی کو بھی قرآنی بصیرت کا محکوم رکھتے ہوئے انسانی اعمال و مساعی کی حدود اللہ کے اندر رہنے کا پابند سمجھتے ہیں۔

آزادی اظہار رائے پر بھی اسی اصول کا اطلاق کرتے ہوئے اسلامی معاشروں میں اس کی بھی حدود و قیود متعین ہیں۔ دور جدید میں عملی اعتبار سے اگرچہ مسلمان اسلام کو بحیثیت نظام کے نفاذ کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ تاہم نظریاتی اعتبار سے مسلمانوں کی اسلام سے والہانہ وابستگی، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ سے والہانہ عقیدت اور مغربی افکار کو صرف جزوی اعتبار سے قبول کرنا اب مغربی مفکرین کے لئے فکری بے چینی اور انتشار کا سبب بن رہا ہے۔ یہ بے چینی و انتشار خصوصاً دائیں بازو کی جماعتوں اور مفکرین میں بہت زیادہ دیکھنے میں آرہا ہے۔ دائیں بازو کے زیر اثر ذرائع ابلاغ اسلام کے متعلق کوئی مثبت بات سننے کے لئے تیار نہیں اور اس کے متعلق ہرزہ سرائی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ یہاں اپنے پاکستانی قارئین کو یہ بتانا ضروری ہے کہ ڈنمارک میں اس وقت دائیں بازو کی جماعت برسر اقتدار ہے اور جیلانڈ پوسٹن پچھلے کئی برسوں سے اسلام اور مسلمانوں کی توہین اور اسلامی ممالک کے خلاف زہر اگلنے میں سرگرم رہا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دائیں بازو کے مفکرین اور جماعتیں اس خصوصیت کے ساتھ اسلام کے خلاف کیوں سرگرم عمل ہیں۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ کمیونزم کے زوال کے بعد بائیں بازو کی فکر و طاقت کو مغرب میں بھی پسپائیت اختیار کرنا پڑی سرمایہ دارانہ نظام کی جیت نے جو کہ دائیں بازو کی جماعتوں کا فلسفہ اور ایجنڈا لے کر کامیاب اور فاتح ٹھہرا دائیں بازو کے مفکرین و جماعتوں کو ایک نئی طاقت بخشی۔ عقلیت پرستی اور مادہ پرستی کی سوچ کو تمام دنیا میں رائج کرنے کے لئے گلوبلائزیشن کے ذریعے سے اب نئے اہداف دیے گئے اور اس فلسفہ زندگی کا نیا ایڈیشن نیولبرل ازم کے عنوان سے موسوم و جاری کیا گیا ہے۔ اب یہ ایڈیشن اہل مغرب اور مغربی فکر کے لئے وہی حیثیت رکھتا ہے جو قرآن کریم کو اسلام اور مسلمانوں کے لئے حاصل ہے۔ اس ایڈیشن کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عقلیت پرستی مادہ پرستی اور مادر پدر آزادی اپنی انتہائی شکل میں سامنے آئی ہے۔ تمام دنیا کو ہر اعتبار سے صرف ایک منڈی تصور کیا گیا ہے۔ انسانوں کو صرف ایک صارف کے طور پر دیکھا گیا ہے۔ تمام انسانی مساعی انسانی خوشیاں و مسرتیں لطف راحتیں اور کامیابیاں صرف اور صرف زیادہ سے زیادہ مادی اشیاء و خدمات کے صرف Consume کرنے سے متعلق بنائی گئی ہیں۔ انسانی

زندگی کا مقصد انفرادی سطح پر زیادہ سے زیادہ معاشی سرگرمیوں میں ملوث ہونا اور اجتماعی سطح پر اپنے ملکوں کی معیشت کو بہتر سے بہتر بنانا قرار دیا گیا ہے۔ اخلاقی اور روحانی اقدار کے لئے اس نئے فکری نظام میں کوئی جگہ نہیں ۔ روحانی اقدار کی غیر موجودگی کے باعث پیدا ہونے والی خلا کو فحش لچر ٹی وی پروگراموں فلموں بے ہنگم موسیقی نشہ آور ادویات کے استعمال کثرت شراب نوشی جو اعورت کے آزادی کے نام پر لی گئی جنسی آزادی ہم جنس پرستی اور اسی نوعیت کی دیگر خباثتوں اور وحشیانہ پن سے پر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس معاشرتی نظم کی بھی ایک زندہ مثال خود ڈنمارک ہے۔

ان حالات میں اسلام اس نئے مغربی فکری تہذیبی وثقافتی غلبے کی راہ میں نہ صرف ایک رکاوٹ ہے بلکہ ایک متبادل تعمیری اور جاندار فکری وعملی نظام اور انفرادی واجتماعی زندگی کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کرنے کے باعث اس مغربی فکر کا متبادلہ و مدمقابل ہے۔ وہ مسلمان جو اسلام کے دیئے ہوئے ضابطہ حیات کو عملاً اپنی زندگی میں اختیار کرتے ہیں وہ نہ صرف اس نیو لبرل ازم دی ہوئی لعنتوں کو مسترد کرتے ہیں بلکہ حقیقی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مغرب کے نظریاتی حملوں کا جواب اس بات سے دیتے ہیں کہ صرف مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ خود اہل مغرب اور تمام کرۂ ارض کے انسانوں کی بقا اور نجات اسلام کے روحانی واخلاقی اقدار پر مبنی نظام کو اختیار کرنے میں ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت، 24 فروری 2006ء)

اللہ عزوجل فرماتا ہے

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَتَّخِذُوٓا ءَابَآءَكُمْ وَإِخْوَٰنَكُمْ أَوْلِيَآءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَـٰنِ ط وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُولَـٰٓئِكَ هُمُ الظَّـٰلِمُونَ O

(پ 10۔ ع 9، سورہ توبہ)

اے ایمان والو! اپنے باپ اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو ان سے رفاقت کریں اور وہی لوگ ستمگار ہیں۔

عبدالستار انصاری

چراغ مصطفوی ﷺ سے شرار بولہبی کی آویزش!

مغرب کا اسلام کے خلاف بغض نت نئے صورتوں میں سامنے آ رہا ہے۔ امریکہ اور یہودی و عیسائی، مسلمانوں کے جذبات، احساسات کی توہین وتذلیل اور اہانت وتضحیک کا کوئی موقع ضائع کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ بدقسمتی سے مسلم ممالک کے بہت سے حکمران آمرانہ سرشت کے مالک ہیں اور اپنے اقتدار کو امریکہ کی کاسہ لیسی سے مشروط خیال کرتے ہیں۔ عالم اسلام کے ایسے ہی حکمرانوں کی منافقت، بزدلی، ڈرپوکی، ہوس اقتدار اور امریکہ ومغرب کی اندھی تقلید اور ان سے ہر صورت بنا کر رکھنے کی ''مریضانہ یا مجرمانہ'' کمزوریوں اور فطری وفکری رجحانات بے جا کے سبب اب مغرب اور امریکا کی دیدہ دلیریاں، وسیسہ کاریاں، سازشیں، دردہ و دبنیاں اور خرافات و ہضوات بکنے اور لکھنے اور چھاپنے میں اس حد تک برق رفتاری، بے اعتدالی اور نام نہاد، مادر پدر آزادی پیدا ہو چکی ہے کہ ان ناہنجاروں نے حضور نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات کو ٹارگٹ پر رکھ لیا ہے۔

رسالت مآب ﷺ کے ڈنمارک، ناروے، اٹلی، جرمنی، فرانس، کروشیا، اسرائیل، آسٹریا اور امریکہ وغیرہ نے جس طرح سے ایک دوسرے پر بازی لے جانے کے انداز میں توہین آمیز خاکے، اہانت آمیز کارٹونز اور ناروا و بے ہودہ انداز میں ''کیری کیچر'' بنائے ہیں اور پھر ان پر بڑی ڈھٹائی، سنگدلی، لاپرواہی اور ہٹ دھرمی سے اصرار کیا ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ سلسلہ قطعی ارادی اور شعوری ہے۔ مغرب اور امریکہ وغیرہ عالم اسلام کو بڑا واضح اور سخت پیغام دے رہا ہے۔ اور اپنے آئندہ عزائم، اہداف، نظریات اور منصوبوں کو بھی اجاگر کر رہا ہے۔ لیکن صد افسوس کہ عالم اسلام کے مغرب نواز اور امریکہ دوست واتحادی حکمران، افہام وتفہیم کی بات کر رہے ہیں، مثبت مذاکرات کی ضرورت کا احساس پیدا کرنے کے ''بھاشن'' دے رہے ہیں۔ تہذیبوں کے درمیان تصادم، ٹکراؤ اور کشمکش پیدا کرنے کا عندیہ اور اندیشہ فقط ظاہر کر رہے ہیں۔ مسلم حکمرانوں کی خدمت میں بڑی وضاحت وشدت سے عرض گزار ہوں کہ امریکہ ومغرب تو صلیبی جنگوں کی ٹھان چکا ہے، تہذیبوں میں تصادم اور جنگوں کی عملی راہ اختیار کر چکا ہے۔ اگر مسلم حکمران حلقوں میں اب بھی یہ احساس پیدا نہیں ہوا ہے تو ان کی دانش، فکر اور

غیرت پر ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔ افغانستان اور عراق کا کباڑ اور بربادی کے بعد امریکہ شام، ایران اور پھر پاکستان کا رخ کرنا چاہتا ہے۔ ایران بارے مغرب، امریکہ نے جس ارتباط کار، مثالی تعاون اور ہم آہنگی کا اب تک مظاہرہ کیا ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ امریکہ و مغرب نے اسلام کو اپنانا انجانا یا شعوری، دشمن گردان کر جارحانہ پیش قدمی شروع کر رکھی ہے۔

ایک ارب پچیس کروڑ سے زائد مسلمان اور چند ایک مسلمان ممالک کے حکمران انتہائی خراج تحسین کے حامل ہیں۔ جنہوں نے دو ٹوک واضح اور جارحانہ انداز اور لب و لہجے میں اپنے غم و غصے کا اظہار کیا ہے اور مغرب کی مصنوعات کے بائیکاٹ کی ٹھانی ہے۔ سفیروں کو طلب کیا ہے یا سفارت خانوں اور سفارت کاروں کو چلتا کرنے کا راست اقدام کیا ہے۔ عالم اسلام کے غیور و جسور عوام تو پہلے ہی مغربی یلغار اور امریکی مقاصد و اہداف سے خاصے شناسا تھے اور اب نازیبا اور ناروا کارٹونوں کی اشاعت کی صورت میں مغرب نے جو طوفان اٹھایا ہے۔ اس طوفان نے مسلمانوں کو مزید مسلمان تر ہونے میں قطعی معاونت کو وابستہ رکھنے اور مغرب کو خوش کرنے کی مہم کو خیر باد کہہ دینا چاہئے۔ ورنہ عالم اسلام کے غیور عوام کا امریکہ و مغرب ہی نہیں اپنے حکمرانوں کے خلاف بھی پیمانہ صبر لبریز ہو جائے گا۔ بد قسمتی کی بات یہ ہے کہ امریکہ و مغرب جس طرح سے اپنے کیے پر شرمندہ ہونے کی بجائے اترا رہا ہے اور الٹا مسلمانوں کو تشدد اور انتہا پسندی اختیار کرنے کا بے جواز طعنہ دے دیا ہے اس کے بعد مسلم حکمرانوں کو کوئی درمیانی راہ اختیار کرنے کی کیوں پڑی ہے۔ اب تک او آئی سی متحرک ہے نہ عرب لیگ کی رگ حمیت پھڑکی ہے۔ جو حکمران یہ کہتے چلے آ رہے ہیں کہ مغرب کے گستاخ ممالک کے حکمرانوں اور ممالک کے خلاف مشترکہ حکمت عملی ''او آئی سی'' کے پلیٹ فارم پر اختیار کی جائے بظاہر تو درست کہتے ہیں۔ لیکن کیا یہ مسلم حکمرانوں درون پردہ ''راہ فرار'' اختیار کرتے نہیں نظر آتے اور پھر اب تک ''او آئی سی'' اور عرب لیگ یا دیگر مسلم حکمران کے ''ڈیبیٹنگ کلبوں'' نے کون سا تیر مارا، ستمبر 2005ء میں اہانت آمیز کارٹونوں کی اشاعت ہوئی او آئی سی عرب لیگ، بے خبر کیوں تھی؟ کیا اس کمزوری کاہلی اور بے حسی ہی نے جنوری میں دوبارہ یورپ کے کئی ممالک کو حضور نبی کریم ﷺ کی گستاخی تمسخر کا موقع ارزاں نہیں کیا ہے۔ اس وقت حماس اور ایران کی قیادت کی طرح اور طالبان اور ملائیشیا کی مانند مبرھن اور جارحانہ مؤقف انداز کرنے کی ضرورت ہے۔

بلاشبہ امریکہ اور یہودیوں نے مغرب کو اپنا ہم نوا بنانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ کیونکہ از سر نو اور پے در پے تضحیک آمیز اور متنازعہ خاکوں کی اشاعت اس وقت سامنے آئی ہے جب ایک طرف حماس نے امریکہ، مغرب اور اسرائیل کی نیندیں حرام کر دی ہیں تو دوسری طرف ایران کو ٹارگٹ کرنے کی مہم کو

امریکہ حتمی اور منطقی صورت دیتا نظر آتا ہے۔ امریکہ و اسرائیل کو عراق کے خلاف مغرب کی واضح اور غیر مشروط حمایت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اس کمزوری کے تدارک کے لئے یہودی انتہا پسندوں اور عیسائی شدت پسندوں نے خاکوں کی اشاعت و تشہیر سے مغرب کو ساتھ ملا لیا ہے۔ یقیناً یہ مسلمانوں کے لئے فکر مندی اور تشویش کی بات ہے۔ لیکن اس کے تدارک اور توڑ کے لئے لازمی ہے کہ عالم اسلام کے حکمران بھی مغرب اور امریکہ کی غلامی کے چنگل سے نجات حاصل کرنے کی ٹھان لیں۔ اگر ایران کو بھی مسلم حکمرانوں نے عراق و افغانستان کی طرح ہاتھ باندھ کر مروانے میں ہی عافیت جانی تو مسلم عوام اپنے حکمرانوں کا برا حال اور عبرت ناک انجام سامنے لے آنے میں کسی مصلحت سے کام نہیں لیں گے۔ کیونکہ پانی سر سے گزر چکا ہے۔ سب کی ہزیمت اور پسپائی و تذلیل کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ عراق میں مئی 2005ء میں امریکی فوجیوں کی قرآن پاک کو واش روم میں بہانے کی عیاں خبریں اور جسارتیں منظر عام پر آئی تھی۔ اب یہ اطلاعات ہیں کہ ''یہودی عقاب اور انتہا پسند برسر عام قرآن پاک کو (نعوذ باللہ) نذر آتش کرنے کا داعیہ و سازش کر رہے ہیں'' یہ صورتحال ظاہر کرتی ہے کہ امریکہ سے بھلائی اور خیر کی آس رکھتے ہیں۔ انہیں اپنے ارادوں کی درستی اور اپنے دماغ کا علاج کروانا چاہئے۔

امریکی صدر بش واضح طور پر ڈنمارک کے ساتھ یکجہتی اور تعاون کا اعلان کر رہے ہیں اور شام اور ایران کو انتہا پسندی، دہشت گردی اور تشدد کو ہوا دینے کا ذمہ دار قرار دے رہے ہیں۔ جیک سٹرا نے اب تک کارٹونوں کی مذمت کرنے کی بجائے صرف یہ کہا کہ ''از سر نو کارٹونوں کی اشاعت غیر ضروری تھی۔'' کیا پہلی دفعہ اشاعت ''ضروری'' تھی؟ یورپی یونین کے سیکرٹری جنرل ہاویر سولانہ کہتے ہیں کہ ''مسلمانوں کی تنقید اور ردعمل کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں'' یہ بیانات عیاں کرتے ہیں کہ عالم اسلام کے عقائد کی بے حرمتی، شعائر کی توہین اور نبی کریم ﷺ کے احترام و توقیر سے انہیں کوئی دل چسپی نہیں ہے۔ جب کیفیت یہ ہے تو عالم اسلام کے حکمرانوں کو بھیگی بلی بننے کی کیا ضرورت ہے۔ اس وقت ضرورت مغرب اور امریکہ کو ٹو ٹائم دینے اور جوابی شدید اور عملی ردعمل ظاہر کرنے کی ہے۔ ہمیں امریکہ و مغرب کے ہم قدم ہونے سے گھبرانا نہیں چاہئے، بلکہ مغرب نے جو عالم اسلام کو ''یک جان دو قالب'' بننے کا موقع فراہم کیا ہے اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے۔

جو لوگ اس وقت تہذیبوں کے تصادم کی نفی کر رہے ہیں اور اس سے خوفزدہ ہو رہے ہیں انہیں اپنے ذہن سے مغرب و امریکہ کی عسکری بالادستی اور غلبے کا اندیشہ نکال باہر کرنا چاہئے اور یہ حقیقت ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ تہذیبوں کا تصادم تو ازل سے تا امروز جاری ہے اور رہے گا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے واضح کہہ دیا تھا کہ

ستیزہ کار ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی ﷺ سے شرار بولہبی

سیموئیل ہنلنگٹن آج تہذیبوں کے تصادم کی تھیوری پیش کر رہا ہے، اقبال کا یہ شعر تو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں قیامت تک کی کشمکش کا نقشہ پیش کر رہا ہے۔ اور اس فکر سے نظریں نہ چرانی چاہئے یاد رکھیں اگر آج عالم اسلام کے معدودے چند کج فہم، اقتدار پرست اور امریکی دریوزہ گر حکمرانوں نے حرمت و ناموس رسالﷺ پر عملی اقدامات سے گریز کیا، مصلحت آمیز اور مرعوب کن اور مجہولیت وانصالیت پر مبنی رویوں کو اختیار کیا تو یہ حکمرانوں کی بدنصیبی ہوگی کیونکہ خدا نے تو اپنے رسول مقبول ﷺ سے وعدہ کررکھا ہے کہ ''پیارے ہم نے تیرا ذکر بلند کیا'' پھر جو بھی رسول ﷺ سے بغض وعناد رکھتا ہے، خدا خود اس سے بہتر طریقے سے نبرد آزما ہوتا ہے۔ خدا خود کہتا ہے ''اے محبوب ﷺ تیرا دشمن ہی ابتر اور بے اولاد ہوگا'' جو نبی کریم ﷺ کو سب دشتم کرتے تھے۔ خدا نے خود فرمایا کہ ''ابولہب تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں'' میں نے یہ ساری مثالیں قرآن سے رقم کیں ہیں۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ خدا اپنے رسول ﷺ کی حرمت وتکریم کے لئے کسی کا پابند نہیں ہے۔ ہاں جو انسان اور حکمران توقیر واحتشام نبوی ﷺ پر کٹ مرنے پر آمادہ ہو گیا۔ یہ اسی کی بلند بختی اور عاقبت کی درستی کے لئے ''مژدہ جانفزا'' ٹھہرے گا۔ مولانا ظفر علی خان کیا خوب فرما گئے ہیں۔

جب تک نہ کٹ مروں یثرب کے عزت پر
خدا شاہد ہے کہ کامل میرا ایمان ہو سکتا نہیں

ہمیں یہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ خدا کی خوشنودی ورضامندی خدا کے انعامات واکرام کا حصول حب مصطفوی ﷺ سے مشروط ہیں۔ جو انسان بھی مصطفوی منہاج پر عمل پیرا ہونے کے لئے خطرات سے کھیلنے سے بھی نہیں ٹلتا، سرفرازی وکامیابی اسی کا مقدر ٹھہرتی ہے بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

آج ضرورت ہے کہ عالم اسلام متحد ہو جائے ہمارے حکمرانوں پر بھاری وحقیقی ذمہ داری عائد یہ ہوتی ہے کہ اپنے عوام اور اپنے عقائد اور سامراج واستعمار سے ڈرنے کی سرشت کو خیر باد کہہ دیں۔ کیونکہ یہ وقت کا تقاضا ہے کہ فضائے بدر پیدا کی جائے۔ اگر یہ ذہن ہم پیدا کرلیں تو پھر فرشتوں کی نصرت، استمداد اور اعانت آج بھی ناممکن نہیں ہے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

وقت کا تقاضا یہ ہے کہ دین و دنیا کی سرفرازی کے لئے جو مسلمان کو نسخہ اکسیر بتایا گیا ہے اس کو بروئے کار لایا جائے۔ اس پر عمل کیا جائے۔ اور وہ نسخہ حضور ﷺ سے حقیقی اور اٹوٹ محبت اور عقیدت، وابستگی و وارفتگی اور ارادت الفت ہے۔ حضور ﷺ کی محبت ہی ہمیں پستیوں سے نکال سکتی ہے اور بلندیوں سے ہم کنار کر سکتی ہے۔ ہمیں مغرب و امریکہ کی سائنس و ٹیکنالوجی کی برتری کے خول سے نکلنا چاہئے۔ خدا سے مدد مانگنی چاہئے حضور ﷺ کی سچی غلامی اختیار کرنی چاہئے۔ اگر ایسا کرنے میں ہم کامیاب ہو جائیں تو خدا یقیناً دشمنوں کے دلوں پر ہمارا خوف طاری کر دے گا۔ یقیناً حالات اور پریشان کن ہیں۔ لیکن مایوسی کی پھر بھی کوئی بات نہیں ہے۔ محض یکجا اور اکٹھے ہونے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اس امر پر واضح اعتقاد رکھنا ہوگا کہ ہلکے ہوں یا کم اور تھوڑے، خدا کی خوشنودی کے لئے نکلنا چاہئے۔ اپنے گھوڑے تیار رکھنے چاہئے۔ یہود و نصاریٰ ہمارے دوست نہیں ہیں۔ آپس میں دوست ہیں۔ لہٰذا ہمیں بھی آپس میں دوست بننا ہوگا۔

(روزنامہ دن، 19 فروری 2006ء)

حنبلی علماء

فرماتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تعریضاً[1] گالی دینے والا بھی مرتد ہو جاتا ہے۔ اور اس سے وہ آدمی ایسے ہی واجب القتل ہوگا جیسے صراحۃً گالی دینے والا۔

(الصارم المسلول۔ صفحہ: ۵۳۴)

[1] (یعنی اشارہ کسی اور کی طرف ہو اور مراد کوئی اور ہو)

اسماعیل قریشی

یورپ اور قانون توہین انبیاء

یہ بات نہیں کہ یورپ اور امریکہ کو مسلمانوں کے اپنے پیغمبر کی ذات اقدس سے والہانہ عقیدت اور محبت کا علم نہیں۔ موجودہ اکیسویں صدی میں اور اس سے قبل چودہ سو سال کے عرصۂ دراز میں یورپ، ایشیا اور افریقہ میں جہاں جہاں بھی مسلمان بطور حکمران رہے ہیں یا بحیثیت شہری آباد رہے ہیں۔ وہاں ان کی رواداری، امن و آشتی اور تمام مذاہب کے پیغمبروں اور رہنماؤں کا احترام ان کی صلح جو پالیسی ہی نہیں بلکہ ہر جگہ ہر مقام اور ہر دور میں اس کا عملی مظاہرہ بھی ہوتا جا رہا ہے۔ جس کا اعتراف خود عیسائی اور غیر مسلم مورخین کرتے چلے آئے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے پیغمبر ﷺ کی شان میں کسی قسم کی کوئی گستاخی اور توہین کسی طور پر برداشت نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے وہ اپنی جان و مال، ماں باپ اور اولاد تک قربان کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ قدرت اللہ شہاب جو انگریزوں کے استعماری دور میں اور اس کے بعد پاکستان بیوروکریسی کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے ہیں اور ملک عزیز کے نامور مصنف بھی ہیں، سرکار رسالت مآب ﷺ سے اپنے ذاتی واقعہ کے حوالہ سے مسلمانوں کی قومی نفسیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"رسول خدا ﷺ کے متعلق اگر کوئی بدگوئی کرے تو مسلمان آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ (جیسا کہ خود ہوئے تھے) اور کچھ لوگ تو مرنے مارنے کی بازی لگا بیٹھتے ہیں۔ اس میں اچھے، نیم اچھے یا برے مسلمان کی بالکل تخصیص نہیں بلکہ تجربہ تو یہی شاہد ہے کہ جن لوگوں نے اپنی جان عزیز کو ناموس رسول پر قربان کر دیا ظاہری طور پر وہ تو نہ علم و فضل میں نمایاں تھے۔ ایک عام مسلمان کا شعور اور لاشعور جس شدت اور دیوانگی کے ساتھ شان رسالت کے حق میں مضطرب ہوتا ہے اس کی بنیاد عقیدے سے زیادہ عقیدت پر مبنی ہے۔ خواص میں یہ عقیدت ایک جذبہ اور عوام میں ایک جنون کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔"

یورپ اور امریکہ کی عیسائی اور سیکولر حکومتیں پیروان محمد ﷺ کے اس اجتماعی شعور سے واقف ہیں۔ اس کا تاریخی پس منظر بھی ان کے سامنے موجود ہے۔ گذشتہ صدیوں میں جب مسلمان سپین، فرانس، روم،

یونان، بلغاریہ، روس اور یورپ کے علاوہ ایشیا اور افریقہ کے ممالک میں حکمران رہے ہیں۔ وہاں انہوں نے اسلامی رواداری سے کام لیتے ہوئے عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں اور دیگر غیر مسلموں کو اپنے ساتھ شریک اقتدار کیا ہے اور انہیں اپنے مذہب کی عملداری میں پوری آزادی دی ہے۔ ان کے مذہبی معاملات اور عبادات میں کبھی کوئی دخل اندازی نہیں کی۔ انہوں نے اپنی حکومتوں کے خلاف کھلی بغاوت کرنے والوں کو بھی معاف کر دیا ہے۔ لیکن اپنے پیغمبر کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو اپنے قانون کے مطابق قرار واقعی سزا دی ہے۔ چند سال پیشتر ایک بدبخت شخص سلمان رشدی نے عیسائیوں کا آلہ کار بنکر اپنی شرمناک کتاب شیطانی آیات میں پیغمبر اسلام ﷺ کی بالواسطہ اہانت کی جس پر تمام یورپ اور امریکہ ساری دنیا کے مسلمان سراپا احتجاج بن گئے تھے۔

یورپ کی عیسائی اور نام نہاد سیکولر حکومتوں کا شروع ہی سے یہ عجیب وغریب دوہرا معیار رہا ہے کہ اپنے ملکوں میں تو توہین مسیح کے جرم کی سنگین سزا، سزائے موت نافذ رہی ہے اور اب بھی عمر قید کی صورت میں موجود ہے۔ لیکن وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان یا دوسرے مسلمان ملکوں میں پیغمبر اسلام کی اہانت کی سزا سرے سے موجود نہ رہے کیونکہ اس سے عیسائی اور دیگر اقلیتوں کے انسانی حقوق مجروح ہوتے ہیں۔

ریڈرز ڈائجسٹ اور نیویارک کے سنڈے ٹائمز میگزین کے مضمون نگاروں نے راقم کے حوالے سے توہین رسالت کے قانون کو ''قریش بلاس فیمی لاز'' بتلاتے ہوئے اسے پاکستان کا عیسائیوں کے خلاف اعلان جنگ ''Pakistan's war against Christians'' کے عنوان سے مضامین شائع کئے ہیں۔ ایسی ہی بات گذشتہ روز ''توہین رسالت'' کے مذاکرے میں مسیحیوں کے نمائندے جان الیگزینڈر ملک بشپ نے کہی ہے۔ یورپ میں لاس فیمی لا کے متعلق انکا ارشاد ہے۔ کہ توہین مسیح کا قانون وہاں حضرت مسیح کی تضحیک اور تمسخر پر حرکت میں آتا ہے۔ لیکن یورپی ملکوں میں مسلمانوں کے محبوب پیغمبر ﷺ کے خلاف کارٹون اور خاکوں کے ذریعہ جو تمسخر کیا جا رہا ہے اور ان کی مقدس ذات کی تضحیک کی جا رہی ہے اسے وہاں کی حکومتیں اور عیسائی اور دنیا پریس اور آزادئ اظہار کا نام دے رہی ہے جس کو وہ اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں اور ایسی غیر اخلاقی اور ناشائستہ حرکتوں کے بھی اعادہ سے روکنے کے لئے بھی ان حکومتوں نے صاف انکار کر دیا ہے حالانکہ خود ان ملکوں اور ساری دنیا کے آئین اور قانون میں اظہار رائے کی آزادی کی واضح حدود متعین ہیں۔ اس مضمون میں ان ملکوں کے آئینی دفعات کی گنجائش نہیں اس لئے ہم یہاں صرف یورپی ملکوں کے کنونشن (آئین) کے آرٹیکل 10 کا حوالہ دیں گے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اظہار آزادی کا حق نہایت حزم واحتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ استعمال کیا جانا

چاہیے۔اس کے ذریعہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ملک میں معاشرے کے خلاقی اقدار، دوسروں کی عزت نفس اوران کے بنیادی حقوق کوگزند پہنچائے۔اس بارے میں یورپی یونین کی ہیومن رائٹس کی اعلیٰ ترین عدلیہ نے سال 1996ء میں برطانیہ کے ہاؤس آف لارڈز کے توہین مسیح کے مقدمہ میں فیصلہ پر اسی آرٹیکل 10 کے تحت اپیل کی سماعت کے بعد ایک اہم اور نہایت دلچسپ مقدمہ ونگرو بمقام مملکت برطانیہ میں بڑامعرکتہ الآرا فیصلہ صادر کیا ہے۔ جو یورپی یونین کے تمام ممبر ملکوں پر لاگو ہے۔اس فیصلہ کا مختصر ساذکر ہمارے ملک کے حکمرانون کے لئے چشم کشااور سبق آموز ہے۔

برطانیہ میں ایک فلم ڈائریکٹر مسٹر ونگرو نے ایک ویڈیوفلم تیار کی جس میں سولہویں صدی کی عیسائی راہبہ سینٹ ٹریسا جو جناب یسوع مسیح کی بڑی عیقدت مندتھی حالت وجد میں صلیب کے گرد رقص کرتے ہوئے اپنا گریبان چاک کر کے اپنے عریاں سینہ کولہو رنگ کرلیتی ہے اور اسی حالت میں تصوراتی مسیح سلیب کے بوسہ لیتی ہے جس پر جناب مسیح کے لبوں کو بھی ہلکی سی جنبش ہوتی ہے۔اس فلم کو برطانیہ کے سنسر بورڈ نے نمائش کی اجازت دینے سے انکار کردیا جس پر یہ معاملہ عدالتوں تک پہنچا۔ جہاں یہ قرار دیا گیا کہ یہ مقدس سینٹ ٹریسا کے کردار کی توہین ہے جس سے برطانیہ کے عیسائی شہریوں کے جذبات مشتعل ہونے کا اندیشہ ہے۔ان فیصلوں کے خلاف جوڈیشنل ریویو کے لئے یہ مقدمہ برطانیہ کی سب سے بڑی عدلات ہاؤس آف لارڈز میں سماعت کے لئے آیا۔ وہاں کے تمام جج حضرات نے ماتحت عدالتوں کے فیصلہ کو بحال رکھا۔ عدالت عظمیٰ کے ایک معروف لبرل جج اسکارمین نے یہ بھی قرار دیا کہ بلاس فیملی لا برطانیہ کی سالمیت کے لئے ناگزیر ہے۔اس فیصلہ کو مملکت برطانیہ کے خلاف مسٹر ونگرو نے یورپی یونین کے حقوق انسانی کی اعلیٰ ترین عدالت میں چیلنج کردیا کہ اس فیصلہ سے ایک آزاد ملک کے آزاد شہری کے آزادیٔ اظہار کے حقوق ختم ہوئے ہیں جو یورپی یونین کے کنونش (آئین) کے آرٹیکل 10 کی صحیح خلاف ورزی ہے۔یورپ کے ہیومن رائٹس کی اس عدالت عالیہ نے اپنے آئین کی آرٹیکل 10 کی تشریح کرتے ہوئے ہاؤس آف لارڈز کے فیصلہ کی توثیق کردی اور ونگرو کی اپیل کو مسترد کردیا۔ مملکت برطانیہ کے حق میں فیصلہ صادر کرتے ہوئے لکھا کہ توہین مسیح کے قانون کی بدولت حقوق انسانی کا تحفظ برقرار رہتا ہے۔

یورپ کے ہم جیسے خوش فہم مسلمانوں نے اس عالی مرتبت عدالت میں سلمان رشدی کے حوالہ سے اپنے جائز حقوق انسانی کے لئے دادرسی طلب کی لیکن کون سنتا ہے فغان درویش، غریب مسلمانوں کو فریاد کی اجازت بھی نہیں مل سکی۔ یہ ہیں یورپ کے وہ حقوق انسانی جن سے دنیا کی تمام دوسری اقوام سے صرف ایک مسلمان قوم جس کے پیروسوا ارب سے زیادہ ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں محروم کردیا

گیا۔

مسلمان ملکوں میں کروسیڈ کے نام پر خونریز جنگ اور قتل و غارت گری اور ان کے جغرافیائی سرحدوں میں گھس کر وہاں کے نہتے، بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور مردوں کا سفاکانہ قتل عام جاری ہے اور اب مسلمان ملکوں کی نظریاتی سرحدوں پر یلغار کی جو محرکات ہیں اس کی تہہ اور تحت شعور میں تین صدیوں کی مسلسل صلیبی جنگوں میں یورپ اور پاپائیت کی شکست کا انتقامی جذبہ کارفرما ہے۔ لیکن مغرب اس غیر انسانی مجرمانہ کاروائیوں کے انجام سے بے پرواہو کر سپر پاور ہونے کے زعم میں جس طرح کھیل کھیل رہا ہے اس نے تہذیبوں کے تصادم سے انسانیت کو تباہی کے مہیب غار کے خوفناک دہانہ تک پہنچادیا ہے۔ اب ذراسی سہل انگاری اس کرۂ ارض پر انسان کے وجود ہی کو نیست و نابود کر دے گی۔

(روزنامہ نوائے وقت، 8 فروری 2006ء)

محمد ابن سخون

فرماتے ہیں کہ اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ حضور ﷺ کا گالی دینے والا کافر ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید ہے۔ پوری امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور جو اسکے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔

(نسیم الریاض: جلد: ۴، صفحہ: ۳۳۸)

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے

نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

عابدہ سلطان

مغرب کی اسلام دشمنی

12 توہین آمیز خاکوں کی اشاعت مغربی ممالک کے اخبارات میں کوئی پہلی اسلام دشمنی کی سازش نہیں ہے۔ بلکہ مغرب کی طرف سے روز اول ہی سے اسلام ایسی سازشوں کا شکار ہے۔ مغرب کی اسلام دشمنی کا منہ بولتا ثبوت فلسطین کی سرزمین پر یہودی صیہونیت کے ہاتھوں یہودیوں کے لئے بسایا ہوا ملک اسرائیل بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے یہ ناسور فلسطینی مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے ایک رستا ہوا زخم ہے۔ جس کا درد ہر مسلمان اپنے دل میں محسوس کرتا ہے ٹریڈ سنٹر پر حملہ ہو یا لندن پر اسکا مورد الزام مسلمانوں کو ہی ٹھہرایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے لندن پر حملے کی خبر سنتے ہی کہہ دیا تھا کہ اس میں اسلامی دہشت گرد ملوث ہیں۔ گوانا موبے اور ابوغریب جیلیں بھی امریکہ کی اسلام دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ انسانی حقوق کے علمبردار امریکہ مسلمانوں کو کس طرح اپنے ظلم وستم اور بربریت کا نشانہ بنا رہا ہے۔ اب یہ بات پوری دنیا سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ گوانتا موبے کے مسلمان قیدی کے خط نے امریکہ کے وحشیانہ ظلم وستم کو پردہ چاک کرتے ہوئے لکھا کہ کس طرح امریکی فوج دن رات مسلمانوں کے سامنے قرآن کی بے حرمتی کرتی ہے اور مسلمان قیدیوں کو بھیڑ بکریوں سے بھی بدتر سلوک کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ عراق فلسطین اور افغانستان پر حملے اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ مغرب میں بڑھتی ہوئی اسلام کی مقبولیت سے خائف یورپی ممالک جھنجھلاہٹ کا شکار ہیں اسی جھنجھلاہٹ کا شکار ہو کر یورپی کبھی 9/11 کا بہانہ بنا کر افغانستان پر حملہ کرتا ہے کبھی عراق کو اپنے ظلم وستم کا شکار کرتا ہے اور کبھی توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کر کے مسلم امہ کو بے چین و بے قرار کرتا ہے۔ درحقیقت مغرب خود اس حقیقت سے فرار حاصل کرنا چاہتا ہے کہ مغرب میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔ یورپی ممالک میں مسلمانوں کی تعداد میں تیزی کے ساتھ اضافے کے آگے امریکہ کو اپنی سپر طاقت بھی بے بس ہوتی نظر آ رہی ہے کیونکہ ایک محتاط اندازے کے مطابق یورپ میں ایک ایسی نسل تیار ہو چکی ہے جو چلنے پھرنے اور پہننے اوڑھنے کے انداز سے یورپی باشندے ہیں مگر مذہب ان کا اسلام ہے اور یورپی شہریت بھی رکھتے ہیں اس لئے یورپی ممالک محتاط بھی ہیں اور خوف زدہ بھی کیونکہ وہ جانتے ہیں

یہی وہ نسل ہے جو کسی بھی وقت خوفناک حملے میں اپنا موئثر کردار ادا کرسکتی ہے۔ توہین رسالت پر مبنی خاکوں کی اشاعت نے دنیا کو ایک دفعہ پھر تہذیبوں کے تصادم کی طرف دھکیل دیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کی سازش کے تحت مغرب یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اسلامی بلاک کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھ سکے اس لئے امریکہ صدر بش نے کہا کہ ہم نے عراق پر حملہ کر کے اسلامی دہشت گردوں کے لئے راستہ ہموار کردیا ہے تا کہ ان سرگرمیوں کو عراق تک محدود کر دیا جائے اس کو امریکی صدر کی خوش فہمی کے علاوہ کچھ نہیں کہا جاسکتا توہین رسالت پر مبنی خاکوں کی اشاعت پر مسلم ممالک کا پرزور احتجاج امریکی صدر کی یہ خوش فہمی دور کرنے کے لئے کافی ہے رسول کریم ﷺ کی توہین مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت ہے ایسی ناپاک اور گستاخانہ جسارت سے مغرب کو روکنے کے لئے احتجاج کی نہیں عملی اقدام کی ضرورت ہے اس سلسلے میں ڈنمارک سے سفارتی تعلقات ختم کرنا اور ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کافی نہیں ہے بلکہ تمام مصنوعات کا نہ صرف بائیکاٹ کیا جائے بلکہ ان سے سفارتی تعلقات بھی معطل کئے جائیں جو ان توہین آمیز خاکوں کی اشاعت میں برابر کے شریک ہیں اگر تمام عرب ممالک مغرب کا تیل بند کردیں تو مغربی ممالک کا اپنے ہی ملکوں میں پہیہ جام ہوکر رہ جائے گا۔ انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس کوئی ایسا پلیٹ فارم نہیں ہے جہاں وہ اکٹھے ہوکر اسلام کو مغرب کی ریشہ دوانیوں سے بچاسکیں او آئی سی ایک کمزور پلیٹ فارم ہے اس کو مضبوط بنیادوں پر تعمیر کرنے کی ضرورت ہے جب تک اس کا اعتماد بحال نہیں کیا جائے گا اسلام اسی طرح مغرب کی سازشوں کا شکار ہوتا رہے گا۔

انشاء اللہ وہ دن آئے گا جب ستاون مسلم ممالک میں سے پچاس ایٹمی اسلامی طاقتیں دنیا کے نقشے پر ابھر کر سامنے آئیں گی سپر طاقت امریکہ نہیں اسلام ہوگا۔

سعودی حکومت نے رسول کریم ﷺ کی حیات مبارک پر کتاب ڈینش زبان میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے یہ فیصلہ قابل ستائش اور قابل تقلید بھی ہے ایسا صرف ڈینش زبان ہی نہیں بلکہ جرمنی، اٹلی، فرانسیسی اور بہت سی مغربی زبانوں میں اسلام کی تعلیمات اور حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے متعلق شائع ہونی چاہئیں تا کہ یورپی لوگوں کے اسلام کے بارے میں شک وشبہات دور ہوسکیں یہی وہ عمل قدم ہے جو مغرب کو اسلام سے دور نہیں بلکہ قریب لے آئے گا۔

(روزنامہ دن، یکم اپریل 2006ء)

عباس مہکری

مغربی ملکوں کی دورُخی پالیسی

برطانوی موٴرخ ڈیوڈ اورنگ کو آسٹریا میں تین سال قید کی سزا سنا کی جیل میں ڈال دیا گیا ہے انہیں قید خانے میں روزانہ 23 گھنٹے قید تنہائی میں رکھا جاتا ہے ان کا قصور صرف یہ ہے کہ انہوں نے ہولوکاسٹ سے انکار کیا ہے کیونکہ یہودیوں کا خیال یہ ہے کہ جرمنی کے ڈکٹیٹر حکمران ہٹلر نے یورپی یہودیوں کے خاتمے کے ان کے قتل انبوہ یعنی ہولوکاسٹ کا پروگرام بنایا تھا۔ اس بات سے انکار کرنے والوں کو مجرم تصور کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہولوکاسٹ سے انکار یہودیوں کے مذہبی جذبات مجروح کرنے کے مترادف ہے۔ واضح رہے کہ آسٹریا ان گیارہ مغربی ملکوں میں شامل ہے جہاں جنگ عظیم دوم میں یہودیوں کے ہولوکاسٹ کی تردید کے خلاف قانون موجود ہے۔ اسیر برطانوی مورخ ڈیوڈ اورنگ نے اگلے روز ایک برطانوی نشریاتی ادارے کو انٹرویو دیا اور ایک بار پھر اپنے موقف کا اعادہ کرتے ہوئے ہولوکاسٹ سے انکار کیا ان کا کہنا ہے کہ ہٹلر نے یورپی یہودیوں کے خاتمے کے لئے کوئی منظم پروگرام نہیں تھا۔ البتہ جنگ عظیم دوم کے دوران یہودیوں کو گیس کے ذریعے ہلاک کرنے کے چند واقعات ہوئے ہوں گے۔ اگر تمام یہودیوں کو مار دینے کے پروگرام کو جرمن فوجیوں کی بہیمانہ کاروائیوں کے تناظر میں دیکھا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنے سارے یہودی کیسے بچ گئے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ آزادی اظہار کی سب سے بڑی علمبردار مغربی دنیا برطانوی مورخ کی اس سزا پر خاموش ہے۔ حالانکہ یہ یہودیوں کا موقف ہے کہ ہٹلر نے یہودیوں کے مرگ انبوہ کا پروگرام بنایا تھا بعض دیگر لوگوں کا موقف یہ ہے کہ ایسا کوئی پروگرام نہیں بنایا گیا۔ مغرب آزادی اظہار کے ساتھ ساتھ اختلاف رائے کی آزادی کی وکالت بھی کرتا ہے۔ لیکن اس معاملے پر اختلاف رائے ایک جرم بنایا گیا ہے اس کے لئے یہ جواز پیش کیا جاتا ہے کہ کسی کے مذہبی جذبات کو مجروح نہیں کرنا چاہئے اور کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہئے جس سے کسی کی دل آزاری ہو صرف یہی نہیں کہ برطانوی مورخ کو قید تنہائی کی سزا سنائی گئی ہے۔ کچھ عرصے قبل لندن کے میئر کو ایک ہفتے کے لئے معطل کر دیا ان پر الزام یہ تھا کہ انہوں نے ایک یہودی شہری کے مذہبی جذبات کی توہین کی ہے۔

کسی کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے جرم میں سزا دینے کے یہ دونوں واقعات حال میں رونما ہوئے جب پوری دنیا کے مسلمان ڈنمارک اور دیگر مغربی ملکوں کے اخبارات میں حضور سرورِ کونین ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے خاکوں کی اشاعت پر احتجاج کررہے تھے۔ عالمِ اسلام کا موقف یہ تھا کہ ان اخبارات نے توہین آمیز خاکے شائع کرکے کرۂ ارض پر رہنے والے ہر مسلمان کی دل آزاری کی ہے لہٰذا نہ صرف اخبارات کے مالکان، مدیران اور ملعون کارٹونسٹ کو معافی مانگنی چاہئے بلکہ ان مغربی ممالک کی حکومتوں کو بھی معافی مانگنی چاہئے جہاں کے اخبارات اس جرم کے مرتکب ہوئے مگر انتہائی افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی چاہئے کہ کسی بھی مغربی ملک نے مسلمانوں کے اس موقف کی حمایت نہیں کی۔ یہ انتہائی دہرا معیار اور منافقانہ رویہ ہے۔ امریکی صدر سمیت بعض مغربی ممالک کے رہنماؤں نے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کو غلط اقدام قرار دیا لیکن انہوں نے بھی یورپی حکومتوں اور اخبارات کو معافی مانگنے پر زور نہیں دیا۔ امریکہ اور یورپ کے بعض حلقے تو مسلمانوں کے خلاف ایک نفرت انگیز اور خوفناک مہم چلانے لگے انہوں نے اپنی متعصّبانہ سوچ کو ''آزادی اظہار'' کے تحفظ کی جدوجہد کا نام دے دیا اور پورے مغرب کو مسلمانوں کے خلاف متحد اور منظم ہونے کی کال دی یہ قطعی طور پر ناانصافی ہے۔ امریکہ سمیت کئی مغربی ممالک ایسے ہیں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی اور توہین کو ایک جرم قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کے لئے سزائے موت یا عمر قید کی سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ اگر مسلمان اپنے پیغمبر ﷺ کی توہین پر سراپا احتجاج ہیں تو مغرب اسے غلط رنگ کیوں دے رہا ہے اور مسلمانوں کو انتہا پسند کیوں کہا جارہا ہے۔

پیغمبرِ اسلام ہادیٔ برحق حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس مسلمانوں کے لئے اس کائنات میں سب سے زیادہ محترم اور معظم ہے۔ مسلمان ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لئے اپنی جانیں بھی قربان کرسکتے ہیں اگر ہولوکاسٹ سے انکار پر مغربی ممالک کے قوانین حرکت میں آسکتے ہیں اور کسی کے مذہبی جذبات مجروح کرنے پر لندن کے میئر کو معطل کیا جاسکتا ہے تو پھر یہ کونسی آزادی اظہار ہے کہ ایک ارب سے زائد انسانوں کے مذہبی جذبات پر ضرب کارلگانے کو ایک جرم قرار نہ دیا جائے اور اس بہیمانہ حرکت کے مرتکب افراد کو سزا سے بچایا جائے۔ جب سے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا معاملہ سامنے آیا ہے کوئی بھی مسلمان غم و غصے کے باعث ایک لمحہ بھی چین سے نہیں بیٹھ سکا ہے۔ اگر دنیا کی اتنی آبادی رنج والم میں مبتلا ہے اور کرۂ ارض کے ہر کونے میں احتجاج کررہی ہے تو یہ کہاں کی انسانیت ہے کہ ان کے اس احتجاج پر کوئی توجہ نہ دی جائے۔

مغرب کے بعض حلقوں کا یہ کہنا ہے کہ مسلمان انتہا پسند ہیں، کسی بھی طرح درست نہیں ہے۔ انتہا پسند تو مغرب والے یہ حلقے ہیں جو اپنے مذہبی جذبات مجروح ہونے کو تو ایک جرم قرار دیتے ہیں جبکہ وہ دوسروں کے مذہبی جذبات کا احترام نہیں کرتے۔ مسلمان تو تمام پیغمبروں کا احترام کرتے ہیں۔ اور

الہامی کتابوں کو مانتے ہیں۔ مسلمانوں کا تو ایمان ہی اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ تمام پیغمبروں اور الہامی کتابوں پر ایمان نہ لے آئیں۔ وہ تو کسی پیغمبر کی شان میں گستاخی کا تصور ہی نہیں کر سکتے۔ ایسی رواداری کا مظاہرہ مسلمانوں کے علاوہ کوئی اور نہیں کرتا یہ مسلمان ہی ہیں جو اپنے نام دیگر انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر رکھتے ہیں۔ مسلمانوں میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جن کے نام ابراہیم، عیسیٰ، موسیٰ، ہارون، یعقوب، ادریس، یحییٰ اور سلیمان ہیں۔ جو انبیاء علہیم السلام کے ناموں پر رکھے گئے ہیں لیکن ایسی کوئی مثال نہیں ملتی ہے کہ کسی غیر مسلم نے اپنا نام محمد رکھا ہو، اسلام نے مسلمانوں کو واضح احکامات جاری کئے ہیں کہ وہ کسی کے مذہب کو برا نہ کہیں اور "تم اپنے دین پر قائم رہ اور میں اپنے دین پر قائم ہوں" کے اصول پر عمل پیرا ہیں۔ مسلمانوں کو یہ بھی ہدایت ہے کہ وہ کسی کے خدا کو برا نہ کہیں تا کہ کوئی ان کے خدا کے خلاف بات نہ کرے۔ تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جن میں مغرب کے انتہا پسند حلقوں نے اسلام کی توہین کی لیکن تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ مسلمانوں کی طرف سے کسی مذہب کی توہین کی گئی ہو یا کسی ایسی ہستی کی شان میں گستاخی کی گئی ہو جو کسی مذہب کے ماننے والوں کے لئے محترم ہو۔ پیغمبر اسلام ﷺ محسن انسانیت ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی اپنی الہامی کتابوں میں آپ ﷺ کے بارے میں بشارت دے دی گئی تھی کہ آپ جب دنیا میں تشریف لائیں گے تو نبوت اور رسالت کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور رشد و ہدایت کا عمل مکمل ہو جائے گا۔ آپ ﷺ امام الانبیاء ہیں۔ جن لوگوں نے ختم المرسلین ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے وہ دراصل تمام انبیاء علیہم السلام کی گستاخی کے مرتکب ہوئے ہیں اور ان کا جرم دنیا کے ہر مذہب، ہر قانون اور انسانی معاشروں کی اخلاقیات کے تناظر میں قابل تعزیر ہے۔ آزادی اظہار کے نام پر اس بات کی کہیں بھی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ دنیا کی ایک ارب سے زائد آبادی کے لئے محترم ترین ہستی کی توہین کی جائے یا کسی کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا جائے۔ مغربی دنیا کو چاہئے کہ وہ اس معاملے کا سنجیدگی سے نوٹس لے یہ معاملہ آزادی اظہار کا نہیں بلکہ مذہب کے احترام کا ہے۔ مغرب کے اس دہرے معیار سے ایسی کشیدہ صورتحال پیدا ہو رہی ہے جسے بعض مغربی دانشور، تہذیبوں کے درمیان جنگ کا نام دیتے ہیں۔ مسلمان انتہا پسند نہیں ہیں اگر مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانا بعض مغربی ممالک کے قوانین کے تحت جرم ہے تو اس بات کو بھی تسلیم کیا جانا چاہئے کہ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر مسلمانوں کا احتجاج جائز ہے۔ مغرب نے اپنا دہرا معیار ختم نہ کیا تو صورتحال عالم امن کے لئے خطرہ قرار دیا جائے بلکہ مجرموں کو سزا بھی ملنی چاہئے۔ مجرموں کی حمایت کرنے والوں حکومتوں کو معافی بھی مانگنی چاہئے اور عالمی سطح پر ایسے قوانین بھی بنانے چاہئیں کہ آئندہ کوئی بھی ایسے مکروہ فعل کو جرأت نہ کر سکے۔

(روزنامہ جنگ، 8 مارچ 2006ء)

ارشاد احمد حقانی

مغربی تہذیب۔ اسلام دشمنی کے عمیق اسباب

کوئی سمجھے یا نہ سمجھے، کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے ڈنمارک میں شائع ہونے والے اہانت آمیز خاکے اس عیسائی اور مغربی ذہنیت کا اظہار ہیں جو اسلام، پیغمبرِ اسلام ﷺ اور مسلمانوں کے بارے میں صدیوں سے مغرب کے دل و دماغ میں موجود ہے۔ ممتاز نومسلم سکالر علامہ محمد اسد نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''دی روڈ ٹو مکہ'' کے دیباچے میں بڑی تفصیل سے اس موضوع پر اظہار خیال کیا ہے کہ اسلام کے بارے میں مغربی اقوام کا رویہ معاندانہ کیوں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ صلیبی جنگوں سے پہلے کی صدی اور پھر صلیبی جنگیں تہذیب مغرب اور اس کے ماننے والوں کے حافظے میں اس طرح موجود اور برسرکار ہیں جس طرح ایک انسان کے بچپن کی یادیں، تعصبات، ہمدردیاں اور مخالفتیں ساری زندگی اس کے ساتھ رہتی ہیں اور وہ ان سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ اس نے جب اپنی مذکورہ کتاب لکھی تو اس وقت تک ''تہذیبوں کے تصادم'' نام کی کوئی تھیوری پیش نہیں کی گئی تھی اور کتاب کے تحریر کئے جانے کے وقت مسلمانوں اور مغربی اقوام کے درمیان کوئی گرم محاذ بھی کھلا ہوا نہ تھا۔ مسلمان بالعموم دنیا میں پسماندہ تھے۔ سیاسی آزادی سے بھی محروم تھے اور مغرب کی کسی فکری یا نظریاتی یلغار کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں بھی نہ تھے۔ اس پوزیشن میں تو وہ اب بھی پوری طرح نہیں ہیں لیکن پچھتر اسی سال پہلے تو مسلمان اور بھی زیادہ کمزور پوزیشن میں تھے۔ اس وقت علامہ اسد کی باریک بین نگاہوں اور ان کے ذہن رسا نے مغربی اور اسلامی تہذیب کے درمیان تصادم کے عمیق اسباب کا تعین کر لیا تھا۔ آج تو ڈنمارک کے وزیر اعظم کہتے ہیں کہ کارٹونوں کا معاملہ صرف ان کے ملک تک محدود نہیں رہا یہ ''یورپ بمقابلہ عالم اسلام'' کا رنگ اختیار کر چکا ہے۔ وزیر اعظم شوکت عزیز نے کہا ہے کہ اسلام تہذیبوں کے تصادم پر یقین نہیں رکھتا اور او آئی سی کے ارکان کو عالمی سطح پر یکہ و تنہا رہ جانے کے خدشے اور اندیشے سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔ جناب شوکت عزیز تہذیبوں کے تصادم کے نظریئے کو درست مانتے ہوں یا نہ مانتے ہوں۔ خاکوں کی اشاعت، اس پر مسلمانوں کے ردعمل نیز ڈنمارک کے وزیر اعظم اور ان کی حکومت اور متعلقہ اخبار یا اخبارات کے ایڈیٹروں کے اظہار افسوس اور اظہار ندامت کرنے اور معافی مانگنے سے

انکار سے ظاہر ہوتا ہے کہ تصادم کی جڑیں، بہت گہری ہیں اور تنازع صرف آزادیٔ اظہار کی حدود اور انداز کا نہیں ہے۔اسد نے اسلامی اور مغربی تہذیبوں کے درمیان مخاصمت کے عوامل کی جو تشخیص پون صدی پہلے کی تھی اس کی ایک دو جھلکیاں میں آپ کو انہی کے الفاظ میں دکھانا چاہتا ہوں۔اسد لکھتے ہیں۔

What occldentals think and feel about Islam today is rooted in impressions that were born during the Crusedes.

"The Crusdes!" exclaimed my friend.'You don't mean to say that what happened nearly a thousand years ago could still have an effect on people of the twentieth century?'

But it does! I know it sounds incredible, but don't you remember the incredulity which greeted the early discoveries of the psychonalysts when they tried to show that much of the emotional life of a mature person and most of those seemingly unaccountable leanings, tastes and prejuduces comprised is the term "idiesynerasies" can be traced back to the experiences of his most formativeage, his early childhood? well, are nations and civilization anything but collective individuals? their development also is bound up whith the experiences of their early childhood. As with children, those experiences may have been pleasant or umpleasant they may have been perfectly rational or, alternatively, due to the child's native misinterpretation of an event, the moulding effect of every such experience depends primarily on its original intensity.the century immediately preceding the crussades, that is, the end of the first millenium of the Christian era, might will be described as the early childhood of western civilization....

آگے چل کر وہ مزید کہتے ہیں۔

The traumatic experience of the Crusades gave Eupose its cultural awareness and its unity: but this same experience was destined henceforth also to provide the false colour is which Islam was to appear to Western eyes. Not simply because the Crusades meant war and bloodshed. So may wars have been waged between nations and subsequently forgotten, and so many animosities which in their time seemed Ineralicdicable have later turned in to frindships.

The Damage caused by the Crusades was not restricted to a clash of Weapon; It was, first and formost, an intellectual damage the poisoning of the Western mind against the Muslim world through a deilberate misrepresentation of the teaching and ideals of Islam. For, if the call for a crusade was to maintain its validity, the prophet of the Muslims had, of necessity, to be stamped as the Anti-Christ and his religion depicted in the most lurid terms as a fount of immorality preversion. It was at the time of the Crusades, that the ludicrous notion that Islam was a religion of crude sensualism and brutal violence, of an observance of ritual instead of a purification of the heart, entered the western mind and remained there; and its was then that the name of the Prophet Muhammad - the same Muhammad who had insisted that his own followers respect the prophets of other religions - was contemptuously trnsformed by Europeans in to "Mahound"

آپ دیکھیں گے کہ اسد کے نزدیک مغربی تہذیب کی نفسیات میں صدیوں سے یہ سوچ موجود ہے کہ اسلام ان کا دشمن ہے اور نعوذ باللہ پیغمبر اسلام ﷺ ایک ایسے مذہب کے بانی ہیں جو غیر مہذب ہے۔ اس کی اس تشخیص میں جس قدر صداقت ہے حالیہ واقعات نے اس کو ہمیشہ سے بڑھ کر مبرہن، واضح اور نمایاں کر دیا ہے۔ پاکستان کی یہ تجویز مفید ہے کہ خاکوں کی اشاعت سے پیدا ہونے والے بحران پر غور کرنے کے لئے او آئی سی کے وزرائے خارجہ کا ہنگامی اجلاس بلایا جانا چاہئے۔ یہ اجلاس جبھی موجودہ بحرانی کیفیت میں کوئی مؤثر کردار ادا کر سکے گا جب او آئی سی کے وزرائے خارجہ تنازعے کی تہہ تک جانے کی کوشش کریں گے اور محض "گونگلوؤں سے مٹی جھاڑنے" تک محدود نہیں رہیں گے۔ بد قسمتی سے او آئی سی کا اب تک کا کردار امریکہ اور مغرب کے حوالے سے زیادہ اعتماد فزا اور جاندار نہیں رہا۔ اب اسے امید افزا اور جاندار بنانا مقصود ہے تو مسلمان وزرائے خارجہ کی سوچ میں خود اعتمادی اور آزادی عمل پیدا ہونی ضروری ہے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ وزرائے خارجہ بعض فرسودہ کلیئے کے اعادے سے زیادہ کچھ نہیں کر سکیں گے۔ لیکن میری دانست میں خاکوں کی اشاعت ایک خیر مستور بھی ثابت ہو رہی ہے جس نے عالم اسلام کو جھنجھوڑا ہے نیز امہ کے تصور کو مضبوط کیا ہے۔ ہمارے اکثر و بیشتر لبرل، دانشور یہ کہنے کے عادی ہیں کہ امہ کا تصور بے معنی ہے اور امہ نام کی کوئی چیز موجود نہیں۔ وہ خاکوں کی اشاعت پر سامنے آنے والے رد عمل کو دیکھیں جو مراکش سے انڈونیشیا تک بالکل یکساں ہے تو انہیں بآسانی سمجھ

آجائے گا کہ عالم اسلام ایک مخصوص معنوں میں ایک فکری اور عملی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ظاہر ہے کہ اوآئی سی کے ارکان کی تعداد 58 ہے۔ان کے اپنے اپنے قومی مفادات ہیں۔ان میں اختلافات بھی پائے جاتے ہیں۔انکے درمیان مسلح تصادم بھی ہوجاتے ہیں لیکن فکروعمل کے اشتراک اور اتحاد کی ایک زیریں لہر بھی پورے عالم اسلام میں موجود ہے۔گیلپ سروے آف پاکستان کے جناب اعجاز شفیع گیلانی نے مجھے بتایا ہے کہ جب بہت سے معاصر مسائل پر دنیا کے مختلف ملکوں اور براعظموں میں بسنے والے مسلمانوں کے ردعمل کا سروے کیا گیا تو ان کے جوابات میں حیرت انگیز مماثلت پائی گئی۔وہ ایک ہی طرح سوچتے تھے اس لئے امہ کو محض ایک واہمہ کہنا اب کسی ہوش مند مسلمان کے لئے ممکن نہیں ہونا چاہئے۔جیسا کہ عرض کیا خاکوں کی اشاعت عالم اسلام کے لئے ایک خیر مستور ثابت ہوئی ہے۔جوان کی سوچ اور عمل میں یکجائی اور یکجہتی پیدا کرنے کا باعث بنے گی اور شاید اسی وجہ سے اوآئی سی بھی ایک زیادہ فعال تنظیم بن سکے۔

(روزنامہ جنگ، 23 فروری 2006ء)

امام ابن ہمام حنفی

فرماتے ہیں۔"جو شخص حضور ﷺ سے اپنے دل میں بغض رکھے وہ مرتد ہے اور آپ ﷺ کو گالی دینے والا بدرجہ اولی مرتد ہوگا پھر ہمارے نزدیک اسے بطور حد (سزا) قتل کیا جائے"۔ (فتح القدیر: جلد:۳، صفحہ:۴۰۷)

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

عائشہ چودھری

اسلام مخالف قوتوں کے مذموم عزائم

کمیونزم کے خاتمے کے بعد اسلام کو سب سے بڑا دشمن قرار دیکر کئی ایسے اقدام کئے گئے ہیں جس کا مقصد مسلمانوں اور اسلام کو نقصان پہنچانا ہے۔ اس سلسلہ میں ایران ، عراق کی جنگ کروا کے مسلمانوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں مروایا گیا پھر عراق اور کویت کے درمیان جنگ میں ہزاروں مسلمانوں کا خون بہا پھر امریکہ نے نام نہاد دہشت گردی کا نعرہ لگاتے ہوئے افغانستان پر حملہ کیا اور ہزاروں بے گناہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ، بے گناہ اور معصوم لوگ جو پہلے ہی روس کی جنگ کی وجہ سے زبوں حالی کا شکار تھے۔ غربت اور افلاس میں گھرے ہوئے تھے۔ ان بے چاروں پر مزید ظلم کے پہاڑ ڈھائے گئے اور ان پر فضائی حملے کر کے ان کے گھروں کو کھنڈر بنا دیا گیا اور ان بے چاروں کو پاکستان اور ایران میں پناہ لینے پر ایک بار پھر مجبور کیا گیا اور بے حسی اور سنگدلی کا یہ سلسلہ یہی پر ختم نہیں ہوا بلکہ پھر ایک بار نام نہاد دہشت گردی کا نعرہ بلند کر کے اور خطرناک ہتھیاروں کو جھوٹا الزام لگا کر عراق پر حملہ کیا گیا اور ہزاروں عراقیوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا اور صدر صدام حسین جو کبھی امریکہ کا خاص دوست تھا اس کا حشر جو ہو رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ افغانستان اور عراق میں ابھی تک امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی افواج نیٹو کے تحت موجود ہیں اور خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے۔

مسلمانوں کے خلاف یہ کشت وخون ابھی جاری ہے مگر دنیا میں سب سے پہلے ایٹم بم کا استعمال کرنے والا ملک امریکہ آج ''امن عالم'' اور ''خطرناک جوہری ہتھیاروں'' کے خاتمے کا نام نہاد خاتمہ کرنے کا علان کرتا ہوا دنیا کو یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہا ہے کہ ایران دنیا کا سب سے بڑا خطرناک ملک ہے اور اس کے خلاف کاروائی کرنی چاہئے تاکہ وہ ایٹم بم نہ بنا سکے حالانکہ ایران بار بار یہ کہہ چکا ہے کہ اس کا ایٹمی پروگرام پرامن ہے مگر انکل سام کو کسی صورت یقین نہیں آرہا ہے کیونکہ شاید انکل سام کے نزدیک جوہری توانائی کا استعمال کرنے کا حق صرف ان کا ہی ہے۔ یہ استعمال پرامن ہی کیوں نہ ہو۔ آج بنیاد پرست عیسائی اس عراقی جنگ کو صلیبی جنگ کہہ رہے ہیں اور اس کو ''برائی کے خلاف لڑائی'' قرار دے رہے ہیں۔

اب یورپ اور امریکہ نے اسلامی ممالک پر جنگی حملے کرنے کے ساتھ ساتھ ''اینٹی اسلام کارٹونز'' کی اشاعت کر کے میڈیا وار کا آغاز کیا ہے۔ ڈنمارک کے اخبار '' جے لینڈ پوسٹن'' نے گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کی ہے یہ اشاعت کوئی نادانستہ نہیں تھی بلکہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت کئی ماہ قبل کارٹونسٹوں کو دعوت دی گئی اور ان کے درمیان مقابلہ کروایا گیا اور ان میں سے 12 کارٹونسٹوں کے گھٹیا، بے ہودہ اور دل آزار کاٹونز کو منتخب کر کے شائع کیا گیا اور پھر اسی سکیم کی اگلی کڑی میں ناروے، فرانس، اٹلی، ہالینڈ، آئرلینڈ، سپین اور دیگر کئی ممالک نے ان کارٹونز کی اشاعت کی۔

دنیا بھر میں مسلمانوں نے اس گستاخانہ حرکت کے خلاف مظاہرے کئے ہیں اور اس گستاخانہ اشاعت کے خلاف مسلمانوں میں شدید ردعمل پایا جاتا ہے۔ اس ردعمل کو دیکھتے ہوئے ایک طرف تو امریکہ، برطانیہ اور یورپی ممالک نے ان کارٹونز کی مذمت کی ہے دوسری طرف ان ممالک نے ڈنمارک سے اظہار یکجہتی کی ہے۔ فرانس کے صدر ژاک شیراک نے ڈنمارک کے صدر کو فون پر اپنی مکمل حمایت کا یقین دلایا ہے۔ امریکہ اور یورپ محض اسلامی دنیا کو فریب دینے کے لئے برائے نام مذمت کر رہے ہیں ۔حالانکہ اندر سے سب ایک ہیں اور سب کا اتحاد ہے اور یہ سب اس کروسڈ کا حصہ ہے جس کا اعلان صدر بش کر چکا ہے۔ جس کا نعرہ لگا کر افغانستان اور عراق پر حملہ ہو چکا ہے۔ اور اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دیا گیا ہے۔

یہ کہنا کہ توہین آمیز خاکوں سے تہذیبوں کے درمیان جنگ چھڑ سکتی ہے ''سکتی'' کا کیا مطلب ہے؟ جنگ تو شروع ہو چکی ہے۔ افغانستان اور عراق تو میدان جنگ بن چکے ہیں اب کھل کر صلیبی جنگوں کا نعرہ بلند کرنے کے لئے یہود و نصاریٰ کو ایک اور میدان جنگ چاہئے تا کہ وہ کھل کر اسلام کے خلاف لڑ سکیں۔ بش نے اپنی سالانہ تقریر ''سٹیٹ آف یونین ایڈریس'' میں اسلام کو ''ریڈیکل اسلام'' کہا ہے اور اسلام کے خلاف زہر اگلا ہے یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے کہ اس نے ایسا کیا ہو بلکہ جب سے بش صدر بنا ہے وہ اسلام کے خلاف بولتا ہی رہتا ہے اور اپنے طور پر صلیبی جنگ کا آغاز بھی کر چکا ہے۔ اور اب وہ اس میں بھی کامیاب ہو چکا ہے کہ اپنے مخالف ممالک جرمنی اور فرانس کو بھی اس کام میں شامل کرے۔

یورپی میڈیا نے مسلمانوں کے جذبات مجروح کئے ہیں۔ آزادیٔ صحافت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسروں کے جذبات مجروح کئے جائیں۔ یہ کیسی آزادیٔ صحافت ہے کہ ''ہولوکاسٹ'' پر ایک لفظ لکھنا اور بولنا جرم ہے کہ اس سے یہودیوں کے جذبات مجروح نہ ہوں ان کو تکلیف نہ ہو مگر اسلام کے خلاف یاوہ گوئی کی مکمل آزادی ہے مسلمانوں کے خلاف اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف لکھنا اور کاٹونز بنانا کوئی جرم نہیں ہے یہ کیسا دوہرا معیار ہے کہ مسلمانوں کے خلاف لکھنا اور ان کے جذبات سے کھیلنا کوئی بری بات

نہیں ہے۔

ایران کے ایک اخبار نے جرأت مندانہ اقدام کرتے ہوئے دنیا بھر کے کارٹونسٹوں کو ہولو کاسٹ کے بارے میں کارٹون بنانے کی دعوت دی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ آزادئ صحافت کا نعرہ بلند کرنے والے کیا ایک اسلامی ملک کے اخبار کو اتنی آزادی رائے دیتے ہیں کہ وہ ہولو کاسٹ کا مذاق اڑائے؟ کیا میڈیا کی آزادی کی بات کرنے والے اسلامی میڈیا کو بھی ایسی ہی آزادی دیتے ہیں؟ کیا میڈیا کی آزادی کے حق میں بات کرنے والے ایرانی اخبار کی اس اشاعت کو قبول کرلیں گے؟ بی بی سی نے بھی یہ کارٹونز نشر کئے ہیں اگر ایرانی اخبار کے ہولو کاسٹ کارٹونز کو اسلامی چینل نشر کرتا ہے تو کیا یہ اس کو میڈیا کی آزادی کہہ سکیں گے؟ حالانکہ ''ڈیلی مرر'' کے ایک حالیہ مضمون میں بش نے اپنی خواہش کا اظہار کیا ہے کہ دل چاہتا ہے کہ قطر میں الجزیرہ ٹی وی سٹیشن کو امریکہ مخالف پروگرام نشر کرنے کے باعث بموں سے اڑا دیا جائے۔ صدر بش سے ایک اسلامی چینل کی آزادی برداشت نہیں ہو رہی کہ وہ امریکہ مخالف پروگرام پیش کرتا ہے تو مسلمان کس طرح آزادئ صحافت کے نام پر اپنے محبوب رسول ﷺ کی شان میں گستاخی برداشت کر سکتے ہیں؟

اسامہ بن لادن کی ویڈیو کو یہ لوگ دہشت گردی کی دھمکیاں اور اسامہ کو یہ دہشت گرد اور انتہا پسند، بنیاد پرست اور جانے کیا کیا کہا گیا مگر ان گستاخانہ کارٹونز کو آزادی رائے کہا گیا ہے۔ کیا یہ ایک کھلی دہشت گردی نہیں ہے کہ ایک منظم سازش کے تحت دنیا بھر کے مسلمانوں کو للکارا گیا ہے۔ ان کو مشتعل کرنے کی کوشش کی گئی ہے کیا یہ دہشت گردی کے زمرے میں نہیں آتا کہ امریکہ اور مغربی میڈیا اپنے عوام کو یہ باور کروا رہا ہے کہ ہر مسلمان دہشت گرد اور خون کا پیاسا ہے اور اسلام کو بدنام کرنے کے لئے ''اسلامی دہشت گردی'' اور کبھی ''ریڈیکل اسلام'' کے القاب سے نوازا جاتا ہے کیا یہ دہشت گردی نہیں؟ اسامہ کی تلاش میں افغانستان بمباری کر کے افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی، بے گناہ عراقیوں کا مارنا کیا دہشت گردی نہیں ہے؟ کیا فلسطینیوں کو مارنا دہشت گردی نہیں ہے؟ ابو غریب اور گوانتانامو بے میں جو ہو رہا ہے کیا وہ دہشت گردی نہیں ہے؟ کیا ایران کو حملے کی دھمکیاں دینا دہشت گردی نہیں؟ کیا یہ Christen Terrorism نہیں تو اور کیا ہے؟

کوفی عنان اور کئی یورپی ممالک اب یہ کہہ رہے ہیں کہ اس معاملے کو معاف کر دینا چاہئے اور مسئلہ کو پرامن طور پر حل کیا جانا چاہئے۔ سوال یہ ہے کہ جب ڈنمارک کے اخبار نے یہ خاکے شائع کئے تھے تو اس کو روکنا چاہئے تھا نہ کہ آزادی رائے، آزادئ صحافت کے نام پر حوصلہ افزائی کی جاتی یہ اسی حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے پھر فرانس، جرمنی، ہالینڈ، ناروے اور دیگر کئی ممالک نے بھی یہ خاکے شائع

کرنے کی جرأت کی۔ دوسری طرف ''جے لینڈ پوسٹن'' کے ایڈیٹر فلیمنگ روز نے کہا ہے کہ ''معافی کس بات کی مانگوں''،فلیمنگ روز کا یہ بیان اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ معاملہ کسی طور پر معافی کا مستحق نہیں ہے کیونکہ عالم اسلام نے پہلے ہی سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کے معاملے میں سستی دکھائی ہے یہ اسی کا خمیازہ ہے کہ آج ''جے لینڈ پوسٹن'' کو اتنی جرأت ہوئی کہ وہ ایک پلاننگ کے تحت ہمارے پیارے رسول پاک ﷺ کے گستاخانہ کارٹونز بنائے اور پھر بڑی ڈھٹائی سے یہ کہے کہ میں معافی کس بات پر مانگوں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں اس خبث نے کچھ کیا ہی نہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ امت مسلمہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرے اور جن ممالک نے یہ توہین آمیز خاکے شائع کئے ہیں ان کا تجارتی، سفارتی بائیکاٹ کیا جائے اور احتجاج اور بائیکاٹ کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہنا چاہئے جب تک یورپ میں توہین رسالت ﷺ کو روکنے کے لئے کوئی قانون نہیں بن جاتا تاکہ آئندہ ایسا کوئی واقعہ نہ ہو سکے۔

اینٹی اسلام خاکے شائع کرنے والے تمام اخبارات اور ایڈیٹرز کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے اور وقت کا تقاضا ہے کہ ڈنمارک کے اخبار ''جے لینڈ پوسٹن'' اور اس کے کارٹونسٹوں کے خلاف ''انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس'' میں مقدمہ چلایا جائے۔

وقت کی پکار ہے کہ تمام اسلامی ممالک کے حکمران اب تو ایران کے صدر احمدی نژاد کی طرح جرأت مندانہ رزعمل اپنائیں اور جرأت کے ساتھ اینٹی اسلام قوتوں کی اس گستاخانہ حرکت کا مؤثر طور پر جواب دیں اور مشترکہ لائحہ عمل اپنائیں اور O.I.C کا اجلاس بلایا جائے اور O.I.C کے پلیٹ فارم کو مؤثر طور پر استعمال کرتے ہوئے مغربی دنیا اور امریکہ پر یہ بات واضح کردینی چاہئے کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور ہر مسلمان اپنے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہایت عقیدت اور محبت رکھتا ہے اور اپنی جان و مال سے زیادہ عزیز رکھتا ہے اور اپنے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو کبھی معاف نہیں کرسکتا۔ ہر مسلمان ناموس رسالت ﷺ کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔

نہ ڈریں گے جھکیں گے نہ بکیں گے
اور رسم شبیری اب ہم ادا کریں گے

(روزنامہ صحافت، 19 فروری 2006ء)

شوکت جنجوعہ

تہذیبوں کا تصادم یا قیامت کی آمد

خیال پرانا ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ گزشتہ میں صدیوں یا دو ہزار برسوں میں اتنی ایجادات ہوئیں کہ ان کا احاطہ ایک کالم تو کجا کئی کتابوں میں بھی سمویا نہیں جا سکتا۔ ضرورتیں بڑھتی گئیں انسانوں کی آبادی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور یوں تہذیبوں میں اضافہ ہوتے ہوتے دنیا کے مختلف خطوں میں الگ الگ تمدن بگڑتے اور بنتے رہے۔ انسان بظاہر ترقی کی منازل طے کرتا رہا۔ مگر اپنے سے کمزور اقوام اور عوام کو مسلسل کچلتا آگے بڑھتا گیا۔ اس طرح مختلف اوقات میں مختلف تہذیبیں جنم لیتی رہیں جو دنیا کے الگ الگ خطوں میں اپنا اپنا اثر و رسوخ قائم کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال کرتے ہوئے خون کی ندیاں بہانے اور انسانی سروں کا مینار بنانے سے بھی کوئی دریغ نہ کر سکیں۔ ان ادوار کو جہالت سے بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ کہ اس وقت بندے انسان نہیں بلکہ حیوان اور وحشی تھے۔ جنہوں نے اپنے ہی ہم جنسوں کو خاک و خون میں تڑپا دیا۔ تہذیبوں کا یہ تصادم نہ ہی صرف بدستور قائم نہیں ہونے دیا کیونکہ اپنی ضرورت سے زیادہ حاصل کرنے کی جبلت ہمیشہ غالب رہی لہٰذا بدامنی اور قتل و غارت کا رواج انسان کے زمین پر اترنے کے ساتھ ہو گیا تھا۔

اس کے بعد مختلف ادوار میں دنیا کے فاتح پیدا ہوتے رہے، جن میں چند ایک کا تذکرہ ہی بہت سارے سوالوں کے جواب دینے کے لئے کافی ہے۔ ان سورماؤں میں سکندر اعظم آف یونان، نپولین آف فرانس اور ہٹلر آف جرمنی کے نام نمایاں ہیں اور مثال کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں۔ ان سطور کے درمیان کہنے کا مقصد صرف اور صرف ایک ہے کہ انسان کی ہلاکت کی روش نہ کبھی چھوڑی تھی اور نہ اب امید کی جا سکتی ہے حالانکہ اکیسویں صدی کے استعمال کے لئے پوری دنیا ہاتھ اٹھائے اور دامن پھیلائے اس بات کا اظہار کر رہی تھی کہ اگلے ''ہزاروں'' میں دنیا امن و امان اور انسانی خوشحالی کا ایک نیا باب شروع کرے گی اور ماضی میں ہونے والے کربناک واقعات کے ازالے کی ابتدا بھی۔

بیسویں صدی کے پہلے نصف حصے میں دو عالمی جنگوں نے دنیا کے نقشے بدل ڈالے جن کی وجہ سے چھوٹے موٹے جھگڑے، لڑائیاں اور فسادات برپا ہوتے رہے اور اس طرح تقریباً ساٹھ برسوں

میں لسانی، علاقائی اور مذہبی بنیادوں پر دنیا کا امن روز افزوں سے بدتر شکل اختیار کرتا چلا گیا۔ اسی عرصے میں اسرائیل کی حکومت قائم ہوئی، فلسطین کا مسئلہ پیدا ہوا، بھارت تقسیم اور پاکستان قائم ہوا اور انگریز جاتے جاتے کشمیر کا کانٹا دونوں ملکوں کے حلق میں اس طرح نصب کر دیا کہ آج تک اس خطے کی دھرتی خون ہی سے سینچی جا رہی ہے۔ جس کی وجہ سے ''مردہ'' انسانوں کی فصل مسلسل اگتی اور کٹتی دکھائی دے رہی ہے۔

اکیسویں صدی کے آتے ہیں ایسے محسوس ہوا جیسے پوری دنیا اس انتظار میں بیٹھی تھی کہ اس کے آتے ہی ایسے سماں اور مناظر قائم کر دیئے جائیں کہ اس پر رہنے والے انسان زندگی سے توبہ کرنے اور موت کی خواہش پر مجبور ہو جائیں۔ سوویت روس عالمی قوت کے میدان میں پسپا ہو گیا اور امریکہ نے واحد عالمی قوت کی حیثیت اختیار کر لی۔ ان حالات میں امریکہ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ کولڈ وار کے خاتمے کے بعد وہ دنیا کے امن کا ضامن بن جاتا، مگر جو کچھ امریکہ نے کیا وہ دنیا کے سامنے ہے۔ اسرائیل پہلے ہی دنیا کے امن کو برباد کرتے ہیں بدستور نصف صدی سے اپنی چیرہ دستیوں کے جال پھیلاتا چلا گیا جسے امریکہ کی پوری حمایت اور معاونت حاصل رہی ہے۔ اس صدی کے آغاز میں ہی نائن الیون کا حادثہ اسی طرح رونما ہوا کہ دنیا کا اقتصادی اور سیاسی نقشہ ہی تبدیل ہو گیا۔

امریکہ کے ہاتھ ایک معقول بہانہ آ گیا جس کی وجہ سے اس نے یورپ کو بھی اپنا ہم خیال بنا کر دنیا کے امن کو بربادیوں سے ہمکنار کرنے کا بیڑا اٹھالیا۔ اس صدی کے ابھی چھ برس ہی گزرے ہیں۔ مگر ان چھ برسوں میں ہونے والی تباہیوں، ہلاکتوں اور قدرتی آفات سے ہونے والے جانی اور مالی نقصانات گزشتہ صدی کے پچاس برسوں میں ہونے والے نقصانات سے بھی زیادہ ہیں۔ جن میں آئے دن گرانقدر اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ پاکستان ہی کو دیکھ لیں کہ ہر روز کوئی نہ کوئی حادثہ اور دہشت گردی کا سانحہ رونما ہو رہا ہے جبکہ سعودی عرب جیسے ملک میں بھی حالات اس قدر خوفناک ہو گئے ہیں کہ محض ایک واقعہ سے دنیا میں تیل کی منڈی میں قیمتوں کا گراف یکا یک اوپر چلا گیا۔

ڈنمارک اور یورپ کے دیگر ممالک نے توہین آمیز خاکے شائع کر کے آخر کیا مقاصد حاصل کرنا چاہے کہ مسلمانوں کو اتنا مشتعل کر دو کہ وہ حالت ماتم میں اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دیں۔ یہ خاکے کوئی 5 ماہ قبل شائع کیے گئے مگر ڈینش اخبار کا زیادہ علم کم از کم اسلامی ممالک کو پوری طرح نہ ہو سکا۔ لہٰذا یورپ کے دیگر ممالک مثلاً فرانس، جرمنی اور اٹلی نے ان خاکوں کو دوبارہ شائع کر کے اشتعال کا وہ سماں پیدا کر دیا کہ جسے سنبھالنا اب حکومتوں کے بس سے نکلتا جا رہا ہے۔ لہٰذا اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ اگر اسلامی ممالک امریکہ، یورپ اور اسرائیل کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس گئے تو پھر تہذیبوں

کے تصادم اور نیوورلڈ آرڈر کی تباہ کاریوں کو روکنا ناممکن ہو جائے گا۔ اس وقت اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اسلام دشمنوں کے عزائم کو پہچانا جائے بے نقاب کیا جائے اور انتہائی فہم وفراست سے معاملات حل کئے جائیں۔ بصورت دیگر اسلام دشمن قوتوں کو اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔

(روزنامہ دن، 2 مارچ 2006ء)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ

سے روایت ہے کہ ان کے پاس سے ایک (عیسائی) راہب گزرا جس کے بارے میں لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرتا ہے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں اس سے گستاخانہ کلمات سن لیتا تو اس کی گردن اڑا دیتا......الخ۔

(جواہر البحار، جلد:۳، صفحہ:۲۴۱، تفسیر مظہری، جلد:۴، صفحہ:۱۹۱، احکام القرآن، جلد:۳، صفحہ:۸۵)

جس نے بھی اٹھائی ہے اسیری کی صعوبت
وہ فخر ہے اسلام کا سرمایہ دیں ہے
جتنا وہ رہا دُور ہے گھر بار سے اپنے
اتنا وہ ہوا دوستو جنت کے قریں ہے

سید عارف محمود مہجور

عبدالقدیر رشک

تہذیبوں کا ٹکراؤ

مغربی ملکوں کے جرائد میں چھپنے والے قابل اعتراض کارٹونوں کو دیکھ کر پاکستان کے وزیراعظم شوکت عزیز کو اچانک احساس ہوا کہ کہیں دو تہذیبوں کا ٹکراؤ نہ ہو جائے اور ہم منہ دیکھتے رہ جائیں۔ پوری بارات پیٹے اور ہندوؤں کے پہلوان کو غصہ آنے کا لطیفہ بہت پرانا ہو چکا ہے۔ امریکہ کے اشارے اور بھارت کے ایماء پر جو کچھ کیا جا رہا ہے اس میں بیچاری تہذیب کب تک سلامت رہے گی؟

تہذیبوں کا ٹکراؤ تو ایک مدت سے جاری ہے۔ یہ ٹکراؤ اس وقت کی یادگار ہے جب انگریز ہندوستان میں بطور فاتح وارد ہوئے اور ہندوستان کے عوام کے سامنے اپنی مغربی تہذیب کا گل کھلایا۔ واقعات تو یاد نہیں البتہ مغربی تہذیب کے حوالے سے دو اشعار یاد رہ گئے ہیں جو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور اکبرالہٰ آبادی جیسے بزرگوں نے لکھے تھے وزیراعظم بہت بچہ ہوں گے جب تہذیب مغرب کے متعلق اشعار لکھے گئے۔ ایک نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

دیکھ یہ دنیائے مشرق جس پہ کل نازاں تھا تو
چوس ڈالا اس کا اب تہذیب مغرب نے لہو
ظلمت یورپ میں لاکھوں بجلیاں پوشیدہ ہیں
تو سمجھتا ہے جسے خورشید کی جائے نمو

تہذیب مغرب پر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر خاصا مشہور ہے

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

اکبرالہٰ آبادی نے اپنے کلام میں جگہ جگہ تہذیب مغرب کا مذاق اڑایا ان کا یہ شعر تہذیب مغرب اور وہاں کے شرفاء کے تمدن کی بہترین تصویر ہے۔

ہوئے اس قدر مہذب کبھی گھر کا منہ نہ دیکھا
کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے ہسپتال جا کر

نئی پرانی تہذیبیں پیدا ہوتی اور مٹ جاتی ہیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ یورپ میں

رہے۔ان کی تہذیب پر تنقید کی اور ان کی کارکردگی کو بھی سراہا

فردوس جو تیرا ہے کسی نے نہیں دیکھا
افرنگ کا ہر قریہ ہے فردوس کی مانند

لیکن اب بات محض تہذیبی تصادم یا ٹکراؤ تک محدود نہیں رہی۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ ایسا براوقت آئے گا جب تہذیب کے نام پر نبیوں اور رسولوں کے آسمانی صحائف کی بے ادبی ہوگی اور اس کاروائی کو بطور سیاسی اور صحافتی حربہ استعمال کیا جائے گا مگر ہماری زندگی ہی میں ایسے واقعات دیکھنے میں آرہے ہیں۔ ڈنمارک اور دیگر یورپی ممالک کے جن جرائد نے قابل اعتراض خاکے اور کارٹون شائع کئے مذہبی جریدے نہیں ہیں۔ ان میں ایسے جرائد بھی شامل ہیں جو پڑھے لکھے طبقے میں پڑھے جاتے ہیں۔ اگر یہ جرائد ایک لمحہ کے لیے سوچ لیتے کہ وہ خاکے اور کارٹون چھپ کر کس کی مذمت کررہے ہیں تو مسلم ممالک میں مظاہروں کی نوبت نہ آتی۔ ان خاکوں اور کارٹونوں کی اشاعت سے مغربی ممالک کی ترقی پسندی اور روشن خیالی کا پول کھل گیا ہے۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ مغربی پریس مذہب اور تہذیب کے معاملے میں اب بھی تنگ نظر اور متعصب ہے۔ پاکستان کے تعلیم یافتہ حلقوں میں مغربی جرائد کو روشن خیالی اور آزاد صحافت کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ جب بھی اردو اور انگریزی صحافت پر براوقت آتا ہے بعض یورپی ممالک کے اخبار و جرائد کی مثال دی جاتی مگر تازہ واقعات سے لگتا ہے کہ بعض مغربی ممالک ویر بھارت، ملاپ اور پرتاب بن گئے ہیں جو مسلم دشمنی کو کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ اگر ایسے جرائد کو موجودہ ترقی یافتہ صدی کا ملاپ اور پرتاب سمجھ لیا جائے تو اس میں کوئی مغالطہ نہیں ہوگا۔ ہم نے ملک تقسیم سے قبل ہندو اخبارات کے تعصب کا طرفہ تماشا بھی دیکھا ہے۔ جو نگارشات میں قابل اعتراض کارٹون شائع کرنے والے مغربی جرائد کا ہم پلہ تھے۔

ہر تہذیب کی اپنی خوبیاں اور خامیاں ہوتی ہیں۔ ان پر تنقید بھی کی جاسکتی ہے۔ ان تہذیبوں کو اپنایا اور نظرانداز بھی کیا جاسکتا ہے مگر یہ کہاں کی صحافت ہے کہ نبیوں اور رسولوں کی زندگی اور اللہ کے کلام پر انگشت نمائی کی جائے۔ یہ کام تو اپنے دور میں ناتک چند ناز اور مہاشہ کرشن جی نے بھی نہ کیا تھا۔ صدر بش اور ان کے مغربی اتحادیوں نے دیکھ لیا ہے کہ ایک صحافتی جسارت پر کم وبیش ایک ارب مسلم عوام کی دل آزاری ہوئی اور وہ سڑکوں پر نکل آئے۔ اس دل آزاری کے ردعمل میں وہ مسلم ممالک بھی شامل ہیں جو امریکہ اور مغربی ممالک کے اتحادی تصور ہوتے ہیں۔

(روزنامہ نوائے وقت، 15 فروری 2006ء)

کے ایم اعظم (سابق مشیر اعلیٰ اقتصادیات اقوام متحدہ)

مغرب اور اسلام کا تصادم

جیسے ہی ہماری کتاب ''پاکستان کی اسلامی اساس اور جدید تقاضے'' ستمبر 2001ء میں پریس کے لئے تیار کی جارہی تھی نیویارک میں دہشت گردوں نے دو فلک بوس عمارتیں زمین بوس کردی۔ نتیجتاً جو غیر مناسب جوابی کاروائی امریکہ نے افغانستان اور عراق میں کی اس کا سب کو علم ہے۔ اس کتاب کے دیباچہ میں میں نے یہ رائے دی تھی۔

''اس فعل کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ مگر دہشت گردی کا حل مذمت نہیں ہے اور نہ ہی اس کا حل کسی ملک پر کوئی بے پناہ غیر مناسب جوابی حملہ ہے۔ نیویارک میں یہ وحشیانہ کاروائی ایک مایوس و ناامید نسل کے دبے ہوئے، بے تاب طیش کا نتیجہ ہے، جو پچھلی نصف صدی سے ایک ظالمانہ نوآبادیاتی استحصالی سرمایہ دارانہ نظام کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے اور اب ہمہ عالمگیریت کا دیو اس نسل کی جان کے درپے ہے۔ چنانچہ یہ نسل کرۂ ارض کے ہر خطہ میں آخر کار تنگ آ کر جنگ پر اتر آئی ہے۔ جس کا حاصل یہ عالمی دہشت گردی ہے۔''

اب جبکہ ہماری نئی کتاب ''استحکام پاکستان پس چہ باید کرد'' پریس کے لئے تیار کی جارہی ہے تو یورپ کے کئی ممالک کے پریس نے رسول عالی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو نازیبا اور گستاخانہ خاکوں کا نشانہ بنایا ہے۔ اس پر سارے عالم اسلام میں شدید ردعمل ہوا ہے۔ مغرب کو اس بات کا شعور ہونا چاہئے کہ جبکہ ان کے لئے مذہب تو ایک قصہ پارینہ بن چکا ہے۔ دین مسلمانوں کے لئے ایک زندہ حقیت ہے۔ جس کو وہ تاریخی نشیب وفراز کے باوجود سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ مغرب کی یہ توہین آمیز کاروائی ایک سوچی سمجھی سکیم کا حصہ نظر آتی ہے۔ اور مزید اس پر اس کا پشیمان نہ ہونا، مشرق و مغرب میں محاذ آرائی اور تصادم کا موجب بن سکتا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنے آپ کو ابھی سے اس کے لئے تیار کر لینا چاہئے۔ اس کے لئے سب سے پہلے ہمیں اپنے گھر کو درست کرنا ہوگا اور اپنی سوچ کو مضبوط لائنوں پر استوار کرنا ہوگا۔

پاکستان میں آج کل ایک نہایت تشویش ناک روش دیکھنے میں آ رہی ہے اور وہ ہے لوگوں کی اسلام سے روز بروز بڑھتی ہوئی بیزاری۔ اس کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ اسلام صرف ایک توحیدی معاشرہ میں ہی کارگر ہو سکتا ہے۔ جب اسلام عوام کے مسائل حل نہ کر پائے گا تو لوگوں کا اس کے بلند بانگ نعروں سے بیزار ہونا ایک قدرتی عمل ہوگا۔ دوسری طرف بے مروت، رجعت پسند، اور متشدد اسلامی تحریکیں لوگوں کو دین سے قریب لانے کی بجائے دور کر رہی ہیں۔ صدیوں پر محیط ناکامیوں کے بعد مسلمان اپنے دین اور اپنے آپ سے بددل اور ناامید ہو چکے ہیں۔ اس لئے انہیں کوئی تبدیلی کا آسان راستہ بھی بتائے تو وہ یقین نہیں کرتے اور ان کو توجہ آسانیوں کی بجائے مشکلات پر مرکوز رہتی ہے۔ حالانکہ شریعت اور اسلامی نظام معیشت کے نفاذ کا ایک آسان اور قابل عمل طریق کار ہے۔ جس کو ہم مندرجہ بالا کتاب ''پاکستان کی اسلامی اساس اور جدید تقاضے'' میں تفصیلاً پیش کر چکے ہیں۔

یہاں پر جو سوال ابھر کر سامنے آتا ہے وہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے احکام ہر کس کو عام پر واضح اور عیاں ہیں تو مسلمانوں کو خاص طور پر ان کے اشراف کو ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق کیوں نہیں ہوتی؟ حقوق اللہ ادا کرنے والے مسلمان آخر کار کیوں حقوق العباد ادا کرنے سے قاصر رہ جاتے ہیں؟ علماء کی صد سالہ دعوت رجوع الی اللہ اور رجوع الی القرآن کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ کیوں نہ نکلا۔ اب جبکہ پاکستان میں مختلف رنگ کی اسلامی جماعتوں کے سالانہ اجتماعات میں تقریباً 30، 40 لاکھ سرگرم کارکن جمع ہوتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنی بڑی اسلامی حرکت کے باوجود ہمارے اس وطن عزیز کے حالات کیوں دن بدن، ماہ بہ ماہ، سال بہ سال بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ ہماری تبلیغ آخر اتنی بے اثر کیوں ہے؟ ہمارا اجہاد رائیگاں کیوں جا رہا ہے۔ آخر کیا کمی تھی جس کی وجہ سے ہمارا مقتدر اسلامی مشن ناکام ہو گیا؟

عصر حاضر میں مسلمانوں کا المیہ یہ ہے کہ ان کا فہم دین ناقص ہے، جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔ اللہ جل جلالہٗ کی خوشنودی حاصل کئے بغیر مغرب سے کسی بھی قسم کی مبارزہ آرائی ایک کار بے بنیاد ہوگا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ 1947ء کی نسبت آج کل پاکستان میں اسلام کے پانچوں ارکان پر عمل بہت زیادہ اور شدت کے ساتھ ہو رہا ہے۔ مگر ہماری قوم ہے کہ دن بدن ضعف وانحطاط کے گڑھے میں گرتی ہی چلی جاتی ہے۔

بے شک اسلام کے پانچوں ارکان پر عمل پیرا ہوئے بغیر کوئی مسلمان نہیں رہ سکتا مگر یہ ارکان بنائے اسلام نہیں بلکہ امت کے مناسک اور ایمان کے ظواہر ہیں۔ یہ اصل دین نہیں بلکہ اس کے برگ و بار ہیں۔ جیسے کہ احادیث نبوی ﷺ شریف ہمیں بتاتی ہیں کہ دین کی اساس سچ پر ہے کیونکہ جو شخص سچ نہیں بولتا وہ مسلمان ہی نہیں رہتا۔ اس کے برعکس ہمارے اس وطن عزیز میں دروغ گوئی سکہ مروجہ بن

چکی ہے۔ ہمارے منبر و محراب سے بھی نماز و روزہ ہی کی نصیحت کی جاتی ہے۔ حق گوئی اور حق پرستی کی تلقین سے گریز کیا جاتا ہے یعنی جو اصل بات بتانے کی ہے وہ بتائی نہیں جاتی۔

لوگوں کو دینی فرائض کی ادائیگی کے طور طریقے سکھانا بھی اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے مگر جماعتیں بنا کے دین کی تبلیغ کے لئے نکلے رہنے سے حالات نہیں بدلتے۔ حالات بدلنے کے لئے بنیادی ضرورت حق پرستی اور کردار سازی کی ہے۔ دین کی تبلیغ کے لئے نقل و حرکت میں اپنا اصل کام نہیں۔ اصل کام اپنے محلے یا گاؤں میں رہتے ہوئے مثالی مسلمان بن کر دین کا قیام ہے۔

سیاست کے میدان میں بانی پاکستان، قائداعظم محمد علی جناح کو اتنی مہلت نہ ملی کہ وہ اپنی پارٹی کے لئے کاڈرز (Cadres) تیار کر لیتے جوان کی رحلت کے بعد ان کی وژن کو عملی جامہ پہناتے۔ سکندر مرزا، غلام محمد اور چودھری محمد علی وغیرہا کا وژن وہ نہ تھا جو قائداعظم کا تھا۔ اپنی زندگی کے دوران قائداعظم نے اپنی ''جیب کے کھوٹے سکوں'' کو اپنے کنٹرول میں رکھا مگر ان کے وفات پاتے ہی ان کھوٹے سکوں نے اپنا اصلی رنگ دکھانا شروع کر دیا اور نتیجتاً پاکستان ہندی مسلمانوں کے لئے ملجاء بننے کی بجائے، مفاد پرستی کی آماجگاہ بن کے رہ گیا۔

جب کسی معاشرہ میں مفاد پرستی کا غلبہ ہوتا ہے تو ہر مثبت تصور کی شکل بگاڑ دی جاتی ہے۔ جیسے کہ اس دور میں بانیان پاکستان کی روشن خیالی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ دنیا کا کون سا سیاسی نظام ہے جس میں احتساب نہیں مگر ہم نے اسے بھی اپنے مفادات کی ترویج کا ذریعہ بنالیا ہے۔ دوسری طرف علماء سو نے اپنے اپنے مفادات کے پیش نظر دین اسلام کی شکل ہی بگاڑ کے رکھ دی ہے۔

ہمارا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہماری معاشرت و معیشت کا دارومدار اشرافیہ (Elite) پر ہے جبکہ ہمارے اشرافیہ ناکام لوگ ہیں۔

تاریخ کے اس موڑ پر سچ کی جتنی ضرورت ہمیں ہے وہ شاید اور کسی کو نہ ہو۔ دشمن کا احتساب تو آسان ہوتا ہے، اپنا احتساب ہی مشکل ہوتا ہے۔ اسلام کی ظاہری محبت کا دم بھرتے ہوئے خودستائی میں مبتلا رہنا منافقت ہی کی ایک شکل ہے۔ اگر اسلام سے حقیقی محبت ہے تو ہمیں اپنا بے رحم محاسبہ کرنا ہوگا۔ اچھے لوگ وہ ہوتے ہیں جو اعتراف حقیقت میں بخل سے کام نہ لیں اور تاریخ کو بدلنے کی جسارت نہ کریں۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم اپنا بے لاگ احتساب کریں۔ اس سلسلے میں ہمیں اب تو احساس ہو جانا چاہئے کہ شاید نہایت کڑوی باتیں سنانے والا ہمارا بہترین دوست ہو۔

اپنے بھی جفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلال کو کبھی کہہ نہ سکا قند

یہ پھر کچھ لوگ یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

کیا میرا تذکرہ جو ساقی نے بادہ خواروں کی انجمن میں
تو پیر میخانہ سن کے کہنے لگا کہ منہ پھٹ ہے خوار ہوگا

دراصل ہمارا مرکزی مسئلہ انسان سازی کا ہے اور یہ وقت طلب اور صبر آزما کام ہے۔ اس کے لئے ہمیں اپنی منزل کا غیر مبہم شعور ہونا چاہئے تاکہ اس کے حصول کے لئے جس قسم کے انسان ہمیں درکار ہوں اسی قسم کا نظام تعلیم ہم تشکیل کر سکیں۔ پاکستان کو اس وقت ایسے کارکنوں کی ضرورت ہے توحید اور اتباع رسول ﷺ میں اولوالعزم ہوں اور جن کا جذبہ ایمانی اقدار اور افکار کی حدود سے گذر کر کردار کا حصہ بن گیا ہو۔ وہ ایسے رجال ہوں جو دنیا کی دونوں بڑی طاقتوں، خوف اور شمع پر توحید الٰہی کی ضرت کاری لگا چکے ہوں اور ان کی تیغ برہنہ کے پیچھے جذبہ ایمانی، فراست دینی، تعلق باللہ، حب رسول ﷺ، بلندی فکر اور جوش عمل کا ایک حسین امتزاج ہو۔

مزید برآں ان کے دلوں میں یہ یقین کامل گھر کر چکا ہو کہ سب سے بڑی حکمت اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس سے سچی محبت ہے۔ ہر پاکستانی کو اس کا بھی شعور ہونا چاہئے کہ پاکستان کو اسلام کا مضبوط قلعہ تبھی بنایا جا سکتا ہے۔ جبکہ ہم میں سے ہر ایک بجائے خود اس کا ایک چھوٹا سا قلعہ بن جائے۔

(روزنامہ نوائے وقت 2006ء)

اللہ عزوجل نے فرمایا

وَمَنْ یَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

جو تم میں ان سے دوستی کرے گا تو بے شک وہ ان ہی میں سے ہے، بے شک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالموں کو۔

نصرت مرزا

تیس سالہ صلیبی جنگ یا عالمی جنگ

اس بات کے شواہد وجود ہیں کہ اشتعال انگیز خاکوں کی اشاعت سوچے سمجھے منصوبہ کا حصہ ہے 5 تا 8 مئی 2005ء جرمنی کی ریاست باوریا میں ٹیگرینسی نامی جھیل کے کنارے واقع ڈورنٹ سوفی ٹیل سی ہوٹل میں بحراوقیانوسی مقتدامراء کا ایک اجلاس منعقد ہوا اس اجلاس کے شرکاء میں نیوآئی کون فاسشٹ مائیکل لیدین رچرڈ پرل اور ولیم لوتی جو عراق پر حملہ کے زبردست حامی تھے کہ علاوہ ڈچ، بیلجیئم اور اسپین کے بادشاہان یورپ کے اعلیٰ ترین اور مقتدر رہنما اور نیٹو کے سیکرٹری جنرل جاپ ہوپ ڈی شیفر اور دیگر عہدیداران کے ساتھ ساتھ روکرفیلر اور یوتھ شیلڈ انٹرنیشنل کے بینکرز اور ہنری کسنگر کے ساتھ ڈنمارک کے انڈریس ایلڈ ریپ اور دیگر شامل تھے۔ یہ دراصل نیوآئی کون اور بائیلڈر برجر گروپ کا مشترکہ اجلاس تھا بائیلڈر برجر گروپ دوسری عالمگیر جنگ کے بعد برطانیہ کے شہزادہ فلپس اور ڈچ شہزادہ برنارڈ نے منظّم کیا تھا۔ ایک گرہ دار گروپ ہے جہاں ملکی مالدار مقتدار لوگ امریکہ اور برطانیہ کی قیادت میں ملتے ہیں اور عالمی معاملات پر اتفاق کرتے ہیں اسی گروپ نے عرب تیل کا بائیکاٹ کا پروگرام منظور کیا تھا اور اسی گروپ نے امریکی ڈالر اور بینکنگ نظام کو استحکام بخشا تھا ایک خاتون مریتی ایلڈ ریپ اخبار جیلینڈ پوسٹن جس نے رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کے کارٹون خاکے شائع کئے تھے کی منتظم اعلیٰ ہیں ان کے شوہر انڈریس ایلڈ ریپ ڈنمارک کے آئل اور گیس کمپنی کے چیر مین اور بائیلڈر برجر گروپ کے پچھلے پاس برسوں سے متحرک اور سرگرم رکن ہیں اور جنہوں نے 5 مئی 2005ء کے اجلاس میں بھی شرکت کی تھی ایک امریکی دانشور مویبٹر گریفن ٹار پلے کے مطابق ان خاکوں کو چھاپنے کا فیصلہ نیوآئی کون اور بائیلڈر برجر گروپ کے 5 تا 8 مئی 2005ء کے اجلاس میں کیا گیا جس کو ڈنمارک کے اخبار جیلینڈ پوسٹن نے عملی جامہ پہنایا اس اخبار کے ایڈیٹر فلمنگ روز انتہائی متعصب اور گوروں کی حاکمیت پر یقین رکھنے والی مہکار تھین ٹائپ کی تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ ڈنمارک کوئی آزادی خیال کا بڑا علمبردار ملک ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ڈنمارک پچھلے دوصدیوں سے برطانیہ کا پٹھو ہے جہاں کی انٹیلی جنس ایجنسی PET اخبارات پر سخت کنٹرول رکھتی ہے اور وہ آمریت و بادشاہی نظام کو تحفظ فراہم کرتی ہے اس لئے یہ کارٹون آزادی صحافت کے اظہار یا کسی غلطی یا نادانی سے شائع نہیں ہوا بلکہ انتہائی گھناؤنی سازش کے تحت شائع کیا گیا جس کے مذموم مقاصد ہیں اچھی طرح جانتے تھے کہ ان

کارٹون کی اشاعت سے مسلم دنیا میں شدید ردعمل ہوگا۔ خود ڈنمارک کا دستور کسی کی دل آزاری کی اجازت نہیں دیتا لیکن اس کے باوجود 30 ستمبر 2005ء کو یہ کارٹون شائع ہوا جس پر وہاں کی مسلمان آبادی جو تقریباً دولاکھ کے لگ بھگ ہے سخت احتجاج کیا اور 14 اکتوبر 2005ء کو تقریباً 4 ہزار مسلمان مظاہرین نے کوپن ہیگن میں احتجاجی جلوس نکالا اور گیارہ ممالک کے سفراء نے ڈنمارک کے وزیراعظم سے ملنے کی کوشش کی تا کہ اس صورت حال پر ڈینش حکومت کی توجہ دلائی جائے مگر ڈنمارک کے وزیراعظم نے نہ تو مظاہرہ کا نوٹس لیا اور نہ ہی گیارہ مسلم ممالکوں کے سفراء سے ملاقات کی جس سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ ڈنمارک کی حکومت خود اس کارٹون کی اشاعت سے نفرت اور ردعمل کے فروغ میں دلچسپی رکھتی تھی اور تہذیبی تصادم کا منظر ترتیب دینے کی گھناؤنی سازش کررہی تھی۔ آخر ہنگٹن سے تہذیبی تصادم کا نظریہ یوں ہی پیش نہیں کرایا گیا تھا۔

سوال یہ ہے کہ آخر اب اس کی کیا ضرورت تھی تو جواب یہ ہے کہ عراق میں امریکہ کے دم خم نکل گئے ہیں اور اس کا دنیا کے وسائل پر قبضہ کرنے کا خواب پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا ہے اس میں ایران پر حملہ کے لئے اور اس کے توانائی کے ذخیروں پر قبضہ کرنے کی سکت باقی نہیں رہ گئی ہے اس کے علاوہ ایران نے امریکہ کا مزید دم خم نکالنے کے لئے 20 مارچ 2005ء سے اپنے تیل کی قیمت ڈالرز کی بجائے یورو میں لینے کا فیصلہ کرلیا ہے واضح رہے کہ اس وقت تیل کی خرید وفروخت ڈالرز میں ہوتی ہے۔ اگر تیل کی خرید وفروخت میں یورو کی کرنسی کو متبادل کرنسی کے طور پر رائج ہوگئی تو تقریباً ایک ٹرپلین ڈالرز کا سرمایہ یورو میں تبدیل ہوجائے گا جس سے امریکہ کی معیشت بیٹھ جائے گی اور اس کے ساتھ ساتھ ان امراء اور بینکوں کو بھی نقصان پہنچے گا جو اب تک ڈالرز میں لین دین کرتے ہیں اس لئے امریکہ کے لئے ایران پر حملہ کرکے اس کو اس اقدام سے روکنا ضروری ہوگیا ہے۔ حملہ کے لئے اسے یورپ کے وسائل کی اس کی افواج اور خزانوں کی ضرورت پڑے گی اس لئے اس نے نیو آئی کون بائلیڈر برجر گروپ ڈنمارک کی انٹیلی جنس ایجنسی PET اور نیٹو کی انٹیلی جنس ایجنسی کی مدد سے یہ صورت حال پیدا کی جس کی وجہ سے سدا کا متعصب یورپ چارج ہوگیا ڈنمارک کے بعد ناروے، اسپین، فرانس، جرمنی میں یہ خاکے چھاپے اور اب اٹلی بھی اس سے متاثر ہوگیا ہے سوال یہ ہے کہ یورپ اس بات کو نہیں سمجھتا؟ ممکن ہے سمجھتا ہو لیکن ان خاکوں کے بعد مسلم دنیا میں جو ردعمل ہوا کئی ممالک کے پرچم جلائے گئے اور مظاہرے ہورہے ہیں سفارت خانوں پر حملے کئے جارہے ہیں یورپ کے عوام بھی مشتعل ہوگئے ہیں ویسے بھی یورپ میں اکثر ممالک امریکہ کے لے پالک ہیں برطانیہ امریکہ کے ساتھ چپکے رہنے کی پالیسی پر گامزن ہے اور دوسرے ممالک میں ذرا بھی دم خم نہیں صرف فرانس اور جرمنی امریکہ کی مخالفت کرنے کی جسارت کرتے تھے ان کو بھی امریکہ نے مطیع کرلیا ہے جرمنی میں حکومت تبدیل کردی ہے جرمنی کے سابق چانسلر شروڈر

ہار گئے ہیں اور موجودہ چانسلر مسز مرکل امریکہ کی حمایت سے اقتدار میں آئی ہیں۔ فرانس کے صدر ژاک شیراک میں بھی اب دم نہیں کہ بنتے ہوئے تہذیبی تصادم کی راہ میں حائل ہوں کیونکہ وہ کمزور پڑ چکے ہیں۔ انہوں نے یورپین یونین کے آئین کی حمایت کر کے اپنی عوام کی نظر میں اپنے آپ کو گرالیا ہے اور اس کے بعد فرانس میں نسلی وتہذیبی تصادم نے انہیں اور کمزور کر دیا ہے۔ انہیں اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھالا دینے کے لئے ایران پر ایٹمی حملے کی بات کرنا پڑی اس طرح اب تہذیبی تصادم کا منظر نامہ میں رنگ بھر گئے ہیں فضا تیار ہے اور فلنگ ڈچ کے طور پر ایک دھماکہ یا ایک واقعہ یا ایک حادثہ کی ضرورت ہے جو کسی وقت بھی ہوسکتا ہے اور جس کا الزام وہ مسلمانوں کے سر دھر دیں گے اور یوں کمزور مسلم دنیا اور طاقتور یورپی دنیا کے درمیان تصادم رونما ہو جائے گا۔ امریکہ کو یورپ کی افواج یورپ کے خزانے یورپ کی ٹیکنالوجی حاصل ہوگی۔ مسلم دنیا میں فی الحال ضرب ایران اور شام پر پڑے گی اور شاید باقی مسلم ممالک امریکی و یورپی طاقت سے خوفزدہ ہو کر اپنی باری کا انتظار کریں ہمارے نزدیک اس منصوبہ کا ہدف سارے مسلم ممالک ہیں ایران بھی تو عرب بھی۔ اور پاکستان بھی کہا جا رہا ہے کہ یہ سلسلہ صلیبی جنگ کی طرح تیس سالہ جنگ ہوگی جو اگر ذرا سی بگڑ گئی تو عالمی جنگ میں تبدیل ہو جائے گی امریکہ اور یورپ کی کوشش ہوگی کہ وہ مسلم دنیا کو بھی متحد نہ ہونے دے اور ایک کے بعد ایک ملک کو اپنے پنجہ کی گرفت میں لے لے اور روس اور چین کو اس جنگ سے دور رکھے روس اور چین خود مسلمانوں سے شاکی ہیں روس چیچنیا میں مسلمانوں کے ساتھ برسر پیکار ہے اس لئے امریکہ کے لئے یہ مشکل نہیں ہوگا کہ وہ چیچنیا کی جنگ آزادی کو تیز کرا دے اور چین کو بھی سنکیانگ میں الجھا دے اسلامی دنیا میں پاکستان ہی ایسا ملک ہے جو ایٹمی قوت رکھتا ہے اور وہ مسلم دنیا کی مدد کر سکتا ہے تاہم اس کے حکمران امریکی طاقت سے خوفزدہ ہیں وہ ایران شام کی مدد کرنے کی پوزیشن میں نہیں آسکیں گے۔ اس لئے ہمت وجرأت کے ساتھ ساتھ سرمایہ بھی چاہئے جو پاکستان کے موجودہ حکمرانوں کے پاس نہیں ہے یوں مسلم دنیا کا ایک دفعہ پھر زیر و زبر ہونے جا رہی ہے۔ ڈر ہے کہ کہیں تاریخ پھر سے نہ دوہرائی جائے جب ایک بھی مسلم برماسٹ دنیا کے نقشہ پر موجود نہیں تھی اگر ہم ہوش کے ناخن لیں اور اپنے آپ کو طویل المدتی جنگ کے لئے تیار کرنا شروع کریں تو نقصانات کم ہو سکتے ہیں۔ آج کی سیاسی و دینی جماعتیں جو مظاہرے کر رہی ہیں وہ ان مظاہروں کی بجائے حکمرانوں کو مجبور کریں کہ وہ ایسی پالیسی اختیار نہ کریں ممکن ہے مظاہروں میں تشدد کی ایک وجہ عوام کی حکومت سے ناراضگی بھی ہو یا یہ بھی ہو کہ کوئی نادیدہ طاقت ہنگامہ انتشار پیدا کرنے کے لئے کر رہی ہو۔ اس وقت ہمیں زیادہ مدبر اور حکمت کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ نقصانات کو کم کیا جا سکے پاکستان کو اپنے اندرونی خلفشار کو ختم کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

(روزنامہ نوائے وقت، 22 فروری 2006ء)

جمیل الدین عالی

آزادی اظہار کا غلط استعمال، کچھ تاریخ کچھ تجاویز

معاملہ حفاظتی کونسل اور اقوام متحدہ میں لے جایا جائے۔

ڈنمارک میں سرور کائنات ﷺ کی شان میں کھلے طور پر جو گستاخانہ مواد شائع ہوا (اور اس کے بعض حصے یورپ کے بعض دوسرے ممالک میں بھی چھپے) اس پر پاکستان اور بے شمار ے دوسرے مالک میں جو سخت احتجاج ہو رہا ہے وہ انتہائی قابل مذمت ہونے کے علاوہ اس اکیسویں صدی کے آداب حیات و باہمی تعلقات میں ایک بہت اہم نکتہ فکر سامنے لاتا ہے۔ ایک وقت تک پیغمبروں اور عظیم مذہبی شخصیتوں کے خلاف شرمناک ہرزہ سرائی کوئی نئی بات نہیں تھی تنگ نظر اور پھر بطور خاص طاقتور افراد، اداروں اور ریاستوں میں یہ ایک عام رویہ رہا ہے۔ اور اکثر اس رویئے نے ہزاروں انسانوں کی جان بھی لی ہے۔ پچھلی سے پچھلی صدی میں برطانیہ کے نام نہاد دانشور اور طبقہ مقتدر کے ایک اہم رکن سر ولیم میور نے حضور ﷺ کی شان اور کردار اور پیغام پر پوری ایک کتاب لکھی تھی چونکہ اس وقت ہندوستان پر برطانیہ کی بڑی سخت جابرانہ حکومت قائم تھی اس لئے ہندوستان کے مسلمان اس انداز سے تو احتجاجی کاروائیاں نہ کر سکے جو وہ کرنا چاہتے تھے (چھوٹے موٹے مسلسل احتجاج بہت ہوئے اور کتاب ہندوستان میں پھیلنے بھی نہیں دی گئی لیکن کرامت دیکھئے کہ ہندوستان میں انگریزی حکومت کی طویل مدت تک نوکری کرنے والے اور سیاسی معاملات میں انگریز کے کھلے طرفدار کہلائے جانے والے سر سید احمد خان نے اس کتاب کا جواب لکھنے کا اعلان کیا اور ریسرچ وغیرہ کے لئے سفر برطانیہ میں قیام کے سلسلے میں مالی طور پر خاصے زیر بار بھی ہوئے تھے۔

بیسویں صدی کے اوائل میں خود لاہور میں ایک بے شرم ہندو گروہ مصنفین نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخانہ تحریروں کا سلسلہ شروع کرنا چاہا۔ یہ ایک باقاعدہ سازش تھی جس میں ہندو پریس اور کئی ہندو سرمایہ دار شامل تھے۔ یہ شبہ بھی قوی تھا کہ خود برطانوی حکومت کے بعض کارندے دامے درمے قدمے اس سازش کی ہمت افزائی کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مفسد شخص نے جو اپنا نام سوامی شردھانند چھپواتا تھا ایک خاصی زوردار تحریک منظم کی جو "شدھی" کی تحریک کہلاتی تھی اس کا موقف یہ تھا کہ ہندوستان میں بسنے

والے بیشتر مسلمان مقامی ہندو اور ان کی اولادیں ہیں جنہیں مسلم فتوحات اور صوفیا کی تعلیمات نے مسلمان کرلیا تھا اب ہندوؤں کا فرض بنتا ہے وہ انہیں ''شدھ'' یعنی پاک صاف کردیں یعنی ان سے ہندو مذہب قبول کرائیں اس تحریک میں (غیر رسمی) برطانوی سرپرستی نے بڑے فرقہ وارانہ مسائل پیدا کئے کاش تقسیم ہند کے خلاف معدودے چند پاکستانی اور نئی نسل کے ناواقفین ،اس دور کی تاریخ بھی پڑھ لیا کریں ان کی تحریروں سے پتہ نہیں چلتا کہ پڑھی ہے ایسی تاریخوں میں سے ایک قابل ذکر اور میری ناچیز رائے میں MUST ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی تالیف ''ہندی اردو تنازعہ'' ہے جو نیشنل بک فاؤنڈیشن نے چھاپ رکھی ہے بہرحال اس تحریک سے تلخی اور جھگڑا فساد بہت پیدا ہوا ایک جیالے مسلمان عبدالرشید نے شردھانند کو قتل کردیا۔

غازی علم دین شہید

خود ہندوؤں کے بقول نومسلمین ٹس سے مس نہ ہوئے اور تحریک نے بہت جلد دم توڑ دیا (برسبیل تذکرہ مغرب کے تعلیم یافتہ آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو نے سوامی شردھانند کے قتل پر ان کے لئے اپنے بڑے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا تھا (میں نے بھی پنڈت جی کے خلاف کوئی بات نہیں کی نہ اب کرنی ہے اور یوں بھی ہے کہ وقت اور حالات کی ضروریات کے ساتھ انسان کا ذہن بدلتا بھی ہے۔ پنڈت جی میرے مطالعات کا کوئی باقاعدہ حصہ نہیں رہے اس وقت ان واقعات کو صرف ناگوار تاریخی یادوں اور حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخیوں کے ایک تاریخی حوالے کے طور پر بیان کررہا ہوں جو اس در دتحریر میں یا دآ گیا۔ اس شدھی تحریک کے متاثرین میں لاہور کے ایک اردو مصنف نے حضور اکرم ﷺ کی شان کے خلاف سراسر لغویات اور جھوٹ پر مبنی ایک کتاب لکھی نعوذ باللہ ''رنگیلا رسول'' اس کا نام غالباً راجپال تھا (مجھے اس وقت سو فیصد استحضار نہیں اور جمعہ کو انجمن کا دفتر آدھے دن کے بعد بند ہو جاتا ہے ایک دو اور کتب خانوں کا بھی یہی حال ہے اس لئے کسی مستند کتاب کا حوالہ سے اقتباس لے کر یہاں نہیں دے سکتا بہرحال اس کا نام کچھ بھی ہو وہ ایک سخت قابل نفرت اور شر انگیز مصنف ثابت ہوا۔ کتاب کو بین کرانے کا دعویٰ کیا گیا ابتدائی عدالت نے اس کی ضبطی اور بین کئے جانے کا حکم بھی دے دیا لیکن اعلیٰ تر (انگریز) عدالت نے بین اور ضبطی کو منسوخ کردیا اس دور میں ایک غیر معمولی عاشق رسول ﷺ علم دین دیہات میں پرورش پا کر جوان ہوا تھا اس نے دن کی روشنی میں جے پال کے چھاپے خانے (یا دفتر تصنیف وتالیف) پر تن تنہا حملہ کیا کھلے بندوں اس مجرم اخلاق مصنف کو قتل کردیا از خود اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کردیا سزا کے طور پر پھانسی پا گیا۔ اسے اس وقت کے مسلمانوں میں غازی علم دین شہید کا لقب ملا جو آج بھی یہ واقعہ یاد رکھنے والے بزرگوں اور اس دور کی تاریخ جاننے والوں کے ذہن اور روح پر مرتسم ہے اس قتل اور

اس شہادت کے بعد ہندوستان میں کسی مصنف کے نام پتے کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے خلاف شان کوئی قابل ذکر کتاب یا تحریر نہیں لکھی گئی۔ پھر ہندو مسلمانوں میں بھائی چارے کی تحریکیں بھی آئیں اور جزوی طور پر کامیاب اور کاملاً ناکام بھی ہوئیں وہ ایک علیحدہ تاریخ ہے مسلمانوں میں سے کسی قابل ذکر مصنف نے نہ تو اس کتاب کے جواب میں ہندو یا کسی بھی مذہب کے خلاف لکھی نہ تحریک چلائی بحمد اللہ مسلمانوں کا یہ رویہ آج بھی ہے وہ کسی مذہبی شخصیات کے خلاف دل آزارانہ مواد کی تحریر کو آزادی تحریر کے نام پر بھی جائز قرار نہیں دیتے۔

آزادی اظہار

آزادی اظہار کا مسئلہ بڑا ٹیڑھا ہے۔ موقع پرست مفاد زدہ لوگ بیشتر وقت ازالہ ہر حیثیت عرفی Defamation ہی کی آڑ میں کرتے ہیں تا حال کوئی بین الاقوامی قانون نہیں جو ہر لحاظ سے مکمل کہا جا سکے بین الاقوامی سطح پر اس آزادی کا زیادہ غلط استعمال سیاسی شخصیات کے خلاف ہوتا ہے۔ ڈنمارک اسکینڈی نیویا گروپ (ممالک) کا ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ جو یورپ کی سرزمین پر شمالی حصے میں واقع ہے (باقی اسکینڈی نیویائی ممالک فن لینڈ، سوئیڈن، ناروے اور آئس لینڈ شمالی سمندر میں) یہ ملک دوسری جنگ عظیم میں جرمنوں نے بڑی آسانی سے فتح کر لیا تھا۔ یہاں کی آبادی خاصے سکون کے ساتھ رہتی ہے اور سرکاری طور پر جنگ کے خلاف ہے میں 1990ء میں اس کے صدر مقام کوپن ہیگن سے گزرا ہوں وہاں پاکستانی نژاد مسلمان بہت ہی تھوڑی تعداد میں رہتے ہیں اور چھوٹی موٹی تجارت کے کر کے گزر بسر کرتے ہیں تمام اسکینڈی نیویائی ممالک کی طرح وہاں بھی یورپ تک کی مروجہ اخلاقی اقدار کی ذرا پرواہ نہیں کی جاتی مگر جنسیات اور مذہبیات پر کوئی دنگا فساد نہیں ہوتا استثنا ضرور ہوتا ہوگا۔

جو نا قابل معافی گستاخی ڈنمارک میں ہوئی ہے تو یقیناً اس قابل ہے کہ صرف عالم اسلام ہی نہیں پوری پڑھی لکھی دنیا اور تمام دنیا کی حکومتیں اس کی سخت مذمت کریں۔ کیونکہ یہ صرف آزادی اظہار کا معاملہ نہیں یہ انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد (تقریباً ایک ارب نفوس) کی شدید ترین دل آزاری کا معاملہ ہے جو انسانی حقوق (Human Rights) کے ذیل میں آتا ہے اور مغرب میں قائم انسانی حقوق کا بڑا ادارہ اور پورے مغرب میں اس مقصد بلکہ اسی نام سے بہت سے چھوٹے بڑے بے شمار ادارے کچھ نہ کچھ کام کر رہے ہیں۔ ان سب کا فرض تھا اور ہے کہ ڈنمارک کے متعلقہ اخبار خصوصاً اس کے ایڈیٹر اور پورے یورپ میں جہاں جہاں یہ قابل مذمت خاکے چھاپے ہیں ان کے مدیروں اور حکومتوں سے کھلی معافی کا مطالبہ کریں اور جب تک مقصد پورا نہ ہو، کئے جائیں۔

جن ملکوں میں یہ مواد چھپا وہاں کے اخلاقی ادارے اور افراد خصوصاً مسلمان باشندے مقامی

اخباروں اور حکومتوں کے خلاف مسلسل احتجاجوں کے خلاف قانونی کاروائی بھی کریں۔

The Hague کی بین الاقوامی عدالت انصاف یوں بھی کسی اختیار نفاذ کے بغیر ایک نمائشی سا ادارہ ہے مجھے معلوم نہیں کہ ایسے موضوع پر کوئی کیس سننا اس کے کسی واضح دائرہ اختیار میں ہے یا نہیں (بعض اوقات عالمانہ تعبیریں Interpretations بھی بہت سے موضاعات ومضامین کو لائق سماعت بنا دیتی ہیں) لیکن کوئی ہرج نہیں اگر بین الاقوامی قوانین کے ماہرین کسی طرح اس عدالت میں پہنچ جائیں اور ملزموں کو جواب دہی کے لئے کھینچ لیا جائے۔

سیکورٹی کونسل سے رجوع

مسلمانوں کی ایک مشکل یہ ہے کہ آج دو وجوہ سے دوسرے مذہب کے ماننے والوں کی دل آزاری نہیں کر سکتے۔ ایک تو یہ کہ وہ انسانی جذبات کے معاملے میں واقعی اپنی اخلاقیات کی سختی سے پابندی کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ دوم یہ کہ مغرب کی غالب آبادی یہودیوں اور عیسائیوں پر مشتمل ہے اور دونوں کے پیغمبر از روئے قرآن ان کے پیغمبر بھی ہیں وہ کسی عنوان کے خلاف ایک لفظ بھی زبان یا تحریر میں نہیں لا سکتے کہ اپنے ردعمل کا غصہ ہی نکال لیں، وہ مذمت احتجاج، قانونی کاروائی اور صبر ہی کر سکتے ہیں۔

مگر اب حالات کا تقاضا یہ بھی ہے کہ آزادی اظہار کے نام پر یہ رجحان ایک بین الاقوامی جرم قرار دیدیا جائے ہر دلیل میرے اس موقف کے حق میں جاتی ہے سب سے بہتر ہے کہ اسے OIC ادارہ اتحاد اسلامی کے ذریعے اقوام متحدہ اور حفاظتی کونسل میں داخل کر کے قانونی ایکشن اور ساتھ ہی نئی قانون نویسی طلب کی جائے میں جانتا ہوں کہ جب بحث ہوگی تو ہمارے اور کئی ملکوں کے مسلم اور غیر مسلم ماہرین قوانین ہی اس اصطلاح ''آزادی اظہار'' کے معنی ومطالب اور اصل مقاصد پر دنیا کو بہترین علمی و فکری سرمایہ فراہم کریں گے۔ برطانیہ، امریکہ، ڈنمارک اور ہمنوا ایک بنیادی اخلاقی قدر کے خلاف جل کر بھی کوئی دلیل فراہم نہیں کر سکیں گے۔ وہ بنیادی حق یہ ہے کہ کسی کو آزادی اظہار کے نام پر کسی کے مذہب کے خلاف تقریر وتحریر یا اشارات کے ذریعے دل آزاری کا حق نہیں ہے کیا اقوام متحدہ کا منشور (چارٹر) سب انسانوں کو مذہبی آزادی کا حق نہیں دیتا جب مجھے حق ہے تو میں معاشرے سے حکومت سے بین الاقوامی اتحاد انجمن اقوام متحدہ سے اس کے خلاف کھلے حملوں سے قانونی مدافعت طلب کرنے کا حق بھی رکھتا ہوں، کاش کوئی اہل دل فرد ادارہ یا اسلامی حکومت یا اس کا نیا زیر تشکیل ادارہ ہی یہ معاملہ وہاں لے جائے حفاظتی کونسل کا تو اس سے خاص تعلق بنتا ہے کیونکہ اگر کبھی بات بڑھ جائے تو دو یا زیادہ ملکوں میں جنگ کی نوبت آ سکتی ہے سچ کہ آج مسلمان بہ حیثیت مجموعی یا انفرادی طور سے

ڈنمارک کی حکومت کو جسے مغرب کی پشت پناہی بھی حاصل ہے چیلنج کرنے کے قابل نہیں لیکن کبھی بہت کچھ ہوسکتا ہے۔

خود کو مضبوط کرلو

عام سی بات لگے گی لیکن اس وقت یونہی سہی اگر آج ہم ایک مضبوط اور تربیت یافتہ معاشی طاقت ہوتے تو ڈنمارک کے اس بے عقل ایڈیٹر میں بھی ہمارا، مسلمانوں کا ایک تحت شعوری تاثر تو ہوتا ہی کہ شارع اسلام علیہ السلام کے لئے کوئی توہین آمیز خاکہ شائع نہیں ہوسکتا۔ اب تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اور ان کی حکومت کی پوری دنیائے اسلام کے جذبات کی پروانہیں کرتی بر سبیل تذکرہ بعضوں کی طرح مجھے بھی شبہ ہے کہ ڈنمارک جیسی چڑیا معاشرے یا اور حکومت کی اتنی ہمت نہیں ہوسکتی تھی یہ بھی بالآخر مسلمانوں کو غصہ دلا کر کسی غلط ڈگر پر ڈال دینے اور ان کی مبینہ دہشت گردی کا تاثر زیادہ عام کرنے کی کوئی سازش ہے جو عین ممکن ہے کہ دو ڈھائی بڑی طاقتوں کی تخریبی ایجنسیوں نے تیار کی ہو لیکن ابھی حالات و واقعات کے مزید رخ دیکھنے اور ان کا تجزیہ کرنا ہے فی الحال تو اہل اسلام کے سوچنے کی بات یہ ہے کہ ابھی مدتوں کمزور اور محتاج ہی رہنا ہے یا کبھی اسلام کو غلبہ بھی حاصل کرنا ہے تا کہ دنیا میں کسی کو ہمارے مقدس مذہبی جذبات مجروح کرنے کی جرأت ہی نہ ہوسکے۔

ایک آواز سنائی تو دی ہے کہ ہم اور اسلامی ممالک ڈینش اور دوسرے متعلقہ یورپین ممالک کے درآمدی مال کا بائیکاٹ کریں بلکہ ان سے ان کی معافی تک تجارتی تعلقات ہی توڑ لیں کیا ایسی کسی آواز پر کہیں عمل شروع ہوگیا ہے؟ یہ طے ہے کہ فی الحال سب مسلمانوں کی طرف سے ایسا جوابی حربہ ہی مؤثر ترین ثابت ہوسکتا ہے۔ اے مسلمان بھائیو!

کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق

(روزنامہ جنگ، 13 فروری 2006ء)

عثمان بن کنانہ

سے مبسوط مروی ہے کہ مسلمانوں میں سے جو بھی حضور ﷺ کو گالی دے (نازیبا الفاظ استعمال کرے) اسے قتل کردیا جائے گا یا زندہ سولی پر لٹکایا جائے گا اور اسکی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔

(الشفاء: جلد:۲، صفحہ:۲۱۶)

محمد اشرف شریف

آزادی اظہار کے نام پر مغرب کا تجاوز

جب ایک قوم کی اقدار دوسری قوم کے عقائد پر حملے کا درجہ اختیار کر لیں تو پھر تہذیبوں کے تصادم کا نظریہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے۔ ہمارے مفکرین قبل ازیں اس بات کو مغرب کا پروپیگنڈہ قرار دیتے رہے ہیں۔ لیکن اب دکھائی دیتا ہے عہد حاضر کے انسان نے انسانی آزادی کی جو تعریف پیش کرنا شروع کی ہے اس کی حدود ہی نہیں۔ مسلمانوں کو سیاسی اور مالیاتی غلامی کا شکار کرنے والوں کے لئے یہ امر خاصا حیران کن ہے کہ یہ قوم اب بھی نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم کی توہین کے خلاف مرنے مارنے پر اتر آتی ہے۔ تاہم میرے لئے ڈنمارک جیسے ممالک میں نبی اکرم ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا معاملہ ایک بالکل منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ آج کی دنیا کو ہم گلوبل ولیج قرار دیتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ اس عالمی گاؤں کے کاروباری لوگوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا ہے۔ منڈیاں اور کھیت سمٹ کر انٹرنیٹ پر ایک انگلی کی حرکت کے فاصلے پر پڑے ہیں لیکن شہری چاہے مغرب کا ہو یا مشرق کا وہ یہ بھول رہا ہے کہ گاؤں صرف کاروباری لوگوں کا نہیں ہوتا، وہاں معلم، طالب علم، مذہبی پیشوا، مزدور، ہنر منداور دانشور بھی ہوتے ہیں۔ وہاں محنت کش مائیں جفاکش بچے بھی ہوتے ہیں اور ان سب کو کسی نظم کا پابند رکھنے والی بائنڈنگ فورس بھی ہوتی ہے۔ یہ درست ہے کہ گذشتہ ڈیڑھ صدی کے دوران دنیا نے نئی قوم پرستی کو پروان چڑھتے دیکھا۔ یہ قوم پرستی ترکی اسلامی دنیا میں خلافت کے خاتمہ سے شروع ہوئی۔ پاکستان کے لوگوں نے اس کا مظاہرہ بنگالی بھائیوں کی الگ ملک کی صورت میں دیکھا۔ یعنی سیاسی امور میں مذہب بائنڈنگ فورس ثابت نہیں ہو سکا۔ ایک امہ کے تصور کے باوجود دنیا کے نقشے پر 57 ممالک کا موجود ہونا ثابت کرتا ہے کہ سیاست میں بائنڈنگ فورس صرف طاقت کا مظاہرہ ہے۔

امریکہ کا عروج اسی نظریے کی دلیل ہے۔ اہل مغرب نے انسانی حقوق کے تصور کو ہمیشہ اپنی نظر سے دیکھا ہے۔ انہوں نے کبھی یہ سوچا ہی نہیں کہ دنیا میں اور بھی قومیں آباد ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی توہین کو یہ لوگ آزادی اظہار رائے قرار دے رہے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اسلام میں کسی کی شبیہہ جائز نہیں تو وہ اسلامی ممالک کے گرجا گھروں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجسموں کے متعلق سوال

اٹھانے لگتے ہیں کہ ان کو اسلامی حکمرانوں نے کیوں نہیں ہٹایا؟ مسلمانوں سے یہ سوال کیا جانے لگتا ہے کہ نبی کریم ﷺ تو اظہار رائے کی آزادی کا درس دیتے ہیں پھر ان کی امت اس آزادی پر روک کیوں لگاتی ہے؟ مسلمانوں کے احتجاج کو توڑ پھوڑ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ مغرب اسلامی دنیا میں اشتعال پیدا کر کے اس کے نتائج کو ہمیشہ مسلمانوں کی پسماندگی قرار دے کر جان چھڑاتا رہا ہے۔ لیکن ہم بھی تو جاہ طلبوں کی پرورش کرتے رہے ہیں۔ مدرسوں کے نام پر ہمارے اوپر سجادہ نشینوں کا غلبہ ہو گیا۔ جیسا مغرب کی ناپاک جسارت کے خلاف احتجاج یہ مدرسوں اور خانقاہوں کے والی نہیں بلکہ لبنان، ایران، شام، عراق، پاکستان، انڈونیشیا سب جگہ عام شہری عام مسلمان ناموس رسالت پر مر مٹنے کو تیار نظر آتے ہیں لیکن ان کے غیض وغضب کو تعمیر کی سمت موڑنے والا کوئی نہیں، کوئی ایسا نہیں جو انہیں سچ بتائے ان کو سمجھائے کہ انہیں دھوکہ دے کر ایسے گاؤں میں دھکیل دیا گیا ہے جہاں مغرب کی اندھی آزادیاں ہر اصول ہر قاعدے کو زنجیر قرار دے رہی ہیں۔ برہنہ رہنے کا حق مانگنے والا مغرب آج چاند پر جا بیٹھا ہے۔ لیکن اخلاقی طور پر انتہائی پستیوں میں دھنستا جا رہا ہے۔ سی این این اور فاکس نیوز ہی نہیں انٹرنیٹ کھولیے ہر جگہ ایک ہی بحث ہے کہ مسلمان احتجاج کرتے ہوئے تجاوز کرتے جا رہے ہیں۔ کیا اظہار رائے کی آزادی کی آڑ میں اہل مغرب کا تجاوز کسی کو نظر نہیں آتا مغربی دانشوروں کو اپنے معاشرے کی تباہی کی فکر کرنی چاہئے اور ننگے رہنے پر مصر لوگوں کے سامنے شیشہ رکھنے کی جرأت کرنا ہوگی۔ (روزنامہ دن، 7 فروری 2006ء)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کرو اور جو میرے صحابہ کو گالی دے اسے کوڑے مارو۔

(الشفاء، جلد:۲، صفحہ:۱۲۲، فتاوی خیریہ، جلد:۱، صفحہ:۱۰۳) اسی طرح کی حدیث مبارکہ (کنز العمال، جلد:۱۱، صفحہ:۵۳۱، مجمع الزوائد، جلد:۶ ص:۲۶۰، رسائل ابن عابدین، شامی، صفحہ:۳۱۸)

محبوب الحق عاجز

اظہارِ رائے کی آزادی یا تہذیبوں کا تصادم

ڈنمارک اور ناروے کے اخبارات میں نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کے توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت کے خلاف شدید احتجاج کا سلسلہ جاری ہے اور روز بروز اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مسلمانانِ عالم اپنے غم و غصہ کے اظہار کے لئے مظاہرے کر رہے ہیں، ان ممالک کے سفارت خانوں پر حملے کئے جا رہے ہیں ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جا رہا ہے۔ وہ اس دل آزار حرکت پر متعلقہ اخبار کے ایڈیٹر کے خلاف سخت کاروائی کا مطالبہ کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ اپنے حکمرانوں سے بھی اس واقعہ کے مرتکب ممالک سے سفارتی اور تجارتی تعلقات کے مکمل خاتمہ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ وہ شدید صدمے کی کیفیت میں ہیں۔ ان کے دل مجروح، روح بے چین اور ذہن بے قرار ہیں۔ امت محمدیہ ﷺ کا ہر فرد، خواہ وہ کتنا ہی گناہگار ہو، عمل سے کتنا ہی بے گانہ ہو، شانِ مصطفیٰ ﷺ اور ناموس رسالت پر کٹ مرنے کو بے تاب ہے۔ وہ شمع رسالت پر اپنی جان نچھاور کر کے علم الدین شہید کا بلند رتبہ پانے کا آرزو مند ہے کہ یہی ایمان کا تقاضا ہے۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

توہین رسالت ﷺ پر مبنی ان خاکوں کی اشاعت کے بعد مغربی دنیا کے دیگر اخبارات میں ان کے شائع کئے جانے اور پھر یورپ و امریکہ کی مختلف تنظیموں اور حکمرانوں کی ڈنمارک اور ناروے کی مکمل حمایت اور برملا اظہار یکجہتی سے مغرب کے خبث باطن اور منافقت کا پردہ چاک ہو گیا ہے۔ اس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اسلام دشمنی میں یہود و نصاریٰ آپس میں متحد اور ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہیں۔ مغرب جہاں ہر چیز بدل چکی ہے انفرادی زندگی کے طور اطوار رویے اقدار تبدیل ہو چکی ہیں، مذہب میں من پسند خیالات شامل کر لئے گئے ہیں۔ اخلاقی اقدار کو ملیا میٹ کر دیا گیا ہے۔ طرز زندگی اور سوچ بچار کے زاویے بدل چکے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اہل مغرب کے دیرینہ تعصب اور دشمنی میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ کتاب زندہ میں چودہ سو سال پہلے اللہ تعالیٰ نے فرزندانِ

توحید کو یہود و نصاریٰ کی ''نیچر'' سے آگاہ فرما دیا تھا کہ

ترجمہ:۔ ''یہود و نصاریٰ تم سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ تم ان کی اتباع نہ کرلو گے۔''

شیطانیت کے اس مظاہرے پر چاہئے تو یہ تھا کہ پوری مغربی دنیا اس کی پرزور مذمت کرتی اور اس حرکت میں ملوث اخبارات کے خلاف سخت کاروائی کا مطالبہ کیا جاتا، مگر آزادی اظہار رائے کی آڑ میں اس کی حمایت کی جارہی ہے۔ مغرب کے ''روشن خیال اعتدل پسند'' اسے آزادی صحافت کے عنوان سے سند جواز فراہم کررہے ہیں۔ وہ اتنے نادان بھی نہیں ہیں کہ آزادی اظہار کے مفہوم سے ناواقف ہوں۔ ان کا نالج اتنا کمزور بھی نہیں ہے کہ وہ دل آزاری اور ہتک عزت اور آزادی صحافت میں تمیز نہ کر سکیں۔ مگر ان کی آنکھوں پر پڑی تعصب کی پٹیوں اور دل و دماغ پر پڑے نفرت انتقام اور عداوت کے دبیز پردوں نے انہیں اندھا کردیا ہے۔ کیا خود انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کو جرم نہیں قرار دیا ہے۔ کیا وہ اس بات سے بے خبر ہوسکتے ہیں کہ اظہار رائے کی آزادی بے لگام نہیں ہوتی بلکہ قوانین اور ضابطوں کی پابندی ہوتی ہے۔ ایک مقام ایسا آتا ہے کہ اس پر روک ضرور لگتی ہے۔

دنیا کا کوئی بھی قانون اسلامی شعائر اور پیغمبر اسلام کی توہین کو آزادی صحافت قرار نہیں دے سکتا۔ آزادی اظہار اس لئے ہوتی ہے کہ تاکہ لوگوں کے بہتر مفاد میں استعمال ہو، نہ اس لئے کہ ان کے مذہبی عقائد ور پیغمبروں کا مذاق اڑا کر ان کی دل آزاری کی جائے اور معاشرے میں فساد پھیلایا جائے۔ دنیا کا کون سا قانون ہے جس میں ہتک عزت جرم نہیں ہے۔ اگر کوئی قانون بھی ایسا نہیں ہے تو پھر پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں گستاخی کے ارتکاب کو آزادی اظہار رائے کا نام کیونکر دیا جاسکتا ہے جب ایک عام آدمی کی ہتک جرم ہے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین بلاشبہ سنگین ترین جرم ہے۔ یہ ایسا جرم ہے جو ناقابل معافی ہے۔

اگر اس سب کے باوجود بھی آزادی اظہار کو لامحدود قرار دیا جاتا ہے تو پھر ہم سوال کرتے ہیں کہ آزادی کو اس وقت لگام کیوں دی جاتی ہے جب اسامہ بن لادن کی تصویر الجزیرہ پر دکھائی جاتی ہے۔ اگر صلیبی آزادی اظہار کے اتنے ہی متوالے ہیں تو امریکہ اور یورپ کے مخالفین کی آواز کو میڈیا پر کیوں دبا دیا جاتا ہے۔ اظہار رائے کا حق اتنا ہی بے انتہا ہے تو ملکہ برطانیہ کی شان میں گستاخی کے ارتکاب پر برٹش قانون حرکت میں کیوں آجاتا ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ برطانیہ کا ہائیڈ پارک، جہاں انسان جو جی میں آئے کہہ سکتا ہے مگر ملکہ ''معظمہ'' کے خلاف ایک لفظ کہنے کی جسارت نہیں کرسکتا۔ اگر آزادی صحافت کی نیلم پری اتنی ہی دلربا ہے تو یہودی راہب کے بارے میں توہین آمیز کارٹون چھاپنے کی جرأت کیوں

نہیں کی جاتی۔ اظہار رائے کا حق اگر اتنا ہی بے قید ہے تو اسے اس وقت پا یہ زنجیر کیوں کر دیا جاتا ہے جب کوئی صحافی ہٹلر کا دفاع کرتا ہے جب 60 لاکھ یہودیوں کے قتل عام Holocaust کے دیو مالائی نظریے کو جھٹلایا جاتا ہے David Irving آسٹریا کی جیل میں کیوں گل سڑ رہا ہے۔ کیا اس کا یہ جرم ناقابل معافی ہے کہ وہ ''قتل عام'' کو فریب اور افسانہ کہتا ہے۔ یہ کیسی آزادی ہے کہ عیسائی اور یہودی صحافی خدا اور اس کے برگذیدہ رسول ﷺ کے خلاف جیسے چاہیں بکواس کر سکتے ہیں اور اس کو شائع کر سکتے ہیں۔ مگر یہودیوں اور ان کے خود ساختہ ڈرامے کے خلاف انہیں کچھ بھی کہنے کا حق نہیں ہے۔

اس سنگین ترین جرم پر اہل مغرب کی جانب سے کھلی حمایت اور اسے آزادی اظہار کا نام دینے سے ان کے ابلیسی چہرے پر سے انسانی حقوق، عقیدہ کا احترام مذہبی آزادی اور رواداری کا ملمع اتر گیا۔ ان کی مذہبی تنگ نظری، انتہا پسندی اور اسلام دشمنی بے نقاب ہو چکی ہے۔ اس سے واضح ہو گیا ہے کہ یہ معاملہ اسلام اور مغرب کے مابین تہذیبی تصادم کا حصہ ہے۔ جو عرصہ ہوا کئی محاذوں پر جاری ہے۔ یہ بات بھی کھل کر سامنے آگئی ہے کہ امریکہ اور اس کے حلیفوں نے نام نہاد دہشت گردی کے خلاف نہیں، اسلام کی مزاحمتی تحریک کے خلاف ہے۔ احیائے اسلام کی جدو جہد کرنے والوں کے خلاف ہے۔ اسلامی تہذیب کے خلاف ہے۔ 7/7 کے برطانوی حملوں کے بعد امریکہ نے کہا تھا کہ دہشت گرد ہمارے طرز زندگی (تہذیب) پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ اس کے بعد اس کا اعادہ کیا جاتا رہا۔ اب سٹیٹ آف یونین سے خطاب کرتے ہوئے امریکہ صدر نے مزید وضاحت کر دی ہے کہ ''بنیاد پرست اسلام کے خلاف جنگ جاری رہے گی''، گویا ان کا ٹارگٹ اسلام ہے، اسلامی تہذب ہے۔ اور ان کا مشن ہے۔ مغربی تہذیب کی بالادستی اور نئے شیطانی عالم نظام کا قیام افغانستان اور عراق پر ہونے والی جارحیت سے لے کر شام اور ایران کو دی جانے والی دھمکیوں تک کشمیر اور فلسطین کے دیرینہ مسائل میں غاصبوں اور ظالموں کی جانبداری سے لے کر توہین رسالت کی گھناؤنی وارداتوں کی حمایت تک ہر جگہ یہی حقیقت جلوہ گر دکھائی دیتی ہے۔

اندریں حالات اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ جہاں ایک طرف اس گھناؤنے اقدام کے خلاف مسلمان اپنے احتجاج کو مؤثر اور مربوط بنائیں، وہاں انہیں عالمی سازشوں کے تناظر میں اسلام کے دفاع اور امہ کی بہتری کے لئے انقلابی فیصلے کرنا ہوں گے۔ امت کے اتحاد کے لئے یورپی یونین کی طرز پر اسلامی یونین کا قیام وقت کا اولین تقاضا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ تب ہی ممکن ہے جب مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلامی ضابطہ حیات کی طرف مراجعت کریں۔

(روزنامہ جناح، 24 فروری 2006ء)

غیاث الدین جانباز

کروسیڈ کے علمبرداروں کی سازش

ڈنمارک کے اخبار ''یلندر پوسٹن'' میں رحمت للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاکوں کی اشاعت کے پیچھے یقیناً گہری سازش کارفرما ہے ان خاکوں کی اشاعت پھر جرمنی فرانس ناروے اسپین اور اٹلی کے بعض دائیں بازوں کے اخبارات میں دوبارہ اشاعت سے بھی عیاں ہوتا ہے کہ اسلام کے دشمن اسلام اور مغربی تہذیب کے مابین تصادم کے لئے فضا ہموار کررہے ہیں دو تہذیبوں کے درمیان تصادم کی تھیوری چند سال قبل سیموئیل ہنکسن نے سوویت یونین اور سرد جنگ کے خاتمہ کے بعد متعارف کرائی تھی مغربی ملکوں کے لئے سب سے بڑا دشمن اسلام ہے اور وہ یقین رکھتے ہیں اگلا تصادم ان ہی کے مابین ہونا ہے اس تھیوری کا ذکر اکثر ہوتا رہتا ہے اور افغانستان پر حملہ کے وقت جب صدر بش نے جنگ کو کروسیڈ (صلیبی جنگ) قرار دیا تھا تو ہر ایک کا ماتھا ٹھنکا تھا بعد میں جب صدر بش کو احساس ہوا تو انہوں نے اپنے الفاظ واپس لے کر اسے دہشت گردی کے خلاف جنگ کا نام دے کر اسلام اور مسلمانوں کو عالمی سطح پر بدنام کرنے کا عمل شروع کردیا جس میں مسلمان ملکوں کے حکمرانوں کو بھی ڈرا دھمکا کر اپنے ساتھ شامل کرلیا۔ 9/11 کے واقعہ کے بعد جب مغرب میں اسلام کے خلاف ہوا چلی تو یورپین ملکوں کی عوام میں اسلام کو جاننے کا تجسس پیدا ہوا جس کے نتیجہ میں مغرب مین بے شمار غیر مسلم مسلمان ہو گئے اور اس رجحان میں تیزی پیدا ہوتی چلی جارہی ہے دو تہذیبوں کے مابین تصادم کے نظریہ ساز اس رجحان سے خوفزدہ ہیں اور وہ اسلام قبول کرنے کے رجحان کو بدلنا چاہتے ہیں۔ ڈنمارک کے اخبار کے ساتھ اظہار یکجہتی اور مسلمانوں کو للکارنے کے لئے یورپ کے بعض اخبارات نے ان خاکوں کے برعکس دوبارہ شائع کیے اور اسے اظہار رائے کی آزادی قرار دیا۔ ڈنمارک کے اخبار کے معافی مانگنے کے بعد مغرب کے بعض دوسرے اخبارات میں اشاعت کا مقصد یہ ہے کہ تم کس کس سے معافی منگواؤ گے جو توہین آمیز خاکہ کے علمبردار ان خاکوں کی اشاعت کا ردعمل بھی دیکھنا چاہتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ مسلمان ملکوں میں ردعمل کے طور پر غیر مسلموں کو تشدد کا نشانہ بنایا جائے گا اور گرجا گھروں پر حملے ہوں گے یوں انہیں اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنا آسان ہوگا عراق پر حملہ کے خلاف یورپ کے عوام نے مظاہرے کئے تھے اور بش بلیئر ٹولہ کی مذمت کی تھی اب جبکہ امریکہ ایران وشام پر یلغار کی تیاری میں

ہے وہ یورپ میں مذہبی مظاہروں اور ردعمل کو روکنے کے لئے ان خاکوں کی اشاعت سے مسلمانوں کے ردعمل کو جواز بنانے کے لئے سفارش کر رہا ہے نیز مغرب میں اسلام قبول کرنے کی لہر روکنے کے لئے مغربی ملکوں میں آباد مسلمانوں کا قتل عام شروع کرانا چاہتا ہے جس طرح 1930ء کے عشرے میں ان ممالک میں جہاں خاکے شائع ہوئے ہیں وہاں یہودیوں کے خلاف تحریک چلی تھی کروسیڈ کے علمبرداروں نے جو کھیل کھیلا ہے مسلمانوں کو اس کو بخوبی سمجھ لینا چاہیے اور اقلیتوں اور ان کی عبادت گاہوں کے تحفظ کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے تمام رسولوں پیغمبروں اور نبیوں اور ان پر اترنے والی کتابوں پر ایمان لانا مسلمان ہونے کے لئے لازم ہے لیکن ماننا محمد رسول ﷺ کی شریعت اور قرآن کو ہے اور اس کی پیروی کرنا ہے یہی مسلمانوں کا عقیدہ ہے ہمارے دین میں دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کی حفاظت کرنا ہمارے پیارے رسول ﷺ کا حکم ہے اس وقت جو سازش اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروان چڑھ رہی ہے اسے عالم اسلام کے اتحاد کے ذریعے ناکام کیا جا سکتا ہے ہم کب تک قوت سے ڈر کر اسلام کے خلاف دہشت گردی کی آڑ میں جاری جنگ میں اتحادی کا کردار ادا کرتے رہیں گے اب تو وہ ہمارے محبوب ترین رسول اللہ ﷺ کی شان پر حملہ آور ہو کر ہماری غیرت ایمانی کو للکار رہے ہیں مسلمان ہر ستم برداشت کر سکتا ہے لیکن شان مصطفیٰ ﷺ پر حملہ برداشت نہیں کر سکتا 14 فروری کو لاہور میں جو کچھ ہوا ہے ہمارے حکمرانوں اور ہمارے مغرب پرست سیاستدانوں کو اس پر غور کر لینا چاہیے عوام غیرت مند حکمران اور غیرت مند سیاستدان چاہتے ہیں جو اسلام کے خلاف دہشت گردی کے خلاف جنگ کے اتحادی بن کر اپنی حکمرانی بچانے اور لینے کے چکر میں ہیں عوام کا جو تشدد دانہ ردعمل سامنے آیا ہے وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے اتحادیوں کے لئے اشارہ ہے ابھی ردعمل کی ابتداء ہوئی ہے اس کی انتہا دیکھنے کی تاب کسی میں نہیں ہوگی مناسب ہوگا ہمارے ارباب حکومت وسیاست غلام رسول ﷺ کو قبول کر لیں ورنہ کیسی حکمرانی ہے اور کہاں کی سیاست؟ اگر کروسیڈ کے علمبرداروں نے کھیل شروع کیا ہے تو کیا۔ اللہ جل شانہ کے بعد اول بھی وہی ہے آخر بھی وہی ذات گرامی۔ اللہ کے بعد اول آخر ظاہر باطن رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات ہے جو رحمت للعالمین بھی ہیں جو سراج منیر بھی ہیں اللہ رب العالمین کو اپنے محبوب ﷺ سے جو عشق ہے اس کی غیرت کب یہ پسند کر سکتی ہے کہ محمد ﷺ کا دین مغلوب ہو کر رہے نہیں نہیں اسلام پر کوئی فتح حاصل نہیں کر سکتا۔ اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے جو اعدال کا دین ہے جو محبت ہی محبت ہے جو سلامتی ہی سلامتی ہے انشاء اللہ غلبہ اسلام اب صدیوں کی بات نہیں عشروں کی بات ہے اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا مرکز پاکستان ہوگا جو بقول قائداعظم اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بنایا۔

(روزنامہ نوائے وقت، 2 فروری 2006ء)

ربیعہ عالیہ (ممبر پنجاب اسمبلی)

ڈنمارک کے خلاف یورپ کے مذموم عزائم

ڈنمارک اور بعض یورپی ممالک کے اخبارات میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر اسلامی دنیا سراپا احتجاج بن چکی ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ ایشیا یورپ، امریکہ، آسٹریلیا اور براعظم امریکہ میں جہاں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے انہوں نے توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے اخبارات کے خلاف شدید ردعمل کا اظہار کیا ہے ڈنمارک کے اخبار میں توہین آمیز کارٹون چھپنے کے بعد ناروے کے اخبار نے بھی اسے شائع کر دیا اگرچہ ناروے کے اخبار کے ایڈیٹر نے مسلمانوں کی دل آزاری کی معافی مانگ لی ہے مگر ایسی معافی کی کیا اہمیت یورپ کا مقصد صرف اور صرف مسلمانوں کو تکلیف اور اذیت پہنچانا ہے اور وہ یہ موقع کسی بھی طرح ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جس نے تمام مذاہب کو تحفظ دیا ہے ورنہ ایسی دل آزاری مسلمان بھی کر سکتے ہیں مگر ہمارا دین ہمیں کسی بھی مذہبی رہنما کی توہین نہیں سکھاتا تاہم مسلمان جدید تہذیب کا سہارا لے کر کسی کے مذہبی جذبات کو مجروح نہیں کرتے۔ یوں لگتا ہے کہ اہل مغرب نے اپنا ظاہر باطن ایک کر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب وہ اندر باہر سے ننگے ہو گئے ہیں۔ جنہیں اس وقت فحاشی، جنسی بے راہ روی، شراب نوشی کے ساتھ مسلمانوں کی دل آزاری کے سوا دوسرا کوئی کام نہیں۔ ان کی ناپاک زبانیں دین اسلام اور حضرت محمد ﷺ کے خلاف زہر اگلتی رہتی ہیں۔ یہ اپنی نام نہاد جمہوریت کی آڑ لے کر کہتے ہیں کہ اخبارات آزاد ہیں حکومت ان کے معاملے میں دخل نہیں دیتی تو یہ کیسی جمہوریت ہے کہ کوئی ایک اخبار جب دل چاہے ایک ارب بیس کروڑ مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے کھیل جائے اور اسے جمہوریت کا نام دے دیا جائے۔ ان ترقی یافتہ نام نہاد ممالک کی جمہوریت کس کیچڑ کی طرف جا رہی ہے اس کا اندازہ لندن کی اس ایک خبر سے لگایا جا سکتا ہے کہ برطانوی فوج میں دو ہم جنس پرست عورتوں نے شادی کر لی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ بھی ان قوموں پر عذاب ہے جو ان میں اخلاقیات کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اور آج وہ جمہوریت کا راگ الاپ رہے ہیں۔ اس نہج پر آ چکے ہیں کہ ان کے معاشرے میں کسی رشتے کی بھی تمیز نہیں رہی۔ یورپ ترقی کے راستے پر چلنے کے باوجود اپنے بغض، نفرت اور تعصب سے اوپر نہیں اٹھ سکا۔ ڈنمارک کے اخبار کی جسارت ایک سوچی سمجھی سکیم ہے جس کا مقصد

صرف اور صرف مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا ہے اور اس کا فائدہ تمام یورپی ممالک اٹھا رہے ہیں۔ ڈنمارک کے ایک اخبار نے اگست میں ایک اشتہار کے ذریعے پریس لمیٹڈز ایسوسی ایشن کے ارکان کو باضابطہ دعوت دی کہ وہ پیغمبر اسلام ﷺ کے خاکے بنائیں۔ منتخب خاکے سینٹرز کے ناموں کے ساتھ شائع کئے جائیں گے۔

لعنت اور عذاب ہے ایسی ترقی پر، جس میں دوسروں کے مذہبی رہنماؤں کا مذاق اڑایا جائے۔ ان کے دلوں میں جو بغض مسلمانوں کے لئے ہے وہ وقتاً فوقتاً اس کا اظہار برملا کرتے رہتے ہیں۔ 2005ء میں ڈنمارک ریڈیو چینل نے کہا مسلمانوں کا واحد علاج یہ ہے کہ اگر ہم انہیں ہلاک نہیں کر سکتے تو کم از کم یورپ سے باہر ضرور دھکیل دیں۔ 2005ء میں ایک مضمون میں کہا گیا کہ ڈنمارک میں پیدا ہونے والے مسلم نوجوان بھی بنیاد پرستانہ تعلیم سے آراستہ ہیں جو ہمارے معاشرے سے مطابقت نہیں رکھتی چونکہ ہمارا قانون دشمنوں کو سر عام قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا اس لئے ان مجرموں سے نبٹنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ انہیں حوالہ زنداں کر دیا جائے یا پھر وہ روس کے جیل خانوں میں بھیج دیا جائے۔ یہ کبھی مسلمانوں کو کینسر سے تشبیہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا واحد علاج آپریشن کے سوا کچھ نہیں۔

مغرب کی یہ مکروہ مہم کہ اسلام اور اسلامی تہذیب کا خاتمہ کر دیا جائے ان کا خواب بن کر رہ جائے گا۔ اسلام کے بارے میں مغرب کی سوچ انتہائی منفی اور بغض سے بھری ہے۔ مغرب دراصل امت مسلمہ سے خوفزدہ ہے اور ان کی ابھرتی ہوئی ایمانی طاقتوں سے گھبرا کر وہ اوچھے ہتھکنڈوں کا استعمال کرتا رہتا ہے۔ میں کیسے بھول سکتی ہوں اس 'ترقی یافتہ' امریکی نوجوان کے اخلاق کو جس نے اسامہ بن لادن کی تصویر والا ٹائلٹ ٹشو بنانے کا اعلان کیا تھا اور اسے اتنے آرڈر ملے تھے کہ دن رات فیکٹری چلا کر بھی آرڈر کی تکمیل مشکل ہو گئی تھی۔ کیا کسی مسلمان کے دل میں ایسا گھناؤنا خیال آ سکتا ہے؟ کبھی بھی نہیں۔ مسلمان کے دل بغض، شر پسندی اور حسد سے نہیں ایمان محمدی ﷺ کی طاقت سے سرشار ہے۔ وہ ان اخلاق سے گری ہوئی باتوں سے مبرا ہیں۔ جن اخلاقیات کا درس ہمارے مذہب اسلام نے ہمیں دیا ہے ہم مسلمان وہ کیسے فراموش کر سکتے ہیں۔ ہم مسلمان جانتے ہیں کہ ایسے شر پسندوں سے کیسے نبٹا جا سکتا ہے۔ یہ چند شیطانی مزاج ناپکاروں کی گری ہوئی حرکتیں مسلمانوں کی طاقت ختم نہیں کر سکتیں۔ مسلمان ملکوں کی مارکیٹیں ڈنمارک کے ڈیری مصنوعات سے بھری ہوئی ہیں۔ بحرین کی پارلیمنٹ نے ڈنمارک کی مصنوعات کے بائیکاٹ کی قرارداد منظور کر لی ہے جو ایک اچھا قدم ہے۔ عالم اسلام کو اب ان شر پسندوں سے نبٹنا ہے ان کی زہر اگلتی زبانوں کو لگام ڈالنا ہے۔ انہیں یہ بتانا ہے کہ مسلمان دہشت گرد نہیں اور انتہا پسند نہیں اور کسی کو بھی یہ اجازت نہیں کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی عقائد اور مذہبی رہنماؤں کا

مذاق اڑائے کہ ہمارے مذہب نے اخلاقیات کا درس تو دیا ہے پر انہیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ جہاد کا حکم بھی دیا ہے جو ایسے سرکش اور امن و آشتی کے دشمنوں کے لئے ہے۔ آج ایک بار پھر ضرورت غازی علم دین شہید کی ہے آج پھر ضرورت انہیں جذبوں کی ہے۔ اسی ایمان کی سچی طاقت کی ہے اے میرے رب! تو ہمیں اتنی ایمان کی قوت عطا فرما کہ ہم ایسے شرپسندوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اے میرے رب! تو ہمیں وہی جنون و جذبہ عطا کر جو ایک سچے مسلمان کی نشانی ہے تا کہ جو لوگ تیرے نام کی بے حرمتی کرتے ہیں ہم متحد ہو کر ان کا مقابلہ کر سکیں۔ آمین۔ ثم آمین۔

(روزنامہ دن، 16 مارچ 2006ء)
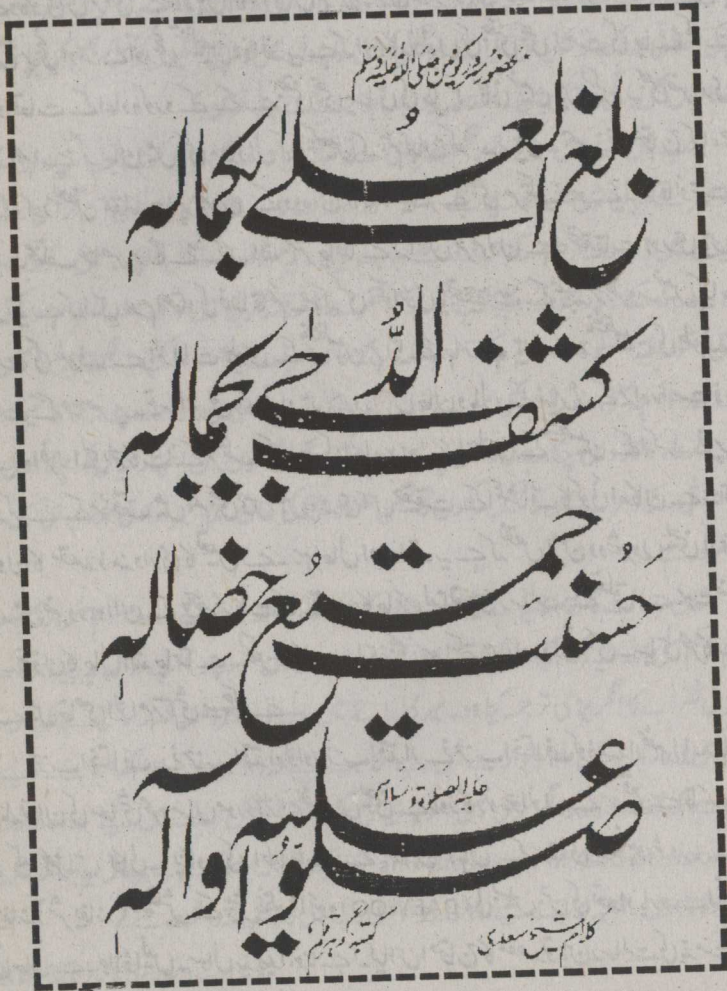
جسٹس (ر) کے ایم اے صمدانی

توہین رسالت اور ہم

حال میں توہین رسالت کے سلسلہ میں ان کارٹونوں کے جو یورپ میں چھپے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور بہت کچھ نہ صرف کہا جا چکا ہے بلکہ آخری اطلاع کے مطابق بہت کچھ کیا بھی جا رہا ہے۔ جو کیا جا رہا ہے وہ قومی سطح پر بھی ہے اور بین الاقوامی سطح پر بھی۔ بین الاقوامی سطح پر سنا ہے کہ حکومت کر رہی ہے اور قومی سطح پر نجی ادارے اور نجی تنظیمیں، واقعہ یہ ہے کہ ان کارٹونوں کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے اور ایسے واقعات کے اعادہ کو روکنے کے لیے جتنی بھی مساعی کی جائیں کافی نہیں ہیں لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنے گریبان میں بھی منہ ڈال کر دیکھیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔ ہم نے احتجاج کیا، جلوس نکالے، اور بعض مقامات پر جلوس کے دوران لاقانونیت کے بھی مرتکب ہوئے۔ لاقانونیت کے الزامات مختلف عناصر پر لگائے گئے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اصل مجرم کون ہے۔ تحقیقات ہو رہی ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ ایسی عدم اعتماد کی فضا قائم ہے کہ کسی انکوائری یا تحقیقات کے نتیجہ پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا حکومت کی طرف سے الزامات جلوس کے منتظمین پر لگائے جا رہے ہیں۔ اور منتظمین کی طرف سے حکومت کے عناصر پر۔ تیسرا فریق وہ افراد ہیں جو دراصل جان و مال کے ضیاع کے براہ راست ذمہ دار ہیں۔ وہ افراد ایسی حرکات کے مرتکب حکومت کی ایماء پر ہوئے یا جلوس کے منتظمین کے اکسانے پر اس کا فیصلہ کرنے کے مؤقف میں ہم بھی نہیں ہیں، نہ ہی اس حقیقت کے انکشاف کا کوئی امکان ہے نہ ہی اس مضمون کا مقصد ذمہ داری کا تعین ہے۔ بہر حال امر واقعہ یہ ہے کہ نقص امن دو شہروں یعنی لاہور اور پشاور میں ضرور ہوا ان کے پیچھے محرکات کیا تھے ان کا جائزہ لینا توہین رسالت کے تعلق سے بہت ضروری ہے۔ نیتوں کا حال اللہ جانتا ہے۔ لیکن محرکات سیاسی بھی ہو سکتے ہیں اور ذاتی بھی۔ سیاسی محرکات کے بارے میں خاصی الزام تراشی ہو چکی ہے۔

حزب اختلاف نے حزب اقتدار کو اور حزب اقتدار نے حزب اختلاف کو ذمہ دار ٹھہرایا۔ رہا افراد کا معاملہ تو ان کی معاشی محرومیاں مورد الزام ٹھہریں یعنی بے روزگار نوجوانوں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر دل کی بھڑاس نکالی۔ پشاور کی اطلاعات کے مطابق وہاں کے مقامی ٹرانسپورٹروں نے اپنی حریفانہ (شریفانہ) چپقلش کے پیش نظر ڈائیوو (DAEWOO) کی بسیں جن کی تعداد بارہ سے انیس تک بتائی جاتی ہے۔ جلا ڈالیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس احتجاج کا مقصد توہین رسالت کی مذمت کرنا تھا

یا اس کے در پردہ اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کی تکمیل۔ میں نے پہلے بھی لکھا ہے کہ نیتوں کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے اور فیصلے بھی وہی کرے گا لیکن توہین رسالت کے خلاف احتجاج میں اگر ذرا سی بھی ملاوٹ ہو تو ایسی ملاوٹ بجائے خود ایک توہین ہے۔ کیا ہم میں سے کسی نے اس بات پر غور کیا ہے خواہ ایسی حرکت پر ذمہ دار جلوس کے منتظمین ہوں یا حکومت یا کوئی سیاسی جماعت یا چند افراد (انفرادی طور پر) وہ سب میری رائے میں توہین رسالت کے مرتکب ہیں۔

بڑے ہی افسوس کا مقام ہے ایک مقدس احتجاج کا تقدس ذاتی یا جماعتی اغراض کی خاطر پامال کیا گیا اور کسی کے ضمیر کے کان پر جوں تک نہ رینگی ضروری ہے کہ ایسے قبیح فعل کے مرتکب حضرات و خواتین اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کے حضور معافی کے خواستگار ہوں اور اپنی شرمندگی کا اظہار کریں۔ منظر عام پر اقبال جرم کی اخلاقی جرأت تو شاید ہی کسی میں ہو لیکن کہاں خانہ دل میں تو اپنی غلطیوں کو تسلیم بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور معافیاں بھی مانگی جا سکتی ہیں۔ اللہ سب کو نیک ہدایت دے۔ (آمین)

جب میں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہی ہے تو ایک نیا مسئلہ بھی بیان کرتا چلوں، یہ رواج چل پڑا ہے (میرے خیال میں بغیر سوچے سمجھے) کہ حضور رسالت مآب ﷺ کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ انگریزی میں (P.B.U.H) کے حروف لکھے جاتے ہیں۔ یہ حروف دراصل مخفف ہیں۔ Peace be upon him کے۔ ذرا غور تو کیجئے اس انگریزی فقرے کا ترجمہ عربی میں صرف علیہ السلام ہو سکتا ہے کیا ہم کبھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم مبارک کے ساتھ صرف علیہ السلام کہتے یا لکھتے ہیں؟ نہیں تو پھر (P.B.U.H) چہ معنی دارد؟ یہ بھی میرے خیال میں اسی بے براہی (Casualness) کا نتیجہ ہے جو ہمارے کردار کا جزو بن چکا ہے اور جس پر میں اپنے کسی پچھلے مضمون میں اظہار خیال کر چکا ہوں اسے میں گستاخی کے زمرے میں تو نہیں رکھوں گا لیکن حضور ﷺ کی شان میں غیر ارادی طور پر ہی سہی۔ بے ادبی ضرور ہے۔

شان رسالت کا تقاضا یہ ہے کہ حضور ﷺ کے نام کے ساتھ سلام کے علاوہ صلوٰۃ ضرور بھیجا جائے یعنی کم از کم صلی اللہ علیہ وسلم کہا اور لکھا جائے (تحریک شان رسالت متوجہ ہو) اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس عربی فقرے کا انگریزی ترجمہ کیا ہو۔ میری رائے میں اول تو یہ فقرہ اس قدر جامع ہے کہ اس کا صحیح متبادل کسی اور زبان میں ملنا دشوار ہے اس لیے مناسب ہے کہ (S.a.A.w.s) لکھا جائے۔ ویسے میرا اندازہ ہے کہ لفظ Salute انگریزی میں صلوٰۃ ہی کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ اس لیے Salutations and Blessings of God be upon him بھی ایک ترجمہ ہو سکتا ہے۔ بہر حال یہ معاملہ میں اہل علم پر چھوڑتا ہوں۔ البتہ میرے لیے (P.B.U.H) کی بے ادبی ناقابلِ برداشت ہے۔

(نوائے وقت، 15 مارچ 2006ء)

رانا عبدالباقی (اسلام آباد)

مغرب کی روشن خیالی،
صیہونیت اور توہین رسالت ﷺ

دنیا بھر میں سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والے دانشور اس بات پر حیرت زدہ ہیں کہ یہودی اپنے مسلک پر قائم رہنے اور ایک چھوٹی قوم ہونے کے باوجود مغرب کے طاقت ور عیسائیوں پر کس طرح حاوی ہو گئے ہیں۔ قرونِ وسطیٰ کے زمانے سے ہی صیہونی یہودی راندہ درگاہ شمار ہوتے تھے۔ روس اور یورپ میں خاص طور پر نازی جرمنی کے دور میں یہودیوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔ اسی دوران یہودیوں کو منظم ہونے کا موقع ملا اور پہلی اور دوسری عالمگیر جنگوں کے دوران صیہونی لابی اتحادی طاقتوں کے ساتھ جڑ گئی۔

آج کیفیت یہ ہے کہ صیہونی لابی نہ صرف یورپ، برطانیہ، اور امریکہ کے میڈیا پر چھائی ہوئی ہے بلکہ ان ممالک کے انتظامی معاملات میں بھی غیر معمولی اثر ورسوخ رکھتی ہے۔ مغرب کے بارے میں ہمارے دانشور جن آراء پر بھروسہ کرتے ہیں ان پر زیادہ تر صیہونیت کی چھاپ لگی ہوتی ہے اور اب اُن کے ساتھ اس کام میں انتہا پسند ہندو لابی بھی شامل ہو گئی ہے۔ دنیا بھر میں یہود وہنود کے ذرائع سے آنے والی اطلاعات زیادہ تر کاٹ چھانٹ کر بنائی جاتی ہیں یا ڈس انفارمیشن پر مبنی ہوتی ہے۔ یورپ، برطانیہ اور امریکہ میں صیہونی لابی کے چھا جانے سے قبل سیاسی اور معاشرتی طور پر اس خطے کے ممالک دو گروپوں یعنی رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں پر منقسم تھے۔ صیہونی لابی کی شمولیت کے بعد اس میں روشن خیالی کا عنصر شامل ہوا۔ دراصل صیہونی لابی نے عیسائیوں کے دونوں مضبوط دھڑوں کو کمزور کرنے اور مغربی ملکوں میں اپنی پوزیشن کو مضبوط بنانے کے لئے روشن خیالی اور لبرل ازم کے نام پر مذہبی پابندیوں سے بیزار سیکولر عیسائیوں کا ایک تیسرا طبقہ نہ صرف جان بوجھ کر پیدا کیا بلکہ عیسائی مذہب کے پیروکاروں میں مذہبی رسومات اور چرچ پر یقین کمزور کرنے کے آئینی اور قانونی ریفارمز کے ذریعے ہم جنس پرستی، گرل فرینڈ کے ساتھ جنسی تعلقات کے فروغ، حمل گرانے کو قانونی تحفظ، شادی کو محض ثانوی حیثیت، فحاشی اور غیر اخلاقی مخلوط پروگراموں کی بھرمار کے علاوہ انسانی حقوق اور میڈیا کی مادر پدر

آزادی کے نام پر مذہبی اعتقادات کو سائنس کے حوالے سے متنازعہ بنانے کی کوشش کی اور اس طرح وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ صیہونیت نے مغرب میں میڈیا اور مالی اداروں پر تسلط حاصل کر کے ایک قابل رشک پوزیشن حاصل کر لی۔

حقیقت یہ ہے کہ صیہونیت نے ہاتھی کے دانت کی طرح مغرب کے چہرے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک چہرہ وہ ہے جو مغرب میں عیسائی مذہبی قوتوں کو کبھی نازی ازم، کبھی کمیونزم، کبھی سیاسی اسلام اور کبھی اسلامی دہشت گردی کا خوف دلا کر ان کی توجہ تہذیبی اور مذہبی مسائل سے ہٹا کر تہذیبوں کے نام نہاد تصادم کی جانب مبذول کراتا ہے۔ دوسرا چہرہ وہ ہے جو مغرب کی جدید ٹیکنالوجی اور حساس ہتھیاروں کے زور پر مختلف سیاسی اور معاشی ڈاکٹرائن کے نام پر تمام اخلاقی اور قانونی حدوں کو توڑ کر مشرق کے وسائل پر بلا شرکت غیرے قبضہ کر لیتا ہے اور مغرب کے عوام کو مطمئن کرنے کے لئے عافیت کی نوید سنا دی جاتی ہے۔ اگر یورپ اور امریکہ میں کبھی اس بندر بانٹ پر کوئی فروعی اختلاف سامنے آتا بھی ہے تو یا تو وہ محض مشرقی ممالک کے وسائل کی آپس میں تقسیم کے معاملے پر ہوتا ہے اور یا پھر تیسری دنیا کے وسائل رکھنے والے ممالک پر مغرب کی انسانی قدروں کا بھرم قائم رکھنے کے حوالے سے ہوتا ہے۔ دراصل عرب اسرائیل جھگڑے میں چونکہ صیہونیت کو اسلامی ممالک کی مخالفت کا سامنا ہے اس لئے یہودی پریس اسلام کو ٹارگٹ بنانے کے لئے دنیا بھر کے مسلمانوں کو خطرے اور بربریت کی مثال بنا کے مغربی عوام کے سامنے پیش کرتا رہتا ہے۔ ایک جانب تو یہ صیہونی طاقتیں مغرب کے عوام کو مسحور کن نعروں کے ذریعے سیکولر آزادیوں کی گھما گھمی میں گم کر کے اُنہیں مادر پدر آزاد ٹیلی وژن چینلز اور انٹرنیٹ ویب سائٹس کے فحش پروگراموں کے ذریعے غیر اخلاقی طرز فکر کا عادی بنانے میں لگی ہوئی ہیں اور دوسری جانب اس آزادی کے علم بردار سیکولر تعلیمات کے ایجنڈے پر عمل درآمد کرتے ہوئے اُنہیں مذہبی اور تہذیبی روایات سے بغاوت کرنے پر اکسا رہے ہیں۔ گو یورپ اور امریکہ میں عیسائیت کے علم بردار بھی سیکولرازم اور روشن خیالی کے نام پر تیزی سے اُبھرتی ہوئی اسی اخلاقی بے راہ روی سے قدرے پریشان ہیں اور اچھائی کی جانب واپس آنا چاہتے ہیں۔ لیکن اُن کی آواز کو مروجہ قانون کے نام پر دبا دیا جاتا ہے۔ بہر حال مغربی ممالک میں اس بے راہ روی کے خلاف اگر عوامی سطح پر کوئی مزاحمت پیش آ رہی ہے تو وہ بنیادی طور پر ان ممالک میں پیغمبرِ اسلام کے ماننے والے مسلمان معاشرتی گروپوں کی جانب سے آ رہی ہے۔

یورپی ممالک میں اس لابی نے مسلمان عورتوں کے حجاب پر پابندی لگا کر پہلا پتھر مارا تھا جبکہ قرونِ وسطیٰ کے زمانے سے ہی حجاب عیسائی عورتوں کے لباس کا حصہ رہا ہے۔ چرچ کی خواتین راہبائیں آج بھی

حجاب کا استعمال کرتی ہیں اور اب اسلامی دہشت گردی کی آڑ لے کر صیہونی صحافت کے علم برداروں نے حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی پر حملہ کرنے کی جسارت کی ہے جس کا سختی سے نوٹس لیا جانا چاہئے۔ یہ درس ہے کہ یورپ اور امریکہ میں عیسائی مذہبی حلقوں کی جانب سے بھی اکثر اوقات مذہبی اختلافات کے خلاف صیہونیوں کی پس پردہ سرگرمیوں کی مذمت کی جارہی ہے۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ جنگِ انسانی پر مبنی اس نام نہاد سیکولر آزادی اور بے راہ روی کی ترغیب پر تو کوئی قدغن نہیں ہے لیکن مذہبی نظیروں اور اعتقادات کو غیر پسندیدہ نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ مغربی معاشرے میں کسی کے خلاف تضحیک آمیز رویے کی روک تھام کے لئے قوانین تو موجود ہیں لیکن مسلمانوں کے ساتھ معاندانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے ان قوانین پر عمل درآمد سے گریز کیا جاتا ہے جبکہ آفاقی انسانی اصولوں اور انبیاء کرام کی روایات اور مذہبی ورثہ کے خلاف ہونے والے تنگِ انسانیت حملوں کو پریس کی آزادی کے نام پر تحفظ دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔

یہ ایک افسوسناک بات ہے کہ مغرب کی جانب سے تازہ ترین حملہ ایک ایسی محترم ذات کے خلاف کیا گیا ہے جو دکھوں اور ناانصافیوں کے خلاف احترام انسانیت کا عالمگیر درس لے کر آئے تھے اور جن کی تعلیمات دنیا بھر میں مذاہب کے مابین معاشرتی توازن قائم کرنے کا باعث بنی تھی۔ اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جو کائنات کے وجود میں آنے کے بعد دنیا میں خدا کا پیغام لانے والے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کو برحق تسلیم کرتا ہے بلکہ ان تمام انبیاء کرام کی بابت کسی پہلو سے تضحیک کا خیال آنا بھی اسلام کے ماننے والوں کے لئے گناہ کا درجے میں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی تعلیمات کا تذکرہ نہایت ادب و احترام سے کرتے ہیں۔ لہٰذا پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو تضحیک کا نشانہ بنانا کسی بھی مسلمان کے لئے قابل قبول نہیں ہے اور اسلامی ملکوں میں اگر یورپی اخبارات کی جانب سے توہینِ رسالت ﷺ کے خلاف احتجاج کیا جارہا ہے تو یہ ایک فطری عمل ہے۔ بین الاقوامی اداروں کو اس امر پر بھی غور و فکر کرنا چاہئے کہ یورپی اخبارات کے غیر سنجیدہ اور غیر ذمہ دارانہ رویئے کے باعث مذاہب اور تہذیبوں کے مابین تصادم کی راہ کون ہموار کر رہا ہے۔ کیونکہ تمام اسلامی ممالک تو دہشت گردی کے خلاف اقوام متحدہ سے تعاون کر رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مغربی ممالک ایسے سازشی عناصر کی سرکوبی کریں کیونکہ اس مسئلے کو محض پریس کی آزادی قرار دے کر ختم نہیں کیا جاسکتا۔

سابق امریکی صدر بل کلنٹن کا یہ کہنا تو درست ہے کہ توہین آمیز خاکوں کے خلاف احتجاج مسلمانوں کا حق ہے۔ لیکن میری دانست میں ان کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ایسا شاید لاپرواہی کے بجائے

لاعلمی سے ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسا لاعلمی سے نہیں ہوا ہے کیونکہ یورپ اور امریکہ میں انیسویں اور بیسیوں صدی کے ممتاز عیسائی دانشوروں نے بھی تاریخی اور اصلاحی کتابوں میں پیغمبرِ اسلام ﷺ کے بارے میں ہمیشہ اچھے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان مغربی مستند دانشوروں میں ایڈورڈ گبن، تھامس کارلائل، سائمن او کلے، الفانسے لا مارٹین، ایڈورڈ مائیٹ، بوسورتھ سمتھ، لاسی اولیری، ڈاکٹر ولیم ڈراپر، فلپ کے ہیٹی، راڈویل، منٹگمری واٹ، ڈی جی ہوگرٹ، واشنگٹن اروئن، جیمس مچیز، اور لارنس براؤن شامل ہیں۔

1978ء میں نیویارک سے شائع ہونے والی ایک اہم کتاب، تاریخ کی سوانتہائی پُراثر شخصیات میں مائکل ہارٹ، پیغمبرِ اسلام ﷺ کو صف اول کی شخصیت قرار دیتے ہوئے ان کا تذکرہ پہلے نمبر پر کرتے ہیں۔ لاعلمی کے حوالے سے بل کلنٹن نے یہ بات چونکہ دورہ پاکستان کے دوران کہی ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ درست حقائق ان کے علم میں نہ ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈنمارک کے اخبار ''جیلنڈز پوسٹن'' نے یہ خاکے 30 ستمبر 2005ء کو شائع کئے تھے جس پر اخبار ہذا کو معذرت کا موقع دینے کے بعد ڈنمارک میں مسلمان ملکوں کے سفیروں نے 20 اکتوبر کو اس واقعہ کی شکایت کا نوٹس لینے کی بجائے ڈنمارک میں صیہونی لابی کے زیرِ اثر چلنے والے اس اخبار نے یہ خاکے دس جنوری 2006ء کو دوبارہ شائع کئے جس پر 26 جنوری کو سعودی عرب نے اپنے سفیر کو ڈنمارک سے واپس بلا لیا۔ اگر ایسا لاعلمی کے باعث ہوا ہوتا تو اسے دوبارہ شائع کرنے کی جسارت نہیں کی جاتی۔ یہ بھی درست ہے کہ 31 جنوری کو بین الاقوامی دباؤ کے تحت اخبار ہذا نے اپنی اس جسارت پر معافی کا اظہار کیا تھا لیکن یکم فروری کو ان خاکوں کی فرانس، جرمنی، اٹلی اور سپین کے اخباروں میں شائع کرنے میں کون سی فکر پوشیدہ تھی۔ یہ بھی درست ہے کہ صدر بش اور امریکہ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے بھی ان خاکوں کی اشاعت کی مذمت کی گئی ہے لیکن امریکی ترجمان نے دوسرے ہی سانس میں یہ کہہ کر یورپی سیکولر حلقوں کی تائید کردی کہ اس مواد کی اشاعت پر ہم اخبار کی آزادی کے حق کا پرزور دفاع کرتے ہیں۔

دریں اثناء بات بہت ہی خوش آئند ہے کہ یورپ اور امریکہ کے یہودی اور سیکولر حلقوں کے بر خلاف ان خاکوں کی اشاعت پر یورپ اور امریکہ کے عیسائی مذہبی حلقوں کا ردعمل قابلِ قدر تھا۔ مذاہب برائے امن نامی بین الاقوامی مذہبی تنظیم جس میں دنیا بھر سے ستر قومیتوں اور چار علاقائی تنظیموں کے نمائندے شامل ہیں کہ جنرل سیکرٹری ڈاکٹر ولیم وینڈلے نے ان خاکوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا'' جیلنڈز پوسٹن نے ان انتہائی بہیمانہ خاکوں کو شائع کرکے پیغمبرِ اسلام کی ذات پر جو حملہ کیا ہے میں اُسے مسترد کرتا ہوں اور اس کی پرزور الفاظ میں مذمت کرتا ہوں۔ ان خاکوں کی اشاعت کے خلاف اس مذمت مین دنیا بھر کے تمام مخلص مذہبی حلقے اور مذہب کو ماننے والے اپنے مسلمان بھائی اور بہنوں کے

ساتھ ہیں اور مکمل اخلاقی سولیڈیریٹی کا اظہار کرتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا

All sincere religious people of conscience are offended when any tradition is defamed or abused. The deeply offended offensive series of cartoons of Prophet Muhammad (Peace be upon him) are a grievous affront to the word's 1.3 billion Muslims. They also offend the religious sensibillties and consciences of believers of the world's other great religions. From a religious point of view,an attack on one religion wounds and offends all sincere religious believers.

حقیقت یہ ہے کہ پاپائے روم سے لے کر امریکہ کے مذہبی حلقوں تک تمام مخلص مذہبی حلقوں کو توہینِ رسالت پر مبنی ان خاکوں کی اشاعت پر صدمہ پہنچا ہے۔ یہ کون لوگ ہیں جو مذاہب کے مابین اختلافات کو ہوا دے کر دنیا میں تہذیبوں کی جنگ پھیلانے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں رہی ہے اس لئے اس مسئلے پر تمام مذاہب کے لوگوں اور خاص طور پر مسلمانوں اور عیسائیوں کو مل جل کر غور وفکر کرنا چاہئے کیونکہ نائن الیون کے بعد گذشتہ چند سالوں سے ہنود و یہود کے انتہا پسند حلقے مذاہب کے مابین خاص طور پر اسلام اور عیسائیت کے مابین غلط فہمیوں کو جنم دے کر تہذیبی تصادم کی راہ پر لگانا چاہتے ہیں۔ گو کہ نائن الیون کے بعد ابھی تک کوئی ایسی واضح شہادت سامنے نہیں آئی ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ دہشت گرد کس کی پس پردہ سپورٹ پر کام کر رہے تھے اور امریکہ میں ہوتے والی اس دہشت گردی کی واردات سے کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے۔

فی الحقیقت دہشت گردی کی اس واردات کا تمام تر نقصان تو اسلامی انتہا پسند گروپوں کو اُٹھانا پڑا ہے اور امریکی اداروں نے اپنی مرضی کی شہادتیں بنا کر عراق اور افغانستان میں امریکہ کے تسلط کو ممکن بنا دیا ہے۔ اور اب ایران کو دبانے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ افغانستان میں دہشت گردی کے حوالے سے پاکستان نے امریکہ کے ساتھ غیر معمولی تعاون کیا ہے لیکن امریکہ سے حساس دفاعی ٹیکنالوجی کے حصول اور ایٹمی تعاون کے حوالے سے تو سب کچھ بھارت لے گیا ہے۔ ایک ممتاز انتہا پسند دانشور سریندر اتاری نے 18 نومبر 2003 میں اپنے ایک اہم مقالے میں یہود و ہنود کے فطری اتحاد کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے وہ ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ اس مقالے میں اُنہوں نے چند بہت ہی اہم باتیں کیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

We have two enemies, Islam and Christianity, the two of them represent two separate challenges, It is highly suggestive not to fight two enemies at one time, choosing one of them to fight first, is neither

deterimental to nor inconsistent with our objective of putting an end to both of them.... in order to form a tactical and strategic-alliance with the jews and with the jewish state of Israel, what matters most is that: jews need us and we need them, there is a clear-commonality of interests.

اپنے اس مقالے میں سریندر اٹاری یہ بھی کہتے ہیں کہ مستقبل میں یہودی اپنی صلاحیتوں اور ہندو اپنی تعداد کے باعث ایک فطری اتحاد قائم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہودیت اور ہندویت دونوں ہی اسلام اور عیسائیت کے ستائے ہوئے ہیں۔ بھارت یہودیوں کو افرادی قوت اور مالی سپورٹ دے سکتا ہے اور بدلے میں جدید ٹیکنالوجی لے سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اصل غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا ہندو اسلام اور عیسائیت کو ایک دوسرے کے مقابل لا سکتے ہیں کیونکہ یہی ایک بہتر راستہ ہے۔

مغرب کے عیسائیوں کی فوجی قوت ہندوؤں کی نسبت بہت زیادہ مضبوط ہے۔ مغرب ہندوؤں کے لئے بڑے مسائل پیدا کر سکتا ہے اس لئے ہندو اس مرحلے پر مغربی ملکوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ ہندوؤں کو اس مرحلے پر امریکہ اور یورپ کی ٹیکنالوجی کی ضرورت ہے۔ سریندر اٹاری مزید کہتے ہیں کہ یہودی ایک چھوٹی قوم ہونے کے باوجود اپنی دانشورانہ صلاحیتوں کے باعث مغربی ملکوں پر چھا گئی ہے جبکہ ہندو آبادی کے اعتبار سے ایک بہت بڑی قوت ہیں اور یہ دونوں آپس میں مل کر اسلامی دنیا کے خلاف ایک دوسرے کا سہارا بن سکتے ہیں۔ سریندر اٹاری بھارت کی انتہا پسند ہندو لابی سے تعلق رکھتے ہیں۔

اُنہوں نے یہ باتیں تو 2003ء میں کہیں تھیں لیکن اسی حوالے سے خطے میں صرف دو ہی سال بعد یعنی 2005ء میں ایک اہم تبدیلی یہ آئی ہے کہ صیہونی لابی کو پس پردہ کوششوں کے باعث امریکہ نے فرنٹ لائن اسٹیٹ نہ ہونے کے باوجود بھارت کے ساتھ دس سالہ مدت کے لئے دفاعی معاہدہ کیا ہے جس کے تحت دونوں ممالک ایک دوسرے کے ساتھ حساس دفاعی ٹیکنالوجی تبادلہ کر سکتے ہیں اور مزید یہ کہ سول ایٹمی فیلڈ میں تعاون کیا جا سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بھارت اور اسرائیل کے مابین مفاہمت کے باعث بھارت اور امریکہ ایک دوسرے کے قریب آئے ہیں جبکہ اسلامی ممالک ہنود و یہود کی ٹارگٹ لسٹ پر ہیں اور یہود و ہنود لابی اپنے مخصوص مفادات کی خاطر اسلام اور عیسائیت کے مابین غلط فہمیوں کو ہوا دے کر تہذیبوں کے مابین تصادم کی کیفیت کو جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا مندرجہ بالا تناظر میں ہمیں جذباتیت کے بجائے غور و فکر کی صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے یکجہتی کے ساتھ حالات کی بہتری کے لئے جدو جہد کرنی چاہیے۔

اندریں حالات ہمیں توہینِ رسالت ﷺ کے مسئلے پر خاموش نہیں بیٹھنا چاہیئے بلکہ اسلامی کانفرنس کا ہنگامی سربراہی اجلاس بلا کر اسلامی دنیا کے غم وغصہ سے اقوام عالم کو آگاہ کرنا چاہیئے۔ یاد رہے کہ اسلامی کانفرنس کی بنیاد اسرائیل کی جانب سے مسجد اقصیٰ میں آتشزدگی کے واقعہ کے پسِ منظر میں ہوئی تھی اور اگر دیکھا جائے تو توہین رسالت ﷺ اس سے کہیں بڑا واقعہ ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے وہ کم ہے۔ اللہ ہمارا حامی وناصر ہو۔

(روزنامہ نوائے وقت، 28 فروری، یکم مارچ 2006ء)

اللہ ﷻ کا ارشاد پاک ہے

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ O

(پ 10 ع 14، سورہ التوبہ)

وہ جو رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

امام ابوبکر احمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں کہ جس شخص نے بھی حضور اکرم ﷺ کی توہین کی اور آپ ﷺ کو اذیت پہنچانے کا قصد کیا اور وہ مسلمان کہلاتا ہو، وہ مرتد ہے اور مستحق قتل ہے۔

(احکام القرآن: جلد: ۳، صفحہ: ۱۰۶)

قیوم نظامی

مسلمان بیدار ہیں یارسول اللہ ﷺ

کونسل آف نیشنل افیئرز (سی این اے) قومی مسائل پر سوچ بچار کرنے والوں کا فورم سے جو گذشتہ پندرہ سال سے باقاعدگی کے ساتھ ہفتہ وار نشست منعقد کر رہا ہے۔ پاکستان کا شاید ہی کوئی ایسا سیاسی و مذہبی رہنما اور دانشور ہو جس نے اس فورم میں بطور گیسٹ کیپر شرکت نہ کی ہو۔ سی این اے کو ایک نمائندہ قومی فورم کہا جا سکتا ہے کیونکہ اخبارات کے سینئر ایڈیٹر، سینئر کالم نویس، کالجوں اور یونیورسٹی کے پروفیسر تجارت وکالت اور سیاست سے تعلق رکھنے والے افراد، ریٹائرڈ فوجی، مذہبی جماعتوں سے جڑے ہوئے افراد اور سرونگ سرکاری ملازمین اس فورم کے مستقل رکن ہیں۔ نشست کی صدارت عام طور پر مصطفیٰ میرانی کرتے ہیں جو کرنٹ ایشوز پر بحث کو اوپن کرتے ہیں اور شرکاء اپنے مشاہدات اور تاثرات بیان کرتے ہیں۔ گذشتہ نشست میں مصطفیٰ میرانی شریک نہ ہو سکے اور اس کی صدارت فورم کے سینئر رکن کرنل (ر) اکرام اللہ نے کی۔ کرنل صاحب نے فورم کی روایت کے برعکس مجھے ڈسکشن اوپن کرنے کی دعوت دی اور کرنٹ ایشو کا انتخاب بھی مجھ پر چھوڑ دیا۔ میں نے توہین آمیز کارٹونوں کی عالمی میڈیا میں اشاعت پر بات کی۔ فورم کے تمام شرکاء نے توہین رسالت کی اس شرمناک کوشش کی پرزور مذمت کرتے ہوئے گہرے دکھ اور کرب کا اظہار کیا اور اس المیہ کے پس منظر اور پیش منظر پر مدلل روشنی ڈالی۔

فورم کے اراکین متعلق تھے کہ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے پیچھے سازش کارفرما ہے جو اسلام دشمنی پر مبنی ہے۔ کیونکہ یہ خاکے احتجاج کے باوجود ڈنمارک کے علاوہ کئی دوسرے ملکوں نے بھی شائع کئے۔ مسلم امہ نے اس المیہ کے خلاف احتجاج کیا مگر مسلم ممالک کے حکمران اور سیاسی و مذہبی لیڈر پرزور احتجاج اور مذمت سے قاصر رہے۔ ڈاکٹر اجمل نیازی نے کہا کہ وہ اس واقعہ کے بعد غازی علم دین شہید کے مزار پر گئے اور آنسو بہائے ان کی جانب سے یہ مذمت اور احتجاج کا انوکھا اظہار تھا۔ عالم اسلام کو یورپی مصنوعات پر پابندی لگانی چاہیے کیونکہ اقتصادی بائیکاٹ کے علاوہ اور کوئی حربہ کارگر نہیں ہوگا۔ ایک اخبار کے سینئر ایڈیٹر نے کہا۔ لاہور کے ایک لاء کالج کے پرنسپل نے بتایا کہ انہوں نے اپنے رفقاء اور طلباء کو مشورہ دیا کہ وہ بی بی سی کو سخت پیغامات ارسال کریں تا کہ بی بی سی توہین آمیز خاکے ٹیلی کاسٹ

کرنے سے باز رہے۔ان کا خیال تھا کہ پارلیمنٹ کو توہین رسالت ﷺ کا خصوصی قانون پاس کرنا چاہیے جس کا اطلاق پاکستان کی علاقائی سرحدوں کے باہر بھی ہو سکے۔

یونیورسٹی کے پروفیسر نے جو عالمی سیمناروں میں شریک ہوتے رہتے ہیں اپنے ذاتی مشاہدے کے حوالے سے بتایا کہ یہودی اسرائیل اور اپنے برگزیدہ لیڈروں کے بارے میں معمولی تنقید بھی برداشت نہیں کرتے اور کئی یورپی ممالک میں نازی ازم کا پرچار اور ہولوکاسٹ (یہودیوں کا قتل عام) سے انکار فوجداری جرم ہے۔سعودی عرب، لیبیاء، کویت اور ایران نے احتجاج کے طور پر ڈنمارک اور ناروے سے اپنے سفیر واپس بلا لئے مگر پاکستان کی حکومت نے سخت اقدام سے گریز کیا ہے نوجوان کالم نگار نے رائے ظاہر کی۔ایک دانشور کے خیال میں مسلم ممالک کے حکمران چونکہ غیر نمائندہ اور غیر منتخب ہیں اس لئے وہ عوام کے جذبات واحساسات کی ترجمانی کرنے کی بجائے عالمی طاقتوں کے دباؤ میں رہتے ہیں۔ایک دانشور (جو سرکاری ملازم بھی ہیں) کا موقف تھا کہ آزادی اظہار کا ایک بہانہ ہے۔ توہین رسالت ﷺ جیسا انتہائی اقدام سوچی سمجھی سکیم ہے۔اقوام متحدہ کا چارٹ کسی ملک کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ دوسرے ملکوں کے شہریوں کے مذہب اور عقیدے کی توہین کرے۔ایک صحافی کا خیال تھا کہ عالم اسلام میں امریکہ کے خلاف نفرت روز بروز بڑھ رہی ہے لہٰذا اس نے نفرت کا رخ یورپ کی جانب موڑنے کیلئے توہین آمیز خاکے یورپی اخبارات میں شائع کرائے ہیں۔سی این اے کے اجلاس میں حکومت اور سیاسی لیڈروں سے سخت اور موثر موقف اختیار کرنے کا مطالبہ کیا گیا سی این اے کے ارکان نے اتفاق رائے سے اس اہم اور حساس موضوع پر سیمنار منعقد کرانے کا فیصلہ کیا۔

اور اب ذرا براہ راست گفتگو ہو جائے۔کوئی انسان اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ حضرت محمد ﷺ کی رسالت اور حرمت کا اقرار نہ کرے۔کلمہ میں یہی اقرار شامل ہے۔ہم ہر نماز میں حضور اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجتے ہیں اس کے بغیر ہماری نماز مکمل نہیں ہوسکتی۔قرآن پاک رسول خدا ﷺ کی صفات سے بھرا پڑا ہے۔سوال یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت کمزور کیوں پڑنے لگی ہے۔ہم خشوع وخضوع کے ساتھ نعتیں پڑھتے اور سنتے ہیں۔عید میلاد النبی ﷺ پر بجلی کے قمقمے روشن کرتے ہیں مگر اپنے دلوں کے اندر چراغ مصطفیٰ روشن نہیں کرتے ہم مسلمانوں نے خط لکھ کر نواسہ رسول کو کوفہ بلایا اور پھر خود ہی اپنے ہاتھوں سے آل رسول ﷺ کو شہید کر دیا۔ذوالفقار علی بھٹو نے ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت کی۔ہم نے اس کے خلاف مسجدوں کو مرکز بنا دیا اور جب ایک آمر نے پھانسی دی تو ہم خاموش رہے۔کیا ہم صرف نام کے مسلمان ہیں۔اقبال نے درست کہا تھا۔

یوں تو مرزا بھی ہو سید بھی ہو افغان بھی ہو

تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

مسلمان ہونا اتنا آسان نہیں ہے جتنا ہم نے تصور کر لیا ہے۔ مسلمان ہونے کیلئے شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا پڑتا ہے۔ جب ہمارے اپنے کردار ہی سیرت رسول ﷺ کے مطابق نہیں اور بدن ہی روح محمد ﷺ سے خالی ہیں تو غیر مسلم ہمیں شکار کرنے کی کوشش کیوں نہیں کریں گے۔ ہم مسلمان اگر اپنے ذاتی کردار مضبوط اور مستحکم کر لیں تو دنیا کی کوئی قوم ہمیں چیلنج کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔

امریکہ طاقت کے نشے میں سرشار ہے۔ اس نے ایک جانب القائدہ اور دوسری دہشت گرد تنظیموں کے خلاف عالمی جنگ شروع کر رکھی ہے۔ اور دوسری جانب ایسی پالیسیوں پر عمل پیرا ہے جن کی وجہ سے لوگ انتہا پسندی کی جانب مائل ہو رہے ہیں۔ جنرل (ر) حمید گل نے ایک پبلک فورم پر کہا ہے کہ اگر امریکہ اور مغرب نے ہماری اسلامی غیرت اور حمیت کو للکارا تو وہ خود کش حملہ کرنے پر راغب ہوں گے۔ امریکہ نے پاکستان کے زلزلہ زدگان کی مدد کر کے جو ہمدردی حاصل کی اسے پہلے باجوڑ پر حملہ کر کے اور اب توہین رسالت ﷺ کے اقدام سے نظریں چرا کر گنوا دیا ہے القائدہ عالم اسلام کو متحرک نہیں کر سکی۔ ڈنمارک ناروے اور دوسرے یورپی ممالک نے توہین آمیز خاکے شائع کر کے پورے عالم اسلام میں جوش و خروش اور ولولہ پیدا کر دیا ہے۔

عالم اسلام کے مسلمان بیدار ہو رہے ہیں انہوں نے پر جوش اجتماعی مظاہرے کیے ہیں۔ کچھ مظاہرے پر تشدد بھی ہوئے جن میں مسلمانوں کی اپنی جانیں بھی قربان ہو گئیں مغرب نے مسلمانوں کے خلاف انتہائی اقدام کیا ہے اس کے خلاف احتجاج ہر صورت ہونا چاہیے مگر یہ احتجاج موثر مگر پر امن ہونا چاہیے۔ مسلمان اگر اپنی املاک کو نقصان پہنچائیں گے تو اسلام دشمن عناصر اپنے مقاصد میں کامیاب نظر آئیں گے تاریخ کے معروف جنرل پیٹن (Patten) نے کہا تھا۔

آپ اپنے ملک کیلئے جان دے کر بھی جنگ نہیں جیت سکتے۔ آپ صرف اس صورت میں جنگ جیت سکتے ہیں کہ دوسروں کو اپنے ملکوں کے لیے مرنے دیں۔ دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمان اگر یورپی مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیں تو یورپ اور امریکہ کے کارخانے بند ہو جائیں۔ اس سے بڑا مہلک اور موثر ہتھیار اور کوئی ہو نہیں سکتا۔

نائن الیون کے بعد اسلام امریکہ اور یورپ میں بڑی تیزی سے پھیلا ہے مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ غیر مسلم خوف زدہ ہیں۔ ہمیں دانشمندی پر مبنی حکمت عملی وضع کرنی ہے۔ مہم جوئی سے گریز کرنا ہے تاکہ امریکہ اور یورپ کے مسلمان بھی محفوظ اور مامون رہیں۔ او آئی سی کوئی موثر کردار ادا

کرنے سے قاصر ہے۔ عالم اسلام کے دانشوروں کا امتحان ہے۔ وہ عالمی کانفرنس بلائیں اور ایسا متفقہ لائحہ عمل اختیار کریں جو اسلام اور انسانیت کی بقاء کا ضامن ہو۔ لاہور ہائی کورٹ بار اگر توہین آمیز خاکوں کا مسئلہ عالمی عدالت انصاف میں لے جائے تو یہ ایک دانشمندانہ اقدام ہوگا۔ آج ہر فورم پر آواز اٹھانے کی ضرورت ہے۔ ہمیں کارروائی سے عمل کی جانب قدم اٹھانا ہے۔ اگر مسلمان ناموس رسالت ﷺ کا تحفظ کرنے میں ناکام رہے تو پھر اجتماعی موت ان کا مقدر ہوگی۔

پاکستانی حکمران عالم اسلام کے رہبر ہونے کے دعویدار رہے ہیں پاکستان کو عملی طور پر ثابت کرنا ہوگا کہ وہ اسلام کا قلعہ ہے اور عالم اسلام کی رہبری کے قابل ہے۔ پاکستان کے حکمران اگر ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کو یقینی نہیں بنا سکتے تو پھر انہیں رہبری کا خیال دل سے نکال دینا چاہیئے۔ ہم بش کو خوش کرنے کیلئے ہر قدم اٹھانے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں مگر اپنے رسول ﷺ کو خوش کرنے کیلئے اقوام متحدہ کا دروازہ کھٹکھٹانے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ ہم میں اتنی جرات بھی نہیں کہ یورپی ملکوں سے اپنے سفیر بھی واپس بلا لیں۔

اگر مسلمان ممالک عراق پر متفقہ موقف اختیار کرتے تو امریکہ کا عراق پر حملہ آسان نہ ہوتا۔ اب بھی عالم اسلام کو ایران کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہیے اگر مسلمان ممالک مشترکہ حکمت عملی طے کرنے میں ناکام رہے تو وہ باری باری امریکہ اور مغرب کے عزائم کا شکار ہوتے رہیں گے۔ مسلمان ملکوں کے حکمرانوں اور عوام کی سوچ میں فاصلے بڑھتے جا رہے ہیں جو عالم اسلام کے مستقبل کیلئے انتہائی مہلک ثابت ہو سکتے ہیں۔ عوام اور حکمرانوں کی سوچ میں ہم آہنگی پیدا کرنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ حقیقی جمہوریت کے اصول پر مکمل عمل کیا جائے۔

مسلمان حکمران اپنے تحفظ پر اربوں روپے خرچ کر رہے ہیں وہ اسلام کے خلاف میڈیا وار کا مقابلہ کرنے کیلئے اور اسلام کے تحفظ کیلئے وائس آف اسلام کے نام سے میڈیا چینل شروع کیوں نہیں کرتے۔ یارسول اللہ ﷺ مسلمان کتنے ہی گناہ گار کیوں نہ ہوں وہ بیدار ہیں اور آپ ﷺ کی ناموس اور حرمت ودفاع کیلئے اپنی جان اور اپنے مال کی قربانی دینے کیلئے تیار ہیں۔

(روزنامہ جناح، 16 فروری 2006ء)

ڈاکٹر اے آر خالد

ایک فرض اور قرض کی ادائیگی

توہین آمیز خاکوں کے خلاف پوری اسلامی دنیا سراپا احتجاج ہے۔ یہ احتجاج کیوں نہ ہو اسلامیان عالم کے ایمان کا امتحان ہے۔ وہ اس امتحان میں سرخرو ہونے کے لئے تن من دھن سب قربان کر دینے کو تیار ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث ''تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ نبی کریم ﷺ کی ذات سے اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرے''۔ ہر مومن مسلمان کے لئے اس کی زندگی کی حدود و قیود کا تعین بھی کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا خیالی خاکہ تو درکنار آپ کی تو خیالی تصویر بھی مسلمانوں کے نزدیک توہین اور گستاخی میں شمار ہوتی ہے۔ ایسی کوئی کوشش نہ خدا کو پسند ہے نہ خدا کو وحدہ لاشریک ماننے والوں کو برداشت ہے۔ ڈنمارک کے جس اخبار نے یہ شرمناک جسارت کی ہے اس کے ایڈیٹر کے بارے میں یہ کہنا کہ اسے مسلمانوں کے اسی شدید ردعمل کا اندازہ نہیں، محض طفل تسلیاں دینے کی بات ہے۔ ایک واہیات جواز ہے۔ وہ یہ بحث یہ سارا ردعمل دیکھ لینے کے بعد ایسی شرمناک حرکت پر نہ شرمندہ ہے نہ اس پر معذرت کرنے کو تیار ہے۔

ڈنمارک کے وزیراعظم نے بھی معافی مانگنے کا مطالبہ مسترد کر دیا ہے۔ اس کا مطلب تو واضح ہے کہ یہ اسی سازش کا حصہ ہے جو مغرب میں عالم اسلام کے خلاف کی جا رہی ہے۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے کہ مغربی ممالک کے حکمرانوں کی غالب اکثریت اسلام فوبیا میں مبتلا ہے۔ ان سب کے لیڈر امریکہ کے صدر جارج ڈبلیو بش ہیں، جنہوں نے امریکہ کی تاریخ میں صدر کے منصب کی جس حد تک تذلیل کی ہے اور مسلمانوں کے خلاف بلاجواز دشمنی کا جو پیغام دیا ہے وہ کسی بھی مسلم اور غیر مسلم سے پوشیدہ نہیں۔ مجاہدین افغانستان کے وارے صدقے اور قربان جانے والے امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک ان مجاہدین کی ساری خوبیوں کو نظر انداز کر کے انہیں بنیاد پرست کہتے اور بعد ازاں صدر بش کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر انہیں انتہا پسند اور دہشت گرد کہنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے بلکہ اب تو جب بھی دہشت گردی کی بات ہو تو مغربی ممالک میں اسے مسلمانوں کے کھاتے میں ڈالنے کے علاوہ اور کوئی آپشن ہی نظر نہیں آتی۔ باخبر حکمرانوں اور باخبر مغربی عوام کی اس سے بڑھ کر بے خبری کا

عالم کیا ہوگا کہ یہ سارا کیا دھرا ایک شخص کے خبث باطن کا اظہار ہے جو ہنود و یہود کے مستعد ایجنٹ کے طور پر کام کر رہا ہے۔

کسی جذباتی طرز عمل سے مسائل حل ہونے ہوتے تو شاید بہت عرصے پہلے حل ہو جاتے مگر ایسا نہ ہونے کی صورت میں عالمی نقشے پر موجود جملہ اسلامی ممالک کی لیڈر شپ اور مسلمانوں کے وہ سارے تھنک ٹینک جو اسلام کی سربلندی اور غلبے کے لئے سوچنے میں منصوبہ بندی اس لئے نہیں کرتے کہ منصوبوں پر عمل درآمد کا یقین نہیں۔ اگرچہ بنیادی باتوں کو اپنے پیش نظر رکھ کر معاملات کو سمجھنے اور ان کے حل کی کوشش کریں تو کسی بھی بد بخت کو آئندہ اسی نوعیت کی جسارت کرنے کی ہمت نہیں ہوگی۔

پہلی بات جو بعض حضرات کے لئے ممکن ہے خوشگوار حیرت کا درجہ رکھتی ہو۔ یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بھرپور مسلسل منظم پراپیگنڈے کے باوجود بھی آج امریکہ میں بالخصوص اور دوسری مغربی اقوام میں بالعموم میں سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب اسلام ہی ہے۔ عیسائی، یہودی اور دوسرے مذاہب کے پیروکار اس زہریلے پراپیگنڈا کا پائے حقارت سے ٹھکرا کر حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں۔

دوسری بات جو اس سے بھی زیادہ خوشگوار حیرت کا موجب ہے کہ اسلام قبول کرنے والوں میں زیادہ تعداد خواتین کی ہے حالانکہ خواتین کے حقوق کے حوالے سے اسلام کے خلاف جتنا پروپیگنڈا مغربی پریس میں کیا گیا ہے وہ شاید کسی بھی دوسرے مذہب یا کسی دوسرے ایشو پر نہیں کیا گیا۔ وہ ساری بددیانتی پر مبنی کوششیں بے سود ثابت ہوئیں اور مغرب کی خواتین اسلام کے مطالبے اور مسلمانوں سے میل جول کے بعد صحیح صورت حال سے آگاہ ہو کر اسلام کے دائرہ میں پناہ لے رہی ہیں۔

تیسری بات جو میڈیا سے متعلق ہے وہ آزادی صحافت کا وہ تصور ہے جس کا چہرہ مغربی اخبار نویسوں نے نام نہاد مقابلے کے باعث یا زیادہ پیسے کمانے یا زیادہ پاپولر ہونے کی خواہش کی تکمیل میں بگاڑ دیا ہے۔ اس ساری دوڑ میں آزادی صحافت کی روح جس طرح مجروح ہوئی ہے اور ذمہ داری کا صحافت سے وابستہ تصور جس بری طرح نظر انداز ہوا ہے اس کی کسک تو بہت پہلے محسوس کر لی گئی تھی مگر انیسویں صدی کے نصف آخر اور بیسویں صدی کے نصف اول میں اتنی بھرپور توجہ دی گئی کہ سماجی ذمہ داری کا تصور صحافت Social Responsibility Theory پوری طاقت کے ساتھ ماضی کی ہر تھیوری کو دبا کر نمایاں ہو گیا۔ واچ ڈاگ کی اصطلاح پریس کے لئے استعمال کرنے والوں نے واچنگ دی واچ ڈاگ Watching the Watch Dog کے تصور کو پھیلانے میں ہی اپنی بقا اور بھلائی سمجھی یعنی ذرائع ابلاغ کو دوسروں پر نظر رکھنے کی ضرورت بھی ہے اور حق بھی اس ضرورت اور حق کے غیر محتاط استعمال کے باعث ذرائع ابلاغ پر نظر رکھنے کے لئے کسی ادارے کے وجود کی ضرورت محسوس کی گئی تاکہ یہ بے لگام ہو کر لوگوں کی زندگی اجیرن نہ

کردے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ امریکہ اور مغربی اقدام ذرائع ابلاغ کی طاقت سے پوری طرح آگاہ ہیں اور اس کا بھرپور استعمال کر رہے ہیں۔ اس کیلئے ایجنڈا سیٹنگ کا تصور ان کے دماغوں میں گھر کر چکا ہے۔ اطلاعات کی ترسیل چونکہ مغرب سے مشرق کو ہو رہی ہے اس لئے اطلاعات پر مکمل کنٹرول کرنے اور پھر اپنے ایجنڈے سے مطابقت رکھنے والی اطلاعات کی ترسیل کرنے میں وہ اپنے اختیار کو بھرپور انداز سے استعمال کر رہے ہیں۔ مشرق سے مغرب کو جانے والی اطلاعات میں سے صرف اپنے مطلب کی اطلاعات کو شائع کرنے اور ٹیلی ویژن پر دکھانے میں وہ مادر پدر حد تک آزاد ہیں۔

پانچویں بات بہت ہی تلخ ہے کہ امریکہ اور یورپی عوام اپنے ذرائع ابلاغ سے بہت خوفزدہ ہیں۔ وہ اس خوفزدگی سے نکلنے کی جملہ تدابیر آزما کر کامیاب نہیں ہوئے۔

امریکی اور یورپی میڈیا محض مسائل کی نشاندہی نہیں کرتا بلکہ انہیں اس طرح پیش کرتا ہے کہ عام شہریوں کی بے بسی اور خوف میں پریس میں آنے والی ہر انفارمیشن اضافہ کرے۔ لوگوں کی نجی زندگی کو جس حد تک میڈیا نے ڈسٹرب کر دیا ہے وہ سہمے ہوئے عوام کو ذہنی اور اعصابی امراض میں مبتلا کر چکا ہے۔ لیڈی ڈیانا کی زندگی اور موت کی کہانی میں میڈیا کے کردار کو جوں جوں تجزیہ کریں لوگوں کی بے بسی و بے کسی اور ارباب حل عقد کی بے حسی چیخ چیخ کر کانوں کے پردے پھاڑ دیتے ہیں۔

امریکن ایسوسی ایشن آف وومن یونیورسٹی کے ایک دوسرے کے مطابق امریکن یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے والے 62 فیصد طالبات یونیورسٹی کی حدود میں خود کو غیر محفوظ سمجھتی ہیں۔ انہیں لڑکوں کی جانب سے جنسی طور پر ہراساں کرنے آوازے کسنے، فحش فقرے استعمال کرنے، راستہ روکنے اور مسلسل گھورنے ایسے لاتعداد مسائل کا سامنا ہے۔ اس تعداد میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے جنسی زندگی کو گناہ نہ سمجھنے کے باوجود آبروریزی زنا بالجبر کے درج نہ ہونے والے مقدمات میں امریکہ سرفہرست ہے، نہ درج ہونے والے کیسز کی تعداد درج ہونے والے کیسز کے مقابلے میں کئی گناہ زیادہ ہے اور اس سلسلہ کی آخری مگر ہرگز حتمی نہیں بات یہ ہے کہ مسلمان اپنی طاقت اور صلاحیت دونوں سے مکمل طور پر نابلد اور ناواقف ہیں۔

یہاں مجھے بیسویں صدی کے دانشور ایڈورڈ سعید کی اس بات کو تھوڑی سی توسیع یا تبدیلی کے ساتھ پیش کرنے کی اجازت دیجئے جس کا کہنا ہے کہ مغرب نے اسلام کو صحیح معنوں میں نہیں سمجھا۔ میری توسیع یا تبدیلی صرف اتنی ہے کہ مسلمانوں نے بھی اسلام کو صحیح معنوں میں نہیں سمجھا وگرنہ کسی بدبخت فرد کیا کسی گمراہ قوم کو بھی اسلام کے خلاف کسی ہرزہ سرائی کی جرأت نہ ہوگی۔ بہت دور کی بات نہیں یہ چند سال

پہلے کا قصہ ہے کہ طالبان کی حکومت کے دوران بعض اسلام دشمنوں یا افغان دشمنوں نے بدھا کے بت توڑ ڈالے، پوری دنیا میں ہنگامہ ہو گیا حالانکہ افغانستان میں بت مت کا ایک بھی پیروکار نہ تھا مگر چونکہ یہ نامناسب اقدام مسلمان کے کھاتے میں ڈالا گیا اور طالبان حکومت نے اس ضمن میں اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں کوئی کردار ادا نہ کیا۔ اس لئے پوری دنیا میں یہ شور مچا کہ یہ کام مسلمانوں کا ہی ہے اور پھر یہ رد عمل افغانستان میں بعد ازاں ہونے والی ہر تبدیلی کی بنیاد بنا طالبان کی حکمرانی ختم ہونے سے لے کر امریکہ کی افغانستان پر چڑھائی القاعدہ کے تصوراتی قیام سے لے ملا عمر اسامہ بن لادن کے خلاف کئے جانے والے ہر ہر اقدام اور پھر نائن الیون یا سیون سیون یا اس کے بعد استعمال ہونے والے سارے اعداد و شمار اور حوالے اس بنیاد پر اپنی عمارت کی ایستادگی پر مجبور ہوں گے۔ اس کے مقابلے میں بھارت نے جو اپنے سیکولر تشخص پر نازاں بھی ہے اور اس کا پرچار بھی وہاں مسلمان اتنی بڑی تعداد میں ہیں کہ انہیں اقلیت کہنا شاید اقلیت کے مفہوم سے ناواقفیت قرار پائے۔

تعداد 57 اسلامی ممالک میں آباد ہر ملک کی آبادی سے زیادہ ہے۔ ان کی تاریخی بابری مسجد کو انتہا پسند ہندوؤں نے شہید کر دیا۔ امریکی پریس خاموش رہا۔ مغربی میڈیا کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ یہ ایک ہی خطے میں دوہرا معیار۔ عمل اور رد عمل دونوں کا دوہرا معیار اس لئے نہیں کہ امریکہ یا دوسری مغربی اقدام زیادہ طاقتور نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ مسلمان زیادہ کمزور ہیں وہ طاقتور ہونے کے باوجود کمزور ہیں۔ وہ جب تک خود کو طاقتور نہیں سمجھیں گے کمزور رہیں گے عراق اور افغانستان پر حملے کی شہ پانے والے ان کی کمزوریوں سے جہاں چاہیں گے فائدہ اٹھائیں گے۔ ان کے طاقتور بننے کا ایک ہی حوالہ ہے کہ وہ خود کو سمجھیں۔ اسلام کو سمجھیں صحیح معنوں میں سمجھیں یہ ان کی طاقت ہے اسی میں ان کی بقا ہے۔ اس میں ان کی دینی و دنیاوی حیا ہے، وفا ہے، یہ بتانا اور سمجھانا ہر صاحب ایمان کی طرح میرا فرض تھا۔ اب مسلمانان عالم کا فرض ہے کہ وہ توہین آمیز خاکے بنانے والوں کے خلاف کاروائی کا مطالبہ کریں معافی مانگنے کا وقت گذر چکا ہے۔ ڈنمارک کے سفیروں کو مسلم حکومتیں اپنے ملک سے نکال کر غم وغصہ کا اظہار کریں۔ ڈنمارک کی حمایت کرنے والے یورپی ممالک کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جائے۔

مسلمانوں کے اس اجتماعی احتجاج پر امریکہ اور یورپی ممالک کے کان کھڑے ہو چکے ہیں۔ امریکہ وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس نے ماہر نباض کی حیثیت سے انتباہ کر دیا ہے کہ خاکوں کے خلاف مسلمانوں کا احتجاج قابو سے باہر ہو سکتا ہے۔ یہ قابو سے باہر ہونا چاہئے۔ یہی ایمان کا تقاضا ہے اور یہی عمل آئندہ کے لئے ایسی جسارت روکنے کا موجب بنے گا۔

(روزنامہ نوائے وقت، 19 فروری 2006ء)

محمد فرید الھادم

مسئلہ توہین رسالت ﷺ کا مستقل حل

توہین رسالت کے ارتکاب کی تاریخ بہت پرانی ہے انبیاء کی حیات ہائے مبارکہ میں بھی ابلیس لعین کی تحریک پر اس ظلم عظیم کا ارتکاب کئی لوگوں نے کیا ان میں سے بعض فدائین نبوت کے ہاتھوں فی الفور واصل جہنم ہوئے اور بعض کو اللہ جل مجدہ نے توفیق توبہ وانابت بخشی اور وہ پھر وہ تمام عمر ثناء خوان تقدیس نبوت رہے یورپ میں جب مذہبی روش فکر کے حاملین (یعنی پاپائیت) برسر اقتدار تھے تو انہوں نے ذہنی ترقی اور سائنسی تحقیقات میں مصروف اہل علم لوگوں کو بڑی سختی سے صرف اس لئے کچلنا شروع کردیا کہ ان کے پیش کردہ نظریات اور فلاسفی ان کے محرف یا منسوخ شدہ مذاہب کی تعلیمات کے برعکس تھی اور وہ سمجھتے تھے یہ دین میں اضافہ تحریف اور الحاد ہے سو مذہبی عدالتیں ان کی تکفیر کرنے کے بعد سخت سے سخت سزا یعنی موت کا حکم سنا دیتیں شروع شروع میں تو یورپ کے مذہبی حکمران اپنی جہالت کی وجہ سے اس قسم کے سخت اقدام اٹھاتے تھے مگر پھر اندلس کی علمی سائنسی اور فلسفیانہ ترقی یورپ پہنچنے لگی اور علم کے شائقین جوق در جوق اندلس اور بغداد کی جامعات اور مدارس عصریہ میں مختلف علوم وفنون کی تحصیل کے لئے آنے لگے اور یورپ میں ایک ذہنی ترقی وارد ہونے لگی جو پاپائیت کی مطلق العنانی اور جہالت پر مبنی رسوم وقوانین کے راستے میں بڑی شدت سے مزاحم ہوئی اور پاپائیت نے اس روش فکر کا اسلام کو ذمہ دار ٹھہرا کر دین اسلام کی تنقیص او ربانی اسلام کی نعوذ باللہ تحقیر اور تذلیل کو شعار بنالیا اور عوام کو اسلام اور نبی رحمت ﷺ کے ترقی یافتہ مہذب افکار وعقائد اور آفاقی تعلیمات سے دور رکھنے کے لئے بے بنیاد جھوٹے اور حد درجہ تعصب پر مبنی الزامات کی عام تشہیر کی یہاں تک کہ صلیبی جنگ کے دور میں یورپ بھر سے جو جنگی رضا کار اور خدائی فوجدار عساکر اسلام کے مقابل لا کھڑا کئے گئے۔ اس کے مثال آج کے معروضی حالات میں یوں واضح ہے کہ امریکہ نے کہا ہم نے افغانوں کو "آزادی" دلائی ہے پھر کہا عراقیوں کو "آزادی" دلائی ہے اور وہاں پر بھی قابض ہو گیا اب کہتا ہے شام کے لوگ "آزادی" چاہتے ہیں ایران میں اعتدال پسند بیچارے "مقہور" اور "مجبور" ہیں اور "رحم" طلب نظروں سے "مدد" کے لئے امریکہ بہادر کی طرف دیکھ رہے ہیں۔

ٹھیک ایسے ہی جھوٹے پروپیگنڈے کے زور پر ایک ہزار سال قبل کے صلیبیوں نے اپنی آبادی

سے رضا کار لئے اور برسوں پٹنے کے بعد بالآخر شکست خوردہ ہو کر پسپا ہو گئے صلیبی جنگوں میں یورپ کی تاریخی شکستوں کے بعد یورپی رائے عامہ میں ایک بیداری کی لہر اٹھی اور عوام میں وہ طبقہ جس نے میدان جنگ اور عام تجارتی روابط میں مسلمانوں کو قریب سے دیکھا تھا وہ یہ جان گئے تھے کہ مسلمان ان تصورات سے قطعاً مختلف ہیں جو صلیبی بادشاہوں نے ان کے ذہنوں میں راسخ کر دیئے ہیں سب سے پہلے انہوں نے مسلمانوں کے ترقی یافتہ علوم سے استفادہ کیا اور پھر جنگی مہارت میں بھی ان کے ہم پلہ ہونے اور ہتھیار سازی میں مزید ترقی کے لئے بھرپور جدوجہد شروع کر دی بالآخر سولہویں صدی کے بعد یورپ کا ارتقاء شروع ہوا جو اس وقت ترقی کی اوج ثریا پر ہے اور مسلمانوں کی پوری دنیا میں آج وہ حالت ہے جو الگ الگ ایک ہزار سال قبل کی یورپی اقوام اور ممالک کی تاریخ عالم میں مذکورہ ہے۔

اگرچہ مادی ترقی اور عروج میں امت مسلمہ یورپ و امریکہ کی ہم پلہ نہیں مگر فکری ارتقاء اور ذہنی تہذیب میں اس وقت بھی مسلمان نام نہاد مہذب یورپ سے بڑھ کر مہذب اور با اخلاق ہیں امت مسلمہ تمام انبیاء پر بلاتفریق اسی طرح ایمان رکھتی اور عقیدت پالتی ہے جس طرح کی نبی آخر الزمان ﷺ پر لیکن دیگر اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) نے انبیاء کو تقسیم کر رکھا ہے اور بعض کی تکذیب و تحقیر اور توہین برملا کرتے ہیں جبکہ جدید تاریخ شاہد ہے جب ملحدین مغرب کے ہاتھوں حضرت عیسیٰ کی توہین ہوتی ہے اور بے ہودہ فلم بنائی جاتی ہے تو صرف مسلمان ہی سراپا احتجاج ہوتے ہیں۔ اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی ہوتی ہے تو سب سے پہلے مسلمان ہی مشتعل ہوتے ہیں اور پھر ان عظیم الشان انبیاء کے ماننے اور ایمان رکھنے کے دعویداران کو بھی ہوش آتا ہے۔

مسلمان چاہیں بھی تو یہود و نصاریٰ کی دل آزاری کے لئے انبیاء بنی اسرائیل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقدس کو پامال نہیں کر سکتے مگر یہ بات اہل یورپ کی سمجھ میں نہیں آ رہی یورپ کی رائے عامہ کی اکثریت آج بھی انہی غلط فہمیوں کا شکار ہے جو ہزار برس پہلے ان کے مذہبی آقاؤں نے ان کی ذہنوں میں راسخ کی تھیں اس حقیقت سے انکار نہیں کہ یورپ میں جو بھی اسلام پر تحقیق و جستجو کے لئے آگے بڑھتا ہے اسلام ہی کا ہو کر رہ جاتا ہے دین اسلام انسانیت کی فطرت کے عین مطابق ہے ”قرآن بائبل اور سائنس“ کے فرانسیسی مصنف اور محقق سائنسدان ڈاکٹر موریس بوکائے نے قرآن انجیل اور سائنسی تحقیقات کو نظریات کا تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد یہ اعلان کیا کہ قرآن ہی حقیقی کلام الٰہی ہے جس میں کائنات میں پھیلے مختلف رازہائے دروں کی طرف اشارات بھی ہیں اور بعض مضامین کی توضیح بھی پس ثابت یہ ہوتا ہے کہ تمام ادیان جو الہامی افکار اور دین دکھنے کے دعویدار ہیں سوائے اہل اسلام کے یا تو غلط فہمی اور شدید جہالت کے مرتکب ہیں یا بے جا اور غیر منطقی بصیرت میں مبتلا ہو کر اسلام سے روگردان

ہیں۔ورنہ ایک اسلام ہی ہے جو کائنات میں پھیلے لا گھمبیر سوالوں کے منطقی سائنسی جواب دیتا ہے۔

ضرورت اس امر کی تھی اور ہے کہ دین اسلام کی مغرب میں اشاعت وترویج میں ہم نے کماحقہ کردار ادانہیں کیا اور یورپ میں اسلام کی مقبولیت کی جو رفتار ہے اس سے کہیں زیادہ ہوتی اور جب اہل یورپ یہ جانتے کہ اہل اسلام نہ صرف حضرت محمد ﷺ پر غیر مشروط ایمان رکھتے ہیں ٹھیک اسی طرح ان کے مقدس انبیاء پر ایمان رکھنا بھی فرض جانتے ہیں۔ممکن ہے اس طرح یورپ کو توہین رسالت ﷺ اور تضحیک دین اسلام سے روکا جاسکتا تھا۔

لیکن المیہ یہ بھی ہے کہ آج کا یورپ اس قدر توہم پرست نہیں رہا جتنا کہ پہلے تھا آج کی مغربی عوام واقوام تحقیق وجستجو کا مادہ ہم مسلمانوں سے بھی زیادہ رکھتی ہیں اور یہی ان کی ترقی اور عروج کا راز بھی ہے لیکن پھر بھی صدیوں پر محیط غلط فہمیوں تعصبات تنگ نظری کا سدباب نہیں ہوسکا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے مغرب اور اسلام کے دیگر معاندین کو اخلاقی سطح سے گرنے سے کیسے روکا جاسکتا ہے؟ اور اگر گر ہی پڑیں تو ہمارا ردعمل کیا ہونا چاہئے؟ اس مسئلہ کا کوئی مستقل حل ہے یا نہیں؟ ہمارا ردعمل جو عموماً اس نوع کے واقعات کے وقوع کے بعد ہوتا ہے کیا وہ ایسا ہی ہونا چاہئے؟

یورپ اس وقت جس اخلاقی انحطاط اور تہذیبی قعر مذلت میں گرا ہوا ہے اس کی جڑیں بہت گہری ہیں جب تک خود یورپ اس سے نجات حاصل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرے گا کوئی فکر بیرونی کچھ نہیں کرسکتی بات وہی ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

جب تک امت مسلمہ سیاسی اقتصادی اور فوجی لحاظ سے مضبوط نہیں ہوتی ہم خود پر اور اپنے دین پر ہونے والے کسی حملے سے بچ نہیں سکتے اور نہ معاندین مسلم واسلام کو گھٹیا روش فکر وعمل سے روک سکتے ہیں۔

رہا ردعمل......تو نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ہم کمزور تو ہیں ہی دنیا بھر میں لیکن اپنی کمزوریوں کے مظاہرے بھی شدومد کے ساتھ کرتے ہیں ڈنمارک ناروے اور دیگر ممالک کے میڈیا نے جو جسارت کی ہے وہ زبانی کلامی مذمت غیر حقیقت پسندانہ دعوؤں جلسے جلوسوں اور احتجاجی مظاہروں کا متقاضی نہیں بلکہ عملی ردعمل کا تقاضا کرتا ہے عمل ردعمل کا میرے نزدیک یہ مطلب ہے کہ ذمہ دار ممالک کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے ان ممالک میں جو مسلم آبادی مقیم ہے وہ اگر لڑ نہیں سکتی تو کم از کم ''نان کوآپریشن مومنٹ'' شروع کر کے انہیں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرسکتی ہے رہے اسلامی ممالک تو وہ سفارتی تعلقات منقطع کریں

تجارتی اقتصادی معاہدے منسوخ کر دیں خصوصاً عرب ممالک اگر صرف تیل کی ترسیل روک دیں تو ان غیر مہذب اقوام کو لگام دی جا سکتی ہے۔

اسی مسئلہ کا مستقل حل صرف اور صرف ایک ہے اور وہ ہے سیاسی قوت کا حصول اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ جب تک عالم اسلام ایک متحدہ سیاسی قوت بن کر نہیں ابھرتا ہمارا کوئی مسئلہ حل نہیں ہونے والا۔

جب سے سوویت یونین کا شیرازہ بکھرا ہے دنیا میں طاقت کا توازن بگڑ گیا ہے اور اب شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی ہے عالم اسلام میں اقوام متحدہ کی طرف پر ایک مسلم اقوام متحدہ یا اسلامک یونائیٹڈ نیشنز آرگنائزیشن کی تشکیل ہونی چاہئے موجودہ بے اثر پلیٹ فارم جسے یار لوگ اگرچہ ''اوہ'' بھی کہتے ہیں کہ مسلم یونائیٹڈ کا پیش خیمہ کہنا چاہئے؟

(روزنامہ جناح، 24 فروری 2006ء)

عرفان صدیقی

ہے یہی بہتر۔۔۔!

مذہبی جذبات بھڑکا کر سیاست کی دکان چمکانے کا موضوع بڑا پرانا ہے اور برس ہا برس سے لگائے جانے والے اس الزام کے پیچھے ہمیشہ ایک ہی سوچ کارفرما رہی ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ شاہان والا تبار اور صاحبانِ اقتدار، عوام کے اندر بیداری، حرکت، عمل اور زندگی کی لہر کو خطرے کی علامت خیال کرتے ہیں۔ انہیں یہ دھڑکا سا لگا رہتا ہے کہ اگر نامہرباں حالات کے چرکے کھانے والے لوگ اپنے گھروں سے نکل آئے، اگر ان کے سلے ہوئے ہونٹوں کے ٹانکے کھلنے لگے، اگر ان کی گنگ زبانوں پر نعرے مچلنے لگے اگر اُن میں ایک دوسرے کے قدم بہ قدم اور شانہ بہ شانہ چلنے کا سلیقہ پیدا ہو گیا اگر وہ گھروں گلیوں سے نکل کر سڑکوں اور چوراہوں میں آ گئے اور اگر انہیں ہر افتاد کو صبر شکر کے ساتھ برداشت کر لینے کے بجائے احتجاج کا ہنر آ گیا تو معاملہ کسی بھی وقت بگڑ سکتا ہے۔ ازل سے صاحبانِ تخت و تاج اسی خوف میں مبتلا رہتے ہیں کہ مخلوق خدا جاگنے نہ پائے۔

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری

سو ہماری بارگاہان عالی مقام کی یہ سوچ بھی عین فطری ہے کہ تحریکِ ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کے نام پر میدان میں نکل آنے والے لوگ اپنا رخ بھی بدل سکتے ہیں۔ ممکن ہے ڈنمارک اور ناروے کے خلاف نعرے لگاتے وہ پل بھر کو رکیں اور انہیں احساس ہو کہ ہماری توہین و تذلیل کا سلسلہ تو بہت دنوں سے جاری ہے عین ممکن ہے ان کا دھیان وائٹ ہاؤس کی طرف پلٹ جائے وہ تورا بورا، قلعہ جنگی، دشت لیلیٰ، ابو غریب، فلوجہ اور گوانتانامونے کے بارے میں سوچنے لگیں۔ ممکن ہے انہیں سنہری بالوں گلابی گالوں اور شہابی آنکھوں والی بیٹیاں یاد آ جائیں۔ یہ سب کچھ یاد آ گیا تو لامحالہ ان کا ذہن "دہشت گردی" کے خلاف جاری کروسیڈ کی طرف پلٹ جائے گا اور اس کے ساتھ ہی اُن کی سوچ نہایت ہی حساس منطقوں میں داخل ہو سکتی ہے۔ اور اس امکان کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا۔ ناموسِ رسالت ﷺ کے پھریرے لہراتے جنوں کیش، ذرا دم لینے کے لئے کہیں رکیں اور اُن کی نظر اپنے دامانِ تار تار پر پڑ جائے۔ اُن کے دل و دماغ میں یہ فتنہ

پرور خیال انگڑائی لینے لگے کہ ان کے دن کیوں نہیں پھر رہے؟ ان پر مسلط راتیں اتنی لمبی کیوں ہوگئی ہیں؟ آفتاب جہاں تاب کی کوئی کرن ان کے ظلمت کدوں میں کیوں نہیں اترتی؟ اُن کے بچے کوڑے کے ڈھیروں سے رزق چُننے، ورکشاپوں، فیکٹریوں کا پرزہ بننے اور بے در و دیوار سکولوں میں رُلنے کے لئے ہی کیوں پیدا ہوتے ہیں؟ تھانوں، کچہریوں اور سرکاری دفتروں کو اُن کی عزتِ نفس سے کھیلنے کا چسکا کیوں پڑ گیا ہے؟ انصاف اُن کی دسترس سے دور کیوں ہو گیا ہے؟

معاملہ روٹی، کپڑا، مکان، مہنگائی اور بے روزگاری تک محدود رہے تو جی ڈی پی، گروتھ ریٹ، سٹاک ایکسچینج، سرمایہ کاری، زرمبادلہ کے ذخائر اور مستحکم ہوتی معیشت کے دیگر اشاریوں کا حوالہ دیا جا سکتا ہے لیکن ناموسِ رسالت ﷺ کے نام پر گھروں سے نکلنے والے لوگوں میں یہ "شرانگیز" سوچ بھی پیدا ہو سکتی ہے کہ اُن کا حقِ حکمرانی کیوں سلب کر لیا گیا ہے، حکمرانی تو ان کا منصب تھا، انہیں اس سے بے دخل کیوں کر دیا گیا ہے؟ انہیں کامل آزادی کے ساتھ اپنے نمائندے منتخب کرنے اور وقت آنے پر اُن کا محاسبہ کرنے کی اجازت کیوں نہیں دی جا رہی؟ اقتدار کی جن مسندوں پر اُن کے ووٹوں کا تصدیق نامہ رکھنے والے مقبول و محبوب رہنماؤں کو فائز ہونا چاہئے، وہاں پتھر کی مورتیاں کیوں سجا دی جاتی ہیں؟ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دیس میں اُن کے افکار و خیالات کی رسوائی کیوں ہو رہی ہے؟ جو جمہوریت ہمارے ساتھ آزاد ہونے والے بھارت کا قد کاٹھ پیہم بلند کر رہی ہے وہ ہمارے لئے جنس نایاب کیوں بنا دی گئی ہے؟ اگر ہم ایک دستور رکھتے ہیں تو اس کی پاسداری کیوں نہیں ہو رہی اور اگر ہمارے ہاں کوئی قانون ہے تو اس کی عملداری خواب و خیال کیوں ہو گئی ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ جب کسی مذہبی معاملے پر گھروں سے سڑکوں اور چوراہوں میں نکل آنے والے لوگ درود و سلام کے چمنستانوں سے بھوک ننگ کے ریگزاروں اور پامالی حقوق کے خارزاروں کی طرف نکل آتے ہیں تو چار سو خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگتی ہیں اور قلعوں کی فصیلوں کے پاسبان چوکس ہو جاتے ہیں۔ صاحبانِ مسند و منصب کے حق میں یہی بہتر ہوتا ہے کہ بستیاں گہری نیند کی مثال اوڑھے سوئی رہیں۔ چکی کے پاٹوں میں پسنے عوام کی ہڈیاں چپ چاپ سرمہ ہوتی رہیں۔ اُن کے بچے طبقاتی نسلی اور سماجی تفریق کی بھٹی میں بھسم ہوتے رہیں۔ ان کے جگر گوشوں کی گردنیں دھاتی ڈوروں سے کٹتی رہیں۔ اُن کے بنیادی حقوق روندے جاتے رہیں ان کی عزتِ نفس تھانوں اور کچہریوں میں پامال ہوتی رہے۔ اُن کے ووٹ کی پرچی بے توقیر ہوتی ہے۔ ان کے گھروں کے چولہے ٹھنڈے رہیں۔ لیکن وہ آہ نہ بھریں، سسکی نہ لیں اور اگر یہ سارے عذاب ان کی حدِ برداشت سے باہر ہو جائیں تو گلے میں پھندا ڈال کر یا تیل چھڑک کر خودکشی کر لیں۔

''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' علامہ اقبال کی معروف نظم ہے جس میں ابلیس کے مشیروں سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے ید بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں
عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر ﷺ کہیں
الحذر! آئین پیغمبر ﷺ سے سو بار الحذر
حافظ ناموسِ زن، مرد آزما، مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لئے
نے کوئی فغفور و خاقاں نے فقیر رہ نشیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں
چشم عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محروم یقیں
ہے یہی بہتر. الٰہیات میں الجھا رہے
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں الجھا رہے

سیاسی دکان چمکانے کے الزام کا محرک بھی یہی سوچ ہے۔

(23 فروری 2006ء)

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے ایک گستاخ رسول ﷺ یہودی ابورافع کو قتل کیا۔

(صحیح بخاری، جلد:۲، صفحہ:۱۰۴)

الطاف حسین

بیت المقدس سے توہین آمیز خاکوں تک؟

مقبوضہ بیت المقدس سے توہین رسالت تک کے حالیہ واقعات کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو ہر جگہ ہمیں اسرائیل، برطانیہ اور امریکہ کا ایک کردار نظر آتا ہے۔ 1967ء سے بیت المقدس پر اسرائیل کا قبضہ امریکہ ہی کی مدد سے جاری ہے گستاخ رسول سلمان رشدی کی برطانیہ میں پناہ اور اب حال میں ہی ڈنمارک سمیت جو یورپی اخبارات توہین رسالت کے مرتکب ہوئے ہیں ان میں بھی یہودیوں اور برطانوی لیڈروں کا کردار موجود ہے۔ خاص طور پر یورپی یونین نے مسلمانوں کے ردعمل پر جس طرح سے آزادئ صحافت اور آزادی رائے کے نام پر گستاخان رسول کا دفاع کرنے کی کوشش کی ہے وہ نسلی اور مذہبی تعصب کی واضح مثال ہے۔ حالانکہ امریکہ اور برطانیہ دو ایسے ممالک ہیں کہ جن کے سامنے یورپی اخبارات کے چند ایڈیٹروں اور حکمرانوں کی یہ حیثیت ہرگز نہیں تھی کہ وہ ان کے دباؤ کے سامنے ٹھہر سکتے مگر معافی کے ذریعے معاملے کو ختم کرنے کی کوشش نہیں کی گئی اور مسلمان عوام کے شدید غم وغصہ کے باوجود توہین رسالت کے مرتکب ہونے والوں کی حوصلہ افزائی جاری رکھی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل اور ڈنمارک اور برطانیہ سمیت جن ممالک کے حکمرانوں اور باشندوں کو مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے اور ان کے عقیدے کی توہین کرنے کی جسارت ہو رہی ہے اس کا بنیادی سبب امریکہ کی وہ پالیسیاں اور اقدامات بن رہے ہیں جو وہ مسلمانوں اور اسلامی ممالک کے خلاف اپنائے ہوئے ہے۔ جبکہ دنیا کا واحد طاقتور ملک ہونے کے ناطے سے امریکہ کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ تمام مذاہب کے بنیادی عقائد کے احترام کو یقینی بنانے اور تمام اقوام کی آزادی کے تحفظ کے لئے کردار ادا کرتا۔ یہی وہ صورت تھی کہ جو عالمی برادری کو ایک خوشگوار ماحول اور دیرپا امن فراہم کرسکتی تھی۔ مگر جب ہم امریکی افواج کو عراق اور افغانستان کی آزادانہ حیثیت کو کچلتے ہوئے دیکھتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک روضوں پر گولیوں کی بوچھاڑ، ان روضوں کے اندر پناہ لینے والوں کا قتل، روضہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روضہ حضرت امام حسن عسکری، رحمۃ اللہ علیہ، روضہ حضرت امام علی نقی رحمۃ اللہ علیہ، پر بم دھماکے، روضہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر میزائل حملے، مسجد الرشید میں امریکی فوجیوں کے اسلحہ اور جوتوں سمیت داخل ہونے، ابوغریب جیل اور گوانتانا موبے

کے ٹارچر سیل میں قیدیوں کے ساتھ شرمناک تشدد سے لے کر کتوں سے نچوانے اور قرآن پاک کی بے حرمتی کرنے کی خبریں اور تصویریں۔ اسی طرح افغانستان میں کارپٹ بمباری، مسجدوں، قبرستانوں اور مدرسوں کو مسمار کرنے جیسے مناظر سامنے آتے ہیں۔ تو اس کے بعد اس بات میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا کہ اسلام کے مخالفوں نے مسلمانوں کے خلاف ''صلیبی جنگ'' کا آغاز کر دیا ہے۔ اس مرتبہ یہ جنگ کسی ایک مخصوص محاذ پر نہیں بلکہ آزاد مسلمان ممالک میں فوجیں اتارنے سے لے کر ان کے عقائد تک کو نشانہ بنانے تک محیط ہے تاکہ جو مسلمان میدان جنگ کی آگ سے دور ہوں وہ بھی جلتے اور تڑپتے رہیں۔ فوجی واقتصادی اور سفارتی محاذوں پر بھی مسلمان کی آزادی، وسائل اور طاقت کو توڑنے اور ہڑپ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ بہرحال امریکہ برطانیہ اور اسرائیل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو کھلا اور چھپا وار کر رہے ہیں اس کا تقاضا ہے کہ عالم اسلام کی قیادت بھی خواب غفلت سے بیدار ہو جائے۔ 3 مارچ کا عالمی احتجاج جو قاضی حسین احمد اور ان کے دیگر ساتھیوں نے منظم کیا تھا یقیناً گستاخان رسول کے لئے واضح پیغام تھا کہ دنیا بھر میں موجود تمام مسلمان اپنے پیارے نبی پاک ﷺ کی ناموس کی حفاظت اور قرآن کریم کی حرمت پر مر مٹنے کے لئے تیار ہیں وہ کسی بھی صورت میں تمام انبیاء علیہم السلام سمیت خاتم النبیین ﷺ کی شان میں کسی بھی طرح کی گستاخی برداشت نہیں کریں گے۔ تاہم بہتر ہوتا کہ ایسا ہی ایمان سے لبریز جرأت مندانہ موقف یا عالمی سطح کا کوئی ایسا ہی احتجاج ''او آئی سی'' کی اپیل پر بھی کیا جاتا لیکن انتہائی دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ ''او آئی سی'' میں شامل اسلامی ممالک کے حکمرانوں کا ردعمل صورتحال کی سنگینی اور مسلمان عوام کے جذبات کی کماحقہ ترجمانی نہیں کرتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض مسلمان حکمرانوں کا انفرادی طور پر کردار شاندار رہا ہے۔ تاہم ''او آئی سی'' کی مجموعی کارکردگی اطمیان بخش نہیں۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی مسلمان عوام کے لئے تشویش کا باعث ہے کہ آج دنیا میں 57 آزاد اسلامی ریاستیں، آبادی ایک ارب 30 کروڑ سے زائد، دنیا کے تیل کے معلوم ذخائر کا 60 فیصد، گیس کے ذخائر 70 فیصد، تقریباً 40 لاکھ مسلح افواج اور ایٹمی صلاحیت بھی موجود ہے مگر اس کے باوجود عالمی سطح پر طاقت کا کوئی اظہار نہیں۔ آخری بات توجہ سے سن لی جائے کہ مسلمان حکمران اپنے اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے اسرائیل، بھارت، برطانیہ اور امریکہ کی بالادستی، جارحیت اور گستاخیوں کو برداشت کر رہے ہیں تو بے شک کرتے رہیں۔ کیونکہ دنیا اور آخرت میں بیان کے اپنے انجام کا سوال ہے تاہم جب تک بیت المقدس سے بیت اللہ تک اور بیت اللہ سے مسجد نبوی ﷺ تک اذان کی گونجتی رہے گی مسلمانوں کو اپنے عقیدے اور جغرافیائی آزادی کے تحفظ کے لئے ہر جارح وظالم کے خلاف سینہ سپر رہنا پڑے گا۔

(روزنامہ جنگ، 12 مارچ 2006ء)

نواز خان میرانی

عشق رسول ﷺ کے تقاضے

آقائے دو جہاں ﷺ سے جس کو محبت نہیں اور جنہیں وہ اپنی اولاد اور مال و متاع سے زیادہ محبوب نہیں۔ وہ مسلمان ہی نہیں لیکن سرکار دو عالم ﷺ سے جس قدر محبت زیادہ ہوتی ہے، اتنا ہی ان کا ادب اور احترام اور زیادہ لازم ہو جاتا ہے۔ بچے بچے کو معلوم ہے کہ محبوب مصطفیٰ ﷺ اپنے پنگوڑے میں چاند سے کھیلا کرتے تھے اور جس طرف وہ اشارہ فرماتے یا جس طرف گھوم جاتے چاند بھی ادھر کا رخ کر لیتا۔ یہ تو اللہ کی مخلوق کا حال ہے کہ چاند سورج سے لے کر درخت اور چرند و پرند حتیٰ کہ کھجور کا سوکھا تنا بھی حضور ﷺ کی جدائی برداشت نہ کر سکا اور زار و قطار رونے لگا۔ لیکن ہم خود کو اگرامتی اور حضور ﷺ کا غلام سمجھتے ہیں اور ہمارے دل میں عشق و محبت نہیں تو ہمارا دل مردہ اور نامراد ہے۔ بلکہ قابل نفرت ہے۔ ہمیں اگر ادب سیکھنا ہے تو حضور ﷺ کے قریبی دوست بلکہ یار غار صدیق اکبرؓ سے سیکھنا چاہیے۔ ہمارے حضور ﷺ کی آمد پہ تو شام کے فلک بوس محلات جو کہ غرور و کبر کی علامت تھے۔ سرنگوں ہو گئے تھے۔ بت کدوں میں ارتعاش اور زلزلہ آ گیا تھا اور کفر و شرک کے محلات کانپنے لگے تھے۔ آج کے فرعونوں کو پتہ ہونا چاہیے آج بھی وہی خدا موجود ہے۔ سورۃ احزاب میں ارشاد ہے کہ ''یہ نبی ﷺ مومنین کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے''۔

یہ تو قرآن سے ثابت ہو گیا کہ وہ ہمارے مالک اور مختار اور ہم ان کے غلام ہیں۔ سچے غلام اور سچے عشق کا یہ بھی تو تقاضا ہے کہ ہم ناموس مصطفیٰ ﷺ پہ کوئی حرف اور کوئی آنچ نہ آنے دیں اور ہم کو غازی علم دین شہید کو اپنا رہنما آئیڈیل سمجھنا چاہیے کہ عشق مصطفیٰ ﷺ ہی تو حاصل زندگی ہے۔ جو مومن حضور ﷺ پر درود بھیجتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ بن جاتا ہے اور اللہ سبحان تعالیٰ نے حضور ﷺ کا نام ''محمد ﷺ'' خود رکھا اور آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کا فرمان ہے کہ اس نام کی وجہ سے سارا جہان آپ کی تعریف و توصیف کرے گا، اور اہل مغرب اور ہنود و یہود نے یہ ناپاک جسارت کر کے دیکھ لیا کہ مشرق سے مغرب تک مسلمانوں نے احتجاج میں بھرپور حصہ لیا۔ سورۃ الحجرات میں آیت 2 میں ارشاد فرمایا ہے کہ ''اے ایمان والو نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اور نہ زور سے ان سے بات کیا کرو جس طرح زور

سے تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو۔ کہیں ضائع نہ ہو جائیں تمہارے اعمال اور تمہیں خبر نہ ہو۔"

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ ہمیشہ آہستہ آہستہ بات کرتے تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھا کر کہا کہ میں مرتے دم تک آہستہ بات کیا کروں گا۔ بلکہ جب مدینے میں کوئی وفد آپ ﷺ سے ملاقات کو حاضر ہوتا تو صدیق اکبرؓ ان کے پاس ایک خاص آدمی بھیجتے۔ جو انہیں آداب حاضر بتاتا اور ادب کی تلقین کرتا۔ حضرت مالکؒ ایک دفعہ آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ بیان فرما رہے تھے۔ اس دوران سولہ مرتبہ بچھو نے کاٹ لیا۔ لیکن آپ نے احترام رسول ﷺ میں جنبش تک نہ کی اور درس مبارک جاری رکھا۔

سورۃ المجادلہ میں اللہ نے مزید فرمایا۔ "اے ایمان والو جب تنہائی میں حضور ﷺ سے بات کرنا چاہو تو سرگوشی سے پہلے صدقہ دیا کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔"

اتنا کچھ جاننے کے بعد ہم غلاموں کیلئے یہ فرض ہے کہ اپنے محبوب کی شان میں اشارتاً، عملاً کسی گستاخی کو برداشت نہ کریں کیونکہ یہ حضور ﷺ کو ایذا پہنچانے کے مترادف ہے۔ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے کہ "بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ اللہ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے تیار کر رکھا ہے۔ ان کیلئے رسوا کن عذاب"

ایک ہم ہیں کہ ہزاروں معصوم مسلمانوں کو قتل کرنے والے شیرون کو ہم دنیا کا بہادر انسان، امت مسلمہ کو عریانیت میں بدل دینے والے کو ہم اپنا آئیڈیل اور حضور ﷺ کے بنائے ہوئے معاشرے کو بش کے روشن خیال معاشرے میں بدل دینے کو ہم دنیاوی کامیابی سمجھتے ہیں۔ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو بش فون کر کے اپنی حمایت کا یقین دلاتا ہے۔ یعنی وہ بھی اسی جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیت

(روزنامہ نوائے وقت، 21 فروری 2006ء)

امام محمد

نے اپنی کتاب میں امام مالک کا قول نقل کیا ہے کہ جو بھی حضور ﷺ یا دیگر انبیاء میں سے کسی نبی کو سب وشتم کرے (برا بھلا کہے) اسے قتل کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

(الشفاء: جلد:۲ صفحہ:۲۱۷)

نواز خان میرانی

مقامِ مصطفیٰ ﷺ

ویسے تو سارا سال ہی دنیا کی عظیم ترین شخصیت کے گرد گھومتا ہے۔ لیکن ربیع الاوّل کا مہینہ خصوصی طور پر ان کے اربوں عاشقوں اور جان نچھاور کرنے والے لوگوں کے لئے ایک عجیب کیفیت وسرور پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے کہ آسمان سے رحمت کی نوازشات اترتی محسوس ہوتی ہیں۔ جو ہر مسلمان کے لئے وجہ طمانیت اور باعث سکون ہوتی ہیں اور ایسا کیونکہ نہ ہو کہ اربوں سالوں سے اور رہتی دنیا تک ان جیسا خدا کا پیارا اور خالق کا محبوب نہ کبھی آیا ہے اور نہ ہی کبھی آئے گا۔ اسی لئے تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ''میرے اس محبوب کو اپنی جان مال اور اولاد سے زیادہ عزیز رکھنا'' یہی وجہ ہے کہ دنیا کا ہر مسلمان اپنی جان حضور ﷺ کے قدموں پر نچھاور کرنے کے لئے بے تاب اور دعا گو رہتا ہے۔ کیا کوئی کسی کے دانتوں کی یہ مثال پیش کر سکتا ہے کہ جو حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمائی ہے۔ کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ گھر میں تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو بتایا کہ گھر میں چراغ نہیں ہے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا کیا تم چاہتی ہو کہ تمہارے گھر میں ایک ایسا چراغ روشن کر دیا جائے کہ جس میں نہ بتی ہو اور تیل؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی ''ہاں'' آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور آپ ﷺ کے دندان مبارک سے ایسا نور روشن ہوا کہ جس سے گھر کا ذرہ ذرہ روشن ہو گیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابھی تک میں وہ تابانی اپنے حجرے میں محسوس کرتی ہوں اس کے بعد حضرت جبرائیل امین نے حضور اکرم ﷺ کو آ کر بتایا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں نے اپنی قدرت کاملہ سے ان دانتوں کو نور بخشا ہے اور اس میں لعل چمکتے موتیوں سے زیادہ تابانی بخشی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہئے۔

کیا تاریخ انسانی ایسی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے کہ جن کے منہ سے ایک لفظ بھی خدا کی مرضی کے خلاف نہ نکلا ہو۔ حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے کبھی خواہش نفس کا ایک لفظ بھی ادا نہیں ہوا۔ آپ ﷺ مرضی اور رضائے الٰہی کے مطابق کلام فرماتے۔ اسی لئے تو ارشاد ربانی ہے۔

''اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اللہ کے رسول ﷺ کی'' (النساء، 59)

سورہ انفال آیت 20 میں ہے۔

''حکم مانو اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول ﷺ کا اور سن کر اس سے نہ پھرو''

اور سورہ توبہ آیت 71 میں ہے۔

''اور اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کا حکم مانیں، جن پر عنقریب اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا''

اللہ تعالیٰ کا خوبصورت کلام جن خوبصورت لبوں سے ادا ہوتا تھا اس کا اندازہ ہم اور آپ کیا کر سکتے ہیں۔آپ ﷺ کے لب مبارک نہایت ہی خوبصورت اور سرخی مائل تھے جب آپ ﷺ تبسم فرماتے تو لبوں کا حسن دوبالا ہو جاتا اور وہ گلاب کی پنکھڑیوں سے بھی زیادہ حسین لگتے۔''حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ کو لحد مبارک میں اتارا گیا تو میں نے آخری دیدار کی غرض سے آپ ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کی میں نے محسوس کیا کہ آپ ﷺ کے لب مبارک حرکت کر رہے ہیں۔تو میں نے اپنے کانوں کو حضور ﷺ کے لبوں کے انتہائی قریب کیا۔تو آپ ﷺ فرما رہے تھے اے اللہ میری امت کو بخش دے۔میں نے جب یہ بات حاضرین کو سنائی تو سب لوگ دنگ رہ گئے کہ آپ ﷺ اپنی امت سے اس قدر پیار کرتے ہیں۔غور کرنے کی بات ہے کہ ہم قرآن پاک کا اس قدر احترام کیوں کرتے ہیں۔ محض اسی لئے کہ وہ ہمارے اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔حضور اکرم ﷺ اس لئے ہمارے آقا ہیں کہ خدا کے بعد وہی سب سے زیادہ برگزیدہ ہستی اور اللہ کے محبوب ہیں۔اللہ ان سے محبت کرتا ہے، ہم بھی ان سے محبت کرتے ہیں۔ہمیں بھی وہ عمل کرنا چاہئے کہ جو خدا خود عمل کرتا ہے تاکہ ہمیں قرب خداوندی اور قربت رسول ﷺ مل سکے۔اگر اللہ پاک اپنے حبیب پہ درود بھیجتا ہے تو ہمیں بھی یہی خدائی عمل کرنا چاہئے۔اللہ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ میں اور میرے فرشتے رسول خدا ﷺ پہ درود بھیجتے ہیں۔لہٰذا مومنو! تم بھی درود پڑھا کرو، اور خود حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنے معمولات میں سب سے زیادہ وقت درود شریف پڑھنے پہ صرف کریں اور کثرت سے درود پڑھیں۔ (روزنامہ نوائے وقت، 22 اپریل 2006ء)

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

طیبہ ضیاء

محبت

لیبیا کے ایک مسلمان نے کہا:۔
''میں عیسائی بھی ہوں اور مسلمان بھی، مجھے پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا اتنا ہی دکھ ہوا ہے جتنا جیزز کرائسٹ کی شان میں توہین کا رنج ہوتا۔''
جدہ میں برسوں سے مقیم ایک ہندو کی کسی وجہ سے ملازمت جاتی رہی اور اسے انڈیا واپس جانا پڑا۔ روانگی کے وقت اس کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ رونے کی وجہ پوچھی تو بولا۔
''مجھے ملازمت کے چھن جانے کا اس قدر افسوس نہیں جتنا دکھ مجھے یہ شہر کے چھوڑنے کا ہے۔ اس شہر اور یہاں کے مکینوں کی محبت میں اپنا وطن اور دھرم بھی بھول گیا تھا۔''
مسلم ممالک میں آباد غیر مسلمین مسلمان بھائیوں سے محبت کرتے ہیں۔ اسلام پسند ہوتے ہیں۔ ان کا رہن سہن زبان، غذا، لباس، میل ملاپ، سب مسلمانوں جیسا ہوتا ہے۔ پاکستانی عیسائیوں کے تو نام بھی مسلمانوں جیسے ہوتے ہیں۔ اہل مغرب نے مسلمانوں کے خلاف نفرت کی جو آگ بھڑکا رکھی ہے اس میں خود ہی جل کر راکھ ہو جائیں گے۔
گیارہ ستمبر سے پہلے امریکہ میں اس نفرت کا کوئی وجود نہ تھا۔ بھارت میں بسنے والے مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان بھی نفرت کا سبب یہی گورا تھا۔ امریکہ کا باشعور طبقہ بھی مذاہب کی توہین کی مذمت کرتا ہے۔ امریکی کالم نگار پیٹرک بچینن لکھتا ہے کہ

What was the purpose of the juvenile idiocy by the Europress, the freedom to insult the faith of a billion people and start a reliiious war?

مزید لکھتا ہے۔ ''بُش حکومت نے توہین آمیز خاکوں کی مذمت کے چند گھنٹوں بعد ڈنمارک کیساتھ اپنی ہمدردی کا اظہار کر کے منافقت سے کام لیا ہے۔ جرمن قوم بھی اسلام کی توہین کے لئے فراخ دل ہے مگر جب ہٹلر اور Holocaust کی بات آتی ہے تو یہ قوم سیخ پا جو جاتی ہے۔ یورپ اور

امریکہ نے پادریوں کی توہین آمیز بیانات اور سلمان رشدی کی تصنیف کے ردعمل میں مسلمانوں میں جنم لینے والے غم وغصہ سے بھی کوئی سبق نہیں سیکھا۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توہین آمیز کارٹون کی اشاعت سے یورپ نے مذہبی جنگ کو دعوت دی ہے۔ اس احمقانہ فعل سے اہل مغرب نہ صرف دنیا اسلام میں غیر محفوظ ہو گئے ہیں بلکہ عراق میں غیر مسلم فوجیوں کی موت کے بھی ذمہ دار ہیں۔''

اسلام دشمن اہل کتاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''اہل کتاب میں سے اور ان کافروں کو جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے دوست نہ بناؤ۔ جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ اسے بھی ہنسی مذاق بناتے ہیں۔ (المائدہ)

عیسیٰ علیہ السلام سے محبت اور توہین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرتکب عیسائیت کے لئے بدنما داغ ہیں۔'' ویلنٹائن ڈے'' منانے والے اہل مغرب محبت کی حقیقی خوشبو سے محروم ہیں۔ محبت کی ابتدا بھی ایمان ہے اور انتہاء بھی ایمان۔ محبت کرنے والے کو جب تک اپنے جذبات کیفیات اور محسوسات پر ایمان نہ ہو، اس کی محبت کا دعویٰ کے سوا کچھ نہیں۔ محبت آسیہ کا ایمان ہے۔ آسیہ نے اپنا ایمان اپنے شوہر فرعون سے چھپایا ہوا تھا۔

فرعون کو علم ہوا تو آسیہ کو دھوپ میں عذاب دیا جاتا تھا۔ ان کے جسم پر میخیں گڑوائیں جاتیں اور ان کے سینہ پر چکی کے پاٹ رکھوا دیئے جاتے اور فرعون کہتا۔ اب بھی وقت ہے اپنا عقیدہ چھوڑ دے۔ آسیہ جواب دیتیں تم میرے وجود پر قادر ہو لیکن میرا دل میرے رب کی پناہ میں ہے۔

محبت، میں، نہیں، تو، ہے۔ محبت زندگی ہے۔ محبت بندگی ہے۔ محبت ممتا ہے۔ محبت کمال نہ ہے۔ جان ہے۔ جمال ہے۔ محبت بہار ہے۔ دوست ہے غمخوار ہے۔ محبت وفا ہے۔ محبت عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ موسیٰ علیہ السلام ہے۔ کوہ طور ہے۔ آتش نمرود ہے۔ محبت ہجرت مدینہ ہے۔ محبت شہید ہے۔ غازی ہے۔ محبوب ہے۔ محبت یعقوب علیہ السلام ہے۔ یونس علیہ السلام ہے۔ ایوب علیہ السلام ہے۔ محبت توراۃ ہے۔ انجیل ہے۔ تسلیم ورضا ہے۔ تقویٰ وتفہیم ہے۔ محبت پروردگار ہے۔ قرآن کریم ہے۔ محبت پھول ہے۔ بتول رضی اللہ عنہا ہے۔ اصحاب رسول ﷺ، آل رسول ﷺ، اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ جب تک انسانوں سے محبت نہ ہو، عقیدوں اور نظریات سے محبت نہیں ہو سکتی۔ اگر پیغمبر ﷺ سے محبت نہ ہو تو خدا اور اس کے دین سے محبت نہیں ہو سکتی۔ مسجد نبوی میں منبر سے پہلے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ فرمایا کرتے تھے۔ جب منبر تیار ہو گیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر خطبہ دینا شروع کر دیا۔ اچانک اس ستون سے بچوں کی طرح رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم یہ دیکھ کر منبر سے اتر آئے اور ستون کو تھپکی دی تو اس کی رونے آواز بند ہوئی۔صحابہ کرام کی حیرت کو بھانپتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا ممبر کے آجانے سے ستون کو میری جدائی برداشت نہ ہو سکی۔

ایک مرتبہ آپ اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ ایک پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ آپ ﷺ کے رعب وجلال سے لرزنے لگا۔آپ ﷺ نے اپنے پاؤں مبارک سے ٹھوکر ماری اور فرمایا ٹھہر جاؤ اور پہاڑ ٹھہر گیا۔

ایک انصاری کا اونٹ بگڑ گیا۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس اونٹ کے پاس تشریف لے گئے تو اونٹ نے حضور کے سامنے ادب سے گردن جھکا لی۔آپ ﷺ نے اونٹ کے مالک سے فرمایا۔ ''گناہگار انسانوں اور جنوں کے علاوہ کائنات کی تمام مخلوق جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں۔ اونٹ نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔آپ ﷺ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو ہو چپ ہو گیا۔حضور ﷺ نے اونٹ کے مالک سے فرمایا،تم جانوروں پر ان کی ہمت سے زیادہ بوجھ مت ڈالا کرو۔تمہارے اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور تکلیف دیتے ہو۔ چرند پرند، پہاڑ، ریگستان، زمین و آسمان کائنات کا ذرہ ذرہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا اسیر ہے۔جانوروں کو بھی شعور ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے نبی اور محبوب ہیں۔محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرنے والوں کی تعداد بمشکل چالیس تھی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی تعداد پانچ لاکھ کے قریب تھی لیکن فرعون کے خوف سے موسیٰ علیہ السلام پر سچے دل سے ایمان لانے والوں کی تعداد صفر تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے نو سو برس تبلیغ فرمائی مگر گنتی کے افراد ایمان لائے جبکہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد کم وبیش پانچ چھ لاکھ تھی۔مشرکین مکہ حضور ﷺ کو ابتر کہا کرتے تھے۔یعنی محمد ﷺ اولا دنرینہ سے محروم ہیں۔لہٰذا دنیا میں ان کا نام ونشان باقی نہیں رہے گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا اولا دنرینہ کا گھمنڈ کرنے والے مشرکین کا دنیا ہستی سے نام ونشان مٹا دیا جائے گا۔

اے میرے حبیب ﷺ اس جہاں کے گوشے گوشے میں آپ کا ذکر بلند ہوگا۔امت محمد ﷺ سے بغض اور حسد جب نفرت میں بدل جائے تو غلیظ اور بیہودہ حرکات منظر عام پر آنے لگتی ہیں۔ابوغریب جیل میں مسلمانوں کے ساتھ کئے جانے والے تشدد کی ویڈیو اور تصاویر کی اشاعت پر امریکہ کا کہنا ہے کہ اس سے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوگا۔جبکہ گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کو آزادی صحافت کا نام دیا جاتا ہے۔ان کفار کے لئے قرآن نے حق فرمایا۔

''ان لوگوں کی زبانوں سے تو دشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے اور جو کینے ان کے سینوں

میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں۔'' (آل عمران)

توہین رسالت کے ردعمل میں وطن عزیز میں ہونے والے اشتعال انگیز واقعات کے پس پشت نام نہاد دوستوں کی ''ڈونگی چال'' ہے۔یہی وہ شر پسند عناصر ہیں۔جنہیں مسلم ریاستوں کی معدنیات، ایٹمی قوت ، پاک چینی دوستی اور تیزی سے پھیلنے والا دین اسلام برداشت نہیں ہو رہا۔محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کی دعویدار امت کسی کے مذہب کا تمسخر نہیں اڑا سکتی۔عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصاویر اور بت بناتے لیکن جو مسلمان انبیاء کی شبیہ کو بھی حرام سمجھتا ہو وہ بھلا توہین آمیز خاکوں کو کیونکہ برداشت کرے گا۔ امت محمد ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔''محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہ کفار کے مقابلے میں سخت ہیں اور آپس میں رحم و محبت کے مجسمے ہیں۔'' محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت توہین اسلام اور تذلیل مسلمان جیسے مکروہ ہتھکنڈوں کو روکنے کے لئے پر امن جلسے جلوس، قانونی کاروائی، مہذب اصول اور بین الاقوامی لیول تک رسائی کے لئے مثبت حکمت عملی اور شرعی اقدامات کی قائل ہے۔قدرتی آفات، ان گنت آزمائشیں اور امتحانات مسلم حکمرانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت 2006ء)

اللہ عزوجل فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۝

(پ22، ع 4، سورہ الاحزاب)

بے شک جو لوگ اللہ و رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں اور الہ نے ان کے لئے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ڈاکٹر محمد اجمل نیازی

ناموس رسالت ﷺ کے مسافروں کو ہمسفر ہونا چاہئے

مجھے آج کل کچھ ہو گیا ہے کہ کچھ اور لکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ میرے دل میں الفاظ عشق رسول ﷺ کی چھنتی ہوئی چنگاریوں میں چمک کے رہ جاتے ہیں۔ لوگ نجانے کیا کچھ نہیں کر رہے اور میں اپنے اندر تڑپتا ہوں۔ ریلیاں نکل رہی ہیں۔ ہر طرف یہی گفتگو ہوتی ہے۔ ہر دل میں ایک آرزو مچلتی رہتی ہے کہ ہم ناموس رسالت ﷺ کے لئے جان کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ قربانی کی کہانی کے کئی عنوان ہیں۔ آج کل ہر تقریب اسی حوالے سے ہے۔ پریس انسٹی ٹیوٹ آف پاکستان میں عبدالابصار عبدالعلی نے وزیر اعلیٰ پنجاب دانشور مشیر مواحد حسین کے خصوصی لیکچر کا اہتمام کیا مجید نظامی نے صدارت کی۔ موحد حسین نے کہا ''یورپ نے سویا ہوا شیر جگا دیا ہے'' مواحد کو معلوم ہے کہ یہ شیر جب سویا ہوا تھا تو بھی یورپ اور امریکہ اس سے ڈرتا تھا۔ یقیناً شاہ صاحب نے اقبال کو پڑھا ہوگا۔ اب سے بہت پہلے اقبال نے غیب سے آتی ہوئی آوازوں کو سن کر جو کہا تھا وہ آج حرف بہ حرف پورا ہو رہا ہے۔...... ع

''مسلمان کو مسلمان کر دیا طوفان مغرب نے''

کافروں کو مسلمان کرنے سے زیادہ مشکل اور اہم مسلمان کو مسلمان کرنا ہے اور یہی کام مسلم دشمنی میں اندھا ہو کر یورپ کر رہا ہے اور یہ کام اس سے امریکہ کروا رہا ہے۔

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

مواحد حسین اپوزیشن لیڈر نہیں ہیں۔ وہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے مشیر ہیں۔ وہ ہمیشہ اچھی اور گہری بات کرتے ہیں۔ ایک صوبائی وزیر قدسیہ لودھی نے ڈنمارک کے ڈیری کی چیزوں مکھن اور پنیر وغیرہ اور فرانس کے میک اپ کی ساری مصنوعات کا استعمال بند کرنے کا اعلان کیا ہے اور دواؤں کی طرح ان چیزوں کی برآمد پر بھی پابندی کا مطالبہ کیا ہے۔ اس طرح کا احتجاج بھی موثر ہے۔ برسلز جانے والے

پارلیمانی وفد کی سربراہی وفاقی وزیر اعجاز الحق نے اپوزیشن کو دینے کا اعلان کیا ہے۔ اپوزیشن اس وفد کے ساتھ جائے اور اپنے انداز میں بات کرے۔ ناموس رسالت ﷺ کے لئے احتجاج کے موقع پر سرگرمیوں کو سیاسی رنگ نہ دیا جائے۔ یہ رنگ خود بخود دلوں میں اور آنکھوں میں چمکنا چاہئے۔ یکرنگی اور ہم آہنگی ضروری ہے اور یہ پیغام پوری دنیا کو ہلا کے رکھ دے گا۔ میرے خیال میں یہ عالم اسلام میں صرف پاکستان ہے جہاں ناموس رسالت ﷺ کے لئے وسیع تر اتحاد میں وسیع تر مفاد دیکھا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں اپوزیشن کو حکومت کے ساتھ مل کر آواز اٹھانے میں کسی قسم کی تحفظات دل میں نہیں رکھنا چاہئیں۔ اور حکومت کو چاہئے کہ وہ اپوزیشن کے ساتھ شامل ہو جائے۔ اس معاملے میں حکومت اور اپوزیشن کا فرق مٹ جائے گا تو بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ جمہوریت کے لئے جدوجہد کے لئے کئی مواقع آنے والے ہیں۔ لوگوں کو جن محرومیوں اور ناانصافیوں کا سامنا ہے۔ اس غصے کے اظہار کا بھی موقع نہیں۔ مگر اپنے آقا و مولا ﷺ کی عزت پر مر مٹنے والوں کی بھی عزت نفس ہے۔ اس کا خیال کون کرے گا۔ ناموس رسالت ﷺ کے راستے پر عوام اور حکام ایک ساتھ ہوں تو زندگی کے سب راستے اسی راستے سے نکلنا چاہئیں۔ اب تو غم و غصہ عشق رسول ﷺ کو چیلنج کرنے والوں کے خلاف ہے اور اس کے لئے ہم آواز ہونا ضروری ہے۔

بات لاہور میں ہونے والی احتجاجی ریلی کے دوران توڑ پھوڑ اور لوٹ مار سے بگڑی۔ کچھ پتہ نہیں چل رہا کہ یہ کون لوگ تھے۔ عوام اور حکام اپنے طور پر الزام لگا رہے ہیں۔ اس وقت کو بھی کچھ لوگ دنیاوی انعام کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ مسلم دشمنوں نے تو ہماری آخرت پر ضرب لگائی ہے۔ ہماری روحوں کی بستیوں میں دھول اڑ رہی ہے۔ اس دھول میں بھی آگ لگا دی گئی ہے۔ ہماری اصل پناہ گاہ تو روحانیت ہے اور ہمیں اس نشیمن سے بھی باہر نکال دیا گیا ہے۔ میرے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ میں حکومت سے خوش نہیں ہوں۔ مگر ہم پاکستان کے دشمنوں کو خوش نہ کریں۔

چودھری پرویز الٰہی کی یہ بات مجھے پسند آئی کہ لاہور میں جلائی جانے والی موٹر سائیکلوں کے مالکان کو نئی موٹر سائیکلیں انہوں نے ناظم لاہور عامر محمود کی موجودگی میں دے دی ہیں۔ یہ بھی ایک طرح سے ناموس رسالت ﷺ کے لئے مظاہرہ ہے۔ نقصان اٹھانے والوں کو دوبارہ زندگی میں واپس لے آنا ایک دردمند دل کی گواہی ہے۔ مظاہرین میں شامل شرپسندوں نے جو کیا اس سے رنج ہوا تھا۔ ہنگامے میں نقصان اٹھانے والے کسی سے پوچھ بھی نہ سکتے تھے کہ ہمارا کیا قصور ہے۔ موٹر سائیکلوں والے امیر نہیں ہوتے۔ غریب لوگ موٹر سائیکل کے بغیر زندگی کو آگے بڑھانے سے قاصر تھے۔ اب خوش ہیں۔ ایک نوجوان نے اپنی موٹر سائیکل پر تحفظ ناموس رسالت کا جھنڈا لگایا اور اپنے گھر کے لئے چل دیا،

جہاں اس کے آنے پر نعرہ رسالت یارسول اللہ ﷺ کے نعرے لگائے گئے۔ اس واقعہ سے مجھے واقعی خوشی ہوئی ہے۔

ایوان کارکنان پاکستان میں ناموس رسالت ﷺ کانفرنس کے بعد بارہ قراردادیں منظور کی گئیں۔ یہاں بھی مجید نظامی نے صدارت کی۔ انہوں نے کہا ''میں ناموس رسالت پر سب کچھ قربان کر سکتا ہوں۔'' سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کے لئے انہوں نے ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر قدیر خان کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ وہ باہر ہوتے تو ناموس رسالت ﷺ کانفرنس میں ڈاکٹر رفیق احمد کی دعوت پر خطاب کرتے۔ کانفرنس کے سٹیج سیکرٹری نے کہا کہ مجید نظامی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ اور تحریک مقام مصطفیٰ ﷺ کے روح رواں ہیں۔ کانفرنس میں حکومتی ایم پی اے مصباح کوکب نے بھی بڑی ولولہ انگیز تقریر کی۔ یہاں اپوزیشن کا کوئی ایم پی اے نہ تھا مگر جیلوں میں بھی کوئی ممبر اسمبلی نہیں ہونا چاہیے۔

(روزنامہ نوائے وقت، 25 فروری 2006ء)

تیرے دریا میں طوفان کیوں نہیں ہے؟
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے؟
عبث ہے شکوہ تقدیر یزداں
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے؟

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

خوش نصیب

وہ اِس جہاں میں بھی عظمت سے سرفراز ہوا
وہ اُس جہاں میں بھی سردارِ اہلِ ایماں ہے
نبی ﷺ کی آن پہ قربان ہو گیا جو بھی
بلند بخت ہے وہ خوش نصیب انساں ہے

سید عارف محمود مہجورؔ رضوی، گجرات

عرفان صدیقی

کیا اب بھی۔۔۔۔؟

صرف زلزلے، طوفان، بجلیاں، سیلاب اور قحط ہی عذاب نہیں ہوتے اس کے اور بھی کئی شکلیں ہوتی ہیں۔ ہم ایک مدت سے بے بسی، بے چارگی، مردنی، بے حسی ہزیمت، شکست خوردگی اور بے توقیری کے عذاب میں مبتلا ہیں۔ ہمارا قافلہ بے سالار ہے، ہمارا زادِ راہ لٹتا رہا ہے اور ہمارے احساسِ زیاں کی نبضیں بھی ڈوب رہی ہیں۔

ڈنمارک کے ایک کم نصیب اخبار اور اس کے ناپاک نقش قدم پر چلتے ہوئے دیگر یورپی جرائد نے جو کچھ کیا اس پر کسی کو حیرت نہیں ہونی چاہیے نائن الیون کے بعد اہل حرم کے ساتھ اہل مغرب کے بغض و عداوت نے باقاعدہ فلسفۂ سیاست اور حکمت عملی کی شکل اختیار کر لی ہے۔ امریکہ نے یورپ کی تائید و حمایت سے ساری دنیا کے مسلمانوں کو نشانے پر دھر لیا اور اسے ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کا نام دے دیا ہے۔ یہی وہ لمحہ تھا جب عالم اسلام اپنے حواس پر قابو رکھتے ہوئے یکجا ہوتا اور ستاون ممالک کے فرمانروا اپنے سیاسی اہداف مقاصد سے بالاتر ہو کر بعض بنیادی فیصلے کر لیتے۔ اسلامی کانفرنس پوری طرح فعال و متحرک ہو جاتی اور امت مسلمہ ایک مشترکہ راہ عمل اختیار کرتی۔ ہم کوئی کم نہ تھے۔ دنیا کے پانچ ارب انسانوں میں ہماری تعداد سوا ارب سے بھی زائد تھی۔ ہمارے پاس معدنیات اور تیل کے لامحدود وسائل تھے۔ ہم دنیا کے اہم ترین جغرافیائی خطوں میں بس رہے تھے۔ ہمارے پاس امریکہ جیسے ہلاکت آفریں ہتھیار نہ سہی لیکن ہم بھوسے کا ڈھیر بھی نہ تھے۔ ہوشمندی کے ساتھ ایک معتدل، متوازن اور دانش مندانہ حکمت عملی تراشی جا سکتی تھی جس سے ہم براہ راست تصادم سے بھی بچ جاتے اور ہمارے گھروں کی حرمت بھی پامال نہ ہوتی۔ تب اسلامی کانفرنس نے پہلو تک نہ بدلا اور بیشتر اسلامی ممالک جارج ڈبلیو بش کے کروسیڈ کا دست و بازو بن گئے۔ افغانستان و عراق کی فضاؤں میں لہرانے والے امریکی پرچم دراصل ستاون اسلامی ممالک کے سینوں میں گڑ گئے۔ معاملہ عسکری فتح اور سیاسی اہداف تک ہی محدود نہ رہا۔ امریکہ ہمیں اپنے مذہب، اپنے دینی شعائر، اپنے نظام تعلیم، اپنی درسی کتب، اپنے مدارس، اپنی تہذیبی اقدار اور اپنے معاشرتی انداز و اطوار میں تبدیلیاں لانے پر مجبور کرنے لگا۔ یہ اس امر

کا واضح اشارہ تھا کہ اب وہ فوجی اور سیاسی مقاصد سے آگے نکل کر فکری نظریاتی اور تہذیبی فتوحات کی راہ پر چل نکلا ہے۔اس کی اس یلغار کو بھی خوشدلی سے برداشت کر لیا گیا بلکہ ایسے والہانہ پن کا مظاہرہ کیا گیا ''گویا یہ بھی میرے دل میں تھا'' دہشت گردی کے خلاف جنگ سے غیر مشروط تعاون کے بعد فکری و نظریاتی یلغار کرنے والے لشکر کی راہ میں بھی سرخ قالین بچھانے سے امریکہ، یورپ اور اُن تمام قوتوں کو حوصلہ ملا جو کمیونزم کی بیخ کنی کے بعد اسلام کو خطرہ تصور کر رہی تھیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ہماری خوئے مزاحمت دم توڑ چکی ہے بلکہ ہم قوت گویائی سے بھی محروم ہو چکے ہیں اور دستِ قاتل کو بوسے دینا بھی اعزاز و افتخار سمجھنے لگے ہیں تو انہوں نے ہمارے مقدس ترین اثاثوں پر بھی حملے شروع کر دیئے۔ ڈنمارک اور یورپ کے کسی اخبار کو نبی آخر الزماں ﷺ کے ناموس پر حملے کی جسارت نہ ہوتی۔ اگر نائن الیون کے بعد ہم کسی نہ کسی موڑ پر کھڑے ہو کر پوچھ لیتے کہ تم ''دہشت گردی کسے کہتے ہو؟'' ہم نے آج تک امریکہ کو یہ بھی نہیں بتایا کہ تم ہمارے کندھوں پر بندوق رکھ کر جن سینوں کو چھلنی کر رہے ہو ان سے ہماری بڑی گہری قرابت داری ہے، خون کا رشتہ ہے افغانستان اور عراق پر حملوں کے لئے امریکہ نے پاس پڑوس کے جتنے ممالک کی بندرگاہیں، ہوائی اڈے اور فضائیں استعمال کیں وہ سب کے سب اسلامی ممالک تھے، ذرا سوچئے کہ اس سے سبز گنبد کے مکین ﷺ پر کیا گزری ہوگی؟

ایک انسان کی طرف سے کسی دوسرے انسان پر ڈھائے جانے والے جتنے بھی مظالم کا تصور کیا جا سکتا ہے وہ گزشتہ ساڑھے چار برسوں میں افغانوں اور عراقیوں پر آزما ڈالے گئے۔ ستاون اسلامی ممالک خاموش رہے۔ تاریخ کی کتابوں میں درندگی، سفاکی اور انسانیت سوزی کی جتنی بھی متعفن کہانیاں درج ہیں گزشتہ ساڑھے چار برسوں کی خونچکاں داستانیں ان پر بازی لے گئیں اور اسلامی کانفرنس نے سسکی تک نہ بھری، ہوا بند، فولادی کنٹینروں میں بند کر کے ہلاک کر دیئے، زندہ جلا دیئے، شہ رگ میں تیزاب بھر کر آگ لگانے، رقصِ بسمل کا تماشا دیکھنے، زخمیوں کو زندہ درگور کر دینے اور سوا لاکھ سے زائد انسانوں کو قتل کر دینے سے لے کر قیدیوں پر شرمناک تشدد اور عفت مآب خواتین کی عصمت دری تک ایسی ایسی کہانیاں بکھری پڑی ہیں کہ ہمارا احساس زندہ ہوتا تو ہم مغرب کے مفادات پر ضرب لگانے کی مؤثر حکمت عملی بنا چکے ہوتے یا پھر خود اپنی ہی آگ میں جل کر بھسم ہو گئے ہوتے۔ لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔ افتخار عارف پھر یاد آیا ہے۔

شاخِ زیتون پر
کم سخن فاختاؤں کے اتنے بسیرے اجاڑے گئے
اور ہوا چپ رہی

زرد پرچم اڑتا ہوا لشکر بے اماں
گلزمینوں کو پامال کرتا رہا
اور ہوا چپ رہی
آرزومند آنکھیں، بشارت طلب دل
دعاؤں کو اٹھے ہوئے ہاتھ
سب بے ثمر رہ گئے اور ہوا چپ رہی
اور تب
جس کے قہر میں موسموں کے عذاب
ان زمینوں پر بھیجے گئے
اور منادی کرادی گئی
جب بھی رنگ کی اور خوشبو کی آواز کی
اور خوابوں کی توہین کی جائے گی
یہ عذاب ان زمینوں پر آتے رہیں گے

گذشتہ ساڑھے چار سالوں میں ہمارے کتنے ہی رنگوں، خوشبوؤں، آوازوں اور خوابوں کی توہین ہوتی رہی اور ہم چپ رہے۔ سو ہم پر بے چارگی، مروتی، بے حسی، ہزیمت، شکست خوردگی اور بے توقیری کے عذاب مسلط کردیئے گئے۔ لیکن تازہ سانحہ تو سب سے بڑا ہے۔ ہمارے لئے اسم محمد ﷺ سے زیادہ گہرے رنگ، اسے زیادہ مسحور کن خوشبو، اس سے زیادہ شیریں آواز اور اس سے زیادہ حسیں خواب کا تصور بھی ممکن نہیں۔ کیا ہم اب بھی نہیں جاگیں گے؟ کیا ہم اب بھی ساڑھے چار سالوں پر محیط سفر رائیگاں کی بے ثمری کا تجزیہ نہیں کریں گے؟ کیا ہم اب بھی اُن کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے رہیں گے جو محمد عربی ﷺ کے ناموس سے کھیل رہے ہیں؟ کیا ہم اس رنگ، اس خوشبو، اس آواز اور اس خواب کی توہین بھی برداشت کرلیں گے؟ (روزنامہ نوائے وقت، 18 فروری 2006ء)

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا تو

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر رفیق احمد

سیرت رحمت عالم ﷺ اور مغرب

حال ہی میں رسول پاک ﷺ کے بارے میں ڈنمارک کی اور دیگر مغربی ممالک میں جن خاکوں کو شائع کیا گیا ہے ان کے بارے میں اہل علم جانتے ہیں کہ وہ صرف توہین آمیز ہی نہیں بلکہ سراسر جھوٹ اور جہالت پر مبنی ہیں۔ یہ جھوٹ جس طرح عالم گیر سطح پر پھیلایا گیا ہے اور اس کے ردعمل کے طور پر وسیع و عریض اسلامی دنیا نے جس طرح احتجاج کیا ہے اس کا ایک فائدہ ضرور ہوا ہے کہ خواجہ یثرب ﷺ کی ذات گرامی اہل مغرب کے اہل دانش اور عام لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئی ہے اور وہاں کے عوام و خواص میں یہ تجسس بڑھ گیا ہے کہ وہ اسلام اور داعی اسلام کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کریں۔ اس حوالے سے جدید انفرمیشن ٹیکنالوجی اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

یہ دور اور آئندہ آنے والا دور انفارمیشن ٹیکنالوجی اور اس سے متعلق نت نئی ایجادات کا دور ہے۔ اس ٹیکنالوجی کی بدولت حقائق و واقعات کو چھپانا مشکل تر ہوتا جا رہا ہے۔ فاصلوں کا تصور ختم ہو گیا ہے حتیٰ کہ زبانوں کے اختلافات بھی حصول معلومات میں رکاوٹ نہیں رہے اس لئے کہ انگریزی ایک بین الاقوامی زبان کی حیثیت سے دنیا کے ہر کونے میں پہنچ گئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تیز رفتار انفارمیشن ٹیکنالوجی کے ذریعے کم از کم ابتدائی مراحل میں جھوٹ اور دروغ پھیلانا آسان ہو گیا ہے۔ لیکن اس کے جواب میں اتنی ہی تیز رفتاری سے دنیا کو حقیقت سے آگاہ کرنا بھی آسان ہو گیا ہے۔ بشرطیکہ سچائی کو ایک مؤثر حکمت عملی سے علم و دانش کی مدد سے پیش کیا جائے۔

ہمیں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ مغرب کا ہر غیر مسلم باشندہ اسلام کے بارے میں لازمی طور پر متعصبانہ رویہ نہیں رکھتا بے شمار لوگ ایسے ہیں جو سیکولر ذہن کے مالک ہیں ان میں ایسے بھی ہیں جو تمام مذاہب سے بیزار ہیں اور بے شمار ایسے بھی ہیں جو مذہب کو سماجی زندگی سے غیر متعلق سمجھتے ہیں اور اسے ایک پرائیویٹ دھندہ سمجھتے ہوئے مذاہب عالم کے بارے میں غیر جانبدارانہ رویہ رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو ہر مذہب کو جعلی اور غلط سمجھتے ہیں اور خالص دہریئے ہیں۔ کچھ اہل فکر تصوف سے لگاؤ رکھنے کے سبب ہر مذہب کو سچا سمجھتے ہیں۔ اور بعض سیاسی اغراض و مقاصد کی خاطر مذہبی گروہ

سے تعلق رکھنا فائدہ مند خیال کرتے ہیں۔ایک مفکر نے کیا صحیح کہا ہے کہ مؤرخ حضرات تمام مذاہب کو حالات کی پیداوار اور بنیادی طور پر باطل سمجھتے ہیں۔اس کے برعکس فلسفی حضرات تمام مذاہب کو سچائی کا عکاس گردانتے ہیں اور وہاں تک سیاستدانوں کا تعلق ہے ان کے نزدیک تمام مذاہب اقتدار حاصل کرنے کے لئے یکساں طور پر مفید ہیں۔

مذہب کے بارے میں اہل مغرب کی ان گوناں گوں کیفیات کے علی الرغم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب کبھی کسی مغربی دانشور یا مفکر یا غور وفکر کرنے والے شخص نے دل و دماغ کے دریچے کھول کر اسلام کا مطالعہ کیا ہے وہ اس کی انسان ساز تعلیمات اور روحانی دنیاوی رویوں کے حسین امتزاج اور آنحضور ﷺ کی رحمت ومحبت ودانش سے لبریز زندگی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔انیسویں صدی اسلام کے بارے میں معلومات کے لحاظ سے یورپ کی تاریک ترین صدی سمجھی جاتی ہے۔اس صدی کے وسط میں مشہور برطانوی مصنف تھامس کارلائل نے رسول اکرم ﷺ کو پیغمبر کے لحاظ سے دنیا کا عظیم ترین ہیرو ظاہر کر کے یورپ میں تہلکہ مچادیا تھا۔حال ہی میں تین دہائیاں قبل مائیکل ہارٹ نے اپنی مشہور کتاب The 100 میں پیغمبر اسلام ﷺ کو تاریخ عالم پر سب سے زیادہ اثرات پیدا کرنے والا اور روحانی اور دنیاوی زندگی کا کامیاب ترین انسان قرار دیا ہے۔کئی غیر مسلم سائنس دان سیاسی مدبر، گلوکار، قلم کار، کھلاڑی اور دیگر پیشو سے تعلق رکھنے والے نامور اشخاص حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔سابق امریکی صدر بل کلنٹن نے حال ہی میں تسلیم کیا ہے کہ اسلام دنیا میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے۔

مندرجہ بالا تصریحات پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جہاں یہ ضروری ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بارے میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر پرزور احتجاج کیا جائے اور دنیا بھر کی حکومتوں، اداروں اور اقوام متحدہ پر زور دیا جائے کہ وہ مذہبی جذبات کا مذاق اڑانے والے مواد پر پابندی عائد کرے وہاں یہ بھی لازم ہے کہ اسلام کی تعلیمات اور رسول اکرم ﷺ کی چمکتی دمکتی سیرت اور رحمت شخصیت کے بارے میں اہل مغرب کو صحیح معلومات پہنچانے کے لئے ٹھوس لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔اس سلسلے میں جدید انفرمیشن ٹیکنالوجی کی سہولتوں سے زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات قابل توجہ ہیں۔

1:۔ یورپی زبانوں اور خاص کر انگریزی میں سیرتِ رسول ﷺ پر مسلمان دانشوروں اور غیر متعصب مغربی اہل قلم نے جو کتابیں تحریر کر رکھیں ہیں ان کا از سر نو جائزہ لے کر انہیں آن لائن کیا جائے۔

2:۔ مغرب کے مستند اور روشن خیال اہل علم اور کالم نویسوں کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جائے۔

3:۔ مغربی ممالک کی یونیورسٹیوں اور دیگر فکری اداروں سے ملحق مسلمان پروفیسر اور

دانشور اہل مغرب کی نفسیات اور اسلام کے بارے میں ان کے روائتی رویوں سے بخوبی آگاہ ہیں۔ انہیں متحرک کیا جائے کہ وہ سیرت رسول پاک ﷺ کے بارے میں نئے انداز سے مواد تیار کریں اور جدید انفرمیشن ٹیکنالوجی کے تمام آلات کی مدد سے مغرب میں پھیلائیں۔

4:- آنحضور ﷺ کی سیرت و کردار پر جو لٹریچر آن لائن کیا جائے وہ مختصر اً موثر واضح اور دل نشین ہو اور خاص طور پر ان دو پہلوؤں کو اجاگر کرے جن کو قرآن مجید نے رحمتہ اللعالمین اور خلق عظیم کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

5:- مندرجہ بالا امور پر عمل درآمد کو آسان بنانے کے لئے اسلامی ممالک کی تنظیم OIC مسلمانوں کے غیر سرکاری ادارے NGO,s بہت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں ان کے علاوہ سعودی عرب۔ پاکستان، لیبیا، ایران، انڈونیشیا اور خلیجی ریاستیں حکومتی اور غیر حکومتی سطح پر مددگار ثابت ہو سکتی ہیں۔ یہ ممالک خاص طور پر اسلامی فکر کی تحریکوں کی آماجگاہ ہیں۔

6:- اسلامی مالی ادارے اپنے ٹی وی چینلز کے علاوہ مغربی ممالک کے اہم چینلز میں وقت خرید کر رسالت مآب ﷺ کے بارے میں پروگرام نشر کر سکتے ہیں۔

اگر سچ پوچھیں تو اس سلسلے میں پیش قدمی کا فرض پاکستان پر عائد ہوتا ہے۔ اس لئے کہ دور حاضر میں دنیا کے نقشے پر اسلام کی بدولت صرف پاکستان ہی نمودار ہوا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کوئی ایک اسلامی ملک کسی دوسرے اسلامی ملک پر فوقیت نہیں رکھتا اسلام کے حوالے سے سب برابر ہیں۔ البتہ برصغیر کے مسلمانوں کو اسلام ہی نے ایک صدی کے زوال کے بعد اقتدار کا مالک بنایا ہے۔ لہٰذا تحدیث نعمت آزادی کا تقاضا ہے کہ پاکستان سیرت رسالت مآب ﷺ سے دنیا اور خاص کر مغربی دنیا کو آگاہ کرنے کے لئے اپنی فنی مہارت کا بے باک مظاہرہ کرنے میں پہل کرے۔

(روزنامہ نوائے وقت، 22 مارچ 2006ء)

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

قاری غلام رسول ٹورانٹو

چراغ مصطفوی ﷺ

انبیاء علیہ السلام کا مذاق اڑانے اور ان سے ٹھٹھا کرنے اور گستاخی کرنے والی قوموں کو دنیا میں ہی عذاب میں مبتلا کر کے ذلیل و خوار کر دیا گیا۔ گویا اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی شان میں بے ادبی اور نافرمانی کرنے والوں کو قبر و حشر اور قیامت میں پکڑے گی مگر اپنے معزز اور موقر رسولوں کی شان میں گستاخی اور بے ادبی وہ ایک لمحہ برداشت نہیں کرتا۔ موسیٰ علیہ السلام کی بے ادب اور آپ کی نافرمان قوم کو بندر بنا دیا سورۃ بقرہ آیت 65 میں حضرت لوط علیہ السلام سے گستاخانہ رویہ اختیار کرنے والوں کو تہس نہس کرنے کے لئے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں فرشتے بھیجے۔ ان نانہجار اور اغلام بازوں کو پتہ چلا تو دوڑے آئے اور لوط علیہ السلام سے گستاخانہ بحث کرتے اور کہتے یہ لڑکے ہمارے سپرد کرو، پس ان فرشتوں نے عرض کیا اے لوط علیہ السلام آپ فکر نہ کریں آج رات پچھلے پہر آپ اپنے ماننے والوں کو یہاں سے ہجرت کروادیں اور آپ ان کے بعد نکلیں۔ چنانچہ دن نکلا تو ایسی ہولناک آواز نے ان کو آلیا کہ جس کے ساتھ ہی ان پر پتھروں کی بارش شروع ہوگئی اور جبریل امین نے یہ خطہ زمین اٹھا کر آسمان تک بلند کیا اور پھر کے نیچے پھینک دیا اور ان کا دنیا سے نام ونشان ختم ہوگیا۔ سورہ الحجر آیت 72,73,74، اسی سورہ الحجر میں ہے کہ قوم ثمود کی بستی جو مدینہ پاک اور شام کے راستے میں واقع ہے۔ ان کے لئے حضرت صالح علیہ السلام ہدایت کا پیغام لے کر آئے مگر انہوں نے الٹا ان کی گستاخی کی۔ غیرت الہیٰ جوش میں آئی صبح تڑکے جب خوش وخرم اپنے بستروں سے اٹھ رہے تھے تو ایسی چنگار آئی کہ سب کو عذاب الٰہی سے فنا کر گئی۔ سورہ ہجر آیت 80، حضرت لوط علیہ السلام کے شہر کے قریب ہی ایک دوسری بستی الایکۃ اس کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام اللہ کا پیغام لائے مگر انہوں نے بھی پیغمبر خدا سے گستاخیاں کیں اور عذاب میں مبتلا ہو کر برباد ہو گئے۔ سورہ الحجر آیت 79۔ علی ھذا القیاس قرآن پاک میں اور احادیث رسول ﷺ میں ایسے گستاخوں کا جگہ جگہ ذکر ہے اور ان کا نجام بد بھی۔ حضور نبی آخر الزماں ﷺ طائف میں تشریف لے گئے کہ انہیں پیغام ہدایت دیا جائے۔ مگر انہوں نے آپ کو خاکم بدہن دیوانہ اور جادو کا اثر کہہ کر آپ کے ساتھ نہ صرف ٹھٹھہ کیا بلکہ لڑکوں کو پیچھے لگا دیا جو آپ کو پتھر مارتے مارتے شہر سے باہر لے آئے۔

انبیاء سابقین کے حالات کے مطابق آج بھی غیرت الٰہی جوش میں آئی اور جبریل امین کو فرمایا کہ جاؤ میرے نبی آخرالزمان ﷺ سے پوچھو کہ آپ کی مرضی ہو تو آپ سے بے ادبی اور گستاخی کرنے والوں کا خطہ اٹھا کر زمین پر اُلٹا پھینک دیا جائے تا کہ تیرے بے ادب ہمیشہ کے لئے غرق ہو کر رہ جائیں۔

یہ پیغمبر اسلام کی اپنی ایک الگ شان ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مرضی کو اہمیت عطا فرما رہا ہے۔ کیونکہ آپ کو رحمۃ للعالمین کا تاج پہنا کر بھیجا ہے۔ مرحوم حفیظ جالندھری کا اقتباس شاہ نامہ اسلام سے ہے۔

حضور ﷺ نے جبریل امین سے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا۔

الٰہی فضل کر کہسار طائف کے مکینوں پر
الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

اے اللہ میری قوم کو ہدایت فرما دے کیونکہ یہ ابھی حقیقت کو جان نہیں سکے۔ یہ بستی تو حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت سے بچ گئی وگرنہ محبوب کی بے ادبی پر غیرت الٰہی جوش میں آ گئی تھی۔ آج ایک گستاخ کی وجہ سے جو پوری دنیا کے مسلمان سراپا احتجاج بن گئے ہیں یہ ایک فطری امر ہے اور سنت الٰہیہ ہے کہ پوری کائنات کے ہر مسلمان کی غیرت اسلامی جوش میں آ گئی ہے اور مسلمانوں نے ایک دفعہ پھر ثابت کر دیا ہے کہ ابھی اسلام باقی ہے۔ انڈونیشیا والوں نے کہا کہ ہمارا ملک بہت بڑا ہے ہم کثیر تعداد میں یہاں ہیں مگر ہمارا فخر ہمارے نبی ﷺ کی محبت سے ہے۔ پاک و ہند والوں نے کہا کہ ہم عجمی سہی مگر ہماری عزت ہماری آبرو دنیا و آخرت میں نبی آخرالزماں ﷺ کے نام سے ہے۔ افریقہ، امریکہ اور یورپ میں بسنے والے مسلمانون نے ثابت کر دیا ہے کہ نبی ﷺ کی عزت و ناموس کا تحفظ ہماری زندگی کا فرض اولین ہے۔ ٹورانٹو میں گستاخی رسول ﷺ کرنے والے اخبارات کے خلاف نکلنے والے پر امن جلوسوں میں ہر مکتب فکر اور ہر مذہب کے ماننے والوں نے شرکت کر کے دنیا کی بڑی طاقتوں کو بتلا دیا ہے کہ یہ بدخواہوں کی لگائی ہوئی آگ اُسی وقت ٹھنڈی ہو سکتی ہے جب اس گستاخانہ سلسلے کے مرکزی کردار کو قرار واقعی سزا نہ دی جائے گی۔

(اخبارِ پاکستان، ٹورانٹو، 24 فروری 2006ء)

قطعہ تاریخِ وفات

''رہنمائے جہانِ تحریکِ دفاعِ ناموسِ رسالت''

''سپہرِ مرتبہ عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید''

2006ء

سید عارف محمود مجور رضوی، گجرات

بغیر عشقِ نبی ﷺ زندگی ہے بے مصرف
ملے جو عشقِ نبی ﷺ میں وہ موت راحت ہے

خدا کے دین کے رستے میں جان کا جانا
بہت بڑی ہے یہ دولت، بجا سعادت ہے

نبی ﷺ کی عزت و ناموس کا دفاع کرنا
نشانِ مردِ مسلماں ہے، رازِ اُلفت ہے

جو اُن ﷺ کی آن پہ قربان ہو زمانے میں
وہ اہلِ عشق و محبت ہی اہلِ جنت ہے

نبھائے جو بھی عَلَم دین کی روایت کو
ہمیشہ دیکھتی رستہ اُسی کا جنت ہے

نہیں ہے ورد و وظائف سے وہ سکون نصیب
ملے جو شوقِ شہادت میں استراحت ہے

نثار عظمتِ سرکار ﷺ پر ہوا عامر
عظیم چرخِ فلک سے ملی شہادت ہے

وہ خوش نصیب ہیں آباء کہ جن کے گھر میں ہوئی
غلامِ احمدِ مرسل ﷺ تری ولادت ہے

''ادب'' کے ساتھ کہو تم اے عارفِ مجور
''شہید شمعِ رسالت'' سنِ شہادت ہے

7+ =1427ھ

اسحاق جاوید اسسٹنٹ پروفیسر (شعبہ ٹیکسٹائل)

حضرت عامر عبدالرحمٰن چیمہ

گوجرہ (ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) کے ایک نواحی گاؤں ساروکی سے چیمہ خاندان کا ایک گھرانا 1978ء میں وزیرآباد کے نواحی گاؤں ساروکی چیمہ میں رہائش پذیر ہوا (جن اخبارات ورسائل میں نقل مکانی کا سن 1976ء دیا گیا ہے بقول پروفیسر نذیر چیمہ وہ غلط ہے)۔ اس خاندان کے سربراہ کا نام حیدر چیمہ تھا۔ جو عامر شہید کے دادا ہے۔ (جن اخبارات ورسائل میں داداجان کا نام غلام رسول تحریر ہے وہ اس لئے درست نہیں کہ غلام رسول چیمہ دراصل غلام حیدر چیمہ کے برادرِ خُرد کا نام ہے) (غلام حیدر 1967ء میں فوت ہوئے۔ گوجرہ ساروکی میں دفن ہیں)۔

غلام حیدر چیمہ کا خدانے پانچ بیٹوں سے نوازا۔

1:۔ بشیر احمد چیمہ (پاکستان نیوی، کراچی کی سروس سے ریٹائر ہوکر ساروکی چیمہ میں رہائش رکھتے ہیں)۔

2:۔ پروفیسر محمد نذیر چیمہ (غازی عامر چیمہ شہید کے عالد ماجد، فزیکل ایجوکیشن کے اُستاد، گورنمنٹ حشمت علی کالج، راولپنڈی میں اپنی ساٹھ سالہ ملازمت پوری کر کے یکم فروری 2006ء کو ریٹائر ہوئے۔ ایم۔ بی۔ ہائی سکول، گوجرہ سے میٹرک کیا اور گورنمنٹ کالج گوجرہ میں بھی ابتدا میں پڑھاتے رہے) آج کل ڈھوک کشمیریاں (راولپنڈی) میں رہائش پزیر ہیں۔

3:۔ منظور احمد چیمہ (وزیرآباد کے قریب موضع ساروکی چیمہ میں رہائش پزیر، کھیتی باڑی کرتے ہیں)۔

4:۔ اقبال احمد چیمہ (ملازمت کے دوران انتقال کر گئے)۔

5:۔ عصمت اللہ چیمہ (کراچی میں ذاتی کاروبار کرتے ہیں)۔

ان بھائیوں کی والدہ کا نام سردار بی بی ہے جو بفضلہٖ تعالیٰ بقیدِ حیات ہیں۔ ان بھائیوں میں بھی اللہ کریم نے پروفیسر محمد نذیر چیمہ کو بطور خاص اپنی رحمت کے لئے چنا، کیونکہ انہی کے لختِ جگر، نورِ نظر نے ناموسِ مصطفیٰ ﷺ پر جان قربان کرنے کا عظیم کام لیا۔ ان کی ذاتی رہائش راولپنڈی کے محلہ ڈھوک

کشمیریاں میں ہے۔ مکان نمبر 45-Z-319 ہے۔ اب اس کے ماتھے پر شہید منزل کا بورڈ تمغے کی طرح چمکتا ہے۔

عامر عبدالرحمٰن چیمہ 4 دسمبر 1977ء بروز اتوار بمطابق 22 ذوالحجہ 1397ھ اپنی ننھیال گڑھی اعوان میں صبح 8 اور 9 بجے کے درمیان وقت میں پیدا ہوئے۔ (پرائمری سکول میں داخلے کے وقت 6 دسمبر 1977 درج ہو گیا، جو صحیح نہیں بہر حال ان کے قومی شناختی کارڈ اور تمام اسناد پر 6 دسمبر کی تاریخ ہی درج ہے۔ جبکہ پروفیسر نذیر چیمہ کے بقول اصل تاریخِ ولادت 4 دسمبر ہے۔ ننھیال گاؤں کا نام بعض لوگوں نے اعوان والی دیا ہے۔ درست گڑھی اعوان ہے)۔ عامر کی والدہ ماجدہ ثریا بیگم نے عامر اور والدِ محترم نے عبدالرحمٰن نام رکھا۔ یوں مکمل نام عامر عبدالرحمٰن ہوا۔

عامر چیمہ کی نانی محترمہ بیگم بی بی 1977ء میں حج کرنے گئیں۔ وہاں انہوں نے خواب دیکھا کہ میری بیٹی (عامر کی والدہ) کو جنت کی حوروں نے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ آنکھ کھلی تو بے حد فکر مند ہو گئیں کہ میری بیٹی کے ہاں ولادت کے دن ہیں۔ کہیں وہ زچگی ہی میں فوت نہ ہو جائے۔ جب وہ پاکستان واپس آئیں تو سٹیشن پر بھی یہی فکر تھی کہ بیٹی کو حوروں کے جھرمٹ میں دیکھنے کی تعبیر کہیں اُس کی وفات نہ ہو۔ پروفیسر نذیر چیمہ صاحب نے راقم کو بتایا کہ یہ خواب انہیں عامر کی ولادت کے وقت آیا تھا۔ البتہ عامر کی والدہ کے حوروں کے جھرمٹ میں ہونے کا مطلب عامر کی شہادت کے بعد سمجھ آیا ہے۔

پروفیسر نذیر چیمہ کو خدا نے تین بیٹیاں عطا کیں۔ (1) صائمہ، (2) کشور، (3) سائرہ۔ عامر تینوں بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ وہ صائمہ اور کشور سے چھوٹا بلکہ سائرہ سے بڑا تھا۔ عامر نے اپنی زندگی کے چار برس اپنے ننھیال میں گزارے۔ عامر نے ڈھوک کشمیریاں کی محمدی مسجد میں ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ پانچویں جماعت تک گورنمنٹ پرائمری سکول ڈھوک کشمیریاں، راولپنڈی میں تعلیم حاصل کی۔ پانچویں میں وظیفہ لیا۔ گورنمنٹ جامع ہائی سکول ڈھوک کشمیریاں، راولپنڈی سے سائنس کے ساتھ 1993ء میں میٹرک کا امتحان 689 نمبر حاصل کر کے پاس کیا۔ اس نے میٹرک کا امتحان نمایاں پوزیشن سے یوں پاس کیا کہ اسکول کی لوحِ امتیاز پر اس کا نام آج بھی درج ہے۔ ایف ایس سی (پری انجینئرنگ گروپ) کا امتحان 1996ء میں فیڈرل گورنمنٹ (F-G) سر سید کالج، مال روڈ راولپنڈی سے 816 نمبر حاصل کر کے پاس کیا۔ اس کے بعد وہ نیشنل کالج آف ٹیکسٹائل انجینئرنگ فیصل آباد میں داخل ہوا۔ یہاں سے ٹیکسٹائل انجینئرنگ میں چار سالہ بی ایس سی کی ڈگری 2000ء میں حاصل کی۔ بی ایس سی کی یہ ڈگری لیڈنگ ٹو ایم ایس سی تھی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اُس نے 30 ہزار روپیہ ماہانہ

مشاہرہ پر ماسٹر ٹیکسٹائل ملز راولپنڈی میں ملازمت اختیار کر لی۔ یہاں فرش کی ٹائلوں پر اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شبہ ہوا تو منیجر سے ٹائلیں بدلنے کا مطالبہ کیا۔ جب دوسرے لوگوں نے عامر کی ہاں میں ہاں نہ ملائی اور انہوں نے کہا کہ اسم پاک نہیں بنتا تو عامر نے یہ کہہ کر نوکری چھوڑ دی کہ مجھے تو لگتا ہے اور میں ان ٹائلوں پر اپنا قدم نہیں رکھ سکتا۔ اس سے عامر کے دل میں احترام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھلک نظر آتی ہے۔

اس نے ڈیڑھ برس تک الکرم ٹیکسٹائل مل کراچی میں بطور پراسسنگ انجینئر ملازمت کی۔ اس کے بعد بحیثیت لیکچرار یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور میں کچھ عرصہ پڑھایا بھی۔ اس دوران میں اُس کے دل میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی خواہش بیدار ہوئی۔ چنانچہ اُس نے ایم ایس سی لیڈنگ ٹو پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے جرمنی جانے کا پروگرام بنایا۔

عامر 26 نومبر 2004ء کو جرمنی کے لئے روانہ ہوا۔ یہاں اُس نے کل چار سمسٹر پاس کرنا تھے۔ اسے نیدرہین یونیورسٹی آف اپلائیڈ سائنسز کے شعبہ ٹیکسٹائل اینڈ کلودنگ مینجمنٹ میں داخلہ ملا جو بے وے ریان ہے (Bavarian)۔ (Neiderhein University of Applied Sciences) بے وے ریان جرمنی کے علاقہ کے شہر مونشن گلاڈباخ کی (Bavarian, Moenchengladbach) اس یونیورسٹی میں وہ ایم ایس سی لیڈنگ ٹو پی ایچ ڈی کی اعلیٰ ڈگری کے حصول کے لئے رات دن محنت کرنے لگا۔ سمسٹر ختم ہونے پر وقفہ ہوتا تو اپنے عزیزوں سے ملنے برلن آجاتا۔ جرمنی میں قیام کے دوران میں اُسے محض ایک بار پاکستان آکر والدین سے ملنا نصیب ہوا۔ جب وہ کچھ دن رہ کر 22 اکتوبر 2005ء کو جرمن پلٹ گیا۔ وہ اپنے کورس کے تین سمسٹرز بخیر وخوبی پاس کر چکا تھا۔ چوتھا (آخری) سمسٹر جاری تھا کہ ڈنمارک سے توہینِ رسالت پر مبنی کارٹونوں کی اشاعت نے جہاں دیگر عالمِ اسلام کو ہلا کر رکھ دیا وہاں عظیم وغیور عاشقِ رسول عامر عبدالرحمٰن چیمہ کو بھی تڑپا دیا۔ اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تو وہ ماں باپ، دنیا جہان، ہر ڈگری، ہر امتحان، ہر کامیابی سے بڑھ کر پیار کرتا تھا۔ اس کے خون کا قطرہ قطرہ ناموسِ رسالت کی حفاظت کے لئے بے تاب تھا۔ وہ گستاخِ رسول کے وجود کو برداشت کر ہی نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ اُسے سب کچھ بھول گیا۔ اُس کے دل، دماغ اور اعصاب پر ایک ہی آرزو سوار ہوگئی کہ کاش گستاخِ رسول کو جہنم واصل کرنے کی سعادت اُسے مل جائے۔ قدرت بھی شاید اُس سے یہی عظیم کام لینا چاہتی تھی۔ تبھی تو اُسے پاکستان سے جرمنی لائی تھی۔ اسی واقعے کی خاطر تو وہ غازی علم دین کے معترف ہی نہیں مرید بھی تھا۔ ڈنمارک اور ناروے کے بعد کئی یورپی ممالک نے وہ ناپاک کارٹون شائع کئے تھے۔ جرمنی کے شہر برلن سے نکلنے والے اخبار ڈائی ویلٹ (Die Welte) کے

چیف ایڈیٹر ہینرک بروڈر (Henryk Broder) کی گستاخ شرارت نے عامر عبدالرحمٰن چیمہ کا سکون چھین لیا۔

جرمن کے شہر برلن ہی میں اُس کی ماموں زاد بہن فاخرہ کوثر اپنے میاں (آصف) اور بچوں کے ساتھ رہتی ہے۔ عامر اکثر چھٹی گزارنے بہن کے پاس برلن چلا آتا۔ یہاں اُس نے ہینرک برودر پر حملہ کر کے اُسے شدید زخمی کر دیا۔ جسے ہسپتال پہنچا دیا گیا لیکن چند دن موت وحیات کی کشمکش میں سسکنے کے بعد موت نے اُسے ٹھنڈا کر دیا۔ پولیس نے عامر کو گرفتار کر لیا۔ 20 مارچ 2006ء کو اُس نے حملہ کیا۔ 3 مئی 2006ء کو اُسے اذیت دے کو شہید کر دیا گیا۔ 4 مئی کو اس کے والدین کو پھانسی کی خبر دی گئی۔ اُس کی شہادت کی خبر پھیلتے ہی پاکستان میں ایک بار پھر ہنگامے جاگ اٹھے۔ 13 مئی 2006ء کو اُس کی میت جرمنی سے لاہور لائی گئی اور 13 مئی 2006 میں اس کی شادی کا پروگرام تھا لیکن اس کا موقع ہی نہ آیا۔

اس نے صرف 28 برس چار ماہ 29 دن عمر پائی اور جانثار مصطفیٰ ﷺ امام العاشقین، سید المجاہدین اور محسن المومنین کے تمغے سینے پر سجا کر خالق حقیقی سے جاملا۔

انا اللہ وانا الیہ راجعون

موت نے تو ایک دن آنا ہی ہوتا ہے لیکن عامر نے عشقِ رسول ﷺ کی بدولت موت کو شکست دے کر ہمیشہ کی زندگی پالی۔ میرا یقین ہے کہ غازی علم الدین شہید کی روح اُسے کشاں کشاں دربار نبوی ﷺ تک لے گئی ہوگی اور وہ اللہ جل مجدہ کے خصوصی انعام واکرام سے مستفیض ہو رہا ہے۔ اللہ کریم غازی عامر چیمہ شہید کے جذبہ عشقِ رسول ﷺ کو مسلمانوں کی تمام نسلوں میں ماند نہ پڑنے والے ایک دائمی غیور جذبے کی صورت میں زندہ ودرخشندہ رکھے۔ آمین

اُس کی تعلیم سے متعلق کچھ معلومات درج ذیل ہیں۔

اُس کی تعلیمی اسناد پر اُس کا نام عامر عبدالرحمٰن چیمہ ولد مسٹر محمد نذیر چیمہ درج ہے۔ تاریخ پیدائش 1977-12-06 درج ہے جبکہ ایڈریس یوں ہے۔ مکان نمبر 45-Z-319 ڈھوک کشمیریاں، راولپنڈی۔

میٹرک گورنمنٹ کمپری ہینسو ہائی سکول راولپنڈی (رجسٹریشن نمبر 1993/9380910002 رول نمبر 106538، نمبر حاصل کردہ: 689/850 ڈویژن فرسٹ، راولپنڈی بورڈ)

ایف ایس سی: ایف جی سر سید کالج، راولپنڈی

رجسٹریشن نمبر:۔ 9520 130001

1995-5508167

حاصل کردہ نمبر: 786/1100 فرسٹ ڈویژن فیڈرل بورڈ (بعد میں دوبارہ امتحان دیا اور 816/1100 نمبر لئے) بی ایس سی آنرز (چار سالہ کورس لیڈنگ ٹو ایم۔ایس۔سی)

N.C.T.E فیصل آباد میں تاریخ داخلہ 20-08-1996

کالج رول نمبر 906۔رجسٹریشن نمبر 95-UET-CTE-113

پنجاب سیٹ پر داخلہ ہوا۔ نیشنل کالج آف ٹیکسٹائل انجینئرنگ فیصل آباد میں امتحانات میں مختلف چار برسوں میں حاصل کردہ نمبر

سالِ اوّل:۔ 746/1250

سالِ دوم:۔ 677/1250

سال سوم:۔ 606/1250

سال چہارم:۔ 773/1250

کامیابی کونوٹیفیکیشن نمبر S-2000/02/99، مورخہ 12-10-2002

اس تعلیمی چارٹ پر ایک نظر ڈالنے سے بھی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ عامر عبدالرحمٰن چیمہ ایک ذہین، محنتی اور کامیاب طالب علم تھا۔ اگر اُس کی ایم ایس سی لیڈنگ ٹو پی ایچ ڈی کے تمام مراحل مکمل ہو جاتے اور وہ پی ایچ ڈی کا مقالہ بھی لکھ لیتا تو یقیناً ڈاکٹر کہلاتا۔ بہت بڑے اعزاز کی یہ ڈگری پا کر اُسے یقیناً بہت بڑی خوشی ہوتی لیکن اُس نے یہ اعزاز، یہ خوشی اپنے پیارے آقا محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدموں پر نچھاور کر کے جو خوشی حاصل کی ہے۔ جو مرتبہ اور اعزاز پایا ہے اُس کا ادراک صاحبِ بصیرت ہی کر سکتے ہیں۔ حیات عبداللہ نے کتنا صحیح لکھا ہے۔

''عامر چیمہ واقعی پی ایچ ڈی کر گیا، ایک ایسی پی ایچ ڈی جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی حلاوتوں سے سرشار ہے۔ ایسی پی ایچ ڈی جس نے اُسے جنت کا شہزادہ اور حوروں کا دولھا بنا دیا ہے۔

(ہفت روزہ غزوہ ص 2، 12 تا 18 مئی 2006ء)

حقیقت یہ ہے کہ کون و مکاں اور دو جہاں کی ہر چیز وفادارِ مصطفیٰ ﷺ کی ہو جاتی ہے۔ بقول علامہ اقبال۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

شکل وصورت:۔

عامر عبدالرحمٰن شیاہ گھنے بالوں والا ایک بھرپور نوجوان تھا۔ اس کا ماتھا فراخ، آنکھیں خاندانی اثرات کے تحت ذرا سی اندر کو دھنسی ہوئیں۔ لیکن بے حد خوبصورت، چہرہ وجیہہ، سیاہ مونچھیں، جو اوپر والے ہونٹ کے دونوں کناروں سے ذرا آگے اور نیچے کو نکلی ہوئی، ٹھوڑی صاف، پلکیں اوپر کو اٹھی ہوئیں، رخسار بھرے ہوئے اور رنگ گندمی گورا تھا۔ اُس کا قد بے حد وجیہہ تھا۔ وہ صاف ستھرا لباس پہنتا اور نگاہیں نیچی رکھتا۔ اس کا چہرہ مردانہ وجاہت کا آئینہ دار تھا۔ پاکیزہ اطوار و خصائص نے اُسے اور بھی جاذب نظر و دلکش بنادیا تھا۔ دائیں رخسار پر آنکھ کے نیچے دائیں نتھنے سے ذراہٹ کے سیاہ تک اس کی خوبصورتی کو مزید بڑھاتا تھا۔ قد چونکہ 5 فٹ ساڑھے 9 انچ تھا، لہٰذا اس جسامت کے ساتھ بہت پھبتا تھا۔ جسم نہ بہت پتلا، نہ بہت موٹا، بلکہ معتدل پھرتیلا تھا۔ ہونٹ پتلے، گلابی اور بے حد خوبصورت تھے۔ ابرو کان کی جاب (آخر سے ذرا پہلے) اوپر کو اُٹھے ہوئے تھے۔ جرمنی جانے کے سے تقریباً تین برس پہلے اُس نے داڑھی رکھ لی لیکن اس احساس سے کہ کہیں یورپی ملک میں کوئی اُسے طالبان یا القاعدہ کا ممبر ہی نہ سمجھ لے، مجبوراً جرمنی میں جا کر داڑھی کی قربانی دینی پڑی۔ پروفیسر نذیر چیمہ صاحب نے بتایا کہ اُس نے جرمنی سے جو اپنی آخری تصویر بھیجی اس میں مونچھیں بھی صاف کروادی تھیں۔ مونچھیں صاف کرانے کا واقعہ مارچ 2006ء کا ہے۔ اس سے ندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے گستاخ پر حملہ کرنے سے پہلے باقاعدہ ایک منصوبہ بنایا تھا اور جرمنوں کے بے جا روک ٹوک سے بچنے کے لئے مونچھیں صاف کروادیں۔

اوصاف وخصائص:۔

عامر عبدالرحمٰن چیمہ ایک شرمیلا، کم گو، بے حد محنتی، ذہین، مؤدب اور حوصلہ مند جوانِ رعنا تھا۔ وہ ہر معاملے میں دھیمے پن کا مظاہرہ کرتا لیکن بے انتہا غیرت مند ہونے کے باعث وہ کسی کی کسی قسم کی زیادتی برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ ایسے مواقع پر وہ زبان ودل کے علاوہ ہاتھوں سے بھی ظلم کو روکنے کے لئے تیار ہو جاتا۔ وہ تین بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ ماں باپ، عزیز واقارب، اہلِ محلّہ سب اُس سے محبت کرتے وہ بھی محبت کا جواب ادب اور محبت سے دیتا۔ سب سے بڑھ کر اُسے اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ سے محبت تھی۔ ناموسِ رسالت کے منافی وہ کوئی بات سننے یا برداشت کرنے کا یارانہ رکھتا تھا۔ وہ بچپن ہی سے صالح دوستوں کے ساتھ میل جول رکھتا، چونکہ گھرانہ پابندِ صوم وصلوٰۃ تھا۔ لہٰذا عامر بھی اسی رنگ میں رنگا گیا۔ وہ پانچ وقت کا نمازی، سچ بولنے والا اور خدمت شعار جوان تھا۔ رمضان کے روزے

بہت اہتمام سے رکھتا اور نیکی کے کاموں کی طرف مائل رہتا۔ وہ محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باعث بکثرت درود پاک پڑھا کرتا۔ ساروکی چیمہ میں اُس کی تدفین کے وقت عام صحافی حضرات گاؤں والوں سے اُس کے چال چلن کے متعلق پوچھتے تو حیران رہ جاتے کہ عامر کتنا پاکیزہ دل، نیک سیرت انسان تھا۔

''ساروکی چیمہ میں جس شخص سے بھی ملاقات ہوئی اُس نے عامر شہید کی بڑی تحسین کی۔ اس کے مثالی کردار، چال چلن، فرماں برداری، ہونہاری اور نیک سیرتی کی تعریف کی۔''

(ماہنامہ پھول، لاہور صفحہ 12۔ جون 2006ء)

حکیم راحت نسیم سوہدروی کا ایک بیان روزنامہ نوائے وقت میں یوں رپورٹ ہوا ہے۔

''عامر عبدالرحمٰن بچپن ہی سے دیندار اور اہل علم کی محبت میں وقت گزارنا پسند کرتا تھا۔ ساروکی چیمہ میں جس شخص سے بھی ملاقات ہوئی اُس نے عامر شہید کی بڑی تحسین کی۔''

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، صفحہ 13۔ 9، مئی 2006ء)

اُس نے ڈھوک کشمیریاں میں واقع اپنے گھر سے قریبی محمدی مسجد میں قرآن مجید ناظرہ پڑھا۔ بچپن ہی سے اُس کی عادات بہت پاکیزہ تھیں، گالی گلوچ، لڑائی جھگڑے اور وقت کے ضیاع سے اُسے کوئی مناسبت نہ تھی۔ وہ جسمانی و ذہنی طور پر غیر پاک صاف بچوں کے پاس کبھی نہ بیٹھتا، یوں لگتا ہے کہ جیسے قدرت کاملہ شروع ہی سے اس کی خصوصی حفاظت کر رہی تھی۔ عامر چیمہ دراصل بستانِ محبت کا وہ گلِ سر سبد تھا، جسے فطرت خوشبوؤں، پاکیزگیوں اور خصوصی انوار میں گوندھ کر محبوب رب العالمین ﷺ کی بارگاہ کریمہ میں تحفۃً پیش کرنے کے لئے تیار کر رہی تھی۔

عامر کے متعلق باپ کا بیان:۔

''بیٹے کی شہادت پر فخر ہے۔ اللہ رب العزت نے میری پسندیدہ چیز کی قربانی قبول کر لی ہے۔ ہمیں اپنے بیٹے کی شہادت پر کوئی غم نہیں بلکہ ہم خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کی قربانی کسی خاص مقصد کے لئے قبول کر لی ہے۔ عامر چیمہ شہید شروع ہی سے محققانہ ذہن کا مالک تھا اور اس کے اندر اچھی خصلتیں پائی جاتی تھیں۔ میرا بیٹا غازی علم الدین شہید کا وارث ٹھہرا ہے۔ پورے خاندان کو اپنے اس فرزند کی قربانی پر فخر ہے''۔

ایک انٹرویو میں پروفیسر محمد نذیر چیمہ نے اپنے فرزند عامر شہید کے متعلق بتایا۔

''تعلیم پر اس کی بہت توجہ تھی، فارغ نہیں بیٹھتا رہتا تھا۔ نہ کبھی اُس نے وقت ضائع کرنے

والوں کو اپنا دوست بنایا تھا۔ اس کی دوستی بھی بہت کم لوگوں کے ساتھ تھی"۔

(غازی عامر چیمہ شہید، صفحہ 39، علم دوست پبلی کیشنز لاہور، 2006ء)

"میرے بیٹے کا سینہ عشقِ رسول ﷺ سے لبریز تھا اور متعین راہ پر چلتے ہوئے اس نے جان کا نذرانہ پیش کرنے میں ذرا بھر بخیلی سے کام نہیں لیا اور شہادت کا جام نوش کر گیا۔ وہ بچپن ہی سے مذہبی میلان رکھنے والا انتہائی باشعور نوجوان تھا۔"

(غازی عامر چیمہ شہید مرتبہ اسلم زبیر صفحہ 45)

میرا بیٹا شروع ہی سے مذہب کی جانب راغب تھا اور اس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کے لئے اس کی عقیدت بچپن سے ہی تھی۔" (غازی عامر چیمہ شہید صفحہ 39)

"غازی عامر چیمہ شہید پنجگانہ صوم وصلوٰۃ کا پابند تھا اور تہجد گزار تھا وہ نیچی نگاہ رکھنے والا مومن مرد تھا۔" (روزنامہ ایکسپریس، صفحہ 1، کالم 3، 14 مئی 2006ء)

پروفیسر نذیر چیمہ صاحب نے راقم الحروف سے گفتگو فرماتے ہوئے بتایا:۔

"اللہ نے اس کا مزاج ایسا بنایا ہوا تھا کہ گالی اُس کی زبان سے نکل ہی نہیں سکتی تھی۔ دوسری ام بات یہ کہ عامر نے زندگی بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ حضور نبی اکرم اکی محبت کے پیش نظر سادات کے لئے اس کے دل میں خاص احترام تھا۔ لہٰذا وہ ساداتِ کرام کے خلاف کسی کی کوئی بات برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ والدین کا انتہائی مؤدب اور محبت تھا۔ اس نے میری یا اپنی والدہ کی کبھی حکم عدولی نہیں کی۔ اگر اس کے مزاج کے خلاف بھی بات ہو جاتی تو وہ احتجاج نہ کرتا۔ صرف خاموشی اختیار کرتا۔ ہم اس کی خاموشی سے اندازہ کرتے کہ وہ بات کو محسوس کر گیا ہے۔ اُس نے والدین کے جذبات کا ہمیشہ خیال رکھا اور ہمیشہ کوشش کی کہ کبھی اس کے کسی قول یا فعل سے ماں باپ کو شکایت کو موقع نہ ملے۔"

شہید کی والدہ محترمہ کا بیان:۔

ذرا اُس ماں کے غم کا احساس کیجئے جس کا جواں سال اکلوتا بیٹا دیارِ غیر میں شہید کر دیا جائے۔ جس کے مستقبل کی گود تک خالی ہو جائے۔ اس کا کیا حال ہوا ہو گا لیکن آفرین ہے عظیم شہید عامر چیمہ کی عظیم والدہ ثریا بیگم پر جنھوں نے بیٹے کی قربانی کو سعادت جانا اور اللہ کی رضا پر صبر کیا۔ وہ خود عشقِ رسول ﷺ میں اس قدر سرشار ہیں کہ ان کا بیان ہے۔

''میرا بیٹا اعلیٰ ڈگری لینے جرمنی گیا تھا اور وہاں سے ایسی ڈگری لے کر آیا ہے کہ اس سے بڑی کوئی ڈگری نہیں۔ اگر میرا کوئی اور بیٹا ہوتا تو میں اسے بھی اسی راستے پر بھیجتی۔ اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کی شہادت قبول فرمائے''۔

(محمد عارف عثمان، عامر چیمہ شہید صفحہ 12، پھول، لاہور، جون 2006ء)

''ہمیں فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بیٹے کو شہادت کا درجہ دیا اور ناموسِ رسالت پر جان قربان کرنے کا شرف بخشا ہے۔ جانا تو سب نے ہے لیکن اتنی شان سے کوئی کوئی جاتا ہے۔ اور عظیم انسان روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ اس کے جانے کا دکھ تو ہے کیونکہ وہ اکلوتا بیٹا تھا لیکن ساتھ فخر بھی ہے کہ اس نے کس طرح اپنا اور ہمارا سر فخر سے بلند کیا ہے''۔ (روزنامہ نوائے وقت صفحہ 8، کالم 7، 10 مئی 2006ء)

''عامر میرا بہت لاڈلا تھا۔ میں اس کا ہر طرح سے خیال رکھتی اور اس کی ہر خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ شاید میرے دل کے نہاں خانے میں کوئی ایسی چیز تھی کہ بسا اوقات میں اسے ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہتی تھی۔ لیکن میرا جی نہ بھرتا تھا۔ عامر تین بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ یہ اللہ کا انعام تھا اور اس کا جام شہادت نوش کرنا میرا فخر اور اعزاز ہے۔ (غازی عامر چیمہ شہید صفحہ 46)

عامر شہید کی بہنوں کا بیان:۔

عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید تین بہنوں کا اکلوتا اور بڑا ہی پیارا بھائی تھا۔ راقم الحروف (افضال احمد انور) کو شہید کی تدفین کے موقع پر عامر شہید کے انکل بشیر احمد چیمہ نے ہی بتایا تھا کہ اس کی بہنیں اکثر اس کا ذکر کرتی رہتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ عامر اکثر کہا کرتا تھا کہ مجھے لگتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کسی عظیم مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔

محمد عارف عثمان اُن کی بہنوں کا بیان یوں لکھتے ہیں:۔

''آخری دفعہ 6 مارچ 2006ء کزن کی شادی کے موقع پر عامر بھائی نے مبارکباد کے لئے فون کیا۔ عامر بھائی ہماری ہر بات مانا کرتے تھے۔ کبھی انکار نہیں کرتے تھے۔ ہم نے اپنے بھائی جیسا بہت خیال رکھنے والا اور بہت محبت کرنے والا بھائی کبھی نہیں دیکھا۔ وہ ہم تینوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بھائی کو اتنی شان بخشی''۔

(محمد عارف عثمان، عامر چیمہ شہید، ماہنامہ پھول صفحہ 12، جون 2006ء)

عامر شہید کی بہنوں کا ایک بیان یوں بھی رپورٹ ہوا ہے۔

''وہ بہت ذمہ دار صلاحیتوں کا مالک تھا اور اپنی ہر ذمہ داری بڑی خوش اسلوبی سے ادا کرتا تھا۔ اسی لئے اس نے گستاخ رسول پر حملے کو اپنی ذمہ داری سمجھا''۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، صفحہ 8، کالم 7، 10 مئی 2006ء)

عامر نذیر کے چچا بشیر احمد کا بیان:۔

عامر چیمہ شہید کی تدفین کے موقع پر شہید کی قبر کے نزدیک راقم الحروف (افضال احمد انور) کی عامر چیمہ شہید کے چچا بشیر احمد سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ

''عامر بچپن ہی سے بہت نیک بچہ تھا۔ پرہیز گاری، نمازی اور درود و سلام پڑھنے والا۔ چونکہ تین بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ لہٰذا بہنیں اُس پر واری ہو ہو جاتیں۔ وہ بزرگوں کو بہت ادب کرنے والا تھا۔ اُس نے بہت موقعوں پر کہا کہ مجھے (عامر چیمہ کو) اکثر یوں خیال آتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کوئی بڑا کام لینا ہے۔ وہ یقیناً عام جوان نہیں تھا۔ وہ بڑا مسلمان تھا۔ بہت بڑا مسلمان (یہ کہتے ہوئے بشیر احمد کی آنکھیں بھیگ گئیں)

عامر نذیر کے چچا عصمت اللہ کا بیان:۔

کراچی میں رہنے والے چچا عصمت اللہ چیمہ سے بھی شہید عامر کی قبر پر ملاقات ہوئی۔ یہ تدفین کا وقت تھا۔ ٹوٹی ہوئی سلوں کی جگہ نئی سلیں آنے میں دیر کے باعث تدفین کا عمل رکا ہوا تھا۔ اس اثنا میں چودھری عصمت اللہ چیمہ نے راقم (افضال احمد انور) کو بتایا کہ

''عامر بہت پیارا بیٹا تھا۔ وہ بہت محبت کرنے والا تھا۔ ہمیں بھی اُس سے بہت محبت تھی۔ وہ بچپن ہی سے بڑا عاشقِ رسول اتھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا نام نامی سن کر اس کی عجیب حالت ہو جاتی۔ وہ بڑی عقیدت سے دونوں انگوٹھے ملا کر چومتا اور پھر انگوٹھوں کا بار بار آنکھوں پر ملتا۔ کہیں ذکرِ رسول ﷺ ہوتا تو عامر کی حالت دیدنی ہوتی۔ میرا خیال ہے کہ اللہ کریم نے عامر کو بچپن ہی سے اپنے محبوب نبی ﷺ کی خدمت و غلامی کے لئے چن لیا تھا۔

(روزنامہ ایکسپریس، صفحہ 5 کالم 3، 14 مئی 2006ء)

عامر شہید کے ایک اُستاد کا بیان:۔

غازی عامر چیمہ شہید نیشنل ٹیکسٹائل کالج (اب یونیورسٹی) فیصل آباد میں محترم اسحاق جاوید صاحب، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ ٹیکسٹائل کیمسٹری سے پڑھتے رہے۔ جب اُن سے عامر کے متعلق پوچھا تو انہوں نے یہ تحریر عطا کی۔

عامر چیمہ بطور ایک طالب علم بہت مؤدب، نیک، باحیا اور ذہین لڑکا تھا۔ وہ بہت جلد بات کو Pick کر لیتا تھا۔ پڑھائی میں درمیانہ لیکن Active لڑکا تھا۔ وہ ایک بہت ہی کم گو اور اپنے کام سے کام رکھنے والا لڑکا تھا۔ وہ زیادہ سنتا تھا اور کم بولتا تھا۔ اکثر باتوں کا جواب وہ ہنس کر دیتا تھا۔

پڑھائی کے دوران سٹرائیک کے دنوں میں اکثر مجھ سے ملتا رہتا تھا۔ وہ دوسرے لڑکوں کا درد رکھنے والا لڑکا تھا۔ اس لئے اس نے سٹرائیک کے دوران بڑی محنت سے ایک APTAMA کی مینجمنٹ کے خلاف Questionair تیار کیا تھا۔ جو کہ آنے والے لڑکوں کی فیسیں بڑھانا چاہتے تھے۔ اس کی کوششوں کی وجہ سے یہ مسئلہ کافی حد تک حل ہو گیا تھا۔

Textile Chemistry کے شعبہ میں سب سے زیادہ لڑکیاں ہوتی ہیں۔ لیکن عامر چیمہ نے میری یادداشت کے مطابق 4 سالوں میں کسی لڑکی سے بات تک نہیں کی۔ حتیٰ کہ وہ لڑکیوں کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ جبکہ اس کے باقی Class Fellow اکثر ان کے پیچھے پھرتے تھے۔

دینی حمیت اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ایک دوبار جب ایک دو اسٹوڈنٹس نے حضور ﷺ کی شان میں کچھ کمی کرنے کی بات کی اور اُس کو پتا چلا تو وہ مشتعل ہو گیا اور کہنے لگا کہ ان سے نبٹنا چاہئے۔ دوسرے دوستوں نے اس کو سمجھا بجھا کر اس معاملے کو طریقے سے Solve کیا۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

عامر چیمہ کی عادات وسکنات سے یہ لگتا تھا کہ وہ Future میں کوئی بڑا کرم کرے گا۔ لیکن ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ اتنا بڑا کام کر جائے گا کہ آنے والی نسلیں اس پر فخر کریں گی۔ مجھے فخر ہے کہ میں نے عامر جیسے لڑکے کو پڑھانے کا شرف حاصل کیا۔

بابر جاوید ڈار (ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنی، گوجرانوالہ)

عامر عبدالرحمٰن چیمہ کا ختم چہلم

عامر چیمہ شہید کے ختم چہلم کی دعا ہو چکی تھی، ہر شخص عشق رسول ﷺ کے روح پرور نظاروں اور محبت رسول ﷺ سے لبریز جذبوں کو آنکھوں میں بسائے اور دلوں میں رچائے مہکائے ایک دیوانہ وار لذت و مستی میں رخصت ہو رہا تھا۔

عامر چیمہ کے مزار کے ساتھ گزرنے والی سڑک پر بے پناہ رش تھا میں نے سڑک سے اتر کر نیچے کچا راستہ اختیار کر لیا جو کھیتوں سے گذرتا چلا جا رہا تھا۔ جہاں سے ساروکی چیمہ آنے والی مین روڈ دکھائی دے رہی تھی میں تنہا کافی دیر کھیتوں کی پگڈنڈیوں پر چلتا رہا۔ مگر نظروں کو قریب محسوس ہونے والی سڑک ایسے جیسے دور ہوتی چلی جا رہی تھی تیز دھوپ میں چلتے چلتے تھکن سی محسوس ہونے لگی میں نے دو ادھیڑ عمر افراد کو ایک دوسری پگڈنڈی پر جاتے دیکھا تو جلد از جلد ان کے قریب پہنچا۔ اور ان کو کہا کہ مجھے کوئی ایسا ہی راستہ بتا دیں کہ میں جلد از جلد سڑک کے نزدیک پہنچ جاؤں۔ اور پھر ان کے پوچھنے پر بتایا کہ میں گوجرانوالہ جانا چاہتا ہوں "ہمارے ساتھ چلتے رہیں" "ہم اڈے کی طرف ہی جا رہے ہیں" ان میں سے ایک نے کہا اور پھر بندھا ہوا شاپر کھولا اور نان حلوہ مجھے دیتے ہوئے کہا یہ کھالیں۔ میں نے کہا کہ مجھے بھوک تو نہیں ہے مگر یہ میرے لئے تبرک ہے اس لئے چند نوالے ضرور کھاؤں گا اس شخص نے کہا کہ ایسے لگتا ہے کہ آپ نے ختم چہلم سے نان حلوہ نہیں کھایا۔ میں نے اثبات میں سر ہلایا تو کہنے لگا "یہ جو راستہ پگڈنڈیوں والا آپ کو اختیار کرنا پڑا یہ اس لیے تھا کہ ختم شریف کے کھانے کے چند نوالے آپ کے یہاں پر کھانے لکھے ہوئے تھے"۔ میں اس کی اس بات سے ایک خاص لذت و کیفیت میں دوڑتا چلا گیا۔ دراصل بے پناہ رش کی وجہ سے میں نے تبرک نہ لیا تھا۔ اور اپنے آپ کو یہ کہہ کر مطمئن کیا تھا کہ شہید کے مزار پر حاضری ہوگئی ہے اور دعا میں شامل ہو گیا ہوں اور یہ ہی میرے لئے بڑی سعادت ہے۔ مگر یہ بات ذہن سے نکل گئی کہ بعض اوقات تمنا و آرزو کے بغیر بھی ملتا ہے اور بے دریغ ملتا ہے۔

اڈے پر پہنچ کر وزیر آباد جانے والی یا گوجرانوالہ ڈائریکٹ جانے والی گاڑی تلاش کرتا رہا۔ بے پناہ رش کی وجہ سے کہیں گاڑی میں جگہ ملتی نظر نہ آ رہی تھی ایک شخص نے مجھے مشورہ دیا کہ احمد نگر جانے والی

چاند گاڑی پر بیٹھ جاؤ اور وہاں سے گوجرانوالہ چلے جانا۔ وزیر آباد کے راستے گوجرانوالہ جانا آپ کے لئے اس رش میں مشکل ہے اس کی بات مجھے معقول لگی اور میں چاند گاڑی میں بیٹھ گیا۔

چاند گاڑی ایک کم چوڑی سڑک پر سارو کی چیمہ سے احمد نگر جا رہی تھی اس پر چھ سواریوں کے علاوہ دو چھوٹی چھوٹی معصوم بچیاں بھی پچھلی سیٹ کے دونوں کناروں پر بنی ہوئی گول جگہ جسے سیٹ کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا بیٹھی ہوئی تھیں ان کے چہرے گندمی مائل سرخ اور بال براؤن تھے چہرے پر میل اور بال گرد سے اٹے ہوئے تھے۔ لیکن پھر بھی ان کے چہروں سے معصومیت اور چاندنی ڈھلکتی تھی۔ بالکل ایسے جیسے کچھ وقت کے لیے چاند کالے بادلوں میں چھپتا چلا جائے۔ اور پھر نکھر کر سامنے آجائے وہ مہذب دنیا کی سہولتوں سے محروم تھیں مگر ان سے بے پرواہ تھیں وہ عامر چیمہ کے ختم چہلم سے واپس گھر کی طرف آ رہی تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں وہی نان حلوہ تھا جو مجھے پگڈنڈی پر چلتے نصیب ہوا تھا۔

سڑک کے دونوں طرف کھیت اور درختوں کے جھنڈ تھے۔ جن کے سائے میں چاند گاڑی ایک مخصوص رفتار اور آواز کے ساتھ دوڑتی چلی جا رہی تھی اس طرح کا ماحول اور فضا ایک عجیب کیفیت طاری کر دیتا ہے جس سے انسان کے سوچ وخیال کے پردے اٹھتے چلے جاتے ہیں۔ اور دور دور تک دیکھتا چلا جاتا ہے اس کیفیت میں مست مجھے بچیوں کے ہاتھ میں پکڑا ہوا نان حلوہ ختم چہلم میں لے گیا اور میں پھر انہیں منظروں میں ڈوب گیا۔ شہید کا مزار میری نظروں کے سامنے آ گیا۔ مزار پر حاضری کے لئے خصوصی انتظامات تھے۔ ایک طرف سے لوگ آتے اور حاضری دے کر دوسری طرف نکل جاتے۔ حاضری کے عمل کو احسن طریقے سے منظم کیا گیا تھا رسم چہلم کی دعا میں شمولیت پر بھی خصوصی نظم وضبط موجود تھا اس میں دین سے محبت رکھنے والے عاشقان رسول ﷺ پیش پیش تھے پیر افضل قادری اور ان کے ساتھیوں کو اللہ جزا دے جنھوں نے دل وجان سے اس سلسلہ میں کوشش کی وزیر آباد سے سارو کی چیمہ آنے والی مین سڑک اور گورنمنٹ ہائی سکول سارو کی چیمہ کا نام عامر چیمہ شہید کے نام پر رکھے جانے والی قرارداد کے ڈسٹرکٹ ناظم جناب فیاض احمد چٹھہ کی طرف سے منظور کئے جانے کا بھی اعلان ہوا۔ سارو کی چیمہ ملک کے سینکڑوں دیہات کی طرف ایک عام سا قصبہ تھا جو کہ عامر چیمہ شہید کے جسد خاکی کو اپنے دامن میں سمیٹ کر تاریخ ساز ہو گیا اور عاشق رسول ﷺ کی نگری میں بدل کر عظمت ورفعت کا اعلیٰ مقام حاصل کر لیا۔

اس قصبے میں ہر طرف جھنڈیاں، سبیلیں کھانے پینے کی اشیاء بک سٹال، کیٹیں، موٹر سائیکل، کاریں اور جذبوں سے بھرا عقیدت مندوں کا ہجوم ایک ایسا سماں وماحول پیش کر رہا تھا۔ اور بتا رہا تھا کہ ایک عظیم عمل کیا ہوتا ہے اور کیسے ایک نیا جوش وولولہ پیدا کرتے ہوئے دعوت حق دیتا ہے۔ پھر پروفیسر نذیر احمد کا چہرہ نظروں کے سامنے آیا جو اپنے مختصر خطاب میں کہہ رہے تھے کہ آپ لوگ عامر کے لئے نہیں

حضرت محمد ﷺ کی محبت میں یہاں آئے ہیں۔ پھرانہوں نے درود شریف کے متعلق بتایا اور کہا کہ آپ اسے 900 مرتبہ پڑھیں آپ کو حضرت محمد ﷺ کی محبت ملے گی۔

چاند گاڑی نے بریک لگائی اور میں نے دیکھا کہ دونوں بچیاں نان حلوہ کے شاپر ہاتھوں میں پکڑے نیچے اتریں اور پھر سڑک سے تھوڑے فاصلے پر ہی کپڑے کی بنی ہوئی جھونپڑیوں کی طرف بڑھنے لگیں۔ عامر چیمہ شہید کی عظیم قربانی نے اسے ہر دل میں بسا دیا اور وہ چشم زدن میں مقامات عشق پار کر کے حقیقی منزل پر پہنچ گیا سید عارف محمود مہجور رضوی نے عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید کے لیے ''قطعہ تاریخ شہادت'' لکھا اس میں چند اشعار پیش کرتا ہوں۔

نہیں ہے ورد و وظائف سے وہ سکون نصیب ملے جو شوق شہادت میں استراحت ہے

نثار عظمتِ سرکار ﷺ پر ہُوا عامر
عظیم چرخِ فلک سے ملی شہادت ہے
وہ خوش نصیب ہیں آباء کہ جن کے گھر میں ہوئی
غلامِ احمد مرسل ﷺ تیری ولادت ہے
ادب کے ساتھ کہو تم اے عارف مہجور
''شہید شمعِ رسالت'' سنِ شہادت ہے
+7=1427ھ

(گوجرانوالہ ٹائمز، 26 جون 2006ء)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا جو شخص بھی رسول کریم ﷺ کو گالی دے یا آپکی شان میں تنقیص کرے۔ وہ مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کیا جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ اس سے توبہ کا مطالبہ کئے بغیر قتل کیا جائے گا۔

(الصارم المسلول: صفحہ:۲۹۶)

سعید نوابی

چکوال کا عاشق رسول ﷺ

مجاہدوں، غازیوں اور شہیدوں کی سرزمین دھن کا مشہور شہر چکوال ہے۔ چکوال سے چھ کلومیٹر دور چوآسیدن شاہ روڈ پر بھلہ نامی ایک گاؤں ہے۔ 24 فروری 1914ء کو اس گاؤں کے نمبر دار عبداللہ خان کے گھر ایک چاند سا بچہ پیدا ہوا۔ پورے گاؤں میں نمبردار کے بیٹے کی پیدائش پر خوشی منائی گئی۔ ماں باپ نے بچے کا نام مرید حسین رکھا۔ یہ بچہ ابھی پانچ برس کا ہی تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ لیکن باہمت ماں نے بچے کی تعلیم و تربیت کا خوب خیال رکھا۔ مرید حسین نے 1931ء میں ہائی سکول چکوال سے میٹرک کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ اس وقت چکوال میں میٹرک سے آگے تعلیم کا انتظام نہ تھا۔ لہٰذا تعلیمی سلسلے کو آگے بڑھانا مشکل تھا۔ مرید حسین کے کندھوں پر گھریلو ذمہ داریوں کے علاوہ نمبرداری کا بوجھ بھی تھا۔ اس زمانے میں نمبردار خاصا با اختیار ہوتا تھا لیکن انگریز ان اختیارات کے عوض نمبرداروں سے ایسے کام بھی لیتے تھے جنہیں جائز نہیں کہا جا سکتا تھا۔ انگریز کی ماتحتی میں یہ ذمہ داری مرید حسین کی طبیعت کے خلاف تھی لہٰذا جلد ہی انہوں نے اس مصیبت سے جان چھڑا لی تاہم عوام کی فلاح و بہبود کیلئے وہ ہر وقت کوشاں رہتے۔ عوام کی خدمت کر کے انہیں راحت ملتی۔ مرید حسین ایک نیک، باہمت اور متحرک نوجوان تھے۔ انہوں نے اپنے علاقے کے مسلمانوں میں اسلامی تشخص ابھارنے کیلئے بھرپور کوشش کی۔ اس زمانے میں ہندو، انگریزوں کی ایماء پر مسلمانوں کا استحصال کرتے تھے۔ آپ نے ہندوؤں کو سبق سکھانے کیلئے عدم تعاون کی تحریک چلانے کا منصوبہ بنایا۔ اس مقصد کیلئے ایک انجمن قائم کی گئی۔ اس انجمن نے مسلمانوں کو تجارت کی طرف راغب کیا تا کہ مسلمان صرف مسلمانوں سے خرید و فروخت کریں۔ اس تحریک کے نتیجے میں کاروبار پر ہندوؤں کی اجارہ داری ختم ہونے لگی۔ انہوں نے مرید حسین کو ڈرانے دھمکانے کی کوشش کی تا کہ وہ اس کارروائی سے باز آ جائیں لیکن ان کی کوئی دھمکی کارگر ثابت نہ ہوئی۔ مسلمان روز بروز ترقی کرنے لگے اور ہندوؤں کا اثر و رسوخ باوجود انگریزوں کی پشت پناہی کے ختم ہو گیا۔ مرید حسین پر اللہ کا خصوصی فضل و کرم تھا عین جوانی کے زمانے میں اس قدر متانت اور سنجیدگی کم ہی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ آپ کے ان اعلیٰ اوصاف کی بدولت

ہی شاید قدرت نے آپ سے بڑا کام لینے کا فیصلہ کیا۔ ہوا یوں کہ ایک دفعہ خواب میں ایک بزرگ آپ سے ملے۔ اس بزرگ نے آپ کو اس دور کے گستاخ رسول ﷺ کی شکل دکھائی اور ساتھ ہی کہا یہ واجب القتل ہے۔ نیند سے بیدار ہوتے ہی آپ نے اس حلیہ کو نوٹ کر لیا اور قدرت کی طرف سے مزید رہنمائی کا انتظار کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے جلد ہی اس کا انتظام کر دیا۔ 1936ء میں زمیندار اخبار میں ایک خبر ''پلوں کا گدھا'' کے عنوان سے چھپی اس خبر کے مطابق شفاخانہ حیوانات پلوں ضلع کوڑ گاؤں کے انچارج ڈاکٹر رام گوپال نے (نعوذ باللہ) ایک گدھے کا نام حضور پاک ﷺ کے نام نامی پر رکھا ہوا تھا۔ اس خبر کے چھپتے ہی مسلمانوں کی طرف سے وسیع احتجاج کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ انگریز حکومت نے مسلمانوں کے احتجاج کے باوجود بااثر ہندو ڈاکٹر کو سزا نہ دی بلکہ اس کی حفاظت کی خاطر اس کا تبادلہ ہندوؤں کے اکثریتی علاقہ نارنود ضلع حصار میں کر دیا۔

رام گوپال کی گستاخی کوئی معمولی واقعہ نہ تھا کہ اس کو برداشت کر لیا جاتا۔ ہندوستان کے مسلمان شدید غصے اور اضطراب میں تھے۔ جب انگریزوں نے کوئی کارروائی نہ کی تو آپ نے اس گستاخ رسول کو سبق سکھانے کا فیصلہ کیا۔ آپ کو اپنے منصوبے کی تکمیل کے لئے ایک اچھے ہتھیار کی ضرورت تھی۔ ہتھیار کے حصول کیلئے آپ کو کافی تگ و دو کرنا پڑی تاہم آپ ایک مناسب ہتھیار حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ تیاری مکمل کرنے کے بعد آپ اپنے مشن پر روانہ ہوئے اور چکوال سے ایک طویل سفر طے کر کے دہلی پہنچے۔ دہلی میں چند روز قیام کیا اور پھر 17 اگست 1938ء کو نارنود جا کر گستاخ رسول کو واصل جہنم کر دیا۔ یہ کارروائی آپ نے دن دیہاڑے کی تھی۔ پولیس کو فوراً اطلاع ہو گئی اور آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ رام گوپال کے قتل پر ہندوؤں میں صف ماتم بچھ گئی۔ انہوں نے منصوبہ بنایا کہ آپ کو نارنوند جیل میں جلا دیا جائے لیکن جیل کے عملہ کو اطلاع ہو گئی جس پر آپ کو فوراً حصار جیل منتقل کر دیا گیا۔ ڈاکٹر رام گوپال کے خاندان کے بااثر افراد نے کیس کی سماعت کیلئے اپنی مرضی کا جج مقرر کروالیا۔ جج ہندو تھا اس نے یکطرفہ کارروائی کر کے آپ کو سزائے موت سنا دی۔ مسلمانوں کو جب اس یکطرفہ فیصلے کا علم ہوا تو انہوں نے اعلیٰ عدالت میں اپیل دائر کر دی۔ اب کی بار جج سکھ تھا جو نسبتاً کم متعصب تھا۔ آپ کی طرف سے متعدد وکلاء عدالت میں پیش ہوئے۔ عدالتی کارروائی کے دوران بارہا ایسا موقع آیا کہ اگر آپ چاہتے تو اپنی جان چھڑا سکتے تھے لیکن جھوٹ بول کر آپ ایسا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ایسا موقع بھی آیا کہ آپ کو باقاعدہ پیشکش کی گئی اگر آپ ایک دفعہ یہ کہہ دیں میں نے قتل نہیں کیا تو آپ کو بری کر دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا میں جھوٹ کیوں بولوں۔ آپ سے عدالت میں جب بھی پوچھا جاتا تو آپ واشگاف الفاظ میں کہتے ہیں ہاں میں نے رام گوپال کو قتل کیا ہے۔ کافی عرصہ تک کارروائی چلتی رہی اور بالآخر آپ کو موت

کی سزا سنا دی گئی۔ اس فیصلے کے خلاف مسلمانوں نے لاہور ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی بہت سارے آپ کے خیر خواہ مسلسل یہ کوشش کرتے رہے کہ آپ ایک دفعہ یہ کہہ دیں میں نے قتل نہیں کیا لیکن آپ نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا۔ نتیجتاً یہاں بھی سیشن کورٹ کا فیصلہ برقرار رہا۔ عدالتی کارروائی کے دوران ایسا موقع بھی آیا کہ آپ کو بری کرنے کیلئے پاگل قرار دیا گیا۔ آپ کو مینٹل ہسپتال لاہور میں داخل کروایا گیا تاکہ ثبوت پیش کیا جا سکے لیکن آپ نے بری ہونے کی خاطر پاگل بننے سے انکار کر دیا۔ دوران قید آپ کا اکثر وقت نماز پڑھنے، قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور اسلامی کتب کا مطالعہ کرنے میں صرف ہوتا ۔جیل میں بارہا آپ کو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ دوران قید آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

دنیا میں دل لگا کے تجھے کیا ملا اسیر
اب عشق مصطفیٰ ﷺ میں ذرا جاں دے کے دیکھ لے

یہ شعر آپ کا اپنا ہے۔ آپ اپنا تخلص ''اسیر'' استعمال کرتے تھے۔ ہائی کورٹ سے بھی سزائے موت کا فیصلہ برقرار رہنے کے بعد آپ شدت سے شہادت کا دن مقرر ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ بعد ازاں آپ کو جہلم جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ آپ کی پاکیزہ زندگی سے متاثر ہو کر جیل میں قید ایک غیر مسلم قیدی نے اسلام قبول کر لیا۔

24 ستمبر 1937ء بروز جمعہ آپ کی شہادت کا دن مقرر ہوا۔ 24 ستمبر کی صبح آپ کی عزیز و اقارب سے ملاقات کرائی گئی۔ اس ملاقات کا سماں کیا تھا الفاظ اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔ 23 سال کا خوبصورت نوجوان جس کی صرف ایک سال پہلے شادی ہوئی ناموس رسالت کی خاطر قربان ہونے جا رہا تھا۔ ملاقات کے بعد آپ کو شہادت گاہ لایا گیا۔ شہادت کے وقت آپ درود شریف پڑھ رہے تھے۔ بالکل مطمئن اور خوش باش۔ جیل حکام نے کہا آپ زبان نہ ہلائیں۔ آپ نے فرمایا میں اپنا کام کر رہا ہوں تم اپنا کام کرو۔ تختہ دار پر گلے میں پھندا، زبان پر درود، آنکھوں میں چمک، دل میں اطمینان، اپنے پرائے سب کی آنکھوں میں آنسو، جمعہ کا دن رسی کھینچی اور عاشق رسول ﷺ اپنی مراد کو پہنچ گیا۔

شہادت کے بعد خوشبو سے معطر شہید مرید حسین کا جسد خاکی جہلم سے چکوال آپ کے گاؤں بھلہ شریف لایا گیا۔ راستے میں جگہ جگہ آپ کا جنازہ پڑھا گیا۔ ہر طرف سے لوگ اکٹھے ہو کر آپ کا دیدار کرنے کو بے تاب تھے۔ لوگوں کی تعداد شمار سے باہر تھی۔ بھلہ شریف میں جمعہ کی نماز کے بعد 4 بجے آپ کا جنازہ پڑھنے کے بعد آپ کو ''غازی محل'' میں سپرد خاک کر دیا گیا اور بقول شاعر

جاں دی، دی ہوئی اس کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

مرید حسین نے جان کا نذرانہ پیش کر کے ثابت کر دیا جب تک اس جہاں میں محمد ﷺ کے غلام باقی ہیں اس وقت، تک کوئی بد بخت آپکی شان میں گستاخی کر کے زندہ رہے یہ نہیں ہوگا۔ شمع رسالت ﷺ کے پروانے اپنے نبی ﷺ کی عزت و ناموس کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کو سعادت سمجھتے ہیں۔ چکوال کے عوام نے اپنے ہیرو کی یاد میں ڈسٹرکٹ کمپلیکس کا نام منیر نوابی صاحب کی تجویز پر غازی آباد رکھا ہے۔ شہر میں تحصیل چوک پر ایک خوبصورت مسجد غازی صاحب کے نام سے موسوم کی گئی ہے۔ زندہ قومیں اپنے ہیروز کو یاد رکھتی ہیں اور چکوالیوں نے واقعتاً زندہ قوم ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ غازی صاحب کے بارے میں جناب منیر نوابی صاحب نے ''عاشق رسول غازی مرید حسین شہید'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی۔ اس کے بعد محمد کعب شریف نے غازی صاحب کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے۔ قوم کو غازی علم الدین شہید اور غازی مرید حسین شہید جیسے بہادروں کی ضرورت ہوتی ہے جو قوموں کیلئے سرمایہ افتخار ہوتے ہیں۔ آج امت مسلمہ جس بھنور میں پھنسی ہے اس سے نکالنے کیلئے ایسے ہی غازیوں اور شہیدوں کی ضرورت ہے۔ کیا ہے کوئی جو آج غازی علم الدین شہید اور غازی مرید حسین شہید کا کردار ادا کر کے امت مسلمہ کا سر فخر سے بلند کر دے؟ ہاں اگر امت مسلمہ بیدار ہو جائے تو ہر مسلمان نوجوان علم الدین اور مرید حسین بن سکتا ہے کاش!

چکوال کے ضلعی ناظم جناب سردار غلام عباس سے میری گذارش ہے کہ گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج چکوال کا نام غازی مرید حسین شہید پوسٹ گریجوایٹ کالج رکھا جائے۔ یہ ہدیہ غازی صاحب کے شایان شان تو نہیں لیکن پھر بھی آپ کی یاد تازہ رکھنے کا ایک سبب تو ہوگا۔

(روزنامہ جناح، 17 فروری 2006ء)

کروں تیرے نام پہ جان فدا
نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا
کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

معراجِ محبت

مقصود احمد تبسم، دبئی

رُوئے انور پہ ہے انوار کے پردوں کا حجاب — کاش اُٹھ جائے میری چشمِ بصیرت سے نِقاب

مجھ کو مل جائے حضور ﷺ اِذنِ حُضوری کی نوید — میری قسمت سے نکل جائیں جُدائی کے عذاب

سرِحدِ کُن سے پلٹ آتی ہوں گر اُمیدیں — بھیجو سرکار ﷺ کی خدمت میں دُرودوں کے گُلاب

صبر اور عجز کے اسباق دیئے جاتے ہیں — مکتبِ عشق میں چلتا ہے وفاؤں کا نصاب

نجد کی تیز ہوا سے نہیں اُڑتا خیمہ — جب عقائد کی قوی ہوتی ہے ہر ایک طناب

آج سرکار ﷺ کی عظمت سے ہے انکار تمہیں — مُنکرو جاؤ گے کس منہ سے وہاں روزِ حساب

عِشق و ایمان کے دَعوے کا تقاضا ہے یہی — اُن ﷺ کے گستاخوں پر برساتے رہو گُرزِ عتاب

جن کا ایمان ہے سرکار ﷺ ہیں ایمان کی جان — اُن پہ کھُلتے رہے عِرفان و عنایات کے باب

عِشق والے تری گلیوں سے نبھاہیں گے وفا — عقل اُلجھے گی کہ اک لاکھ کہاں پر ہے ثواب

جانِ رحمت کا لقب اُن ﷺ ہی کو زیبا ہے فقط — اُن ﷺ کی یہ شان بھی ہے رَحمتِ عالم ہے خطاب

پھر تو ہر تار سے گونجیں گی نبی ﷺ کی نعتیں — عِشق میں ڈوب کے چھیڑو گے اگر دل کا رَباب

ہر وَرَق پر ہے مُزَیَّن مرے محبوب ﷺ کا نام — کیسا انمول صحیفہ ہے مرے دل کی کتاب

یہ ہیں معراجِ محبت کے اِشارے شاید — ہم نے کعبے میں بھی دیکھے ہیں مدینے ہی کے خواب

اے نکیرین میں سرکار ﷺ کا دیوانہ ہوں — اب بھی کیا مجھ سے ضروری ہیں سوال اور جواب

روشنی دیتا ہے ہر دل کو ضُحیٰ کا چہرہ — عاصیوں کے لئے والّیل ہے رحمت کا سحاب

ہر مَرَض کی دوا اِس میں یہ تریاق بھی ہے — یہ ہے سرکار ﷺ کا اعجاز کہ شافی ہے لُعاب

اُمتی بھیجتے ہیں جب بھی دُرود اور سلام — آپ ﷺ دیتے ہیں محبت سے محبت کا جواب

اُن ﷺ کی آمد ہو کہ مائل بہ کرم ہو جائیں — آنکھیں بھر آتی ہیں آجاتا ہے محفل پہ شباب

آپ ﷺ خالق کی زیارت سے شرف یاب ہوئے — ایسا رُتبہ نہ کسی کا نہ کسی آنکھ میں تاب

وہ سفر طیبہ کا معراج سے کچھ کم تو نہیں — ہر قدم شوق نے جب پیار سے چومی تھی رکاب

شہرِ طیبہ سے نکلتے ہوئے ڈرتے ہیں وہ لوگ — چاہتے ہیں جو پسِ مرگ مدینے کی تُراب

ترے مدّاح کا ارمان ہے پیارے ممدُوح — مدح خوانی کا شرف پائے کبھی پیشِ جناب

ڈھانپ لیں آنکھیں کہ جاتی نہ رہے بینائی — حُسنِ سرکار ﷺ کی حسان ؓ بھی لا پائے نہ تاب

باوُضو سوچ ہو ہر لفظ ہو باندھے اِحرام — پھر کہیں جا کے کھلا کرتے ہیں نعتوں کے گلاب

داستانیں ہوں نئی، باب نئے، بات نئی — عشقِ بے تاب کو مقصود ہے بے مثل کتاب

کارٹونوں کی اشاعت

تہذیبوں کی کشمکش تو جاری ہے

وزیراعظم شوکت عزیز نے بعض یورپی اخبارات میں توہین رسالت پر مبنی خاکوں کی اشاعت کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایسے اقدامات مختلف بین المذاہب ہم آہنگی اور تعاون بڑھانے کی کوششوں کیلئے انتہائی خطرہ ہیں اوران سے تہذیبوں کے درمیان محاذ آرائی شروع ہوسکتی ہے۔وزیراعظم ہاؤس میں اٹلی کی نائب وزیرخارجہ مارگریٹا لونی در سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اظہار رائے کی آزادی کا مطلب اقدار، ضابطوں اور قوانین کے خلاف ورزی نہیں بلکہ لوگوں کی مذہبی وسماجی اقدار کے تحفظ اوراحترام کا نام ہے۔

ڈنمارک کے ایک اخبار میں توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت کے بعد اگر اخبار کا ایڈیٹر متعلقہ کارٹونسٹ اور ڈینش حکومت مسلمانوں سے معذرت کرلیتی تو عالم اسلام اسے فردواحد کی غلطی یا احمقانہ غیر اخلاقی حرکت قرار دے کرنظرانداز کردیتا اور کسی کو علم نہ ہوتا کہ یہ کارٹون متعلقہ اخبار نے محض غلطی سے شائع نہیں کئے بلکہ کئی ماہ قبل کارٹونسٹوں کو باضابطہ دعوت دی گئی اور مقابلے میں یہ بے ہودہ، گھٹیااور دلآزار کارٹون منتخب کرکے اخبار مین شائع کئے گئے۔ڈنمارک کے اخبار میں کارٹونوں کی اشاعت پر مقامی مسلمان احتجاج کرہی رہے تھے کہ ناروے کے اخبار نے انہیں شائع کرکے اپنے پچاس ہزار سے زائد مسلمان شہریوں کواضطراب میں مبتلا کردیا۔ہوناتو یہ چاہیے تھا کہ مسلمانوں کے احتجاج کے بعد یہ سلسلہ رک جاتا مگرایک طرف تو فرانس، اٹلی، ہالینڈ، آئرلینڈ، سپین اور دیگر کئی ممالک کے اخبارات نے ان کارٹونوں کی اشاعت کے ساتھ اسے آزادی اظہار کا مسئلہ بنا کر پیش کیا دوسری طرف مختلف صحافتی تنظیموں نے کارٹونسٹ اوراخبار کے دفاع میں بیان بازی شروع کردی جو یہ ثابت کرنے کی کوشش تھی کہ یورپی ذرائع ابلاغ، دانشور اوراخبارنویس اسلام دشمنی کے مسئلہ پر متحد ہیں اورانہیں مسلمانوں کے جذبات واحساسات کی کوئی پرواہ نہیں۔

مسلمانوں کے عقائد اور رسول اللہ ﷺ سے والہانہ عقیدت ومحبت کا ہر پڑھے لکھے یہودی اور عیسائی دانشور اور صحافی کو علم ہے اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ناموس رسالت ﷺ پر مال ہی نہیں اولاد اور

جان قربان کرنا ہر مسلمان سعادت سمجھتا ہے۔ اس بنا پر کارٹونوں کی اشاعت ہو یا آزادی اظہار کے نام پر اس کا دفاع یہ ایک سوچی سمجھی حکمت عملی نظر آتی ہے جس کا مقصد مسلمانوں کے ردعمل کے ذریعے ان کے جذبہ ایمان کو پرکھنا اور صدر بش کے جاری کردہ کروسیڈ کی کامیابی کا اندازہ لگانا آتا ہے۔ ہر مسلمان اس حقیقت سے واقف ہے کہ دنیا میں جہاں بھی رسول اللہ ﷺ کی توہین اور مسلمانوں کی دلآزاری کا کوئی واقعہ ہو امریکہ و یورپ کے حکمران، سیاستدان، ذرائع ابلاغ اور دانشوران واقعات کے مرتکب افراد کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین اس لئے امریکہ و یورپ کی آنکھ کا تارہ ہیں اور اس بنا پر ایک گھٹیا قسم کی کتاب کے مصنف سلمان رشدی کو وائٹ ہاؤس میں خوش آمدید کہا جاتا ہے۔

امریکہ و یورپ کی اپنی تنگ نظری کا یہ عالم ہے کہ ایرانی صدر احمدی نژاد کے اس بیان پر کہ یہودیوں کے خلاف نازی مظالم میں افسانہ طرازی کی گئی ہے اب تک تنقید کی جارہی ہے انہیں سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر گردن زدنی قرار دیا جارہا ہے اور جرمنی کی چانسلر اسرائیل کی ہاں میں ہاں ملانے میں مصروف ہیں فرانس جیسے آزادی اظہار اور انسانی حقوق کے چیمپئن ملک میں کوئی اخبار نویس یا مصنف یہ تک نہیں لکھ سکتا کہ یہودیوں کے خلاف ہٹلر کے اقدامات اس حد تک سنگین نہیں تھے جتنا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے عالمگیر احتجاج کو یورپی کمیشن اور بعض یورپی ممالک نے مسترد کرتے ہوئے ڈنمارک سے اظہار یکجہتی کیا ہے اور دیگر ممالک سمیت امریکی اخبار فلاڈلفیا انگلار کراڈ نے بھی خاکے شائع کر دیئے ہیں جبکہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان ابھی تک مسلمانوں کو مشورہ دے رہے ہیں کہ وہ تشدد سے گریز کریں برطانیہ کے وزیراعظم ٹونی بلیئر اور فرانس کے صدر یاک شیراک نے فون کر کے ڈنمارک کے صدر سے اظہار یکجہتی کیا ہے۔

جہاں تک امریکہ و یورپ کا تعلق ہے ان کے بارے میں تو مسلمانوں کی یہ غلط فہمی ختم ہو جانی چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے جذبات و احساسات اور عقائد و شعائر کا احترام کریں گے 9/11 کے بعد وہاں مسلمانوں کے حوالے سے جو سوچ پیدا ہوئی کارٹونوں کی اشاعت اس کا مظہر ہے بش کی اسلام دشمن پالیسی اسی لئے آگے بڑھ رہی ہے کہ تو تکفر متحد ہے اور مسلمانوں کے روح و بدن، عشق مصطفیٰ ﷺ اور جذبہ جہاد کو دیس نکالا دینے کیلئے ہر ممکن کوشش کررہے ہیں افسوس یہ ہے کہ 56 اسلامی ممالک اور ان کی علاقائی، عالمی اور مقامی تنظیمیں بھی زبانی جمع خرچ سے آگے بڑھنے کیلئے تیار نہیں رسول اللہ ﷺ کی اس اہانت پر ایران کے سوا کسی کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ ڈنمارک سے تعلق معطل کرنے کے علاوہ ڈینش مصنوعات کی بائیکاٹ کا موثر فیصلہ کرے سعودی عرب، لیبیا اور کویت کی مارکیٹوں میں ڈینش مصنوعات کا بائیکاٹ جاری ہے البتہ عوام نے ہر جگہ اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے اور اس سلسلے میں مقبوضہ فلسطین

کے علاوہ امریکہ کے زیر قبضہ افغانستان، عراق و پاکستان کے عوام بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے۔

صدر جنرل پرویز مشرف ان کارٹونوں کی اشاعت کی مذمت کر چکے ہیں جبکہ وزیر اعظم شوکت عزیز نے انہیں تہذیبوں کے مابین جنگ کے خطرے سے تعبیر کیا ہے لیکن بات اب بیانات سے آگے نکل چکی ہے کوئی مانے یا نہ مانے تہذیبوں کی کشمکش کا آغاز ہو گیا ہے اور اس کا ذمہ دار یورپ ہے جس کا ثبوت کارٹونوں کی اشاعت ہے۔ یورپ اسے آزادی اظہار کا مسئلہ بنا کر پیش کر چکا ہے جبکہ مسلمان احتجاجی ردعمل ظاہر کرنے اور ٹھوس اقدامات میں کامیاب نہیں ہو سکے مشکل یہ ہے کہ مسلمان حضرات موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام کی اسی طرح عزت کرتے ہیں جس طرح دوسرے پیغمبران کرام کی۔ وہ بدلہ ہی نہیں لے سکتے لیکن مسلم ممالک کی حکومتیں اس مرحلہ پر بھی سیاسی مصلحتوں کا شکار ہیں اور انہوں نے یورپ کو واضح طور پر اسی طرح کی حرکتوں کے سیاسی، سفارتی اور اقتصادی مضمرات سے آگاہ نہ کیا تو ان کے حوصلے بڑھتے رہیں گے اور جس طرح سلمان رشدی کے بعد کئی سلمان رشدی پیدا ہو گئے ہیں اس طرح کے دلآزار کارٹونوں اور مضامین کی اشاعت معمول بن جائے گی۔ ضروری ہے کہ او آئی سی کا غیر معمولی اجلاس بلا کر مضبوط و موثر لائحہ عمل تیار کیا جائے، ڈنمارک کے وزیر اعظم او آئی سی کے دفتر جا کر وضاحت کرنے کا جو ارادہ رکھتے ہیں وہ شلجموں سے مٹی جھاڑنے کے مترادف ہے، جب تک وہ کھل کر یہ نہیں کہتے کہ متعلقہ اخبار اور کارٹونسٹ نے مجرمانہ حرکت کی اور آئندہ کسی کو اس کی اجازت نہیں دی جائے گی، جن دوسرے اخبارات نے یہ حرکت کی اور جن ممالک و اداروں نے اسے آزادی اظہار کا مسئلہ بنا کر دفع کیا وہ بھی مسلمانوں سے معافی کے خواستگار نہیں ہوتے اس وقت تک انفرادی معذرت قبول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دنیا بھر میں اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے اداروں اور تنظیموں کو بھی متفقہ حکمت عملی وضع کر کے کروسیڈ کی اس نئی شکل کا موثر جواب دینا چاہیے تاکہ آئندہ کسی کی جرات نہ ہو، پاکستان کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ پاکستان کی حکمران پارٹی ق مسلم لیگ اور اس کے قائدین کیوں خاموش ہیں۔ وہ عوام سے کیوں نہیں کہتے قدم بڑھاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں؟

(اداریہ۔ روزنامہ نوائے وقت، 8 فروری 2006ء)

جان ہے عشقِ مصطفیٰ ﷺ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ناموس رسالت ﷺ اور اُمہ

پاکستانی کی دینی، سیاسی اور مذہبی جماعتوں نے متفقہ طور پر یورپی اخبارات سے توہین رسالت ﷺ کے ارتکاب پر 3 مارچ کو عالمی یوم احتجاج اور ملک گیر ہڑتال کا اعلان کیا ہے اور حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ توہین کا ارتکاب کرنے والے ممالک سے پاکستان اپنے سفیر واپس بلائے اور ان ممالک سے تجارتی تعلقات ختم کیئے جائیں۔

دنیا بھر میں امریکہ و یورپ کے انتہا پسند یہودی اور انتہا پسند صحافیوں، دانشوروں، سیاستدانوں نے جو کروسیڈ شروع کر رکھا ہے توہین آمیز کارٹون اس کا حصہ ہے اور صاف نظر آ رہا ہے کہ ہمہ جہت جنگ شروع ہو چکی ہے۔اسلام دشمن عناصر اس بات سے قطع نظر کہ مسلمان اپنے عقائد اور اپنے پیارے رسول ﷺ کی ناموس کے بارے میں کتنے حساس ہیں، بڑھ چڑھ کر حملے کر رہے ہیں ان کے خبیث باطن کا جواب عوام تو احتجاجی مظاہروں اور ڈنمارک کی مصنوعات کے بائیکاٹ کی صورت میں دے رہے ہیں مگر مسلم ممالک کے حکمران تا حال حال مست ہیں یہی وجہ ہے کہ اب تک نہ تو او آئی سی کا خصوصی اجلاس بلایا گیا ہے اور نہ ایران کے سوا کسی ملک نے توہین کرنے والے ممالک سے سفارتی تعلقات ختم کرنے کا اعلان کیا ہے حالانکہ مسلم ممالک فی الفور اپنے سفیر واپس بلا کر ناراضگی کا اظہار کر سکتے تھے اب بھی تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔اس ایشو پر حکمران مسلم لیگ سمیت تمام جماعتوں کا متحد ہو کر احتجاج و ہڑتال کی کال دینا خوش آئند ہے۔ چودھری شجاعت حسین اور مشاہد حسین کی کل جماعتی کانفرنس میں شرکت اس امر کا ثبوت ہے کہ ناموس رسول ﷺ کے تحفظ کیلئے تمام جماعتیں اور افراد متحد ہیں تاہم پیپلز پارٹی نے امریکہ کو خوش کرنے کیلئے شرکت نہ کر کے اپنے بارے میں اچھا تاثر قائم نہیں کیا حالانکہ ''اسلام ہمارا دین'' اس کا بھی نعرہ ہے چودھری شجاعت حسین تو پہلے بھی مختلف ایشوز پر قومی جذبات سے ہم آہنگ موقف اختیار کر کے اپنی اسلامی حمیت کا مظاہرہ کر چکے ہیں۔سید مشاہد حسین نے جو تجاویز پیش کی ہیں ان پر عملدرآمد حکومت کی ذمہ داری ہے کیونکہ وہ حکمران جماعت کے سیکرٹری جنرل ہیں۔ یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ امریکہ و یورپ اسلام کے خلاف کروسیڈ میں مصروف ہیں اگر ہم ابھی تک دہشت گردی کے نام پر امریکی جنگ کا حصہ بنے ہوئے ہیں اور گذشتہ روز صدر جنرل پرویز مشرف نے کہا ہے کہ مذہبی دہشت گردی پاکستان کیلئے خطرہ ہیں حالانکہ امریکہ ہو یا یورپ ان کے نزدیک ہر مسلمان دہشت گرد ہے اور وہ اسلام کو

اپنے لئے خطرہ قرار دے چکے ہیں۔ حرمت رسول ﷺ پر کٹ مرنا ہر مسلمان کیلئے عین سعادت ہے اور اس موقع پر کسی شخص، جماعت یا حکومت کو کسی قسم کی مصلحت یا منافقت کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ 3 مارچ کو اہل پاکستان ہی نہیں اہل اسلام زوردار احتجاج کے ذریعے مغرب کو باور کرائیں کہ اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا تو تہذیبوں کا تصادم ناگزیر ہے اور اس کا ذمہ دار امریکہ و یورپ کا گستاخ میڈیا ہوگا جسے ایک ارب 25 کروڑ مسلمانوں کے جذبات و احساسات کا قطعی احساس نہیں۔

(اداریہ۔ روزنامہ نوائے وقت، 13 فروری 2006ء)

غازی عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ

محمد ابراہیم عاجزؔ قادری

عاشقِ خیر الورا صل علی عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ
بن گیا ہے تو بھی محبوبِ خدا عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ

اپنا بدلہ لوگ سب لیتے ہیں لیکن حبذا
تو نے بدلہ رب کے پیارے ﷺ کا لیا عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ

خاص رحمت برسی ساروکی کے قبرستان پر
بے گماں جب دفن اس میں تو ہوا عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ

خلد سے آئی ہیں تیری قبر میں حورانِ عین
تیرا قبہ باغِ جنت بن گیا عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ

میرا ایماں ہے کہ تیری روح یوں طیبہ چلی
روبرو تھے مصطفیٰ ﷺ جلوہ نما عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ

کاش! عاجزؔ کو بھی وہ جذبہ خدا کر دے عطا
جو خدائے پاک نے تجھ کو دیا عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ

توہین آمیز خاکے......

امریکہ و یورپ کی اشتعال انگیزی

امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خاکوں پر مسلمانوں کا اشتعال قابو سے باہر ہو سکتا ہے۔ اے بی سی ٹیلی ویژن پر بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے اس موقف کا اعادہ کیا کہ ایران اور شام ان خاکوں کی اشاعت پر احتجاج کو اپنے مقاصد کے لئے مغرب مخالف جذبات بھڑکانے اور تشدد پر اکسانے کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے خاکوں کی اشاعت نے پوری اُمہ کو مشتعل کر دیا ہے اور مسلم ممالک میں ہونے والا احتجاج مغرب کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے روز بروز شدت اختیار کر رہا ہے لیکن یہ شدت ایران یا شام کی پیدا کردہ نہیں اور یورپ کی طرح امریکہ بھی صورتحال کا ادراک کرنے اور زمینی حقائق کو تسلیم کرنے کی بجائے ادھر ادھر کی ہانک رہا ہے جس کی وجہ سے اشتعال بڑھ رہا ہے۔ اگر ڈنمارک کا اخبار ان کارٹونوں کی اشاعت پر معذرت کر لیتا اور ناروے، فرانس، سوئٹزر لینڈ وغیرہ کے اخبارات ان کارٹونوں کی دوبارہ اشاعت کرنے سے پرہیز کرتے جبکہ یورپی ممالک کے حکمران، اخبارات، صحافی ادارے اسے آزادی صحافت کا مسئلہ بنا کر پیش نہ کرتے تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ مسلم عوام مسلسل احتجاج جاری رکھتے اور مختلف ممالک کے سفارت خانوں پر حملہ تک کی نوبت آتی۔

جب مسلمانوں کے احتجاج کو درخور اعتنا سمجھنے کی بجائے، فرانس، جرمنی، امریکہ اور دیگر ممالک کے حکمرانوں نے ڈنمارک کی حکومت سے اظہار یکجہتی کیا، مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دے کر ان کے احتجاج کو اہمیت نہ دینے کے بیانات دیئے تو مسلمانوں کا غصہ بڑھ گیا اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوئے کہ یورپ تہذیبوں کے تصادم کی تھیوری پر عمل پیرا ہے اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے اور عقائد پر حملہ آور ہونے کی اس مذموم کوشش کو پوری یورپ کی حمایت حاصل ہے۔ یہ تاثر اس وقت مزید پختہ ہوتا، جب یہ اطلاعات منظر عام پر آتی ہیں کہ ان کارٹونوں کو ڈنمارک کی نصابی کتب میں شامل کیا جائے گا اور انہیں عجائب گھروں کی زینت بنایا جا رہا ہے۔ ڈنمارک کے تعلیمی شعبہ کے پبلشر پیٹر مولرپ نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ خاکوں کے خلاف جو کچھ ہو رہا ہے، اسے چھپایا نہیں جا سکتا بلکہ ان کے متعلق آنے والی نسلوں کو بتانا ضروری ہے۔ ڈنمارک کی رکن پارلیمنٹ ایار ہرسن ایلی نے کہا ہے کہ توہین آمیز خاکے شائع

کرنے کا فیصلہ غلط نہیں تھا۔

خود امریکہ اگرچہ کارٹونوں کی اشاعت کو غیر ضروری قرار دے چکا ہے لیکن صدر بش نے ڈنمارک کے سربراہ حکومت کو فون کر کے اظہار یکجہتی کیا اور وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس نے کوفی عنان کے اس بیان کو مسترد کر دیا کہ ہنگاموں میں ایران و شام کے ملوث ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ اس انتہائی سنگین مسئلہ کو بھی امریکہ اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنے کے درپے ہے اور ڈنمارک و دیگر ممالک کو ہوش کے ناخن لینے اور مزید اشتعال نہ پھیلانے کی تلقین کرنے کے بجائے ایران و شام کو مطعون کر رہا ہے جو اس کی جنگی حکمت عملی کا حصہ ہے۔ برطانوی اخبار سنڈے ٹیلی گراف نے انکشاف کیا ہے کہ امریکہ ایران پر حملے کی تیاریوں میں مصروف ہے اور فوج کو ضروری تیاریوں کے لئے کہہ دیا گیا ہے۔ یہ بیان بھی اسی سلسلہ کی کڑی نظر آتا ہے۔

یورپی ممالک کی اسلام دشمن اور توہین آمیز پروپیگنڈا مہم کے بعد یہ تو واضح ہو گیا ہے کہ تہذیبوں کے تصادم کو قریب لانے اور مسلمانوں کو جذبہ ایمان و عشق رسول اللہ ﷺ سے محروم کرنے کی یہ مہم سوچی سمجھی حکمت عملی کا حصہ ہے۔ اسی لئے اشتعال انگیز بیانات اور اقدامات جاری ہیں اور تیاری مکمل کرنے کیلئے معذرت خواہانہ بیان بھی جاری کئے جا رہے ہیں۔ امریکی وزیر خارجہ کی طرف سے یہ اعتراف کہ اشتعال قابو سے باہر ہو سکتا ہے اگر جلتے شعلوں کو بجھانے اور آگ پر پانی ڈالنے کے مترادف ہوتا تو وہ ایران و شام کا نام لینے کی بجائے ان ممالک پر زور دیتیں کہ اجتماعی معافی مانگ کر معاملے کو رفع دفع کیا جائے حالانکہ ابھی تک مسلمان جوش کے بجائے ہوش کے کام لے رہے ہیں اور او آئی سی نے ان ممالک کی مصنوعات کے بائیکاٹ اور سفارتی تعلقات توڑنے کی اپیل نہیں کی تاہم اب وقت آ گیا ہے کہ مسلم ممالک کے حکمران مصلحتوں سے بالاتر ہو کر عوامی جذبات و احساس کا ساتھ دیں۔ اپنی قوت ایمانی کا اظہار کریں اور ثابت کریں کہ ان میں جذبہ عشق رسول ﷺ دوسرے مسلمانوں کی طرح موجود ہے اور وہ عامۃ المسلمین کے ساتھ ہیں۔

اس طرح دنیا کو یہ احساس ہو گا کہ مسلم ممالک کے عوام اور حکمران یکجا ہیں اور اگر امریکہ و یورپ نے ہوش کے ناخن نہ لئے، ایک ارب پچیس کروڑ مسلمانوں کے عقائد اور ان کی زندگی کی متاع عزیز ذات رسول اللہ ﷺ کے خلاف خبث باطن کا اظہار جاری رکھا تو پھر تہذیبوں کے تصادم کو روکنا مشکل ہو گا اور مسلمان اپنی جان و مال کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنے اور اپنے دین کے دشمنوں کے مقابلہ پر اتر آئیں گے کیونکہ اب پانی ان کے سر سے گزرنے لگا ہے۔ امام کعبہ عبدالرحمٰن السدیس نے درست کہا ہے کہ مغربی ممالک کی صلیبی جنگ (کروسیڈ) سے نمٹنے کیلئے مسلمانوں کو اختلاف بھلا کر متحد ہو جانا چاہیے اور مسلمان متحد ہو رہے ہیں۔ (اداریہ۔ روزنامہ نوائے وقت، 14 فروری 2006ء)

لاہور کا افسوسناک واقعہ اور
آئندہ کی حکمت عملی

یورپی اخبارات میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف ملک گیر احتجاج گذشتہ روز بھی جاری رہا۔ ناموس رسالت محاذ کی اپیل پر پنجاب کے صوبائی دارالحکومت لاہور سمیت کئی شہروں میں مکمل ہڑتال ہوئی، اسلام آباد میں ارکان پارلیمنٹ نے خاموش مارچ کیا، پانچ ہزار طلبہ نے جلوس نکالا، جس پر پولیس نے لاٹھی چارج کیا کیونکہ حکومتی دعوے کے مطابق یہ طلبہ سفارتی انکلیو میں جانا چاہتے تھے جبکہ لاہور میں ہجوم بے قابو ہو گیا اور ٹولیوں میں بٹ کر بعض افراد نے غیر ملکی ریستوران، دو بینکوں، پنجاب اسمبلی کی عمارت پر پتھراؤ کیا، آگ لگائی اور کئی گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کو نذر آتش کر دیا۔ مبینہ طور پر ایک بنک گارڈ کی فائرنگ سے دو افراد جاں بحق ہوئے۔ امن وامان بحال کرنے کیلئے لاہور کی انتظامیہ نے رینجرز فورس طلب کر لی جس نے مال روڈ اور ارد گرد کے علاقوں میں صورتحال پر قابو پایا۔

ڈنمارک کے ایک اخبار میں شائع شدہ توہین آمیز خاکوں کی دیگر یورپی اخبارات میں اشاعت اور یورپی ذرائع ابلاغ، صحافتی تنظیموں اور حکومتوں کی طرف سے خاکوں کی اشاعت کے بعد اس میں تو شک وشبے کی کوئی گنجائش نہیں رہی کہ یہ اقدام دانستہ ہے اور جن اخبارات یا ممالک نے مسلمانوں سے معذرت کی ہے، وہ بھی شلجموں سے مٹی جھاڑنے کے مترادف ہے۔ کسی نے بھی نہ تو آئندہ ایسے واقعات نہ ہونے کی یقین دہانی کرائی ہے اور نہ اسے غلط، دلآزار اور آزادی اظہار کی حدود سے متجاوز قرار دیا ہے۔

ان حالات میں عالم اسلام اور پاکستان کے عشق رسول اللہ ﷺ سے سرشار عوام کا ردعمل قابل فہم اور فطری ہے، اگر ابتداء میں مسلمان حکومتیں ڈنمارک سے اپنے سفیر بلا کر اس ملک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیتیں تو نہ صرف عوام کی تسلی ہو جاتی بلکہ ڈنمارک کی حکومت کو بھی معاملے کی سنگینی کا احساس ہوتا اور کوئی دوسرا ملک ان گھٹیا خاکوں کو شائع کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ اپنی حکومتوں کے کمزور ردعمل اور یورپ وامریکہ کے حکمرانوں کی طرف سے ڈنمارک کے ساتھ یکجہتی کے اظہار کے بعد مختلف ممالک کے مسلم عوام احتجاج پر مجبور ہوئے اور پاکستان میں بھی احتجاج کی لہر آئی۔

اس ضمن میں مختلف مذہبی اور سیاسی جماعتوں نے جس مجلس مشاورت کا اہتمام کیا، اس میں حکمران مسلم لیگ (ق) کے صدر چودھری شجاعت حسین اور سیکرٹری جنرل سید مشاہد حسین کی شرکت اور تمام فیصلوں سے اتفاق کو قومی سطح پر سراہا گیا، جب تمام ارکان اسمبلی نے بلاتفریق خاموش احتجاج کیا تو یہ بھی قوم کے جذبات کی عکاسی اور اتحاد و یگانگت کی علامت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف شہروں میں ہونے والے مظاہرے توہین رسالت کے مرتکب افراد، اور ممالک کے خلاف نعرہ بازی تک محدود اور پر امن رہے، مگر گذشتہ روز لاہور میں جو کچھ ہوا اور جس کے بعد پشاور اور دوسرے شہروں میں بھی توڑ پھوڑ، آتشزدگی اور تصادم کے واقعات ہوئے، یہ پوری قوم، سیاستدانوں، حکومت اور پولیس وانتظامیہ کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

حکمرانوں سمیت کسی فرد، گروہ یا جماعت کو احتجاجی مظاہروں سے اختلاف نہیں کیونکہ آج اگر رسول خدا ﷺ کے خلاف ناپاک جسارت کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرلیا گیا تو یورپ کے مادر پدر آزاد اخبارات اور ان کے سر پرست ادارے و حکمران ایک قدم اور آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔ کسی گنہگار سے گنہگار مسلمان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی حرمت و ناموس سے بڑھ کر کوئی قیمتی چیز نہیں اور وہ اس کے تحفظ کیلئے جان دینا عین سعادت سمجھتا ہے، اس لئے بائیس جماعتوں کی طرف سے لاہور میں ہڑتال اور پر امن احتجاج کی کال اسلامیان لاہور کے دل کی آواز تھی اور ان کا مثبت ردعمل توقعات کے عین مطابق تھا۔ تحفظ ناموس رسالت ﷺ محاذ کے ذمہ دار افراد نے لاہور میں ہونے والی توڑ پھوڑ، آتشزدگی سے اظہار برأت کرتے ہوئے اسے حکومت ایجنسیوں کی کارستانی قرار دیا ہے۔ ویسے بھی اتنے عظیم مقصد کیلئے مظاہرہ کرنے والے مذہبی عناصر سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ پر امن احتجاج کا راستہ چھوڑ کر قانون کو ہاتھ میں لے لیں۔ جماعت اسلام کے امیر قاضی حسین احمد نے بھی کم و بیش انہی الفاظ میں توڑ پھوڑ کے واقعات کی مذمت کی ہے۔ پنجاب اسمبلی، بنکوں، ریستورانوں اور اپنے ہی مسلمان بھائیوں کی املاک کو نقصان پہنچانے کی ان کارروائیوں کا آغاز کیسے ہوا، پولیس اور انتظامیہ نے تسلی بخش حفاظتی انتظامات کیوں نہیں کئے اور رینجرز کی آمد سے قبل آگ بجھانے کی کارروائی کیوں شروع نہ ہوسکی؟ یہ اہم سوالات ہیں، جن کا جواب حکومتی اداروں کے ذمہ ہے۔

پولیس باہمی کوآرڈینیشن کا عالم یہ تھا کہ ایس ایس پی آپریشنز مظاہرہ سے مذاکرات کررہے تھے اور انہوں نے اپنے اوپر حملوں کی پروا بھی نہیں، جس کی وجہ سے وہ زخمی بھی ہوئے جبکہ ایس ایس پی انویسٹی گیشن خود آنسو گیس کے گولے پھینک رہے تھے۔ سٹی پولیس افسر خواجہ فاروق نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے تسلیم کیا کہ پولیس افسروں میں کوآرڈینیشن نہیں تھی۔ ہماری نرمی کی وجہ سے مشتعل

ہجوم نے سرکاری املاک کو نقصان پہنچایا۔ ان افسوسناک واقعات کے بعد اگر چہ حکومت نے پورے صوبے میں جلسے، جلوسوں پر پابندی لگادی ہے لیکن یہ مسئلہ کا حل نہیں۔ ہنگامہ آرائی میں گرفتار کیے گئے 96 افراد کے بارے میں بھی اطلاعات یہی ہیں کہ ان کے خلاف سنگین مقدمات درج کیے جائیں گے جبکہ ایک اخباری اطلاع کے مطابق اسمبلی میں آتشزدگی کے واقعہ میں خواجہ سعد رفیق اور رانا ثنا اللہ کو ملوث سمجھ کر گرفتاری کی اجازت طلب کی گئی ہے۔ اس طرح کے واقعات سے اصلاح احوال کی بجائے حالات بگڑنے کا خدشہ ہے، اس لئے جہاں مذہبی و سیاسی جماعتوں کا فرض ہے کہ وہ احتجاج کو پرامن رکھنے کیلئے اپنا فرض اور کردار ادا کرے، وہاں حکومت کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ انتظامیہ کی کوتاہیوں کا جائزہ لے کر آئندہ کی بہتر حکمت عملی وضع کرے اور کوئی ایسا اقدام نہ کیا جائے جو مزید اشتعال کا باعث بنے۔ اس طرح کے مواقع پر کوئی خفیہ گروہ یا طاقت یا غیر ملکی دشمن حالات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ ملک میں مہنگائی، بے حیائی، غیر ملکی تہذیب کو پروان چڑھانے کی کوششوں اور بدامنی کی وجہ سے جو بے چینی پائی جاتی ہے، اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اس لئے حکومت اور احتجاجی مظاہروں کا اہتمام کرنے والی تنظیموں اور عشق رسول ﷺ سے سرشار مسلمانوں بالخصوص نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ ہوشیار رہیں۔ لاہور کی پولیس وانتظامیہ کے علاوہ خفیہ ایجنسیوں کی نااہلی سامنے آگئی ہے، جو حالات کا صحیح اندازہ لگانے اور پولیس کی طرف سے سارا ملبہ احتجاج کرنیوالوں، مذہبی وسیاسی جماعتوں اور مشتعل ہجوم پر ڈالنے کی بجائے ان اداروں کے کردار اور کارکردگی کا جائزہ لے کر آئندہ کے لئے بہتر لائحہ عمل وضع کرے تاکہ دوبارہ ایسا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آسکے۔ سختی کرنے سے بہتری کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی ایک سیاست دان کے طور پر ان معاملات کو نمٹائیں اور مذہبی و سیاسی عناصر سے اپنے تعلقات کو بروئے کار لائیں۔

(اداریہ۔ روزنامہ نوائے وقت، 16 فروری 2006ء)

ایماں کی کسوٹی ہے محبت شہِ دیں ﷺ کی
رہبر ہے مسلمان کا آئینِ رسالت
ہر شے سے مقدم ہمیں ناموسِ نبی ﷺ ہے
کیسے ہو گوارا بھلا توہینِ رسالت

سید محمود مہجور گجرات

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت

آبیل مجھے مار کی حکومتی پالیسی؟

وزیراعظم شوکت عزیز نے کہا ہے کہ حکومت اور پاکستان مسلم لیگ نے بعض مغربی ممالک میں توہین رسالت ﷺ پر مبنی خاکوں کی اشاعت کے خلاف دنیا بھر کے تمام فورمز پر مذمت کی ہے حکومت نے یہ معاملہ او آئی سی اور اقوام متحدہ میں اٹھایا ہے تاہم کسی کو قانون ہاتھ میں لینے اور شہریوں کے جان و مال کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

ڈنمارک کے ایک اخبار کی طرف سے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت اور دیگر مغربی اخبارات و جرائد، صحافتی تنظیموں اور حکومتوں کی طرف سے اسے آزادی اظہار کا مسئلہ قرار دینے کی جسارت پر پوری دنیا کے عاشقان رسول ﷺ سراپا احتجاج ہیں مسلم ممالک کے علاوہ امریکہ، برطانیہ اور بھارت جیسے نام نہاد سیکولر اور دہشت گردی کے نام پر مسلمانوں کے خلاف سرگرم عمل ممالک میں بھی مسلمانوں نے لاکھوں کے اجتماعات منعقد کر کے اپنے جذبات کا احساس کیا ہے ترکی عرصہ دراز سے اپنی سیکولر شناخت پر نازاں ہے لیکن وہاں بھی مسلمانوں کو احتجاج سے نہیں روکا گیا اور گذشتہ روز استنبول میں لاکھوں مسلمانوں نے اپنے آقا و مولا سرور کائنات ﷺ کی ناموس و حرمت پر کٹ مرنے کا عہد کیا۔

پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا اور یہ اسلام کا قلعہ ہے پوری دنیا کے عاشقان رسول ﷺ اسلامی جمہوریہ پاکستان کو اپنی آرزوؤں کا مرکز اور نیوکلیئر اسلامی ریاست کے طور پر دین کا محافظ سمجھتے ہیں اور اس کے قائدانہ کردار کو تسلیم کرتے ہیں۔ دنیا کے دیگر حصوں کی طرح پاکستان کے عاشقان مصطفیٰ ﷺ بھی اپنے جذبات اور بارگاہ رسالت مآب سے عقیدت و وارفتگی کا اظہار پرامن اجتماعات اور ریلیوں کے ذریعے کرنا چاہتے ہیں کراچی میں لاکھوں کے پرامن اجتماعات اس بات کا ثبوت ہیں کہ عاشقان رسول ﷺ پرامن احتجاج کے ذریعے ڈنمارک اور دوسرے ممالک کے علاوہ توہین آمیز خاکے شائع کرنیوالے اخبارات کو معافی اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرنے کی یقین دہانی پر مجبور کر رہے ہیں۔ 14 فروری کو لاہور اور 15 فروری کو پشاور میں توڑ پھوڑ کے جو واقعات ہوئے اسے تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں نے غلط قرار دیا اور اس کی ذمہ داری نامعلوم عناصر بالخصوص ایجنٹوں پر ڈالی۔ پشاور میں گرفتار

ہونے والے بعض عناصر کے بارے میں یہ اطلاعات شائع ہوئی ہیں کہ ان سے بعض حکومتی اداروں کے شناختی کارڈ برآمد ہوئے معلوم نہیں یہ اطلاعات کہاں تک درست ہیں۔

اسلام آباد میں 19 فروری کو ریلی نکالنے کا فیصلہ قومی مجلس مشاورت برائے تحفظ ناموس رسالت ﷺ میں کیا گیا جس میں مسلم لیگ (ق) کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین اور سیکرٹری جنرل مشاہد حسین شریک تھے اور تمام فیصلوں کی پاسداری کرنے کی یقین دہانی کرر ہے تھے مگر 14 فروری کے واقعات کو بنیاد بنا کر اسلام آباد میں پہلے اجازت دے کر اور پھر آخری وقت پر ریلی منسوخ کرنے اور وفاقی دارالحکومت کو پولیس و رینجرز کے ذریعے سیل کرنے کا فیصلہ جس سطح پر بھی ہوا وہ درست نہیں تھا۔ اخبارات میں اس فیصلے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کے منفی اثرات صدر بش کے دورۂ پاکستان پر پڑتے اگر واقعی یہ فیصلہ اس بناء پر کیا گیا تو یہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے محبت وعقیدت، قومی عزت ووقار اور عوامی جذبات واحساسات کے منافی ہے عالمی سطح پر ہونے والے احتجاج کی وجہ سے ناروے حکومت کے بعد اب خاکے شائع کرنے والے اخبار نے بھی معافی نامہ جاری کیا ہے مگر ہم محض بش سے ڈر کر یا یورپی یونین کی ناراضگی کا تصور کر کے اپنے عوام کو پرامن اظہار جذبات اور احتجاج سے بھی روک رہے ہیں اور یہ تاثر ابھر رہا ہے کہ حکومت از خود عوامی جذبات واحساسات کی روشنی میں کوئی ٹھوس، موثر اور باوقار پالیسی وضع کرنے کی بجائے ملک کی دینی وسیاسی قوتوں کو بھی احتجاج سے روک رہی ہے۔ آ بیل مجھے مار کی یہ حکومتی پالیسی عوام کیلئے ناقابل فہم ہے اس پر مستزاد ڈاکٹر سرفراز نعیمی، علامہ احمد علی قصوری، خواجہ سعد رفیق، زعیم قادری سمیت مختلف مذہبی وسیاسی رہنماؤں اور کارکنوں کی گرفتاریاں اور احتجاج کرنے والے عاشقان رسول ﷺ کے خلاف انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت مقدمات کا اندراج ہے جو جلتی پر تیل ڈالنے کے مترادف ہے۔

مسلم لیگ (ن) نے الزام لگایا ہے کہ ان کے گرفتار کارکنوں کو لوٹا بنا کر حکومت جماعت میں شامل کرنے کی کوشش جاری ہیں ایک طرف انہیں دہشت گرد قرار دیا جارہا ہے دوسری طرف ان دہشت گردوں کو حکمران جماعت میں شامل کرنے کیلئے ریاستی طاقت استعمال کی جارہی ہے۔ اسلام آباد میں ریلی پر پابندی نہ لگائی جاتی تو حکومت کی نیک نامی میں اضافہ ہوتا جبکہ پابندی کے باوجود دفعہ 144 کی مٹی پلید ہوئی۔ بھرپور مظاہرہ بھی ہوا اور حکومت کو اجتماع وریلی کی اجازت بھی دینی پڑی۔ اگر پابندی نہ لگائی جاتی تو حکومت اس سبکی سے بچ جاتی۔ یہ تماشا غیر ملکی سفارت کاروں نے پرائیویٹ ٹی وی چینلز پر بھی دیکھا ہوگا۔ پولیس نے آبپارہ کے اردگرد واقع گھروں میں آنسو گیس کے شیل پھینک کر اور معصوم بچوں کے لئے صحت کے مسائل پیدا کر کے کیا حاصل کیا اور وفاقی وزارت داخلہ کی پالیسی کس حد تک

کامیاب ہوئی یہ جائزہ فیصلہ سازوں کو از خود لینا چاہیے۔ان پابندیوں کے بعد حکومتی ترجمان کا یہ دعویٰ مشکوک ہے کہ ڈنمارک میں پاکستان کے سفیر کو واپس بلا لیا گیا ہے حالانکہ دفتر خارجہ کی ترجمان وضاحت کر چکی ہے کہ انہیں واپس نہیں بلکہ مشاورت کے لئے بلایا گیا ہے۔

اس وقت جبکہ بھارت دوبارہ شرارتوں میں مصروف ہے، بلوچستان اور صوبہ سرحد کے قبائلی علاقوں میں حالات ناگفتہ بہ حد تک خراب ہیں اور اس میں بیرونی عناصر کی مداخلت موجود ہے، ڈان میکنن 2007ء میں وردی اتارنے کا مطالبہ کر گئے ہیں جبکہ کرزئی نے اسلام آباد میں بیٹھ کر ڈیورنڈ لائن کو تسلیم نہ کرنے کا اعلان کیا ہے۔مہنگائی، بے روزگاری اور بدامنی کی وجہ سے عام آدمی کی زندگی اجیرن ہو چکی ہے، پڑھے لکھے نوجوان مایوسی کا شکار ہیں حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس قدر حساس دینی مسئلہ پر عوامی ابال کو روکنے کی کوشش نہ کرے تاکہ احتجاج میں لاقانونیت کا عنصر شامل نہ ہونے پائے اور ملک انتشار و بے اطمینانی سے محفوظ رہے حکومت نے قاضی حسین احمد کو ایک ماہ کے لئے نظر بند کر دیا لیکن دوسرے ہی روز اسے ہٹا کر اچھا کیا ہے دیگر اسیروں کو بھی باعزت طور پر رہا کیا جائے اور تمام سیاسی و مذہبی کارکنوں کے خلاف مقدمات ختم کر کے دینی، مذہبی اور سیاسی جماعتوں سے خیر سگالی کا اظہار کیا جائے۔خود چودھری شجاعت اور مشاہد سید اسلام آباد میں ایسے مشترکہ جماعتوں کے غیرت وحمیت کا ثبوت دے کر اپنے سیاسی پیروکاروں کو مطمئن کریں۔

قاضی صاحب نے بھی گذشتہ روز یہ بیان دے کر ایک دینی ایشو کو سیاسی رنگ دینے کی کوشش کی کہ حکومت کے دن گنے جا چکے ہیں ہم پرویز مشرف کو 23 مارچ کی پریڈ کی سلامی نہیں لینے دیں گے، اس کے بعد اگر حکومت یہ الزام عائد کرے کہ مذہب کی آڑ میں سیاسی دکانداری چمکانے کی کوشش کی جا رہی ہے تو غلط نہیں۔لہٰذا حکومت کو 26,24 فروری اور 3 مارچ کے احتجاج مظاہروں پر کسی قسم کی پابندی سے گریز کرنا چاہیے اور نظر بندوں کی رہائی میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے وہاں اپوزیشن لیڈروں کو بھی حرمت رسول ﷺ اور سیاست کو ملانے سے احتراز برتنا چاہیے تاکہ قومی اتحاد پارہ پارہ نہ ہو اور ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کیلئے مقدس عوامی جذبات و احساسات پر سیاست کا سایہ نہ پڑے سیاست کیلئے بہت وقت پڑا ہے فی الحال حکومت اور اپوزیشن کو مل کر ایسی حکمت عملی وضع کرنی چاہیے کہ یورپ اپنی شرارتوں سے باز آنے پر مجبور ہو اور کرزئی ایسے بوسٹن میں ریستوان چلانے والے سی آئی اے مارکہ صدر اور نئی دہلی میں براجمان کٹھ پتلی پردھان اپنا لچ تلنے سے باز رہیں۔

(اداریہ۔روزنامہ نوائے وقت، 21 فروری 2006ء)

توہین آمیز خاکوں پر عالم اسلام کا ردعمل

ڈنمارک، جرمنی اور فرانس کے اخبارات نے نبی آخر الزمان حضور نبی کریم ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کر کے پورے عالم اسلام کو سراپا احتجاج بنا دیا ہے۔ ان کا طرز عمل یہ واضح کرنے کیلئے کافی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف انتہا پسندی کے الزامات بے بنیاد ہیں جبکہ مغرب مسلمانوں کی دل آزاری کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ ان کی اس مذموم حرکت پر کویت، عرب امارات، شام، سعودی عرب اور کئی دوسرے مسلمان ممالک میں مذکورہ ملکوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیا گیا ہے۔ سعودی عرب نے ڈنمارک سے اپنا سفیر واپس بلا لیا ہے جبکہ فرانس کے ایک بڑے اخبار نے یہ خاکے دوبارہ شائع کر دیئے ہیں۔ ان توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر پاکستان میں شدید ردعمل کا اظہار سامنے آیا ہے۔ اتحاد تنظیمات مدارس نے مطالبہ کیا ہے کہ ڈنمارک اس مذموم حرکت پر معافی مانگے ورنہ اس کی اشیاء کا بائیکاٹ کیا جائے گا۔ مذہبی جماعتوں نے اس پر ملک گیر مظاہروں کا بھی اعلان کیا ہے۔ دفتر خارجہ کی ترجمان کے مطابق اسلام آباد میں تعینات ڈنمارک کے سفیر کو دفتر خارجہ بلا کر ڈنمارک کے اخبار میں چھپنے والے خاکے پر آج احتجاج ریکارڈ نہیں کرایا گیا بلکہ سفیر کی طلبی اخبار میں خاکے کی اشاعت کے فوراً بعد کی گئی تھی۔ ان خاکوں کی اشاعت کا او آئی سی کے رکن ممالک نے بھی نوٹس لیا ہے اور حکومت پاکستان اس مسئلہ پر ڈنمارک کی حکومت سے رابطے میں ہے ان کا کہنا تھا کہ آزادی اظہار کا یہ مطلب نہیں کہ اربوں مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی جائے۔ خاکوں کی اشاعت کے بعد مسلمانوں کے احتجاج کو ابتداء میں متعلقہ اخبارات اور حکام نے جس سرسری انداز میں لیا وہ افسوسناک ہے تاہم یہ بات طمانیت بخش ہے کہ اب معاملے کی سنگینی کو محسوس کیا جا رہا ہے۔ بعض حلقوں کا یہ خیال بڑی حد تک وزن رکھتا ہے کہ اس نوع کے خاکوں کی اشاعت عالم اسلام کے خلاف ایک سازش کا حصہ ہے جس کا مقصد مسلمانوں کے ردعمل پر انہیں دہشت گرد اور انتہا پسند قرار دے کر ان کے خلاف اقدامات کا جواب پیدا کرنا اور تہذیبوں کے تصادم کی راہ ہموار کرنا ہے۔ عالم اسلام کو پوری سنجیدگی کے ساتھ اس کا نوٹس لینا اور اس کی روک تھام کے لئے موثر تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ دنیا کا کوئی قانون اور کوئی ضابطہ اخلاق کسی بھی پیغمبر کی توہین و تضحیک کے ڈانڈے اظہار رائے کی آزادی سے ملانے کی اجازت نہیں دیتا۔

(اداریہ۔ روزنامہ جنگ، 4 فروری، 2006)

مغربی ممالک اسلام کے بارے میں معاندانہ رویوں کو روکیں

صدر جنرل پرویز مشرف نے اپنے راولپنڈی کیمپ آفس میں الیکٹرانک میڈیا کے نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے مغربی اخبارات میں بانی اسلام ﷺ کے بارے میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کو لائق نفرین قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ ان سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کا احتجاج درست ہے اور مغرب کی جانب سے اس نوع کا طرز عمل اختیار کرنے سے تہذیبوں کے درمیان خلیج بڑھنے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ پاکستان کے دو مقتدر اور موقر اداروں سینٹ اور قومی اسمبلی نے بھی جمعہ کے روز دو علیحدہ علیحدہ متفقہ قراردادوں کے ذریعے پیغمبر اسلام کی ذات بابرکات کی اہانت پر مبنی خاکوں کی اشاعت کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان سے پاکستان کے طول وعرض میں شدید غم وغصہ اور تشویش کی لہر پیدا ہوئی ہے اس لئے اس نوع کے کسی بھی اقدام کو آزادی اظہار کے زمرے میں شمار نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ پریس کی آزادی کا انتہائی غیر ذمہ دارانہ اور سراسر غلط استعمال ہے۔ حکومت پاکستان نے ڈنمارک اور فرانس کے سفیروں کو دفتر خارجہ میں طلب کر کے انہیں پاکستانی عوام کے جذبات سے بھی آگاہ ہے اور یہ معاملہ اقوام متحدہ کے کمیشن برائے انسانی حقوق اور او آئی سی میں بھی ہنگامی طور پر اٹھایا ہے۔

ملک میں ڈنمارک کے بعد اٹلی، سپین اور آئرلینڈ کے اخبارات میں ان خاکوں کی اشاعت پر جس قدر غیظ وغضب کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ وطن عزیز کے ہر گوشے میں اس کے خلاف جلسے منعقد کئے اور جلوس نکالے جا رہے ہیں بلکہ یہ صورتحال صرف پاکستان تک ہی محدود نہیں بلکہ افغانستان، فلسطین، ایران، متحدہ عرب امارات، شام، اردن، سعودی عرب، انڈونیشیا، ملائیشیا اور دنیا کے دور دراز علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں کے دل بھی اس سانحہ پر خون کے آنسو رو رہے ہیں اور کئی مقامات پر تو مظاہرین ان ممالک کے قومی پرچموں کو سڑک پر پینٹ کر کے انہیں اپنے جوتوں کے نیچے روند کر اپنے غم وغصے کا اظہار کر رہے ہیں۔ امریکہ اور برطانیہ کی حکومتوں نے بھی ان خاکوں کی اشاعت کو قابل مذمت قرار دیا ہے لیکن ڈنمارک کے وزیر اعظم کو ابھی تک اس سلسلے میں

مسلمانانِ عالم سے معافی مانگنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ اہل مغرب آزادی اظہار کا عذر لنگ پیش کر کے مسلم دنیا کے ڈیڑھ ارب کے قریب مسلمانوں کی دل آزاری کرنے کی جو بھی توجیہہ پیش کریں امر واقع یہ ہے کہ اس کا سرے سے کوئی جواز نہیں اور صدر پرویز مشرف کا یہ کہنا بالکل صحیح اور مبنی بر حقیقت ہے کہ اس طرح کے اقدامات کے نتیجے میں مختلف تہذیبوں کے مابین خلیج بڑھنے اور تصادم کے امکانات میں اضافے کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔

تہذیبیں آپس میں برسرپیکار اور معرکہ آزما نہیں ہوتیں بلکہ ایک دوسرے کے اچھے اوصاف کو اپنے اندر جذب کر کے اپنا حصہ بنا لیتی ہیں اور اس طرح تاریخ کے تہذیبی ارتقا کو آگے بڑھانے میں مدد گار ثابت ہوتی ہیں۔ یہ سلسلہ صدیوں سے جاری ہے اور اسی طرح آگے بڑھتا رہے گا۔ لیکن 9/11 کے سانحے میں چند انتہا پسند مسلمانوں کے ملوث ہونے کے شواہد سامنے آنے کے بعد امریکہ اور دیگر مغربی ممالک میں اسلامی دہشت گردی کو آپس میں ایک دوسرے کا مترادف بنانے اور دنیا کے کسی کونے کھدرے میں ہونے والی دہشت گردی کے ہر واقعے کے ڈانڈے بغیر کسی تحقیق کے مسلمانوں کے ساتھ ملانے کا جو سلسلہ چل نکلا ہے اس سے امریکہ اور یورپی ممالک کے متعصب حلقوں کو بہت تقویت ملی ہے اور انہوں نے اس کی آڑ میں سرے سے کسی جواز کی موجودگی کے بغیر خواہ مخواہ مسلمانوں کے ذہنوں کو اذیت پہنچانے کا وتیرہ اختیار کر لیا ہے اور اگر صرف ٹوِن ٹاورز پر حملے کے بعد کے چار سالوں میں مغربی ذرائع ابلاغ میں سلام اور مسلمانوں کے خلاف چھپنے والے مواد کو اکٹھا کیا جائے تو ایک طرھار بن سکتا ہے۔

افغانستان اور عراق پر امریکی یلغار نے بھی مسلمان نوجوانوں کے جذبات میں بہت ہلچل پیدا کی ہے اور اب ایران کے جوہری پروگرام کو ہدف بنا کر اس پر دباؤ بڑھانے کے ساتھ ساتھ فلسطین میں جمہوری طریقے سے اکثریت حاصل کرنے والی تنظیم حماس کو اقتدار سے محروم کرنے کیلئے جس طرح تنگ وتازگی جارہی ہے اس سے بھی ان کے ذہنوں میں یہ شکوک وشبہات بڑی تیزی سے جڑ پکڑتے جارہے ہیں کہ امریکہ اور مغربی دنیا ابھی تک صلیبی جنگوں کی عصبیت کو اپنے ذہن سے نہیں نکال سکی اور یہی وجہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو زک پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی۔

اس صورتحال میں مغربی اخبارات میں پورے تواتر اور تسلسل کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی کی اہانت ایک ایسا سنگین واقعہ ہے کہ اس کے اثرات بہت گہرے ہو سکتے ہیں اور اگر مغرب اپنی اس عاقبت نا اندیشانہ روش سے باز نہ آیا تو پھر مسلم دنیا میں موجود انتہا پسندوں کی تعداد میں اضافے کی ذمہ داری صرف ان مغربی حکومتوں اور ذرائع ابلاغ پر ہوگی جو مسلمانوں کی اسلام اور بانی اسلام حضور محمد

ﷺ کی عزت وتوقیر اور اس بارے میں ان کی حساسیت سے قطعی ناواقف ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مغربی دنیا میں عوام ساری زندگی کی فراواں سہولتوں سے لطف اندوز ہونے میں اس قدر مگن ہو گئے ہیں کہ ان کا مذہب کے ساتھ صرف رسمی تعلق ہی باقی رہ گیا ہے اور اگر مغرب میں مروج مذاہب یا ان کے مقدس بانیان کے بارے میں کچھ لکھ دیا جائے تو وہ اس سے ٹس سے مس نہیں ہوتے کیونکہ آزاد خیالی اور مذہب سے بیزاری ان کی فطرت ثانیہ بن کر رہ گئی ہے لیکن مسلم دنیا میں صورتحال اس کے قطعی برعکس اور مسلمان خواہ وہ شعار اسلامی کی پوری طرح پابندی نہ کرنیوالا معتدل مزاج اور ماڈریٹ ہی کیوں نہ ہو اپنے دین اور خاص طور پر اللہ اور رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے اس قدر محبت اور وارفتگی کے جذبات رکھتا ہے کہ اگر ان کی توہین کا کوئی شائبہ بھی سامنے آئے تو اس کے دل و دماغ میں ایک اضطراب پیدا ہو جاتا ہے اور وہ آقائے یثرب ﷺ کی حرمت پر کٹ مرنے کو اپنے لئے ایک اعزاز سمجھتا ہے۔

اہل مغرب کی مسلمانوں کی اس حساسیت کو خوب اچھی طرح سمجھتے ہوئے اس بات کا ہر ممکن اہتمام کرنا چاہیے کہ مسلمانوں کے ان فطری جذبات کو کسی طرح کوئی ٹھیس نہ پہنچے لیکن اگر مغرب نے اس بات کا التزام نہ کیا تو پھر اس سے لامحالہ تہذیبوں کے درمیان خلیج بڑھے گی اور انتہا پسندانہ رویوں کو فروغ ملے گا۔ اگر امریکہ و دیانتداری سے شدت پسندی کے خاتمے کا خواہاں ہے تو پھر اسے اس کے محرکات کے خاتمے کی طرف بھی توجہ دینا ہوگی اور اس کا آسان ترین طریق کار یہ ہے کہ جس طرح پوری مغربی دنیا میں حضرت مسیح کی توہین قانوناً جرم اور مستوجب سزا ہے اسی طرح بانی اسلام حضرت محمد ﷺ اور دیگر مذاہب کی داغ بیل ڈالنے والے تمام انبیاء علیہم السلام کی توہین کو بھی قانوناً جرم قرار دیا جائے۔

یہی وہ واحد طریقہ ہے جو تہذیبوں کے درمیان غیریت اور تصادم کے خطرات کو ختم کر کے انہیں ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو آگے بڑھنے کا موقع فراہم کر سکتا ہے اور یہی وہ لائحہ عمل ہے جس سے شدت پسندی اور انتہا پسندی کے رویوں کا موثر طور پر سدباب کیا جا سکتا ہے۔

(اداریہ۔ روزنامہ جنگ، 5 فروری 2006)

حب رسول ﷺ کے تقاضے اور ذمہ داریاں

یورپی ممالک کے بعض اخبارات میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف دنیا بھر کے مسلمان احتجاج کر رہے ہیں اور پاکستان میں بھی احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ جاری ہے۔ تاہم منگل کے روز ملک کے مختلف شہروں اور آزاد کشمیر کے اضلاع میں شٹر ڈاؤن ہڑتال اور مظاہروں کے دوران تشدد کے جو واقعات ہوئے ان کی بنا پر یہ سوالات جنم لے رہے ہیں کہ کہیں ہم کسی سازش کے شکار تو نہیں ہو رہے ہیں۔ متعدد عمارتیں، دکانیں اور سینکڑوں گاڑیاں جلا دی گئیں، پنجاب اسمبلی کا ایک حصہ بھی نذر آتش کر دیا گیا، کئی ریستورانوں اور پیٹرول پمپوں کو آگ لگا دی گئی، ایک بینک پر بھی حملہ کیا گیا جس کے سیکورٹی گارڈ کی فائرنگ سے دو نوجوان ہلاک ہوئے، پتھراؤ اور آنسو گیس شیلنگ سے پولیس اہلکاروں سمیت متعدد افراد زخمی ہوئے۔ جی ٹی روڈ پر ٹریفک معطل کر دیا گیا جبکہ مختلف سیکشنوں پر ٹرینوں کی آمدورفت روک دی گئی۔ ایک پولیس اسٹیشن پر بھی حملہ کیا گیا۔ اسلام آباد میں نوجوانوں نے پتھراؤ کیا اور سفارتی علاقے میں گھس گئے۔ ان واقعات کے بعد بہت سے لوگ یہ سوال کر رہے ہیں کہ کہیں ناموس رسالت ﷺ کے احترام و تقدس کے لئے کئے جانے والے مظاہروں میں شرپسند عناصر کسی سازش کے تحت تو شامل نہیں ہوئے اور تشدد آمیز کارروائیاں کر کے غیر ملکی میڈیا کو یہ موقع تو فراہم نہیں کیا جا رہا ہے کہ وہ مسلمانوں کو متشدد اور انتہا پسند ثابت کریں۔ عشق رسول ﷺ کا تقاضا تو یہ تھا کہ پرامن اور باوقار انداز میں مظاہرے کئے جاتے اور دنیا کو یہ دکھایا جاتا کہ رحمت للعالمین ﷺ کے پیروکاروں کے احتجاج میں بھی ایک وقار اور نظم و ضبط شامل ہوتا ہے۔ اس کا ایک عملی مظاہرہ اسلام آباد میں پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے حکومتی اور اپوزیشن ارکان کے مظاہرے میں کیا گیا جس کی ابتداء میں اگرچہ بعض لوگوں نے نعرے بازی کی کوشش کی مگر بعد میں پورے مظاہرے کے دوران خاموشی اختیار کی اور سفارتی علاقے میں دعا کی گئی۔ ویسے بھی دعا اہل ایمان کا وہ ہتھیار ہے جس میں تائید ایزدی شامل ہو جاتی ہے۔ اراکین پارلیمنٹ کے اس مظاہرے میں اقلیتی ارکان نے بھی شرکت کی اور واضح کیا کہ وہ اس احتجاج میں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہیں۔

لاہور کے احتجاجی مظاہروں کے شرکاء بھی یہ بات یقینی طور پر نہیں چاہتے ہوں گے کہ ان کے طرز عمل سے دنیا کو کوئی منفی پیغام ملے لیکن ان میں شامل بعض عناصر نے جس انداز سے توڑ پھوڑ اور تخریب

کاری کی وہ حب رسول ﷺ کے تقاضوں سے کسی طور بھی میل نہیں کھاتی۔ احتجاج میں تشدد اور تخریب کا عنصر شامل ہو جائے تو اصل مقصد پس پشت چلا جاتا ہے اور قومی املاک کو نقصان پہنچنے کے ساتھ ساتھ قومی وقار بھی مجروح ہوتا ہے۔ پھر یہ بات تو قابل غور ہے کہ جن لوگوں کی املاک تباہ ہوئیں، موٹر سائیکلیں اور گاڑیاں نذر آتش کی گئیں وہ بھی مسلمان ہیں، وہ بھی عشق رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار ہیں اور انہیں بھی توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے اتنا ہی دکھ پہنچا ہے جتنا کسی اور کو پہنچ سکتا ہے۔ ان میں سے بہت سوں کی زندگی بھر کی پونجی کو نذر آتش کرنے والوں نے شاید یہ سوچا بھی نہ ہوگا کہ جس نبی ﷺ سے محبت کے وہ خود داعی ہیں، اسی کے دوسرے شیدائیوں کو تکلیف سے دوچار کر رہے ہیں اور ان کا یہ فعل اسوۂ رسول ﷺ سے مطابقت نہیں رکھتا۔

توہین آمیز خاکے بنانا ایک انفرادی فعل تھا لیکن جس انداز سے اظہار رائے کی آزادی کے نام پر انہیں دوسرے ممالک کے اخبارات میں شائع کیا گیا اور پھر یورپی برادری کی طرف سے ان کا دفاع کیا گیا اس سے کسی سازش کی موجودگی کا تاثر مضبوط ہوتا ہے۔ ڈنمارک کی حکومت کا کہنا ہے کہ وہ مذکورہ کارٹون کی اشاعت میں ملوث نہیں اس لئے اس معاملے میں معذرت نہیں کرنا چاہتی۔ ڈنمارک میں جس طرح مسلم سفیروں سے بات چیت کرنے سے انکار کیا گیا اس سے بھی تعصب کی بو آتی ہے۔ یورپی یونین کے صدر نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ اظہار رائے کی آزادی جمہوری یورپی معاشرے کی اقدار میں شامل ہے جس پر کسی قسم کی مفاہمت نہیں ہو سکتی۔ ان کا کہنا ہے کہ اگرچہ توہین آمیز خاکوں سے پوری دنیا کے مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی اس کے باوجود عدم تشدد اور اظہار رائے جمہوریت کیلئے لازمی ہے۔ جہاں تک یورپی جمہوری معاشرے کی اقدار کا تعلق ہے، مغربی دانشور اس بات پر فخر کا اظہار کرتے ہیں کہ ان کے ہاں نسلی اور مذہبی تعصبات کو ہوا نہیں دی جاتی اور فرد کے انفرادی وقار کے احترام کے لئے بھی ہتک عزت کے قوانین موجود ہیں لیکن یہ بڑی عجیب بات ہے کہ دنیا کی ایک ارب سے زائد آبادی کے جذبات کو مجروح کرنے کے واقعہ کا آزادی اظہار کے نام پر دفاع کیا جا رہا ہے جبکہ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے منشور میں بھی یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ ''اپنے حقوق اور آزادیوں کے سلسلے میں ہر شخص قانون کی عائد کردہ ان پابندیوں کے دائرے میں رہے گا جن کا مقصد دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کے احترام کو یقینی بنانا ہے۔'' اور ''ان حقوق اور آزادیوں کو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے منافی استعمال نہیں کیا جا سکتا''۔ اس پس منظر میں بعض حلقوں کی یہ بات وزن رکھتی ہے کہ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کی گئی ہے اور ان کا مقصد تہذیبوں کے تصادم کی راہ ہموار کرنا ہے۔ پاکستان سمیت پوری دنیائے اسلام کو اس معاملے کے تمام پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے سوچ سمجھ کر حکمت عملی ترتیب دینا ہوگی۔ اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہوگا کہ 1979ء

میں مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو بیدار کر کے افغانستان میں جو کچھ کیا گیا اور بعد میں پھر اسی جذبے کو دہشت گردی کا نام دے کر جس انداز سے کارروائیاں کی گئیں، کہیں دل آزار کارٹونوں کے ذریعے مسلمانوں کے جذبات کو بڑھا کر اس نوع کے کسی ایسے منصوبے کو تو بروئے کار نہیں لایا جا رہا ہے جس کا مقصد املاک کی توڑ پھوڑ کر کے اپنی معیشت کو تباہ کرنا اور عالم اسلام کو کمزور کرنا ہو سکتا ہے۔ اسلامی دنیا کو اس وقت جن چیلنجوں کا سامنا ہے ان میں جوش کی نہیں ہوش کی ضرورت ہے تاکہ وہ خود کو سیاسی، سماجی اور معاشی طور پر مستحکم بنائیں۔ نائن الیون کے واقعہ کے بعد مسلم ممالک نے اس بات کی ضرورت پوری شدت کے ساتھ محسوس کی ہے کہ وہ سیاسی، سماجی اور اقتصادی طور پر مستحکم ہوں اور روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی راہ اختیار کر کے اسلام کے حقیقی تشخص کو اجاگر کریں لیکن بعض یورپی اخبارات میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے بعد عالم اسلام میں ایک بار پھر اشتعال اور انتشار کی کیفیت پیدا ہوتی نظر آ رہی ہے اور اسلام اور مسلمانوں کے حقیقی تشخص کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی کوششوں کے سبوتاژ ہونے کا خدشہ پیدا ہو رہا ہے۔ اس لئے ضروری اس بات کی ہے کہ احتجاج باوقار اور پرامن طریقے سے کیا جائے اور ایسا راستہ اختیار کیا جائے جس سے مغربی ممالک اور معاشرے کو موثر طور پر قائل کرنے میں مدد ملے۔ اس ضمن میں تحقیق اور دلائل کی راہ اختیار کی جانی چاہیے۔ اس کے علاوہ مسلم ممالک کو خود کو صنعتی اور اقتصادی طور پر مستحکم کرنے پر توجہ دینی چاہیے تاکہ مغرب کی محتاجی ختم ہو۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ ہم ایک طرف مغربی ملکوں کی دواؤں اور دیگر مصنوعات کی منڈی بنے ہوئے ہیں تو دوسری جانب ہمارے نوجوانوں کی بڑی تعداد مغربی ملکوں میں جا کر ملازمتیں کرنے پر مجبور ہے۔ مسلم ممالک کی اپنی معیشتیں مضبوط ہوں اور وہاں روزگار کے پرکشش مواقع موجود ہوں تو ان کے نوجوانوں کو مغربی ملکوں کا رخ کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ یہ سب باتیں سوچنے کی ہیں اور احتجاج کو جو رخ دیا جا رہا ہے اسے روکنا ضروری ہے۔ علمائے کرام اور سیاسی رہنماؤں کو ان تمام پہلوؤں پر سنجیدگی سے توجہ دینی چاہیے اور مظاہروں کے دوران کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دینی چاہیے کہ وہ اپنے طرز عمل سے دنیا کے سامنے اسلام اور مسلمانوں کی ایک مسخ شدہ تصویر پیش کرے۔ اپنی ہی املاک کو نقصان پہنچا کر اور اپنے ہی لوگوں کی جانوں کو خطرے میں ڈال کر ہم اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ اور بالواسطہ طور پر اسلام دشمن عناصر کے آلہ کار بن رہے ہیں۔ حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ بھی ہمیں یہی سکھاتا ہے کہ ہمارا طرز عمل دوسروں کے لئے متاثر کن ہونا چاہیے۔ حب رسول کا تقاضا ہے کہ ہم فراست مومن کے ذریعے ایسے طرز عمل کا مظاہرہ کریں جس سے اسلام دشمن عناصر کی ریشہ دوانیوں کو ناکام بنایا جا سکے۔ ہمارا احتجاج پرامن اور باوقار ہونا چاہیے اور مغربی دنیا کو اس کے اپنے فریم ورک میں ایسا موثر جواب دیا جانا چاہیے جس سے وہاں کی سوسائٹی پر دیرپا مثبت اثرات مرتب ہوں۔ (اداریہ۔ روزنامہ جنگ، 16 فروری، 2006ء)

توہین آمیز خاکے......

یورپ اور امریکہ کی بااثر شخصیات کردار ادا کریں

امریکہ کے سابق صدر بل کلنٹن نے ڈنمارک کے ایک اخبار میں توہین آمیز خاکے شائع کرنے کے واقعہ کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یورپی ممالک توہین آمیز خاکے شائع کرنے والوں کو سزا دیں۔ بل کلنٹن دوروزہ دورے پر پاکستان آئے ہوئے ہیں۔ وہ گذشتہ روز وزیراعظم شوکت عزیز سے ملاقات کے بعد ایوان وزیراعظم میں صحافیوں سے بات چیت کررہے تھے۔ امریکہ کے سابق صدر کا یہ کہنا ہر صورت درست ہے کہ کسی کے مذہب اور عقائد کی توہین نہیں ہونی چاہیے۔ ان کا کہنا ہے کہ یورپی اخبارات میں شائع ہونے والے توہین آمیز خاکے کم عقلی، ناسمجھی اور لاعلمی کا نتیجہ ہیں۔ اسلام امریکہ میں تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے اور امریکی و یورپی عوام کی اکثریت دل سے اسلام کی عزت کرتی ہے۔ اور صدر جنرل پرویز مشرف کا یہ کہنا اہم اور حقیقت ہے کہ حکومت خاکوں کی اشاعت پر ہونے والے احتجاج کو نہیں روک سکتی کیونکہ یہ امت مسلمہ کے دین اور ایمان کا مسئلہ ہے کوئی مسلمان چاہے وہ کتنا ہی لبرل کیوں نہ ہو توہین رسالت ﷺ کو برداشت نہیں کرسکتا اور یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ ڈنمارک کے ایک اخبار نے یہ توہین آمیز کارٹون شائع کئے اور بعد میں انہیں یورپ کے کئی ممالک میں کیوں شائع کیا گیا۔ یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا یورپ اور امریکہ تہذیبوں کا تصادم چاہتا ہے۔ اس وقت سارا عالم اسلام سراپا احتجاج ہے اور جس غم وغصہ کا اظہار کیا جارہا ہے اس بات کا امکان موجود ہے کہ کچھ شرپسند عناصر اس کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرسکتے ہیں۔ اگرچہ امریکہ کے صدر، برطانیہ کے وزیراعظم اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے بھی اس واقعہ کی مذمت کی ہے لیکن اس کے تدارک کے لئے ابھی تک کسی اہم شخصیت نے آگے بڑھ کر مثبت اقدام نہیں کیا۔ امریکہ کے سابق صدر کا اسلام آباد میں بیان خوش آئند ہے کہ کسی صورت بھی کسی کے مذہبی جذبات کی توہین کو آزادی اظہار قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی یہ پریس کی آزادی ہے کہ جس کا جو جی چاہے شائع کرے خصوصاً مذہب کا عزت واحترام کیا جانا چاہیے۔ سابق صدر امریکہ نے درست کہا ہے کہ کسی کے مذہبی جذبات کی توہین نہیں ہونی چاہیے۔ اس وقت توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے عالم اسلام میں مغرب کے بارے میں جو نفرت اور بے چینی کے

جذبات بھڑک رہے ہیں ان کو سرد کرنے کے لئے فوری اور ضروری اقدامات وقت کی ضرورت ہیں۔
سابق صدر بل کلنٹن نہ صرف امریکہ بلکہ عالمی سطح کی ایک اہم اور معتبر شخصیت ہیں انہیں آگے بڑھ کر اس موقع پر اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ وہ یورپی یونین اور اقوام متحدہ کو اس سلسلہ میں کردار ادا کرنے کیلئے کہیں اور ڈنمارک کی حکومت پر زور دیں کہ ذمہ دار اخبار کے خلاف فوری قانونی کارروائی کی جائے اور سابق صدر اقوام متحدہ کے ذریعہ ایسی قانون سازی کروائیں کہ اس طرح کا واقعہ آئندہ سرزد نہ ہو سکے۔

(اداریہ۔ روزنامہ جنگ، 19 فروری 2006ء)

احتجاجی مظاہرے۔

علمائے کرام بھی اپنی ذمہ داریاں پوری کریں

صدر جنرل پرویز مشرف نے کہا ہے کہ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے پوری امت مسلمہ کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ یہ کسی فرد واحد کا مسئلہ نہیں بلکہ پوری امت کا مسئلہ ہے۔ پاکستان کی حکومت اور عوام کا اس مسئلہ پر موقف بالکل واضح ہے۔ پاکستان نے ہر سطح پر نہ صرف اس کی مذمت کی ہے بلکہ او آئی سی کی سطح پر بھی اس مسئلے کو اٹھایا جارہا ہے اور اقوام متحدہ میں بھی یہ مسئلہ پیش کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب منیر اکرم کو ضروری احکامات جاری کر دیئے گئے ہیں۔ صدر نے کہا کہ وہ مارچ کے پہلے ہفتے میں امریکی صدر بش کے دورۂ اسلام کے موقع پر بھی اس مسئلہ پر ان سے تبادلہ خیال کریں گے کیونکہ اس کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے تہذیبوں کے درمیان تصادم کے خطرناک تصورات کا پرچار کرنیوالوں کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔ لہٰذا پوری عالمی برادری کا فرض ہے کہ وہ نہ صرف افہام وتفہیم کے فروغ کے لئے بلکہ ان خاکوں کی اشاعت سے پیدا ہونے والی خلیج کو پر کرنے میں مدد دے۔ صدر نے ان خیالات کا اظہار ممتاز علمائے کرام کے 8 رکنی وفد سے ملاقات کے دوران کیا اور اس امر کی بھی یقین دہانی کرائی کہ پر امن احتجاج کو نہیں روکا جائے گا۔ دریں اثناء وزیراعظم شوکت عزیز نے بھی علماء ومشائخ کے ایک وفد سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ حکومت بعض مغربی اخبارات میں شائع ہونے والی خاکوں سے پیدا ہونے والی صورتحال سے پوری طرح آگاہ ہے اور او آئی سی کے پلیٹ فارم کے ذریعے صورتحال کو عالمی سطح پر اجاگر کرنا چاہتی ہے تاکہ امت مسلمہ کا نقطہ نظر، اس کے احساسات وجذبات عالمی برادری تک پہنچ سکے۔ ان خاکوں کی اشاعت کے خلاف پر امن احتجاج سب کا حق ہے لیکن اسکی آڑ میں سیاسی مقاصد پورے کرنا اور عام آدمی کے جان و مال کو نقصان پہنچانا دین اسلام کی تعلیمات کے منافی ہے۔

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر کے مسلمان ممالک اور پوری امت مسلمہ کے جذبات واحساسات روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ پاکستان کی حکومت نے ابتداء میں ان خاکوں کے خلاف ریلیوں اور جلوسوں کی مکمل آزادی دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی لیکن پشاور،

لاہور بعض دوسرے شہروں میں بڑے پیمانے پر نجی اور سرکاری املاک کو جو نقصان پہنچایا گیا اس کے پیش نظر حکومت کو شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کے لئے بعض انتظامی اور حفاظتی اقدامات اٹھانا پڑے۔ جہاں تک اس مسئلے کو عالمی سطح پر اٹھانے کا سوال ہے پاکستان نے اس میں بھی کسی تساہل کا مظاہرہ نہیں کیا۔ 14 فروری کو جدہ میں منعقد ہونے والے او آئی سی کے اجلاس میں پاکستان کی طرف سے اس سلسلے میں متعدد تجاویز پیش کی گئیں۔ اقوام متحدہ میں او آئی سی گروپ توہین آمیز خاکوں کا مسئلہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اٹھانے کا اعلان کر چکا ہے۔ اسلامی ممالک کے سفیروں کے اجلاس میں پاکستان کی طرف سے جنرل اسمبلی میں پیش کرنے کیلئے تجویز کردہ قرارداد میں ترامیم کا فیصلہ کیا جا چکا ہے اور اقوام متحدہ میں تمام مسلمان ممالک کے سفیروں نے پاکستان کی اس تجویز کی بھرپور حمایت کی ہے۔ اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب نے دوٹوک اعلان کیا ہے کہ اگر ہم نے اپنے دین اور پیغمبر کو بھی نشانہ بنائے جانے پر ردعمل ظاہر نہ کیا تو پھر کب کریں گے۔ او آئی سی کے سیکرٹری جنرل اکمل الدین احسان اوغلو اور وزیراعظم شوکت عزیز اسلام آباد میں ایک مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کر چکے ہیں کہ پاکستان نے او آئی سی کے وزرائے خارجہ کا غیر معمولی اجلاس بلانے کی باضابطہ درخواست کی ہے۔

ان تفصیلات، صدر جنرل پرویز مشرف اور وزیراعظم شوکت عزیز کی یقین دہانیوں اور پورے ملک میں احتجاجی جلسے جلوسوں اور ریلیوں کی اجازت دینے سے یہ امر تو بہرحال واضح ہو جاتا ہے کہ حکومت پاکستانی عوام اور پوری امت مسلمہ کے جذبات کا گہرا ادراک رکھتی ہے۔ اس مسئلہ پر حکومت اور عوام کا موقف یکساں ہے۔ لیکن احتجاجی مظاہروں اور جلسے جلوسوں کے دوران شہریوں کے جان و مال اور نجی و سرکاری املاک کا تحفظ صرف حکومت ہی نہیں بلکہ احتجاج کرنیوالوں اور احتجاجی جلوسوں کی قیادت کرنے والوں کی بھی ذمہ داری ہے بالخصوص ایک مذہبی مسئلہ کے حوالے سے علمائے کرام کو بھی اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کیلئے آگے آنا ہوگا اور نہ صرف پاکستانی عوام بلکہ پوری دنیا پر واضح کرنا ہوگا کہ اسلام امن و سلامتی کا دین ہے، وہ کسی مسلمان تو کجا کسی غیر مسلم کی جان و مال سے کھیلنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ 9/11 کے واقعات کے بعد پوری امت مسلمہ کو جن انتہائی خطرناک چیلنجز کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ان کا تقاضا یہ ہے کہ جذباتی طور طریقے ترک کرتے ہوئے ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھایا جائے اور اسلامی تعلیمات اور دینی شعائر کو پیش نظر رکھا جائے تا کہ وہ عناصر جو اس وقت تہذیبوں کے درمیان تصادم کی راہ ہموار کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں ان کی حوصلہ شکنی ہو اور مسلمانوں کے مسائل و مشکلات میں اضافہ کی بجائے ان پر قابو پانے میں مدد مل سکے۔ علمائے کرام کی پوری مستعدی کے ساتھ آگے آ کر یہ محاذ

سنبھالنا ہوگا۔عوام کی صحیح رہنمائی کرنی ہوگی۔حکومت اور عوام کے درمیان غلط فہمیوں کے ازالے کے ساتھ ساتھ اعتماد کی بہتر فضا پیدا کرنا ہوگی اور اپنے فکر وعمل سے نہ صرف پاکستانی عوام بلکہ اسلام اور مسلمانوں کو ہدف تنقید بنانے والوں پر واضح کرنا ہوگا کہ پاکستان عالمی سطح پر پائیدار امن کے قیام، ترقی، مختلف تہذیبوں کے درمیان غلط فہمیوں کے ازالہ اور مذاہب کے درمیان ہم آہنگی کے فروغ کے لئے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لا رہا ہے جو عناصر تہذیبوں کے درمیان تصادم کی خطرناک کوششوں میں مصروف ہیں اور مذاہب کے درمیان ہم آہنگی کی بجائے غلط فہمیاں پیدا کرنا چاہتے ہیں پوری عالمی برادری کو ان کے خلاف متحد ہو جانا چاہیے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ کسی بھی مذہب، اس کی تعلیمات اور کسی بھی پیغمبر یا مذہبی رہنما کی شان میں گستاخی یا توہین آمیز رویہ اختیار نہ کیا جائے۔خیر سگالی کا جذبہ یکطرفہ نہیں دوطرفہ بنیادوں پر ہی نتیجہ خیز اور بار آور ثابت ہو سکتا ہے۔علمائے کرام کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نہ صرف پاکستانی عوام بلکہ پوری امت مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینا ہے اور دلیل و برہان سے یہ ثابت کرنا ہے کہ اسلام تشدد اور انتہا پسندی کا دین نہیں۔مسلمانوں کو ہر قدم دینی شعائر کی روشنی میں اٹھانا ہوگا اور اپنے فکر وعمل سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ مسلمان تمام انبیاء اور تمام مذاہب کا نہ صرف احترام کرتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک کسی بھی مذہب کی توہین قابل مذمت ہے۔یہ بھی ضروری ہے کہ تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء اس عظیم چیلنج سے نمٹنے کیلئے اپنے فروعی اختلافات بالائے طاق رکھ دیں تا کہ ان کی فکری و نظریاتی ہم آہنگی ان کے عملی کردار کے ایک ٹھوس ثبوت کی صورت میں پوری امت کے لئے قابل تقلید مثال ثابت ہو سکے۔جہاں تک حکومت کے نزدیک اس انتہائی حساس مسئلے پر عوام کے جذبات کے احترام اور تحفظ ناموس رسالت کے حق میں کئے جانے والے پر امن مظاہروں کی اجازت دینے کا تعلق ہے صدر مشرف نے علماء کے وفد کے اس موقف سے اتفاق کیا کہ وہ صرف ناموس رسالت کی خاطر احتجاج کرنا چاہتے ہیں، ان کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا ملک بھر میں ایسے مقامات تجویز کئے جائیں جہاں پر امن احتجاج کیا جا سکے۔انہوں نے وزیر اعلیٰ پنجاب اور باقی صوبائی حکومتوں سے بھی کہا کہ وہ احتجاج کرنے والوں کے لئے مختلف مقامات کا تعین کریں تا کہ امن وامان اور ٹریفک کے مسائل پیدا نہ ہوں۔حکومت توہین آمیز خاکوں کے خلاف پر امن احتجاج کو کسی صورت نہیں روکے گی تاہم کسی کو سیاسی مقاصد حاصل نہیں کرنے دیئے جائیں گے اور توڑ پھوڑ اور جلاؤ گھیراؤ کی بھی اجازت نہیں دی جائے گی۔توقع رکھنی چاہیے کہ صدر کی اس یقین دہانی کے بعد احتجاج کرنے والی جماعتیں اسے سیاسی کھیل بنانے سے اجتناب کریں گی اور علمائے کرام احتجاجی مظاہروں کو پر امن رکھنے میں ایک مثبت اور نتیجہ خیز کردار ادا کریں گے۔ (اداریہ۔روزنامہ جنگ، 27 فروری، 2006ء)

عذر گناہ بدتر از گناہ

یورپی کمیشن نے ڈنمارک اور دیگر ممالک کے اخبارات میں توہین آمیز اور گستاخانہ خاکے شائع کرنے کے خلاف احتجاج اور یورپی مصنوعات کے بائیکاٹ کے مطالبے کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ بنیادی انسانی حقوق کیلئے خطرناک اور دہشت گردوں کو پناہ دینے والے عناصر سے کوئی بات نہیں ہوسکتی یورپی کمیشن کے نائب صدر فرانکو فرینٹی کے مطابق یورپی یونین اور اس کے دیگر ادارے آزادانہ اصولوں پر مبنی ہیں خاکوں کی اشاعت کے بعد وہ اسلامی معاشرے میں پائے جانے والے غم وغصے اور جذبات کو سمجھتے ہیں لیکن ایسے واقعات سے مذاہب اور ثقافتوں کے مابین مذاکرات میں کوئی مدد نہیں مل سکتی انہوں نے کہا کہ اظہار رائے کی آزادی اور تنقید کا حق یورپی اصولوں کی بنیاد ہے اختلاف رائے اگرچہ توہین آمیز ہی کیوں نہ ہو مباحثے کی راہ ہموار کرتا ہے ہم اپنی پالیمانوں اور پریس میں بعض اوقات انتہائی جذبات اور تلخ باتیں کرتے ہیں اور اب یہ اصول بن چکا ہے کہ مسلح اور پرتشدد معرکہ آرائی کے بجائے قانون کی حکمرانی کیلئے الفاظ اور آئیڈیاز کی جنگ لڑی جائے انہوں نے کہا تشدد، انتقامی کارروائی اور اشیاء کے بائیکاٹ کے مطالبات سمیت پریس کی آزادی پر قدغن لگانے کے مطابق ناقابل قبول ہیں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت پر اسلامی ممالک کے احتجاج اور مصنوعات کے بائیکاٹ کا استرداد خاکوں کی اشاعت پر مجرمانہ خاموشی کی طرح ہی قابل مذمت اور ناقابل برداشت ہے علاوہ ازیں یہ اس امر کی علامت بھی ہے کہ مغربی ممالک اپنی غلطی کو تسلیم کرنے کی بجائے ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے اپنے مکروہ فعل کے نت نئے جواز پیش کر رہے ہیں حالانکہ اگر وہ اپنے کیے پر شرمندگی وندامت کا اظہار کرتے تو یہ معاملہ کب کا ختم ہو چکا ہوتا مگر وہ ایک منظم منصوبہ بندی اور حکمت عملی کے تحت تواتر کے ساتھ مسلمانوں کو مشتعل کرنے والے اقدامات کرتے ہوئے یہ بھول جاتے ہیں کہ ہر عمل کا ردعمل ہوتا ہے اور ردعمل کا ردعمل نہایت شدید ہوتا ہے یورپی کمیشن کے نائب صدر ایک طرف انسانی حقوق کی بات کرتے ہیں اور دوسری جانب اربوں مسلمانوں کے ایمان کی بنیاد تاجدار ختم نبوت کے نعوذ باللہ توہین آمیز خاکے شائع کرنے کے عمل کو درست قرار دیتے ہوئے اس کی حمایت کرتے ہیں حالانکہ کوئی بھی مذہب مسلک کسی بھی مذہب کی مقدس شخصیات کی توہین اور عقائد پر حملوں کی اجازت نہیں دیتا ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ آج تک کسی مسلمان نے معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے متعلق کبھی نہیں سوچا ہوگا

کیونکہ تمام انبیاء پر ایمان مسلمانوں کے عقیدے کی بنیاد ہے اور آزادی اظہار کے نام پر کسی کو یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ کسی کے عقیدے اور مقدس شخصیات کے خلاف ہرزہ سرائی کرے عیسائیوں کا مقصد مرکز ویٹی کن بھی اس کی بھرپور مذمت کر چکا ہے ایسے میں یہ کس طرح درست قرار دیا جاسکتا ہے کہ اظہار رائے کی آزادی اور تنقید یورپی اصولوں کی بنیاد ہے اگر ایسا ہی ہے تو احتجاج کو اظہار رائے کی آزادی سے کیوں تعبیر نہیں کیا جارہا اور اس پر اعتراضات کیا معنی رکھتے ہیں کیا یہ یورپی یونین نے قلعہ جنگی، گوانتا موبے اور ابوغریب جیل میں ڈھائے جانیوالے انسانیت سوز مظالم کی بھرپور مذمت کرتے ہوئے امریکہ کے خلاف احتجاج کیا گیا یورپی یونین کو یہ توفیق ہوئی کہ وہ افغانستان وعراق میں لاکھوں بے گناہوں کے قتل عام پر اپنا احتجاج ریکارڈ کرایا، کیا کشمیر وفلسطین میں بھارت واسرائیل کی ریاستی دہشت گردی پر ان کے کانوں پہ جوں تک بھی رینگی بوسنیا اور چیچنیا میں ڈھائے جانے والے مظالم پر وہ کیوں مہر بلب ہیں عراق وافغانستان میں درجنوں قتل ہونیوالوں کی طرف سے مزاحمت کو کس طرح دہشت گردی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے یہ کس قدر مضحکہ خیز امر ہے کہ توہین آمیز اختلاف رائے کو درست قرار دیتے ہوئے اس مباحثے کی راہ ہموار کرنے کے مترادف گردانا جائے اپنی پارلیمانوں اور پریس میں ایک دوسرے پر تنقید قطعی ایک علیحدہ معاملہ ہے جبکہ کسی مذہب کی مقدس شخصیات پر حملہ قطعاً ایک ناقابل معافی جرم ہے جس کی حمایت عذر گناہ بدتر از گناہ کے مترادف ہے مسلمانوں نے آج تک یہودیوں یا عیسائیوں کے کسی پوپ یا پادری کے خلاف کوئی گستاخانہ جملہ ادا نہیں کیا کیونکہ مسلمان تمام مذاہب کے احترام پر یقین رکھتے ہیں اور ناموس رسالت پر رکیک حملوں کو قطعی برداشت نہیں کر سکتے غور طلب امر یہ ہے کہ جب دنیا میں دہشت پھیلانے والے قابل معافی نہیں ہیں تو توہین رسالت کے مرتکبین کو بھی تنقید کی آزادی اور اختلاف رائے کی آڑ میں اپنے جرم سے ماورا قرار نہیں دیا جاسکتا اسلام میں توہین رسالت کی سزا موت ہے اور مغربی دنیا بھی اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے آزادی رائے کے احترام اور حق سے کسی کو بھی انکار نہیں کیا ہوسکتا لیکن ہر چیز کی طرح آزادی کی بھی حدود وقیوس ہیں اور حدود سے تجاوز کی اجازت قطعی نہیں دی جاسکتی ہم توڑ پھوڑ اور گھیراؤ جلاؤ کی حمایت نہیں کرتے لیکن جذبات کی رو میں اس نوع کا کوئی بھی اقدام ایک فطری عمل ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ ایسی صورتحال کو پیدا کرنے کا موجب بننے والی تمام راہیں ہی مسدود کر دی جائیں۔

(اداریہ۔روزنامہ جناح، 8 فروری، 2006ء)

ڈنمارک کا ہٹ دھرمی پر مبنی طرز عمل

ڈنمارک نے پاکستان میں اپنا سفارتخانہ غیر معینہ مدت کے لئے بند کرتے ہوئے سفارتی امور کی نگرانی جرمن سفارتخانے کے سپرد کر دی ہے تاہم ڈینش دفتر خارجہ کے ترجمان لارس تھیوسن نے فرانسیسی خبر رساں ادارے سے گفتگو میں پاکستان کے ساتھ سفارتی تعلقات کے انقطاع کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ مذکورہ فیصلہ سیکیورٹی کی صورتحال کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ پاکستان نے توہین آمیز خاکوں سے پیدا صورتحال پر مشاورت کیلئے کوپن ہیگن سے اپنے سفیر جاوید قریشی کو اسلام آباد طلب کر لیا ہے۔ دفتر خارجہ کی ترجمان تسنیم اسلم نے ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ سفیر کی طلبی کو ڈنمارک کے سفارتخانے کی عارضی بندش سے منسلک نہ کیا جائے۔ انہوں نے مزید وضاحت کی کہ ڈنمارک کی حکومت نے پاکستان کو سفارتخانے کی بندش کے اقدام سے باضابطہ طور پر آگاہ نہیں کیا۔ ڈنمارک کے اخبارات میں توہین رسالت ﷺ پر مبنی خاکوں کی اشاعت نے دنیا بھر کے مسلمانوں میں بے چینی اور غم وغصہ کی جو لہر پیدا کی تھی وہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شدت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ حضور رسالت مآب ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیوں پر ڈنمارک اور دیگر یورپی ممالک کے مجرمانہ موقف نے اسلامی دنیا میں اس کا منفی حل وہ نہیں جو ڈینش سفارتخانے کی بندش کی صورت میں سامنے لایا گیا ہے بلکہ اس سے تو یہی پیغام مل رہا ہے کہ ڈینش حکومت جرم کو جرم تسلیم کرنے سے بوجوہ گریزاں ہے اسی لئے اس نے مسلمانوں سے معذرت کی بجائے اپنے سفارتی عملے کو واپس بلانے ہی کو کافی جانا ہے حالانکہ ایسا کرنے سے مسلمانوں کے اشتعال میں کمی نہیں بلکہ اضافہ ہی ہوگا۔ اگر مہذب یورپی دنیا اسی طریقہ کار پر عمل کرنے لگ گئی تو آخر وہ کون کون سے مسلم ممالک میں اپنے سفارتخانے بند کرے گی کیونکہ احتجاج واشتعال صرف پاکستان تک محدود نہیں بلکہ اس کا دائرہ پوری دنیا میں پھیل چکا ہے۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ یورپ کے ارباب حل وعقد مسلمانوں کے ساتھ تصادم کی پالیسی پر نجانے کیوں مصر ہیں اور اپنی تمام تر قوت صرف کرتے ہوئے تہذیبوں کے درمیان جنگ کو بھڑکانے میں حد سے زیادہ عجلت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اہل مغرب نے حضور سرور کونین ﷺ کی عزت وناموس کو ہدف بنانے کا قدم بے سوچے سمجھے نہیں اٹھایا بلکہ انہیں تمام نتائج وعواقب کا بھرپور احساس وادراک تھا۔ ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی اس حقیقت سے بے خبر ہو سکتا ہے کہ مسلمان آنحضرت ﷺ کی عزت وحرمت کو مقدم ترین امر سمجھتے ہیں اور ان کے بارے میں

کوئی ہلکی سی نازیبا حرکت ان کیلئے ناقابل برداشت ہے۔افسوسناک بات ہے کہ اہانت رسول ﷺ کے سنگین جرم کو آزادی صحافت کا ایشو بنا کر پیش کیا جارہا ہے اور معاملے کی حساسیت سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک عالمگیر تصادم کو بڑھاوا دینے کی تدبیر کی جارہی ہے۔دہشت گردی کے خلاف پانچ سال سے جاری جنگ کے تناظر میں مسلمانوں کے جذبات بھڑکانے کی حالیہ کوشش کے پس پردہ مقاصد کو سمجھنا ایک باشعور مسلمان کیلئے چنداں مشکل نہیں رہا۔اس وقت جبکہ دنیا بھر میں مسلمانوں کا احتجاج جاری ہے ڈنمارک کی حکومت نے مسلم امہ سے معذرت کرنے کی بجائے اپنا سفارتخانہ بند کر کے گویا اس واقعہ کی سنگینی مسترد کی ہے اور سیکورٹی انتظامات کو غیر تسلی بخش قرار دے کر گویا ہمیں ہی مورد الزام ٹھہرانے کی کوشش کی ہے۔مسلمانان عالم پوچھتے ہیں کہ اہل مغرب کے نزدیک آزادی اظہار کا مطلب کیا یہی ہے کہ سوا ارب مسلمانوں کے جذبات مجروح کئے جائیں اور رسول اکرم ﷺ کی ذات کو توہین کا نشانہ بنایا جائے۔مسلمانوں کو مہذب بننے کا درس دینے والے یورپی ممالک مسلمانوں کی طرف سے ایک پیغمبر کی شان میں گستاخی کا کوئی ایک بھی واقعہ بتا سکتے ہیں۔مقام حیرت ہے کہ کسی معاملے پر میڈیا کو پابند بنانا ہو تو مغربی ممالک کسی آرڈیننس کے ذریعے پریس کی آزادی دبانے سے بھی اجتناب نہیں کرتے۔کیا مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کی اس جسارت کو روکنے کیلئے اس نوع کا کوئی قدم نہیں اٹھایا جا سکتا تھا۔

(اداریہ۔روزنامہ جناح،19فروری،2006ء)

قاضی عیاض

، امام ابن عتاب مالکی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ”قرآن وحدیث اس بات کو واجب کرتے ہیں کہ جو بھی نبی مکرم ﷺ کی ایذا کا ارادہ کرے یا آپ ﷺ کی تنقیص کرے اشارۃً یا صراحۃً اگرچہ وہ توہین معمولی سی ہی کیوں نہ ہو تو اس کو قتل کرنا واجب ہے“

(الشفاء، جلد:۲، صفحہ:۲۱۹)

مغرب کی دوعملی

اسلامی کانفرنس تنظیم نے ڈنمارک کے اخبار کے ایڈیٹر کے معافی نامے کو مسترد کرتے ہوئے ڈنمارک کی حکومت سے معافی مانگنے کا مطالبہ کرتے ہوئے اخبار کے ایڈیٹر پر مجرمانہ اقدامات کا مقدمہ دائر کرنے کا مطالبہ کیا ہے اوآئی سی نے اقوام متحدہ سے بھی کہا ہے کہ وہ اسلام اور دوسرے مذاہب میں توہین کے خلاف قرارداد منظور کرے دریں اثناء ڈنمارک کے اخبار جے لینڈز پوسٹن نے واضح کیا ہے کہ اس نے خاکوں کی اشاعت پر مسلمانوں سے معافی نہیں مانگی تین عربی اخبارات میں شائع ہونے والا معافی نامہ جعلی تھا ڈنمارک کے اخبار کی طرف سے معافی نامے پر مبنی شائع شدہ اشتہار کا استرداد اور ڈنمارک کی حکومت سے معافی مانگنے کا اوآئی سی کا مطالبہ بالکل درست ہے اسی طرح اس معاملے پر اقوام متحدہ کی مجرمانہ خاموشی غور طلب ہے۔ جے لینڈز پوسٹن کا متذکرہ اشتہار سے انکار اور اخبار، ایڈیٹر، کارٹونسٹ اور حکومت کا اپنے موقف پر ڈٹے رہنا ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر یہ اشتعال انگیز اقدام اٹھایا ہے اور انہیں اربوں مسلمانوں کے جذبات کی کوئی پرواہ نہیں ہے اس پر طرہ یہ کہ ڈنمارک اور ناروے اس اقدام کی مذمت اور معافی مانگنے کی بجائے توہین آمیز کارٹون تیار کرنے والے کارٹونسٹ کے قتل پر انعام مقرر کرنے کے عمل کی مذمت کرتے ہوئے اسے قرآنی تعلیمات کے برعکس قرار دے رہے ہیں لیکن انہی قرآنی تعلیمات کی روشنی میں گستاخ رسول کو سزا دینے پر آمادہ نہیں مغرب، کی دوعملی کا یہ عالم ہے کہ دوسری جنگ عظیم میں ہولوکاسٹ (یہودیوں کے قتل عام) سے انکار کر کے ان کی دل آزاری کرنیوالے ممتاز برطانوی تاریخ دان ڈیوڈ اورنگ کو 17 سال قبل کی جانے والی بات پر حراست میں لے لیا گیا ہے اور اس مقدمے میں انہیں دس سال قید کی سزا سنائی جاسکتی ہے مگر انہیں یہاں آزادی اظہار دکھائی نہیں دیتا حالانکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس پر اختلاف کی گنجائش موجود ہے تاہم حضور اکرم ﷺ کی ذات پر کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے اس سلسلے میں جب تک مسلمان اقوام فیصلہ کن اور نتیجہ خیز قدم نہیں اٹھائیں گی مغرب کی ہرزہ سرائی کو روکنے میں کامیابی نہیں ہوسکتی۔

(اداریہ۔ روزنامہ جناح، 22 فروری 2006ء)

توہین مذاہب کے سدباب کے لئے
عالمی سطح پر قانون سازی کی ضرورت

او آئی سی کے سیکرٹری جنرل اکمل الدین اوگلو نے وزیر اعظم شوکت عزیز کے ہمراہ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ توہین رسالت کے مرتکب ممالک کا معافی نہ مانگنا افسوسناک ہے اس معاملے کو حل ہونا چاہیے تاہم پرتشدد ہنگاموں سے کاز کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ توڑ پھوڑ کوئی معقول ردعمل نہیں اور نہ ہی اس بارے میں قتل کا فتویٰ جائز ہے مذاہب کی توہین روکنے کیلئے اقوام متحدہ کو ضروری قانونی سازی کرنی چاہیے اور اس کیلئے موجودہ قراردادوں کی تبدیلی یا نئے پروٹوکول اور کنونشن سمیت تمام تقاضے بروئے کار لائیں جائیں۔ مشترکہ لائحہ عمل کی تیاری کیلئے اسلامی وزرائے خارجہ کا ہنگامی اجلاس بلوایا جائے گا۔ مذہب کی توہین کو جرم قرار دیا جائے احتجاج کے دوران تخریب کاری اسلامی روایات کے منافی ہے اس موقع پر وزیر اعظم شوکت عزیز نے بتایا کہ یورپی یونین کو مسلمانوں کے جذبات سے آگاہ کرنے کیلئے حکومت واپوزیشن ارکان پر مشتمل پارلیمانی وفد برسلز جائے گا۔ انہوں نے زور دیا کہ او آئی سی اقوام متحدہ اور یورپی یونین کے ساتھ مل کر مسئلہ کا مستقل حل تلاش کیا جائے۔ قبل ازیں او آئی سی کی سائنس وٹیکنالوجی تعاون کی سٹینڈنگ کمیٹی کامسٹیک کی 12 ویں جنرل اسمبلی کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم نے کہا کہ تہذیبوں میں بڑھتی ہوئی خلیج کو دور کرنے اور اسلام سے متعلق غلط فہمیوں کے ازالے کیلئے اقوام متحدہ سمیت دیگر عالمی فورموں پر مکالمہ شروع کرنا ہوگا۔ توہین رسالت کی حالیہ ناپاک جسارت اسلام اور مغرب کے مابین ٹکراؤ کی ایک جاہلانہ کوشش ہے۔ توہین آمیز خاکوں کے مرتکب افراد اسلام کی مقدس تعلیمات سے نابلد ہیں لیکن ہم کسی کو ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ دنیا میں ہم آہنگی کیلئے تمام تہذیبوں اور ثقافتوں کا یکساں احترام ضروری ہے۔ ڈنمارک اور دیگر یورپی ممالک کے اخبارات میں پیغمبر اسلام ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے بعد عالمگیر سطح پر جاری احتجاج کا سلسلہ ہر گزرتے دن کے ساتھ شدت اختیار کرتا جا رہا ہے معاملے کے طول پکڑنے کی اصل وجہ یہی ہے کہ توہین رسالت کے مرتکبین اپنے جرم کی سنگینی تسلیم کرنے پر بوجوہ آمادہ نہیں ہو رہے اور پوری امت مسلمہ کے جذبات مجروح کرنے کے

باوجود ان کا رویہ بدستور گستاخی پر مبنی ہے۔ مسلمانوں کے اندر پائے جانیوالے اشتعال کو دیکھ کر بھی مہذب ہونے کے دعویدار یورپی ممالک کا رویہ روبہ اصلاح نہیں ہورہا اور دنیا میں سب سے تیزی سے پھیلنے والے مذہب کے ماننے والوں کو برانگیختہ کرنے کی اس دیدہ دانستہ کوشش کو وہ آزادی اظہار کے معاملے کا روپ دینا چاہتے ہیں حالانکہ ایک فرد کو تمسخر کا نشانہ بنانا بھی تہذیب وشائستگی کے اصولوں کی رو سے جائز نہیں سمجھا جاتا کجا یہ کہ سوا ارب سے زائد انسانوں کے دل زخمی کے جائے کئے جائیں۔ڈنمارک کے اخبار جے لینڈز پوسٹن کے ایڈیٹر فلیمنگ روز نے واشنگٹن پوسٹ میں شائع ہونیوالے مضمون میں کمال ڈھٹائی و بے شرمی سے اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے فعل پر نادم نہیں اور یہ تنازع مسلمانوں کے یہودی معاشرے میں ضمن ہونے کا موجب بنے گا۔حیرت انگیز امر یہ ہے کہ مغرب کی طرف سے مسلمانوں کو مزید اشتعال دلانے کی کوششیں بدستور جاری ہیں اور یورپی دنیا کوئی ایسا تاثر نہیں دے سکی جس سے مسلمان یہ سمجھ سکیں کہ توہین رسالت کی یہ جسارت ایک انفرادی عمل تھا۔جب ایک شخص کے عمل کو پورا یورپ سپورٹ فراہم کررہا ہے تو پھر اس نتیجے پر پہنچنا مشکل نہیں کہ یہ واقعہ ایک سوچی سمجھی سازش تھی ورنہ انسانی حقوق کیلئے ہر پل بے چین ہو جانے والا مغرب اس معاملے میں جیں بجبیں ضرور ہوتا۔مغربی دنیا کے دوہرے معیار کی عکاسی اس سے بخوبی ہوتی ہے کہ وہ یہودیوں کے خلاف سترہ سال قبل لکھی گئی کتاب ۔ کے مصنف کو تو قانون کی تحویل میں لے لیتے ہیں مگر نبی آخر الزمان ﷺ کی شان اقدس کو نشانہ تضحیک بنانے کی جسارت پر ان کا قانون حرکت میں نہیں آتا۔ستم ظریفی یہ ہے کہ توہین آمیز خاکے یکے بعد دیگرے دوسرے اخبارات میں بھی شائع ہورہے ہیں اور تواتر و تسلسل کے ساتھ جاری اس مذموم عمل کی حوصلہ افزائی بھی کی جارہی ہے۔ مسلمان دیانتداری کے ساتھ اس رائے پر پہنچے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے گستاخوں کی پشت پر پوری یورپی دنیا کھڑی ہے یورپی حکومتیں امت مسلمہ کے مجرموں کو مکمل تحفظ فراہم کئے ہوئے ہیں اور خود ان اخبارات کے ایڈیٹر و کارٹونسٹ اپنے فعل کا دفاع کرکے گویا جلتی پر تیل ڈال رہے ہیں حالانکہ اپنی غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے مسلمانوں سے معافی مانگ لی جاتی اور یورپی حکومتیں توہین آمیز خاکوں پر آزادی اظہار کا لیبل لگا کر اپنی درپردہ حمایت وسر پرستی کا کھلے عام اظہار نہ کرتیں تو دنیا کے طول وعرض میں مسلمانوں کے اندر اشتعال واضطراب نہ بڑھنے پاتا لیکن کیا کیا جائے کہ مسلمانوں کے دشمن اس معاملے پر یکجان ہو چکے ہیں اور وہ تہذیبوں کے مابین تصادم کو ہوا دینے کیلئے انتہائی عجلت میں نظر آرہے ہیں۔اس تناظر میں پاکستان کی جانب سے بین المذاہب عالمی مکالمے کی جس ضرورت پر زور دیا جارہا ہے وہ کسی لحاظ سے بھی غیر منطقی نہیں لیکن یہ خواب اسی وقت حقیقت کا روپ دھار سکتا ہے جب مغربی دنیا بھی اس کا احساس وادراک کرے۔او آئی

سی نے مذاہب کی توہین روکنے کیلئے ایک عالمی معاہدے کا جو مطالبہ کیا ہے وہ بجا طور پر درست ہے کیونکہ اس صورت میں ہی کسی مذہب کے ماننے والے کی دل شکنی کا راستہ روکا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں نے ہمیشہ دوسروں کے مذاہب کیلئے احترام کے جذبات اپنائے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ انبیاء کرام کی توہین کے معاملے میں خاصے حساس ہیں اور اس جرم کے مرتکبین کیلئے معافی کے قائل نہیں۔ توہین رسالت کے مجرم کی سزا مسلمانوں کے نزدیک صرف قتل ہے اور ایسا صرف نبی اکرم ﷺ کے گستاخ کیلئے ہی نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت تمام انبیاء کی توہین کا ارتکاب کرنے والوں کیلئے ہے۔ اب یہ بین الاقوامی برادری کی ذمہ داری ہے کہ وہ گستاخ رسول کیلئے موت کی سزا کے ضمن میں عالمی سطح پر قانون سازی کریں تاکہ توہین انبیاء کے سلسلے کو روکا جائے بلکہ اس کے مرتکب کو قانونی کارروائی کے ذریعے قرار واقعی انجام تک بھی پہنچایا جا سکے لیکن اس کیلئے شرط یہ ہے کہ مغربی دنیا تعصب و تنگ نظری کی عینک اتارے اور مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کو آزادی اظہار رائے پر محمول نہ کرے۔ جہاں تک او آئی سی کی طرف سے شاتم رسول کیلئے فتویٰ قتل کو نادرست کہنے کا تعلق ہے تو اس ضمن میں اسلامی کانفرنس تنظیم جیسے سیاسی پلیٹ فارم کی رائے معتبر نہیں مانی جا سکتی کیونکہ یہ خالصتاً ایک دینی مسئلہ ہے جس پر علمائے کرام و مفتی حضرات کا فیصلہ ہی عامۃ المسلمین کیلئے قابل قبول ہوگا۔

(اداریہ۔ روزنامہ جناح، 23 فروری، 2006ء)

اپنا تو عقیدہ ہے یہی روزِ ازل سے
گستاخِ نبی ﷺ کوئی مسلمان نہیں ہے
ناموسِ رسالت ﷺ سے نہیں جس کو سروکار
بد بخت ہے وہ صاحبِ ایمان نہیں ہے

سید عارف محمود مجور رضوی، گجرات

اے پی سی: حکومت کا مثبت اقدام

وزیراعظم شوکت عزیز نے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے پیدا شدہ صورتحال پر غور کیلئے آل پارٹیز کانفرنس بلانے کا فیصلہ کیا ہے اس مقصد کیلئے وہ جلد اپوزیشن کے تمام مرکزی قائدین کو کانفرنس میں شرکت کی باضابطہ دعوت دیں گے مسلم لیگ کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات سینیٹر طارق عظیم کے مطابق صدر پرویز مشرف نے سب سے پہلے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا معاملہ ڈنمارک اور دیگر ممالک میں اٹھایا اس وقت اپوزیشن اس سے لاعلم تھی انہوں نے اس سلسلے میں صدر بش سے بات کرنے کا عندیہ دینے کے علاوہ اقوام متحدہ میں یہ معاملہ اٹھانے کیلئے پاکستانی سفیر منیر اکرم کو احکامات جاری کر دیئے ہیں انہوں نے کہا کہ توہین رسالت کسی جماعت یا فرد کا مسئلہ نہیں یہ پوری امت مسلمہ کا مسئلہ ہے اور کوئی مسلمان اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ ڈنمارک، ناروے اور دیگر مغربی اخبارات میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت پر موجودہ صورتحال کے تناظر میں آل پارٹیز کانفرنس بلانے کا فیصلہ یقیناً مستحسن ہے اس وقت پاکستان سمیت دنیا بھر کے مسلمان اس ناپاک جسارت پر عجب بے یقینی اور اضطراب کے عالم میں ہیں لیکن مغرب ان کے جائز مطالبات پر گستاخی کے مرتکب اخبارات کے خلاف کارروائی کرنے اور متعلقہ ذمہ داران کو قرار واقعی سزا دینے کے ساتھ معافی مانگنے کے بجائے ہٹ دھرمی اور ضد کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے جذبات کو مسلسل مجروح کرنے کے ہتھکنڈے اختیار کیے ہوئے ہے پاکستان کے عوام بھی نبی رحمت ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والوں کے خلاف اپنا بھرپور احتجاج ریکارڈ کرا رہے ہیں اگرچہ اس احتجاج کے دوران املاک کی توڑ پھوڑ، ہنگامہ آرائی اور نجی و سرکاری عمارتوں کو نذر آتش کرنے کے علاوہ قیمتی انسانی جانوں کے ضیاع کے ناخوشگوار واقعات بھی رونما ہوئے ایسا مشتعل مظاہرین کی طرف سے غم کی شدت سے مغلوب ہو کر اپنے جذبات پر قابو پانے میں ناکامی کے سبب ہوا جس کے بعد حکومت نے احتجاجی ریلیوں اور جلسے جلوسوں پر پابندی عائد کر دی اتوار کے روز بھی اپوزیشن کی ریلی اور ہڑتال کو ناکام بنانے کیلئے پنجاب انتظامیہ نے سینکڑوں مظاہرین کو گرفتار کر لیا۔ ایم ایم اے کے قاضی حسین احمد، مولانا فضل الرحمٰن، لیاقت بلوچ اور تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان کو حراست میں لے لیا گیا گو بعد ازاں انہیں رہا کر دیا گیا مگر ایم ایم اے نے ردعمل میں گرفتاریوں کے خلاف یوم احتجاج منانے کی کال دینے کے علاوہ 3 مارچ کو صدر بش کی آمد پر یوم سیاہ منانے کا اعلان کیا ہے اور

قائد حزب اختلاف مولانا فضل الرحمٰن نے مغربی ممالک کے معافی مانگنے تک احتجاج کے جاری رہنے کا کہا ہے ہماری دانست میں جب حکومت یہ باور کرا چکی ہے کہ وہ پر امن احتجاج کے سلسلے کو نہیں روکے گی تو مذکورہ نظر بندیوں اور گرفتاریوں کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے بالخصوص ایسی صورت میں جب ریلی کے پر امن ہونے کی یقین دہانی کرائی گئی ہو اس بارے میں کسی کو بھی کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ یہ مسئلہ کسی ایک گروہ، جماعت یا فرد کا نہیں پوری امت مسلمہ کا ہے تاہم افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ حکومت کی جانب سے اس کا اعتراف تو کیا جاتا ہے لیکن اس نے اسے ثابت کرنے کیلئے اندرون ملک کوئی مثبت قدم نہیں اٹھایا۔ اگر حکومت اپوزیشن کے ساتھ مل کر اس احتجاج کو موثر بناتی تو قتل و غارت گری اور محاذ آرائی کی نوبت نہ آتی اور عالمی دنیا کو بھی یہ پیغام جاتا کہ پاکستان کے عوام اس معاملے پر متحد اور یکجا ہیں اور ان کیلئے یہ گستاخی نا قابل برداشت ہے ہم جانتے ہیں کہ صدر مملکت اور وزیر اعظم سمیت تمام حکومتی زعماء نے اس ناپاک حرکت کی بھرپور مذمت کی ہے صدر مملکت یہ معاملہ امریکی صدر بش کے ساتھ ملاقات میں اٹھانے کا کہہ چکے ہیں اور انہوں نے اس اقوام متحدہ میں زیر بحث لانے کیلئے بھی ہدایات جاری کر دی ہیں لیکن اس اہم مسئلہ پر حکومت اور اپوزیشن کی دوریوں نے عوام میں کچھ اچھا تاثر پیدا نہیں کیا۔ تاہم خوش آئند امر یہ ہے کہ وزیر اعظم شوکت عزیز نے حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے آل پارٹیز کانفرنس بلانے کا فیصلہ کیا ہے اور یہ امید کی جا سکتی ہے کہ یہ کانفرنس اس حوالے سے مشترکہ جدوجہد پر متفق ہو جائے گی اپوزیشن کو بھی چاہیے کہ وہ اس کانفرنس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے اور برسلز جانے والے وفد کی طرح اس میں شمولیت سے کسی عذر کے تحت انکار نہ کرے کیونکہ مذاکرات اور ملاقاتوں کے ذریعے ہی اپنے تحفظات دور کرنے کے علاوہ مشترکہ جدوجہد کو ممکن بنایا جا سکتا ہے اور اس طرح ہم بین الاقوامی دنیا کو بھی اپنے ایک قوم ہونے کا پیغام دے سکتے ہیں۔

(اداریہ۔ روزنامہ جناح، 28 فروری، 2006ء)
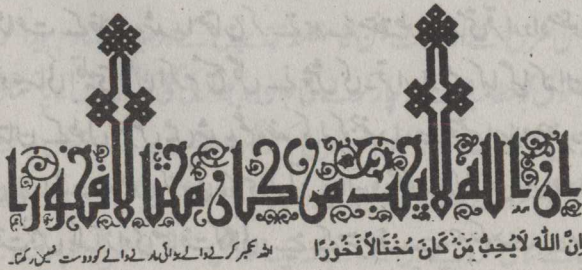
مغربی میڈیا کی اشتعال انگیزی

یورپی اخبارات میں محسن انسانی نبی اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف دنیا بھر میں احتجاج جاری ہے۔ گزشتہ روز پاکستانی سینٹ میں ایک متفقہ طور پر قرار داد مذمت منظور کی گئی۔ یہ قرارداد قائد ایوان وسیم سجاد نے اپوزیشن کے سینیٹروں سے مشاورت کے بعد ایوان میں پیش کی۔ قرارداد میں کہا گیا ''ان خاکوں کی اشاعت نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ اس اشتعال انگیز مہم کو آزادی اظہار یا آزادی رائے کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ ایوان بالا حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ فوری طور پر سفارتی ذرائع، اسلامی ممالک کی تنظیم اور دوسرے بین الاقوامی فارموں پر اس مسئلہ کو مربوط اور موثر انداز میں لائے تاکہ اسلامی عقائد کے غیر ذمہ دارانہ طرز عمل کا خاتمہ کیا جاسکے۔'' ایوان بالا حکومت پاکستان کو اس بات کی سفارش کرتا ہے کہ وہ ڈینش اخبار اور یورپی میڈیا کو مسلمانوں کے عقائد کے خلاف غیر مہذب طرز عمل اختیار کرنے سے روکنے کیلئے سیاسی اور اقتصادی اقدامات کرے'' اجلاس کے آغاز میں متحدہ مجلس عمل کے سینیٹر پروفیسر خورشید احمد نے کہا کہ ''حضور نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کے متعلق خاکوں کی اشاعت سوچی سمجھی سازش ہے۔ ایسے اقدامات سے انتہا پسندی بڑھے گی، ہمیں ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا چاہیے۔ وسیم سجاد نے کہا کہ اس مسئلے پر اسلامی ملک کی تنظیم او آئی سی کا اجلاس بلایا جانا چاہیے'' گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے خلاف قومی اسمبلی میں میں اپوزیشن کی تحریک التواء پر بحث کے دوران مذمت کی قرارداد متفقہ طور پر منظور کرلی گئی۔ سپیکر قومی اسمبلی نے معمول کی کارروائی معطل کر کے بحث کی اجازت دی۔ مجلس عمل نے واقعہ کے خلاف احتجاجاً علامتی واک آؤٹ کیا۔ قومی اسمبلی نے بھی یورپ کے پانچ ملکوں کے اخبارات وجرائد میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف شدید احتجاج کرتے ہوئے متفقہ طور پر مذمتی قرارداد منظور کی۔ واضح رہے کہ یہ قرارداد عیسائی اقلیتی رکن اکرم مسیح گل نے پیش کی۔ قرارداد میں کہا گیا کہ ان خاکوں کی اشاعت نے پاکستان کے طول وعرض میں شدید غم وغصہ کی لہر کو جنم دیا ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی ساری زندگی امن، برداشت اور عفو درگزر کی عکاسی کرتی ہے ان کی شخصیت کو توہین آمیز انداز میں پیش کرنا آزادی صحافت نہیں بلکہ آزادی صحافت کو گالی دینے کے مترادف ہے، ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان تمام ممالک کے سفیروں کو طلب کرے جن کے اخبارات میں توہین آمیز خاکے شائع کیے گئے

ہیں''، قبل ازیں قومی اسمبلی کے اجلاس میں تحریک التواء پر معمول کی کارروائی کو معطل کر کے شان رسالت میں گستاخی کرنے کے خلاف احتجاج کے متعلق بحث شروع ہوئی۔ بحث میں حزب اقتدار و حزب اختلاف دونوں کے اراکین نے حصہ لیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان خاکوں کی اشاعت ایک سوچی سمجھی سازش ہے، جس کے تحت مغرب کے بعض نادان میڈیا مینجرز دنیا بھر میں مغرب کی بلیک پینٹنگ کر رہے ہیں۔ ان کارٹونوں کی اشاعت درحقیقت مغرب کی ابلاغیاتی دہشت گردی ہے۔ اس دہشت گردی کے لئے بھی مغرب کو جامع اقدامات کرنا ہوں گے۔ یہ امر خوش آئند ہے کہ پاکستان نے ڈنمارک اور بعض یورپی ممالک کے اخبارات میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا معاملہ اقوام متحدہ کے کمیشن برائے انسانی حقوق اور اسلامی کانفرنس کی تنظیم کے سامنے ہنگامی طور پر اٹھایا ہے۔ تاہم یہ امر حیران کن ہے کہ ڈنمارک اور فرانس کے سفیروں نے خاکوں کی اشاعت پر غیر مشروط معذرت طلب کیے بغیر اظہار تاسف کیا ہے، ان دونوں ممالک کے سفیروں کو وزارت خارجہ میں طلب کیا جا رہا ہے تا کہ ان سے شدید ترین الفاظ میں اس واقعہ کے بارے میں احتجاج اور مذمت کی جا سکے۔ انہوں نے انسانی حقوق کے کمیشن کو سخت لفظوں پر مشتمل مکتوب تحریر کیا ہے جس میں احتجاج کے ساتھ ذمہ دار لوگوں کے خلاف سخت کارروائی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ پاکستان نے اسلامی کانفرنس کی تنظیم کے ہیڈ کوارٹر جدہ سے رابطہ کیا ہے تا کہ صورتحال سے نمٹنے کیلئے سوچ سمجھ کر حکمت عملی مرتب کی جائے۔ وزیر اعظم شوکت عزیز اور ان کے ملائیشیا کے ہم منصب عبداللہ احمد بداوی کے درمیان جلد رابطے کی توقع ہے تا کہ اس بارے میں تبادلہ خیال کیا جائے۔ وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری نے جمعہ کو دفتر خارجہ میں اعلیٰ سطحی اجلاس منعقد کر کے پوری صورتحال کا جائزہ لیا۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے اقوام متحدہ میں پاکستان کے سفیر منیر اکرم نے کہا کہ ہیومن رائٹس کونسل کو ایسے واقعات روکنے کا مینڈیٹ دیا جائے۔ انہوں نے ان خاکوں کی اشاعت پر مسلم ممالک کی تشویش کو یورپی اخبارات کی طرف سے کوئی وقعت نہ دیئے جانے پر شدید افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اسے انتہائی قابل نفرت رجحان قرار دیا۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اس طرح کے اقدامات جن کا مقصد تہذیبوں کے درمیان تصادم پیدا کرنا ہے، مسلمانوں کے بنیادی حقوق کو خطاب سے دوچار کرنے کی جان بوجھ کر کی گئی کوشش ہیں۔ پاکستانی سفیر نے اسلام کے بارے میں ''انتہا پسند اسلام'' اور اسی طرح کی دیگر اصطلاحات کے استعمال پر سخت تشویش کا اظہار کیا۔ پیچ نہ شد شش شد کے مصداق آئرلینڈ کے اخبار ''ڈیلی سٹار'' نے بھی حضور اکرم ﷺ کے بارے میں توہین آمیز خاکے شائع کر دیئے ہیں۔ لگتا ہے کہ ایک سازش کے تحت مغربی اخبارات نے آزادی اظہار کو غلط طور پر استعمال کرنے کی قسم اٹھا رکھی ہے۔ ایسا کرتے ہوئے وہ مغرب کے اس نظریہ کو بھی مسترد کر رہے

ہیں کہ مغرب مسلمانوں کے ثقافتی نظریات کوا کاموڈیٹ کرنے کواپنی بنیادی اقدار میں جگہ دے رہا ہے۔
مغرب ایک طویل عرصہ سے اسلامی شاعر، بانی اسلام، دینی اقدار وروایات اور مسلم تاریخ کی عالی مرتبت شخصیات کی کردار کشی کے اشتعال انگیزانہ، مذموم، رکیک، گھناؤنے اور لائق نفریں اقدام کو ایک طے شدہ حکمت عملی کے تحت آگے بڑھا رہا ہے۔افسوس تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ اظہار رائے کی آزادی کے نام پر کیا جارہا ہے۔ یہ درست ہے کہ اظہار رائے کی آزادی ہرانسان کا بنیادی حق ہے لیکن ایسے خیالات، رجحانات اور نظریات کا پرچار جو عالم انسانیت کے ایک ارب تیس کروڑ سے زائد انسانوں کے جذبات کو مجروح کرنے اوران کے دلوں کو زخمی کرنے کا موجب بنیں، انہیں خبث باطن اور رائے کی آزادی کے ناجائز استعمال ہی سے تعبیر کیا جانا چاہیے۔ یہ حقیقت تو کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ سیاسی آزادیاں ہوں یا صحافتی آزادیاں ہر آزادی قیود وحدود کی پابند ہوتی ہے۔ بدلگام اور بے مہار آزادی کا تصور دنیا میں آنارکی پھیلانے کا موجب تو بن سکتا ہے آزادی کے استعمال کا بھی ایک طریق کار اور لائحہ عمل ہوتا ہے۔آزادی کے پرچم برداروں کواس امر کا ادراک واحساس ہونا چاہیے کہ آزادی کے ناجائز استعمال کی آزادی درحقیقت امن عالم کی بربادی کا موجب ہوا کرتی ہے۔عالم اسلام کے شہریوں کے لئے یہ بات ناقابل فہم ہے کہ امریکہ ومغرب کا میڈیا اوراس کے تھنک ٹینکس کے کارپردازان اس امر کی تو بلاتوقف تلقین وتبلیغ کرتے نہیں تھکتے کہ کوئی ایسا عمل جس سے کسی کو تکلیف ہو یا کسی کے جذبات مجروح کرنے کا باعث بنے وہ دوسرے انسان کی آزادی پر شب خون مارنے کے مترادف ہوتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مغرب کے سنجیدہ فکر دانشور بھی اس امر کی تائید وتوثیق کرتے ہیں کہ بے مہار آزادیوں کا یہ طوفان بدتمیزی اگر یونہی قیامتیں ڈھاتا رہا تو اس کے منفی نتائج مغرب کی سلامتی کے لئے ایک روز ناقابل تسخیر چیلنج کا روپ دھار جائیں گے۔ مشرق ہو یا مغرب بدلگام اور بے مہار آزادیوں کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ یہ بھی طے ہے کہ مغربی روایات واقدار نے مذہب بیزاری کوکھ سے جنم لیا ہے۔ مذہب بیزاری کی کوکھ سے جنم لینے والے نظریات وتصورات اور اقدار وروایات کو مسلم معاشروں اور مملکتوں کے شہریوں پر زبردستی نہیں ٹھونسا جاسکتا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ مغرب کے پرنٹ والیکٹرانک میڈیا سے تعلق رکھنے والے بعض عناصر زبردست قسم کے حساس کمتری میں مبتلا ہیں۔ احساس کمتری کے عارضے میں بری طرح مبتلا یہ نفسیاتی مریض ایسی لغو، بیہودہ اور مذموم حرکات اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے اخبارات، جرائد، رسائل اور ٹی وی چینلو کی جانب زیادہ سے زیادہ افراد کی توجہ مبذول کرواسکیں۔ بدقسمتی سے مغربی دنیا کی ایک بڑی اکثریت توجہ حاصل کرنے کے عارضے میں مبتلا ہو کر مہم جویانہ حرکات کرتے ہیں۔ ان مہم جویانہ حرکت کو وہ آزادی اور لبرٹی کے نام پر کررہے ہیں۔ ایسا کرتے ہوئے وہ بدترین قسم کی صلیبی و

صیہونی انتہا پسندی اور بنیاد پرستی کو بھی بروئے کار لانے سے دریغ نہیں کرتے۔ یوں تو میڈیا سے تعلق رکھنے والے یہ حضرات وخواتین خود کو دنیا کے ذہن، ذکی، عاقل، فہیم اور فیس ترین طبقہ کی سربرآوردہ شخصیات بننے کی اداکاری کرتے ہیں جبکہ ان کے افکار و کردار اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ تمام تر دعوؤں کے باوجود وہ ذہنی طور پر ابھی بالغ نہیں ہوئے۔ ان کے ذہنی ارتقاء کا عمل درمیان ہی میں کہیں رک گیا ہے۔ کسی بھی مذہب کے بانی مقتدا اور پیشوا کی بلند مرتب شخصیت کا خاکہ اڑانا درحقیقت ان کی شخصیات کے غیر معتدل اور غیر متوازن ہونے پر دال ہے۔ ذہنی سطح پر نابالغ اور نفسیاتی سطح پر یہ غیر متوازن شخصیات جب کسی بڑی دینی شخصیت کی کردار کشی کی سعی ناکام کرتے ہیں تو ان کی یہ کوشش چاند کی طرف منہ کر کے تھوکنے والے احمق کی اچھل کود کی طرح مضحکانہ ہوتی ہے۔ پر اس کا کیا کیا جائے کہ مقتدر طبقات ان دریدہ دہنوں کی سرکوبی کرنے کی بجائے ان کی مزید پیٹھ ٹھونکتے ہیں۔ کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کی معصوم عن الخطا شخصیت کو موزوئے بحث بناتا ہے اور اپنی خرافات کو وہذیانات کو کتابی شکل میں ترتیب دیتا ہے۔ تو اس شیطانی کتاب کو ان کے معروف ترین پبلشنگ ادارے بصد اہتمام نہ صرف یہ کہ شائع کرتے ہیں بلکہ ان کا الیکٹرانک میڈیا اس کی اتنی جارحانہ پبلسٹی کرتا ہے کہ دیکھتی آنکھوں خرافات کا یہ مجموعہ امریکی ریاستوں اور مغربی ممالک میں ''بیسٹ سیلر بک'' کا اعزاز حاصل کر لیتا ہے۔ اس قسم کی کتابیں لکھنے والے مجہول الفکر لکھاریوں کو اکثر مغربی ممالک کے حکمرانوں نے ماضی میں وی وی آئی پی قرار دے کر ان کا زبردست سواگت کیا۔ مغرب کی رولنگ کلاس کے اس طرز عمل نے عالم اسلام کے شہریوں کو یہ باور کروادیا کہ مغربی دنیا آزاد خیالی، رواداری، برداشت اور بین المذاہب بھائی چارے کے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے آج بھی وہی جذبات ومحسوسات رکھتی ہے، پہلے میلنیم کے مغرب کے صلیبی جنگی جنونی حکمران جن کے داعی تھے۔ ان نظائر وشواہد کی روشنی میں دنیا کا ہر غیر جانبدار شہری بلاخوف تردید یہ رائے قائم کرنے میں حق بجانب ہے کہ مغرب اور اس کے حکمران اسلام دشمنی کے حوالے سے آج بھی تاریک دور میں سانس لے رہے ہیں۔ کڑوا سچ تو یہ ہے کہ سلمان رشدی ہو یا تسلیمہ نسرین ایسے ننگ انسانیت مصنفین ان ممالک کے نزدیک محض اس لئے مغرب کے چہیتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کی دل آزادی کی ہے۔ اکیسویں صدی کا مغرب بنیادی انسانی حقوق اور اظہار خیال کی آزادی کے تحفظ کے مقدس پردے میں انہیں اپنا ہیرو بنائے ہوئے ہیں۔ مغرب کا یہ رویہ کہ وہ آزادی تقریر واظہار پر کامل یقین رکھتا ہے اور اس آزادی کی آڑ میں 140 کروڑ مسلمانوں کے جذبات کو روندنے کی بھی مکمل آزادی دیتا ہے۔ درحقیقت اسلام کے خلاف دوسرے ملینیم کے مغربی حکمرانوں کا ابلاغیاتی کروسیڈ کا ایک حصہ ہے۔ مغربی ممالک کا یہ رویہ انتہائی افسوسناک

ہے۔انہیں اپنے طرزِعمل پر سنجیدگی سے غور کرتے ہوئے نظرِثانی کرنا چاہیے۔یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے کہ 140 کروڑ مسلمان جس شخص کو شاتم رسول ﷺ قرار دیتے ہیں۔امریکہ صدر کلنٹن اس کی اس حد تک دوستانہ اور گرم جوشانہ میزبانی کرتے ہیں کہ وہ ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرتا ہے کہ ''اب مجھے دنیا کے سب سے بڑے ملک کی حمایت حاصل ہوگئی ہے اور اب اس کے بل بوتے پر مجھے ایران پر دباؤ ڈالنے کے لئے دوسرے ممالک کا تعاون بھی حاصل ہو جائے گا''یوں محسوس ہوتا ہے کہ کمیونزم پر فتح پانے کے بعد اب امریکہ اور مغرب کی کروسیڈ رولنگ کلاس اسلامی تمدن اور تہذیب کے ساتھ تصادم کو اپنا نصب العین بنا چکی ہے۔

(اداریہ۔روزنامہ دن، 5 فروری، 2006ء)

مغربی میڈیا بین المذاہب عدم برداشت کے شعلوں کو ہوا دے رہا ہے

صدر مملکت جنرل پرویز مشرف نے گذشتہ روز بیجنگ میں ''چائنیز اکیڈمی آف سوشل سائنسز'' کے زیر اہتمام، ''موجودہ تنازعات کے عالمی امن، سیکورٹی اور ترقی پر اثرات'' کے موضوع پر ایک خصوصی لیکچر دیا۔ صدر مملکت کا یہ لیکچر گہرائی، گیرائی اور عمق کے لحاظ سے ایک جامع، مربوط اور مبسوط فاضلانہ لیکچر تھا۔ انہوں نے بین الاقوامی سطح پر پائی جانے والی کشیدگی اور تناؤ کے ماحول کے اسباب وعلل کی واشگاف الفاظ میں نشاندہی کی۔ انہوں نے چین کے ارباب دانش وفکر سے خطاب کرتے ہوئے کہا ''کشمیر اور فلسطین جیسے تصفیہ طلب تنازعات اور مذہبی عدم رواداری دنیا کے امن کے لئے بڑا خطرہ ہے'' انہوں نے امریکہ اور چین سمیت بڑی طاقتوں پر زور دیا کہ وہ ان مسائل کے حل کیلئے اپنا کردار ادا کریں۔ ان کے لیکچر کا افشردہ وعصارہ یہی تھا کہ مذہبی عدم رواداری اور غیر حل شدہ دیرینہ سیاسی تنازعات، امیر اور غیر ملکوں کے درمیان بڑھتے ہوئے فرق نے دنیا کے امن، استحکام اور ترقی کو معرض خطر میں ڈال دیا ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ مغرب کی طرف سے ''تہذیبوں کے درمیان تصادم'' کے چھوٹے ہوئے شوشے کو امریکہ ومغرب کے انتہا پسند جنونی دانشوروں کا ایک حلقہ زور وشور سے ''سکہ رائج الوقت'' بنانا چاہتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جمہوریت، سائنس، ٹیکنالوجی اور ترقی کی طرف انسانیت کے برق رفتار سفر کو روکنے کے لئے مغرب کے دانشوروں کا نسل پرستانہ فسطائی رویہ انسانیت کو تباہی کے دھانے پر لا کھڑا کرے گا۔ صدر مملکت نے یہ درست کہا کہ ''آج کا دورہ صلیبی دور نہیں ہے بلکہ یہ جیوا کنامکس ڈویلپمنٹ کا دور ہے'' صدر مملکت کا یہ نکتہ نظر اپنی جگہ بجا ہے لیکن یہ ایک سنگلاخ اور سنگین سچائی ہے کہ امریکہ اور مغرب کے بعض نامی گرامی ابلاغیاتی ادارے اور تھنک ٹینکس ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت سیموئیل پی ہینگٹن کے پیش کردہ یوٹوپیائی تصور ''کلیش آف سویلائزیشن'' کو بتدریج عملی شکل دے کر دوسرے ملینیم کے آغاز پر ایک بار پھر پہلے ملینیم کے آغاز میں پروان چڑھائے گئے صلیبی جنگی جنون کے احیاء کے لئے کام کر رہے ہیں۔ ان کا مقصود یوکوفوما ''اینڈ آف ہسٹری'' کے فلسفے کو عملی جامہ پہنانا ہے۔ زمینی حقائق اور ناقابل تردید شواہد کی روشنی میں عالم اسلام کے سنجیدہ فکر شہری یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں

کہ پہلے ملینیم کے آغاز پر صلیبی جنگی جنون کے آئینہ دار محاربوں کو فنانس کرنے والے زائنسٹ سرمایہ کار ایک بار پھر دوسرے ملینیم کے آغاز پر اسی منفی جنون کی نگہداشت، پرورش اور فروغ کے لئے لامحدود فنڈز ریزنگ کر چکے ہیں۔ یہ عناصر ایک ایسے خوفناک اور ناقابل تسخیر بحران کو جنم دے رہے ہیں، جس کے باعث پوری دنیا انتہا پسندی اور دہشت گردی کے دوزخ کا ایندھن بن کر رہ جائے گی۔

ادھر اسلام آباد میں منعقدہ ایک مشترکہ پریس کانفرنس ے وزیراعظم پاکستان اور او آئی سی کے سیکرٹری جنزل اکمل الدیک اوگلو نے خطاب کرتے ہوئے کہا ''گستاخانہ خاکوں کی اشاعت پر مسلم امہ نے متفقہ لائحہ عمل تیار کرنے کیلئے او آئی سی کے وزرائے خارجہ کا غیر معمولی ہنگامی اجلاس طلب کرنے کا فیصلہ کیا ہے تا کہ مستقبل میں اس طرح کے واقعات کی روک تھام کے کیلئے یورپی یونین اور انسانی حقوق کمیشن جنیوا کی توجہ مبذول کروائی جاسکے'' گستاخانہ خاکوں کے خلاف او آئی سی کے پلیٹ فارم سے مسلم ممالک کو پانچ ہفتے قبل ہی مشترکہ لائحہ عمل وضع کرنے اور مشترکہ حکمت عملی طے کرنے کیلئے جملہ مساعی کو بروئے کار لانے کیلئے سرگرم عمل ہو جانا چاہیے تھا۔ بہرطور اب اگر ایسا کرنے کیلئے مختلف تجاویز پر غور کیا جا رہا ہے تو یہ بھی ایک مستحسن پیش رفت ہے۔ امید کی جارہی ہے کہ مختلف اسلامی ممالک کی درخواست پر او آئی سی اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ کا ہنگامی اجلاس فوراً طلب کرے گی۔ او آئی سی کے تنظیمی عہدیداران کی سوچی سمجھی رائے یہی ہے کہ بعض شر پسند اور نسل پرست مغربی اخبارات میں شائع ہونے والے ان خاکوں میں مسلمانوں کے عقائد کو غلط انداز میں پیش کرنے کی ناپاک جسارت کی گئی ہے۔ یہ مسئلہ ہر بین الاقوامی فورم پر توانا آواز کے ساتھ بہت پہلے اٹھانا چاہیے تھا۔ اس ضمن میں او آئی سی کو اپنے طور پر قلیل المدت اور طویل المدت تجاویز مرتب کر کے یورپی یونین، انسانی حقوق کمیشن جنیوا، عالمی عدالت انصاف، یو این اور سلامتی کونسل کے ذمہ داران کو پیش کر دینا چاہیے تھیں۔ ایسا کرنا ان بین الاقوامی اداروں کے بزرجمہران کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کیلئے انتہائی ضروری تھا۔ یہ امر غنیمت ہے کہ وزیراعظم شوکت عزیز اس ضمن میں خاصی تندہی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ وہ متعدد بار اس رائے کا اظہار کر چکے ہیں کہ او آئی سی توہین رسالت کے واقعات روکنے کیلئے اقوام متحدہ اور دیگر فوروں پر موثر کردار ادا کرے۔ یہ تو خبر و نظر اور علم و فکر کا بے کراں پھیلاؤ رکھنے والے اس روشن دور کا کم علم ترین باشعور شہری بھی جانتا ہے کہ ان خاکوں کی اشاعت نے تہذیبوں کے درمیان تصادم کے قیاسی اور تحیلاتی منصوبے کے خاکے میں عمل کا رنگ بھرنا شروع کر دیا ہے۔ ان خاکوں کی اشاعت کے ذریعے ہر دو طرف انتہا پسندانہ جذبات، تصورات، محسوسات، نظریات اور عزائم کے شعلوں کو ہوا دینے کی سازش کی گئی ہے۔ کاش او آئی سی توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت کے پہلے روز ہی سے متحرک ہو جاتی اور اس غیر

مہذب، ناشائستہ اور قابل نفرت حرکت کے خلاف عملی اقدامات کرتی ۔ کارٹون شائع کرنے والے کسی ایک ملک کے وزیر اعظم کو محض ایک عدد مراسلہ اور خط لکھنے سے امہ کے جذبات ومحسوسات کی ترجمانی نہیں ہو سکتی ۔ یہ وقت محض مراسلہ سازی اور کاغذ بازی کا متقاضی نہیں ۔ حالات اس امر کا تقاضہ کر رہے تھے کہ او آئی سی اس موقع پر عملی کردار ادا کرتی ۔ محض امہ ہی کو تحمل اور برداشت سے کام لینے کی تلقین کرنا، عالمی برادری اور عالمی اداروں کو اس امر پر آمادہ نہ کرنا کہ وہ اس صورتحال کا فوری نوٹس لیں، او آئی سی کے ذمہ داران کے تساہل اور تغافل کا عکاس اور غماز ہے ۔ ''از خرس مو بس است'' کے مصداق بعد از خرابی بسیار پانچ نکات او آئی سی کی جانب سے سامنے آئے ہیں ۔ ان نکات میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ '' کارروائی ہونی چاہیے، ہماری اقدار کا احترام کیا جائے، نبی کریم ﷺ کی توہین کا سلسلہ دوبارہ نہیں ہونا چاہیے اور بین الاقوامی سطح پر اس ضمن میں قانون سازی کی جانا چاہیے'' اس حوالے سے او آئی سی کو وضاحتیں پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ یہ بے ضرر اور ڈھیلی ڈھالی سی تجاویز پیش کر کے مغرب کے نام نہاد رائے کی آزادی کے کسی مقدس عقیدے پر حملہ آور ہو رہی ہے یا اس کو چیلنج کر رہی ہے ۔

او آئی سی نے اس سے قبل توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر ڈنمارک کے ایڈیٹر کے معافی نامے کو مسترد کرتے ہوئے ڈنمارک کی حکومت سے معافی مانگنے کا مطالبہ کیا تھا ۔ او آئی سی کو اپنے اس مطالبہ پر سٹینڈ لینا چاہیے تھا ۔ کوپن ہیگن میں ڈنمارک کے وزیر اعظم نے تسلیم کیا ہے کہ اشتعال انگیز خاکوں کی اشاعت کا مسئلہ تمام مسلمان ممالک اور یورپی یونین کے مابین بڑے تصادم کا سبب بنا ہے ۔ اس تصادم کی فضا کو مزید دبیز ہونے سے بچانے کیلئے یورپی خارجہ پالیسی کے سربراہ نے مشرق وسطیٰ کے دورے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ یورپی ممالک اور مسلم ممالک کے درمیان رابطوں کی بحالی کی جانب پیش رفت کی جا سکے ۔ ڈنمارک کے وزیر اعظم ایک طرف تو یہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ پر کشیدگی کم کرنے کے لئے دیرپا کوششوں کی ضرورت ہے اور دوسری جانب خاکوں کی اشاعت پر معافی مانگنے سے بھی کھلے لفظوں میں انکار کر رہے ہیں ۔ مہذب دنیا کے استحکام پر یقین رکھنے والے شہریوں کیلئے ان کا یہ فرسودہ ناقابل فہم ہونے کے ساتھ ساتھ مضحکہ خیز بھی ہے کہ '' حکومت کو اس سے کوئی سروکار نہیں کہ یہاں میڈیا میں کیا ہوتا ہے ۔ انہوں نے تو یہاں تک کہا کہ '' ڈنمارک وہ ملک نہیں جس کا وزیر اعظم اخبار کی ادارتی پالیسیوں سے اختلاف کرتے ہوئے فوراً فون اٹھائے اور اخبار کے نیوز روم میں انہیں ہدایت کرے'' کیا یہاں یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ اگر ڈنمارک کا اخبار ''جیلنڈز، پوسٹن'' ہولوکاسٹ کے حوالے سے کوئی کارٹون شائع کرتا یا ایسے کارٹونوں کی سیریز کی تیاری کے کسی مقابلے کے انعقاد کا اعلان کرتا تو ڈنمارک حکومت اس اخبار کو ایسا کرنے کی اجازت دیتی ؟ عالم اسلام کے شہری یہ محسوس کرنے میں حق بجانب ہیں کہ مغرب

مسلمانوں کی دل آزاری کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ ان کارٹونوں کی اشاعت کے بعد تہذیبوں کے مابین خلیج کو مغربی ممالک نے اس حد تک وسیع کر دیا ہے کہ ایک جرمن اخبار نے گذشتہ دنوں ایرانی کھلاڑیوں کے کارٹون بنائے ہیں، جن میں ایرانی کھلاڑیوں کو اپنی یونیفارم میں بم چھپائے ہوئے دکھایا ہے۔ کھلاڑی امن کے سفیر ہوا کرتے ہیں مغربی پریس اس حد تک متعصب ہو چکا ہے کہ وہ مسلم ممالک کے کھلاڑیوں تک کو بھی دہشت گرد ثابت کر کے ان کی ہتک کر رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اظہار رائے کی آزادی کا مطلب کسی بھی ایک شخص کی توہین کرنا نہیں، کجا انسانی تاریخ اور کائنات کی ایک ایسی عظیم المرتبت ہستی کی اہانت کی جائے، جنہیں دنیا کے ایک ارب تیس کروڑ شہری اپنی جان، آن، مال اور اولاد سے بھی عزیز تر جانتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ مغربی اخبارات نے ان خاکوں کی اشاعت کر کے اس امر کا بین ثبوت پیش کیا ہے کہ مغربی کے رائے عامہ ساز ادارے اور افراد بھی اسلام اور بانی اسلام کی تعلیمات اور شخصیات کے حوالے سے وسیع معلومات نہیں رکھتے۔ اس ان کی یہ جہالت ہی بنیادی سبب ہے جس نے انہیں بین المذاہب ہم آہنگی اور مکالمے کے دعوؤں کے باوجود ایک ناقابل معافی، سنگین ترین اور شرمناک ترین جرم کے ارتکاب پر آمادہ کیا۔ یہ کسی طور پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ اس جرم کا ارتکاب ڈنمارک کے اخبار اور بعدازاں اٹلی، آسٹریا، سوئٹزرلینڈ، آئرلینڈ، فرانس اور ناروے کے اخبارات نے سہواً کیا تھا۔ یہ سب ایک عمداً سازش اور شرارت کے تحت کیا گیا۔ جب کوئی منفی مذہبی جنونی اشتعال انگیزی سامنے آتی ہے تو اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ مغرب میں انتہا پسندانہ اور متعصبانہ نظریات کا فروغ کس حد تک ان کے ہمہ جہتی میڈیا کا ''نصب العین'' بن چکا ہے۔ یہ نصب العین ان کا ٹریڈ مارک کیوں بنا؟ خارجہ امور کے ماہرین اسے مسلمانوں کے خلاف سازش اور امریکہ اور یورپ کے اعتراف شکست سے تعبیر کر رہے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ یورپ میں توہین کے خلاف قوانین موجود ہیں۔ کیا پریس کی بدلگام آزادی کو تہذیب آشنا بنانے کیلئے مغربی ممالک نے کسی قسم کی کوئی قانون سازی نہیں کی؟ یقیناً قوانین موجود ہیں۔ لیکن شرارتی نسل پرست عناصر کے سامنے مغرب کے حکمران اس حد تک بے بس ہیں کہ وہ انہیں ان قوانین کے تابع بنانے کی سکت نہیں رکھتے۔ کیا ان کی بے بسی نے انہیں کبھی باور کروایا ہے کہ اس طرح وہ مغرب کے بارے اس تاثر کو زائل کر رہے ہیں کہ مغرب میں قانون کی حکمرانی ہے۔ مغربی میڈیا کو اس امر کا بخوبی احساس ہونا چاہیے کہ عالم اسلام کے تمام ممالک کے شہری افغانستان اور عراق پر حملے کے تناظر میں پہلے ہی ان کے بارے مثبت سوچ نہیں رکھتے۔ یوں لگتا ہے کہ عراق اور افغانستان پر قبضہ کو برقرار رکھنے میں امریکہ اور اس کے حلیف مغربی ممالک کو جو مشکلات پیش آ رہی ہیں، اس پر مغربی میڈیا بوکھلا چکا ہے۔ اس بوکھلاہٹ نے مغربی

میڈیا کے بزرجمہران اور حکما کو عدم توازن کا شکار بنا کر رکھ دیا ہے۔ یہاں یہ بھی وضح رہے کہ جب عراق پر امریکہ نے غیر قانونی اور غیر اخلاقی جارحانہ حملہ کیا اور نہتی آبادیوں کے معصوم شہریوں کو کارپٹ بمبنگ کا اندھا دھند نشانہ بنایا تو یورپ کی جنگ مخالف اکثریتی آبادی نے اس کی مخالفت کی اور مظالم کا نشانہ بننے والے مسلمانوں کے ساتھ ہمدردانہ اظہار یکجہتی کیا تھا۔ مسلم ممالک کے وسائل جغرافیا اور معدنیاتی دولت پر قبضے کے لئے مختلف حیلوں بہانوں سے پیشگی حملے کی ڈاکٹرائن کو عملی جامہ پہنانے والے عناصر یورپ کے امن پسند عوام کے اس رویے سے ناخوش تھے۔ اس تناظر میں انہوں نے ایک سازش کے تحت یہ مکروہ، مذموم اور لائق نفریں اشتعال انگیز مواد شائع کیا۔

ایک رائے یہ بھی ہے کہ امریکہ اور یورپی ممالک کے حکمران جو خود کو دنیا کی ناقابل تسخیر طاقت تصور کرتے ہیں افغانستان اور عراق میں انہیں شکست سے دوچار ہونا پڑا تو ان کے لئے یہ امر انتہائی شرمندگی، خفت اور ذلت اٹھانے کا موجب بنا۔ اس نے دہشت گردی کے خلاف نام نہاد بین الاقوامی جنگ کے علمبرداروں کو جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر دیا۔ بالادستانہ رعونت کے نفسیاتی عارضے میں مبتلا افراد اور اقوام کو جب کسی محاذ پر منہ کی کھانا پڑتی ہے تو وہ ردعمل میں گھٹیا حرکات پر اتر آتے ہیں۔ یہ اہانت آمیز کارٹون درحقیقت دہشت گردی کے خلاف نام نہاد بین الاقوامی جنگ کے علمبرداروں کی اندرونی بوکھلاہٹ، داخلی جھنجھلاہٹ اور فرسٹریشن کی بالواسطہ تسکین کا باعث بنے۔ اسی باعث امریکہ مغرب سے اظہار یکجہتی کر رہا ہے۔ امریکہ و مغرب کے حکمران طبقات کے دوہرے معیار کا عالم یہ ہے کہ وہ ایک طرف ایک برطانوی تاریخ دان ڈیوڈ ارونگ کو آسٹریا میں محض اس لئے تین سال جیل کی سزا سناتے ہیں کہ اس نے دوسری جنگ عظیم میں یہودیوں کے قتل عام کے پراپیگنڈہ کو سچ ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ اس موقع پر اظہار رائے کی آزادی کے علمبردار اور محافظ یورپی حکمرانوں نے محض اس بناء پر اس تاریخ دان کے خلاف کارروائی کی کہ اس کے اس انکار سے یہودیوں کی دل آزاری ہوئی ہے۔ کیا ہولوکاسٹ کے اصل پہلوؤں کو آزادانہ اجاگر کرنے کا حق کسی قلمکار، مصور، ادیب اور مورخ کو نہیں دیا جا سکتا۔ کیا یہودی یا ان کے آباؤ اجداد مقدس بچھڑے ہیں کہ ان کے بارے حقائق و شواہد پیش کرنے کے اقدام اور آزادی کو اکثر یورپی ممالک میں جرم تصور کیا جاتا ہے۔

(اداریہ۔ روزنامہ دن، 23 فروری 2006ء)

مغرب کی اسلام مخالف انتہا پسندی دہشت گردانہ ذہنیت کی مظہر ہے

مغربی ممالک کے اخبارات میں آزادی اظہار کی آڑ میں بانی اسلام حضرت محمد ﷺ کی مذموم ترین اہانت کی غلیظ مہم آزادی اظہار کی آڑ میں شروع کی گئی۔ آزادی اظہار کی علمبردار یہ بھول گئے کہ ہر آزادی کا سنگھار چند حدود وقیود اور پابندیوں سے ہوا کرتا ہے۔ بدلگام، بگٹٹ اور بے قابو آزادی معاشروں اور مملکتوں میں ہمیشہ افراتفری، انتشار، تصادم اور طوائف الملوکی پھلانے کا موجب بنی ہے۔ مغرب کے چند اخبارات میں گذشتہ ڈیڑھ عشرہ سے اپنا یہ معمول بنا رہا ہے کہ وہ آئے روز کوئی نہ کوئی ایسی حرکت ضرور کرتے ہیں جس سے مسلمانوں کی دلآزاری ہو ایک ذمہ دار پریس ہی کا طرۂ امتیاز یہ ہوا کرتا ہے کہ وہ قارئین کے لئے ایسے فکر انگیز مواد کو تزئین وتشکیل کے بعد زیور طباعت سے مرصع کرتا ہے جو ایک طرف جہاں قارئین کے قلم میں اضافہ کا موجب بنے وہاں وہ انہیں ذہنی، فکری، نظری سطح پر نشاط، اہتزاز اور ابہتاج کے آفاق کی توسیع پذیری میں مدد دے۔ امریکی صدر جنرل بش کے جنوب مشرقی ایشیاء کے دورے پر روانگی کا اعلان سامنے آتے ہی چند عاقبت نہ اندیش مغربی اخبارات نے حضور اکرم ﷺ کے اہانت آمیز خاکوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ چند ماہ قبل پہلے پہل جب یہ خاکے شائع ہوئے تو ڈنمارک کے اخبار کے مدیر نے اسے اپنی ادارتی پالیسی کا ایک حصہ قرار دیا۔ صدر بش وائٹ ہاؤس یا کیمپ ڈیوڈ میں عالمی رہنماؤں سے مذاکرات کر رہے ہوں یا وہ کسی بین الاقوامی فورم اور سیمینار سے خطاب کر رہے ہوں، وہ اکثر و بیشتر اپنے ہر بیان، تقریر، گفتگو اور بات چیت میں اس پر زور دیتے رہتے ہیں کہ امن عالم اور انسانیت کے لئے سب سے بڑا خطرہ انتہا پسندانہ تصورات ونظریات کا پرچار اور فروغ ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دنیا کو جسے باشعور اور سنجیدہ فکر دانشور جنت اراضی بنانے کیلئے بین المذاہب ہم آہنگی اور بین الانسانی مکالمے کی افادیت اور اہمیت پر ایک تسلسل کے ساتھ زور دیتے آ رہے ہیں۔ بیسویں صدی کے آخری عشرہ میں جب سرمایہ کارانہ نظام کے مخالف کمیونسٹ بلاک کے سر خیل سوویت روس کا انہدام ہو گیا تو امریکہ کی رولنگ کلاس نے نیو ورلڈ آرڈر کے نام پر دنیا کو ایک نئی فکر اور نظریے کے چنگل میں پھانسنے کے لئے دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خاتمے کے خلاف جنگ

کا ڈھول پیٹنا شروع کیا۔ دنیا کا کوئی بھی ذی شعور شہری انتہا پسندی اور دہشت گردی کو کسی بھی طور اپنے معاشرے اور مملکت میں پذیرائی، رسوخ اور نفوذ دینے کا حامی نہیں۔ دہشت گردی اور انتہا پسندی واقعتاً ایک مذموم طرز فکر اور روش عمل کا نام ہے۔ انتہا پسند اور دہشت گرد عناصر دنیا کے ہر براعظم، ہر خطے، ہر ملک، ہر معاشرے اور ہر مذہب میں ہمیشہ سے موجود رہے ہیں۔ لیکن دہشت گردی اور انتہا پسندی کی سر کوبی اور بیخ کنی کا عزم لے کر سرگرم عمل ہونے والا امریکہ اور اس کے مجاز کار پردازان بذات خود تنگ نظری، قدامت پسندی، مذہبی جنون اور انتہا پسندی کا شکار ہو گئے۔ یہ درست ہے کہ لوہے کو لوہے سے کاٹا جا سکتا ہے لیکن انتہا پسندی کا انسداد و تدارک انتہا پسندی سے نہیں کیا جا سکتا۔ 1950ء سے 1990ء تک امریکی حکمرانوں نے کمیونزم کو انسانیت کیلئے ایک بڑے خطرے کے طور پر پیش کیا اور اس کی محافظ دنیا کی دوسری بڑی طاقت سوویت روس کے خلاف سرد جنگ کا آغاز کر دیا۔ کمیونزم کے اثرات کے تار پود بکھیرنے کے لئے نصف صدی تک امریکی سرد جنگ کے الاؤ بھڑکاتے رہے لیکن جب کمیونزم اپنی جنم بھومی میں دم توڑ گیا۔ تو امریکیوں نے دہشت گردی اور انتہا پسندی کا لیبل روح عسکریت سے سرشاران تمام مسلم شہریوں اور ممالک پر چسپاں کر دیا جنہوں نے سوویت روس کے انتہا پسندانہ اور توسیع پسندانہ استعماری عزائم کی بساط لپیٹنے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ جب یہ مسلم ممالک اور ان کے شہری سوویت روس کے توسیع پسند سوشل سامراج کے راستے میں سیسہ پلائی دیوار بنے کھڑے تھے تو امریکی و مغربی میڈیا انہیں توقیر و تکریم کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور عالمی برادری کے سامنے انہیں مجاہدین کے روپ میں پیش کر رہا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کی بھڑکائی ہوئی اس سرد جنگ میں اگر مسلم شہریوں کا خون گرم شامل نہ ہوتا تو سوویت روس آج بھی ایک بڑی طاقت کی حیثیت سے امریکہ کے مدمقابل سینہ تانے کھڑا ہوتا۔ عالمی برادری اس پر حیران ہے کہ اتنا عظیم کارنامہ انجام دینے والے مجاہدین کو عالمی ہیروز کے طور پر پیش کرنے کی بجائے امریکی و مغربی میڈیا نے انہیں ''مذہبی جنونی''، ''انتہا پسند'' اور دہشت گرد قرار دے کر ان کے خلاف بدترین قسم کا میڈیا ٹرائل اور میڈیا وار شروع کر دی۔ گویا امریکیوں نے طے کر لیا کہ 1990 کے بعد سے ان کا حریف صرف اور صرف عالم اسلام ہے۔ کمیونسٹ حریف کے خلاف تو اس نے محض سرد جنگ شروع کی تھی جبکہ عالم اسلام کے خلاف ہمہ جہتی گرم جنگ کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ مغربی میڈیا نے اسلام، بانی اسلام، شعائر اسلامی اور مسلم اقدار و روایات کے خلاف بدبودار پراپیگنڈہ کا ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا حالیہ دنوں میں ڈنمارک اور کئی دیگر یورپی ممالک کے اخبارات میں بتکرار و باصرار شائع ہونے والے خاکے ایک تو مغربی اخبار نویسوں کی اسلامی سے لاعلمی کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں اور دوسرا یہ ان کے خبث باطن کو ظاہر کرتے ہیں۔

ان کارٹونوں کی اشاعت یقیناً سہواً نہیں ہوئی بلکہ انہیں عمداً بار بار شائع کیا گیا۔ اس پر آزادی اظہار، رواداری، بین المذاہب ہم آہنگی، تہذیبوں کے مابین مکالمے اور برداشت کے چیمپئن مغربیوں معذرت تک کرنا بھی گوارا نہیں کیا۔ یکم فروری 2006ء کو ان کارٹونوں کو ڈنمارک کے علاوہ ناروے، فرانس، جرمنی، اٹلی، اسپین، نیوزی لینڈ اور آئرلینڈ کے اخبارات نے بھی شائع کیا۔ اپنی اس شریرانہ اور مفسدانہ اشتعال انگیزی کی وکالت کرتے ہوئے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق ان اخبارات کے ذمہ داران نے یہ موقف اپنایا کہ ''ان کارٹونوں کی اشاعت کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ ایک سیکولر معاشرے میں مذہبی کٹر پن کی گنجائش نہیں ہے۔ سب سے پہلے یہ کارٹون ڈنمارک کے ایک کثیر الاشاعت اخبار نے کارٹون سازی کے مقابلے کا باقاعدہ انعقاد کروا کر تیار کروائیں۔ اس مقابلے میں اخبار کو سو سے زائد کارٹون موصول ہوئے اور ان میں سے اخبار نے 12 کارٹون شائع کئے۔ یہ کتنی شرمناک حرکت تھی کہ اخبار نے اسلام بیزاری اور مسلم دشمنی کے کٹر صلیبی جنگی جنونی جذبات سے مغلوب ہو کر ایک ایسا کارٹون شائع کیا جس میں نبی رحمت، محسن انسانیت کو ایک ایسا عمامہ پہنے ہوئے دکھایا گیا جو بموں اور میزائلوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس پر ابتداء میں ڈنمارک کے اسلامی مراکز کے عہدیداران نے احتجاج کیا۔ اخبار کے ایڈیٹر نے صحافتی اخلاقیات سے انحراف کرتے ہوئے انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ اس احتجاج کو مسترد کر دیا اسی پر بس نہیں بلکہ جب ڈنمارک کے مسلمانوں نے اخبار کے ایڈیٹر سے ملاقات کرنا چاہی تو اس نے ملاقات سے بھی انکار کر دیا۔ شروع میں ڈنمارک کی حکومت کا رویہ بھی انتہائی ناشائستہ اور ناپسندیدہ رہا۔ حکومت نے مسلمانوں کی تالیف قلب کرنے کی بجائے اخبار کی مکمل حمایت اور اس کے عملے کو تحفظ دینے کے عزم کا اعادہ کیا۔ ڈنمارک کے وزیر اعظم اینڈرسن نے 3 فروری 2006ء کو سفارتکاروں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انتہائی بھونڈے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا ڈنمارک کی حکومت نے جس حد تک ہو سکتا تھا آزادی رائے اور آزادی اظہار کے بارے میں اپنا موقف واضح کر دیا ہے اور وہ اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ اپنے ملک کے اخبارات کو وارننگ دے سکیں تاہم انہوں نے کہا کہ وہ اس پر مطمئن ہیں کہ اخبار نے معذرت کر لی ہے۔ خبر و نظر کی دنیا سے تعلق رکھنے والے ارباب بصیرت جانتے ہیں کہ مذکورہ اخبار کے مدیر کی معذرت انتہائی ڈھیلی ڈھالی اور گول مول تھی بعد ازاں اس اخبارات کے ساتھ یورپی یونین کے دیگر رکن ممالک نے عجیب وغریب اور ناقابل فہم قسم کا اظہار یکجہتی کیا۔ آزادی رائے کے ساتھ اس اظہار یکجہتی نے عالم اسلام کے شہریوں کو باور کروا دیا کہ مغرب میں آزادی اظہار کی سہولت کو وہاں کا صلیبی وصیہونی دانشور اور صحافی انتہاپسندی کے جذبات سے سرشار ہو کر صرف اور صرف اسلام کی تذلیل اور مسلمانوں کی اہانت کے لئے بطور ایک ہتھیار کے استعمال کر رہا ہے۔ ابھی ڈنمارک

کے اخبار کا زخم تازہ ہی تھا کہ پیرس سے شائع ہونے والے اخبار ''فرانسوا سواغ'' نے اس کارٹون کو دوبارہ شائع کیا۔ اخبار کے مالک نے کارٹون شائع کرنے والے ایڈیٹر کو برطرف کر دیا اور مسلمانوں اور ان تمام لوگوں سے معذرت کی کارٹون کی اشاعت سے جنہیں صدمہ پہنچا تھا۔ فرانسوا سوغ کے علاوہ جرمنی کے ''ڈائی ویلٹ''، اٹلی کے ''لاس ٹیمیا'' اور سپین کا ''ایل پیریڈیکو'' بھی اس مذموم مہم میں شامل ہو گئے۔ اس کے بعد یہ سوال اٹھایا گیا کہ ان کارٹونوں کی اشاعت کیا واقعی آزادی اظہار سے تعلق رکھتی ہے۔ سی این این بی بی سی اور اسی طرح کے دیگر مغربی نشریاتی اداروں نے مسلمانوں کو اپنے تئیں سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ ان کارٹونوں پر برافروختہ ہونے کی بجائے یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ کارٹون کیا ہوتا ہے۔ وہ اس پر زور دیتے رہے کہ عالم اسلام کے شہریوں کو مغربی حکومتوں کے موقف کو سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے اور ساتھ ہی تمسخر اڑاتے ہوئے صحافیانہ آزادی کا استعمال اس رائے کو پلانٹ کرنے کیلئے کیا کہ چونکہ مسلمان ملکوں میں شہریوں کو اظہاری اور صحافتی آزادی اس حد تک حاصل نہیں جتنا کہ یورپ اور مغربی ممالک کے شہری اس سے محفوظ ہو رہے ہیں۔ جن اخبارات کے ایڈیٹروں نے معذرت کی ان کی مذہبی انتہا پسندی کا بھی عالم یہ تھا کہ معذرت کرتے ہوئے بھی وہ کہتے رہے ''ہم اس بات پر پشیمان نہیں کہ ہم نے کارٹوں کیوں بنوائے اور شائع کیے لیکن ہم صرف اس پر معذرت کر رہے ہیں کہ اس سے مسلمانوں کو تکلیف ہوئی ہے'' نظری قسم کی بحثیں شروع کر دی گئیں۔

البتہ اس بحثوں کے دوران وہ بھول گئے کہ ہر شخص کی آزادی دوسرے کی ناک پر ختم ہو جاتی ہے۔ مغربی اخبارات میں شائع ہونے والے یہ کارٹون بھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک خاص پلاننگ کے تحت یورپی یونین کے رکن ممالک نے شائع کیے تاکہ جب امریکی صدر بش دنیا کے دورے پر نکلیں تو انہیں نہ خوشگوار حالات و واقعات کا سامنا کرنا پڑے۔ عالم یہ ہے کہ اس وقت پاکستان سمیت عالم اسلام کے تمام ممالک میں یورپی یونین کے اخبارات کے غیر دانشمندانہ اور غیر ذمہ دارانہ رویوں کے خلاف احتجاج باقاعدہ ایک تحریک کے روپ میں ڈھل چکا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کی اس تحریک کو لاٹھی، گولی، کرفیو اور ریاستی مشینری کے کسی بھی قسم کے تشدد سے دبایا نہیں جا سکتا۔ یوں تو صدر بش اور ان کا حواری یورپ دنیا بھر کے مسلمانوں کو تحمل، رواداری اور برداشت کے ''سرمن'' دیتے نہیں تھکتے لیکن وہ آزادی اظہار کو انتہا پسندانہ نظریات کے فروغ کے لئے استعمال کرنیوالے مغرب کے گٹر پریس کی کھلے الفاظ میں مذمت بھی کرنے سے کتراتے ہیں۔ ان کا یہ رویہ اور یہ روش ظاہر کرتی ہے کہ صدر بش ہوں یا مغربی ممالک کے ان کے حواری حکمران، دونوں مغربی، صلیبی انتہا پسندوں سے خائف اور ہراساں ہیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق ہندوستان پہنچنے سے قبل امریکی صدر بش نے

مختلف ٹی وی چینلز کے نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے ایک بار پھر حکومت پاکستان کو انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خاتمے کیلئے جملہ توانائیاں بروئے کار لانے کی تلقین کی ہے۔ انہوں نے بھارتی لابیوں کو خوش کرنے کیلئے پاکستان میں دہشت گردوں کے گرین کیمپوں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں ایک بھی ایسا کیمپ موجود نہیں۔ صدر بش کے اس بیان سے یہ آشکار ہو جاتا ہے کہ پاکستانی وزارت خارجہ اور دیگر حکومتی ارباب حل وعقد امریکی حکام کو دہشت گردی کے خلاف جڑی اپنی سرگرمیوں سے بکمال وتمام آگاہ کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ دہشت گردی کیوں جنم لیتی ہے؟ انتہا پسندی کو بال و پر پھیلانے کے مواقع کیوں ارزاں ہوتے ہیں۔ اس کا جواب صدر مملکت جنرل پرویز مشرف نے ایک امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ اور امریکی جریدے نیوز ویک کو انٹرویو دیتے ہوئے بخوبی دیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ ''اسلام امن پسند اور انسانیت کی ترقی اور خوشحالی کا داعی دین ہے، اسلام کا جدیدیت سے کوئی تصادم نہیں مغرب تک اسلام کی حقیقی تصویر ان کی عدم مساعی اور لاعلمی کے باعث نہیں پہنچی'' سچ تو یہ ہے کہ امریکی حکام، عوام اور اس کے حلیف مغربی ممالک کے مقتدر طبقات اور شہریوں کو اپنی سوچ اور رویوں میں تبدیلی پیدا کرنا چاہیے۔ ان کے تھنک ٹینکس اپنے عوام کے سامنے اسلام کی حقیقی تصویر پیش نہیں کر رہے۔ اسلام ترقی، جدید سائنس اور نئے علوم کا کسی طور بھی مخالف نہیں۔ امریکہ اور مغرب کے ذمہ داران کو بھی یہ سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے کہ عالم اسلام کے شہریوں کی اکثریت جنگ سے نفرت کرتی اور امن سے محبت کرتی ہے لیکن جب کوئی عالمی طاقت پیشگی حملہ کی ڈاکٹرائن کے تحت افغانستان اور عراق ایسے مسلم ممالک کے نہتے اور معصوم شہریوں پر وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والا بموں اور میزائلوں کی بارش کر کے ان کے گھروں اور شہروں کو راکھ کا ڈھیر بنا دیں گے تو ردعمل میں وہ چیخنے، رونے اور چلانے کا حق تو رکھتے ہیں۔ امریکہ ومغرب کے ذمہ داران کو بھی تنگ نظری چھوڑنا ہو گی۔ ان کے میڈیا کو اسلام مخالف انتہا پسندانہ نظریات ترک کرنا ہونگے اور یہ باور کرنا ہوگا کہ ان کے اس عمل کی وجہ سے دنیا میں انتہا پسندی جنم لے رہی ہے۔ یہی انتہا پسندی بقول صدر مملکت بعد ازاں دہشت گردی کو جنم دیتی ہے۔

(اداریہ۔ روزنامہ دن، 27 فروری، 2006ء)

☆ ☆ ☆

توہین آمیز خاکوں کے خلاف شدید ردعمل

صدر جنرل پرویز مشرف نے ڈنمارک اور بعض دوسرے یورپی ملکوں کے اخبارات میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے تہذیبوں کے تصادم کو تقویت ملے گی۔ وزیراعظم شوکت عزیز نے بھی گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے مسلمانان عالم کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ قومی اسمبلی اور سینٹ نے بھی اتفاق رائے سے ان خاکوں کے خلاف مذمتی قراردیں منظور کی ہیں۔ سندھ اسمبلی نے اپنی متفقہ قرارداد میں ان تمام یورپی ملکوں پر جہاں اخبارات نے خاکے چھاپے ہیں زور دیا ہے کہ وہ عالم اسلام سے معافی مانگیں۔ پاکستان نے اقوام متحدہ میں بھی شدید احتجاج کیا ہے اور ہمارے سفیر منیر اکرم نے مطالبہ کیا ہے کہ جنرل اسمبلی نئی ہیومن رائٹس کونسل کو ایسے اقدامات کے خاتمے کا اختیار دے۔ گذشتہ جمعہ کے روز پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں توہین آمیز خاکوں کے خلاف احتجاجی مظاہرے کئے گئے ہیں جن میں قراردادوں کے ذریعے مطالبہ کیا گیا ہے کہ توہین کے مرتکب ممالک سے سفارتی تعلقات ختم کئے جائیں ان مغربی ملکوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے اور گستاخان رسول ﷺ کو پاکستانی عدالتوں میں مقدمہ چلا کر سزا دی جائے۔ ایک قرارداد کے ذریعے اسلامی ممالک پر زور دیا گیا کہ وہ مغرب کے ان ہتھکنڈوں کا مقابلہ کرنے کیلئے اپنا ایک مشترکہ میڈیا چینل قائم کریں۔ امر واقع یہ ہے کہ پورے عالم اسلامی میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف ردعمل ظاہر کیا گیا ہے۔ ڈنمارک جہاں سب سے پہلے گذشتہ ستمبر میں ایک اخبار نے 12 خاکے شائع کئے تھے جن کو بعد ازاں فرانس، ہالینڈ، ناروے، جرمنی اور دوسرے یورپی ملکوں نے دوبارہ شائع کیا چنانچہ ان کی اشاعت کے خلاف دنیا بھر میں مسلمانوں نے زبردست احتجاج کیا۔ سعودی عرب نے ڈنمارک سے اپنا سفیر واپس بلا لیا ہے اور اس کی سب سے بڑی انڈسٹری کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیا ہے جس کے نتیجے میں متعلقہ صنعت سے کارکنوں کی بڑی تعداد کو ملازمت سے نکال دیا گیا ہے۔ انڈونیشیا کے دارالحکومت جکارتہ، ملائیشیا کے دارالحکومت کوالمپور اور ڈھاکہ میں زبردست ردعمل کا اظہار کیا گیا ہے اور لوگوں نے ڈنمارک کے سفارتی دفاتر پر جگہ جگہ خشت باری کی ہے اور یورپی ملکوں کے خلاف نعرہ زنی کی گئی ہے۔ بعض برطانوی اور امریکی اخبارات نے بھی ان خاکوں کی اشاعت پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے انہیں انصاف، ذوق سلیم اور اصولوں کی حدیں پھلانگنے کے مترادف قرار دیا ہے۔ عرب ممالک کے علاوہ ایران، ترکی، ایشیائی اور افریقی ملکوں میں بھی ان کے خلاف مظاہرہ

کیئے گئے ہیں اور توقع ہے کہ جب تک ان اخبارات کے مدیران و مالکان کے علاوہ متعلقہ ملکوں کی حکومت نے اس سلسلے میں مسلمانان عالم کے جذبات کو اہمیت نہ دی۔ اس وقت تک یہ احتجاجی سلسلہ جاری و ساری رہے گا اور مغربی اور اسلامی ملکوں کے درمیان خلیج وسیع ہو جائیگی۔ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا یہ پہلو انتہائی افسوسناک ہے کہ فرانس اور بعض دوسرے یورپی ملکوں نے اسے پریس کی آزادی قرار دیتے ہوئے مسلمانوں کے احتجاج کا نوٹس نہیں لیا۔ ان کا یہ موقف کہ یورپی ملکوں میں پریس آزاد ہے اور کوئی حکومت ان کی آزادی میں مداخلت نہیں کرسکتی ایک کمزور اور ناقص دلیل اور توجہ طلب مسئلہ ہے یہ ایک طے شدہ نظریہ ہے کہ ایک فرد کی آزادی کی حد اس وقت ختم ہو جاتی ہے جب دوسرے فرد کی آزادی اس سے متاثر ہو۔ اگر یورپی پریس کی آزادی کا یہ مطلب ہے کہ دنیا بھر میں ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوں تو اسے اظہار کی آزادی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں اسلامیان عالم کا دینی اور مذہبی معاشرہ کسی قسم کے توہین آمیز مواد کی اشاعت کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ مسلمان نہ صرف سرور کائنات حضور پاک ﷺ کو اپنی عقیدت کا مرکز سمجھتے ہیں اور ان سے عشق اور محبت کو اپنا ایمان قرار دیتے ہیں وہ کسی طرح بھی حضور پاک ﷺ کے خلاف گستاخانہ خاکوں کو برداشت نہیں کرتے۔ خود مسلمان حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام اجمعین کو دل سے تسلیم کرتے ہیں اور دیگر مذاہب کے بانیوں کو عقیدت واحترام سے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح وہ یہ توقع رکھتے ہیں کہ مذہبی ملکوں کے دانشور، قلم کار، فنکار اور اخبارات حضور اکرم ﷺ کے بارے میں اشاعت سے تہذیبوں کے تصادم کو تقویت ملے گی۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ مغربی ممالک مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرکے انتہا پسندانہ سوچ کو آگے بڑھانے کا سبب بن رہے ہیں۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے وہ دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خلاف سرگرم کردار ادا کر رہا ہے لیکن پاکستان کا یہ اصولی موقف بھی واضح ہے کہ دہشت گردی اور انتہا پسندی کے اسباب وعلل ختم کئے جائیں جس کے بغیر ان پر مکمل طور پر قابو نہیں پایا جاسکتا لیکن بدقسمتی سے مغربی ملکوں میں بعض عناصر پاکستان اور اسلامی ممالک کو انتہا پسندی کا بڑا ذریعہ قرار دیتے ہیں اور مغربی ملکوں میں اس ذہنی رجحان کے فروغ پانے سے مسلمانان عالم اور مغرب کے درمیان فاصلے بڑھ رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں پائیدار عالمی امن کے قیام کی مساعی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکیں گی۔ ہمیں توقع ہے کی یورپی ممالک جو اپنے ماضی میں باہمی تصادم کے تجربات سے گزر چکے ہیں، وہ اس صورتحال کا ادراک کرتے ہوئے مسلمانان عالم کے جذبات کو مجروح کرنے کی منفی کوششوں اور اقدامات کو روکنے کی کوشش کریں گے تاکہ باہمی غلط فہمیاں دور ہوں اور عالمی امن کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے فلسطین، کشمیر اور دیگر تنازعات کو حل کیا جائے تاکہ انتہا پسندی کے اسباب ختم ہوں اور دنیا کو مل جل کر گہوارہ امن بنایا جاسکے۔ (اداریہ۔ روزنامہ صحافت، 5 فروری 2006ء)

پاکستان بھر میں مکمل ہڑتال اور احتجاجی مظاہرے

صوبائی دارالحکومت لاہور اور اسلام آباد سمیت ملک کے بیشتر بڑے شہروں میں گذشتہ روز مکمل ہڑتال کی گئی اور شٹر ڈاؤن رہا۔ اسلام آباد میں قومی اسمبلی اور سینٹ کے اراکین نے بھی خاموش مارچ کیا۔ طلبہ تنظیموں نے ریلیاں نکالیں اور ڈنمارک اور دوسرے مغربی ملکوں میں توہین آمیز خاکوں کے خلاف زبردست مظاہرہ کیا۔ مظاہرہ نے ڈنمارک کی ادویات کے بائیکاٹ اور تجارتی روابط منقطع کرنے کا مطالبہ کیا۔ یہ ہڑتال تحفظ ناموس رسالت ﷺ محاذ اور وفاق المدارس اور دینی تنظیموں کی اپیل پر ہوئی جس میں تاجر برادری نے بھرپور شرکت کی اور چھ سو سے زائد تاجر تنظیموں نے ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے لئے ہر قربانی دینے کا اعلان کیا۔ ملک کے بعض قصبوں اور چھوٹے شہروں سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق وہاں بھی ہڑتال کی گئی اور قریہ قریہ گلی گلی یہ احتجاجی نعرے لگائے گئے۔ خواتین کی بڑی تعداد نے بھی مظاہروں میں شرکت کی۔ صوبائی دارالحکومت میں مکمل شٹر ڈاؤن رہا۔ بڑی اور چھوٹی مارکیٹیں بند رہیں۔ منصورہ اور پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس میں ٹائر جلا کر طلباء نے مظاہروں کا آغاز کیا۔ اس مکمل ہڑتال کا ایک اہم ترین پہلو یہ ہے کہ اس میں حکومت کے حامی عناصر ارکان اسمبلی سیاسی کارکنوں، طلباء، ڈاکٹروں، انجینئروں، تاجروں غرض کہ زندگی کے تمام شعبوں کے افراد نے حصہ لیا اور ہر شخص نے عہد کیا کہ وہ ناموس رسالت کی حفاظت کیلئے ہر قربانی دے گا۔ امر واقع یہ ہے کہ مسلمانان عالم نے تاریخ میں کبھی بھی کسی کو شبیہ رسالت مآب چھاپنے کی اجازت نہیں دی لیکن انتہائی افسوسناک بات یہ ہے کہ ڈنمارک کے ایک اخبار نے ایسے خاکے شائع کئے ہیں جن سے نہ صرف سرور کائنات ﷺ کی توہین کا پہلو نکلتا ہے بلکہ یہ تاثر دینے کی مذموم کوشش کی گئی ہے کہ وہ جارحیت پسند تھے حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ سرکار دو عالم رسول کریم رحمت اللعالمین ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ انسانوں میں بھائی چارہ، محبت اور پیار کے علمبردار ہیں۔ آپ ﷺ نے رنگ و نسل اور ذات پات کے امتیازات کو ختم کر کے نسل انسانی کی وحدت کا درس دیا ہے اور جارحیت کے تصورات کو ختم کر کے حق و باطل کے درمیان فرق واضح کرتے ہوئے حق کے دفاع کی تدبیر پر زور دیا ہے لیکن یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ مغربی ممالک کے دانشور، اہل علم، صحافی اور حکمران امت مسلمہ کے خلاف بغض و عناد رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور توہین آمیز خاکوں کی مسلسل مغربی ملکوں کے اخبارات میں اشاعت وہاں کے اہل علم کی اسی کج روی کی غمازی کرتی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ صدر بش اور وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے وزیر اعظم ڈنمارک کو تھپکی دی

ہے اوران کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا ہے اوران خاکوں کی اشاعت کو اظہار رائے کی آزادی سے تعبیر کیا ہے حالانکہ اظہار رائے کی آزادی کی حدوہاں ختم ہو جاتی ہے جہاں دوسروں کیلئے وہ رائے ایذاءرسانی اور اشتعال کا سبب بن نجائے اور یہ بات خاکوں کی اشاعت کے ذمہ دار تمام جمہوری ملکوں کے آئین میں بھی شامل ہے۔جس کی یورپی ممالک کھلے بندوں خلاف ورزی کرر ہے ہیں اور آئینی، روحانی، مذہب تقاضوں کو پس پشت ڈال کر ملت اسلامی کے جذبات کو مجروح کرنے کیلئے پیش پیش ہیں۔شاید مغربی حکمرانوں کا مقصود یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے جذبات سے کھیل کر انہیں مزید کمزور کرنا چاہتے ہوں لیکن عملاً صورتحال یہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان جاگ اٹھے ہیں اور ہر اسلامی ملک میں ان فتنہ انگیز خاکوں کے خلاف مظاہروں کا سلسلہ جاری ہے۔مراکش، سعودی عرب اور افریقہ کے اسلامی ممالک سے لے کر پاکستان، بنگلہ دیش، ملائیشیا، انڈونیشیا تک بلکہ بھارت ا ردوسرے ملکوں میں بھی جہاں مسلمانوں کی بڑی تعداد موجود ہے ان توہین آمیز خاکوں کے خلاف کھلے بندوں ردعمل کا اظہار ہوا ہے۔اگر چہ بعض اسلامی ملکوں میں پر جوش مسلم مظاہرین نے یورپی ملکوں کے سفارتخانوں پر دھاوا بولا، توڑ پھوڑ کی اور بعض کو نذر آتش کر دیا تاہم ہم پرامن احتجاج کے حامی ہیں اور پاکستان میں مظاہرین نے مغربی سامان، ادویات کا مقاطعہ اوران کے معاشی بائیکاٹ کا مطالبہ کیا ہے اور اپنے احتجاج کے ذریعے مغربی ملکوں کو اپنے جذبات سے آگاہ کیا ہے۔اس سلسلے میں پاکستان کے مختلف شہروں میں انتظامیہ نے بھی مظاہرین کو حد سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی اور پشاور اور دوسرے علاقوں میں مظاہرین پر لاٹھی چارج کیا گیا ہے۔بہر حال اس سانحے سے یہ تاثر ضرور ملتا ہے کہ مغربی ممالک کے مفکر مسلمانان عالم کو شاید جرم ضعیفی کی سزا دینا چاہتے ہیں یا پھر اپنے کلچر کو زبردستی مسلمانوں پر مسلط کرنا چاہتے ہیں یا پھر مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دے کر تہذیبوں کے تصادم کو ہوا دینے کی کوشش کی جارہی ہیں۔بہر حال اہل مغرب کا مقصود کچھ بھی ہو مسلمان امن پسند ہیں لیکن اس المناک سانحہ سے عالم اسلام جاگ پڑا ہے۔اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ مسلمانوں پر اگر کوئی افتاد پڑے تو اس کا مدافعانہ ردعمل یقیناً ظاہر ہوتا ہے۔ہمیں توقع ہے کہ مغربی ملکوں کے مدبرین، سیاسدان اور دانشور صحافی عالم اسلام کے اس ردعمل کا مثبت انداز میں جائزہ لیتے ہوئے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے سے اجتناب کریں گے تاکہ کچھ افراد کی غیر ذمہ دارانہ حرکتوں سے عالمی امن درہم برہم ہونے نہ پائے اور تہذیبوں میں تصادم کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو اور اسلام کے سنہری اصولوں کی روشنی میں تمام عالم کے باشندے اولاد آدم کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنا سیکھیں اور باہمی احترام اور محبت کو فروغ دیں۔

(اداریہ۔روزنامہ صحافت، 15 فروری 2006ء)

توہین آمیز خاکے، پاکستانی تجاویز اور اسلامی کانفرنس کا کردار

وزیر اعظم شوکت عزیز نے قومی اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے انکشاف کیا ہے کہ اسلامی کانفرنس نے توہین رسالت ﷺ کے واقعات کو روکنے کیلئے پاکستانی تجاویز منظور کر لی ہیں جن پر عملدرآمد سے دنیا میں آئندہ توہین آمیز مواد کسی ملک میں شائع نہیں ہو سکے گا انہوں نے واضح کیا کہ ہم اپنے دین کے بارے میں معذرت خواہانہ رویہ نہیں اپنائیں گے۔ اس لئے ہم نے ڈنمارک سمیت یورپ کے دیگر ملکوں کے سفارتکاروں کو بلا کر احتجاج کیا اور ان ملکوں کے سفارتکاروں کی واپسی کے فیصلے کا جہاں تک تعلق ہے وہ اسلامی کانفرنس کی تنظیم کے پلیٹ فارم سے کیا جائے گا۔ وزیر اعظم نے اپوزیشن پر زور دیا کہ وہ سیاست بازی نہ کرے بلکہ حکومت کے ساتھ بات چیت کے ذریعہ مسئلے کا حل تلاش کرے کیونکہ توڑ پھوڑ اور تخریب کاری سے پاکستان کا تشخص مجروح ہوگا۔ انہوں نے دوٹوک انداز میں اعلان کیا کہ حکومت توڑ پھوڑ کرنے والوں کو کیفر کردار تک پہنچائے گی۔ پاکستان نے جو تجاویز پیش کی ہیں ان کے مطابق یورپی یونین پارلیمنٹ پر زور دیا جائے گا کہ وہ ایسا قانون منظور کرے جس سے مسلمانوں کی دل آزاری کا واقعہ کو دہرایا نہ جا سکے۔ یورپی یونین اور اسلامی کانفرنس توہین رسالت کی روک تھام اور بین المذاہب احترام کے لئے اقوام متحدہ سے قرارداد منظور کرائیں تاکہ توہین رسالت کے مرتکب ملک کے خلاف اقوام متحدہ کارروائی کرے۔ پاکستان اگرچہ آزادی اظہار پر یقین رکھتا ہے لیکن ایسا ضابطہ اخلاق تیار ہونا چاہیے کہ لوگوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس نہ پہنچائی جا سکے۔ اقوام متحدہ انٹرنیشنل کمیونیکیشن آرڈر جاری کرے تاکہ مذہبی عقائد کے خلاف خبروں کو کنٹرول کیا جا سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ منگل کے روز لاہور اور بعض دوسرے شہروں میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف احتجاج کے دوران توڑ پھوڑ صوبائی اسمبلی اور بعض دوسری عمارتوں کو نذر آتش کرنے کی کوششیں، سرکاری اور نجی املاک کو جلانے کی کارروائیوں کے پس منظر میں وزیر اعظم کے اعلان کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تمام مسلمان توہین رسالت کا ارتکاب کرنیوالوں کے خلاف متحد ہیں۔ اور اس سلسلے میں صدر پاکستان اور حکومت نے جلوس کی حمایت کی ہے لیکن اپنی ہی عوام اور حکومت کی املاک کو نقصان پہنچانا کسی طرح بھی

پسندیدہ اقدام قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس سلسلے میں جہاں صوبائی حکومت نے علمائے کرام کی تنظیموں سے بات چیت کی ہے وہاں وفاقی حکومت کی طرف سے تخریب کاروں اور بدامنی پھیلانے والوں کی خلاف سخت کارروائی کرنے کا فیصلہ ناگزیر ہے ہمیں توقع ہے کہ ملک کے تمام سیاسی زعما، علمائے کرام اور سماجی تنظیمیں اتفاق رائے سے پرامن احتجاج کی حمایت کریں گی اور توڑ پھوڑ کرنیوالے تخریب کاروں پر قابو پانے کی کوششوں کی حمایت کریں گی۔ اس سلسلے میں حکومت سے یہ گذارش ضروری ہے کہ جہاں وہ اسلامی کانفرنس کے ذریعے اس مسئلہ پر قابو پانے کی قابل قدر کوشش کر رہی ہے وہاں ملک کے اندر اصلاح احوال کیلئے ایسے اقدامات نہ کرے جس سے بعض حلقوں کو اشتعال پھیلانے کا موقع ملے۔ بہر حال ہمیں یقین ہے کہ پاکستان کے شہری، سیاستدان، سماجی لیڈر اور حکومت مل جل کر امن و امان قائم رکھیں گے تاکہ پاکستان کا وقار سربلند ہو اور تمام پیش آئندہ مسائل کو حسن تدبیر سے حل کرنے کی راہ ہموار کی جائے۔

(اداریہ۔ روزنامہ صحافت، 17 فروری، 2006ء)

اقوام متحدہ میں توہین آمیز خاکوں کا معاملہ

صدر جنرل پرویز مشرف نے اعلان کیا ہے کہ پاکستان توہین آمیز خاکوں کا معاملہ اقوام متحدہ میں اٹھائے گا اور عالمی برادری پر زور دے گا کہ کوئی ایسا قانون اور ضابطہ تیار کیا جائے جس کے تحت انبیاء علیہم السلام اجمعین کی تکریم اور ناموس کے منافی مواد کی اشاعت کی اجازت نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ صدر بش جب آئندہ ہفتے پاکستان کے دور پر اسلام آباد آئیں گے تو میں ذاتی طور پر بھی ان سے اس مسئلے پر بات کروں گا کیونکہ آزادی صحافت کی آڑ میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اس لئے میں صدر بش کی اس معاملے میں تائید و حمایت حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ انہوں نے بین المذاہب ہم آہنگی کی ضرورت پر بھی زور دیا تا کہ پائیدار عالمی امن کے قیام میں مدد ملے۔ انہوں نے کہا کہ یہ خاکے پوری امت مسلمہ کا مسئلہ ہے اور ہم سب ان کی مذمت کرتے ہیں۔ اس لئے ہماری حکومت اس سلسلے میں پرامن احتجاج کو نہیں روکے گی البتہ توڑ پھوڑ اور گھیراؤ جلاؤ کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ صدر مملکت نے یہ گفتگو علمائے کرام کے ایک وفد سے ملاقات کے دوران کہی اور ان پر زور دیا کہ وہ مدارس کو قومی دائرے میں لائیں کیونکہ رجسٹریشن کا صرف یہی ایک مقصد ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈنمارک کے ایک اخبار میں گذشتہ سال 8 ستمبر کو 12 توہین آمیز خاکے شائع کئے گئے اور کچھ ہی عرصہ بعد یورپ کے مختلف اخبارات نے بھی انہیں شائع کیا جس پر پوری امت مسلمہ نے شدید ردعمل ظاہر کیا۔ سعودی عرب اور متعدد دوسرے عرب ممالک نے بھی ڈنمارک سے تجارتی مقاطعہ کیا اور سفارتی تعلقات توڑ لئے۔ پاکستان نے بھی اپنے سفیر کو وہاں سے واپس بلالیا اور پاکستان سمیت تمام اسلامی ملکوں میں خاکوں کے خلاف عوامی مظاہروں کا سلسلہ شروع ہوا۔ بڑی بڑی ریلیاں نکالی گئیں۔، بھارت میں بھی مسلمانوں نے ان کے خلاف زبردست احتجاج کیا۔ پاکستان کا جہاں تک تعلق ہے یہاں ہماری دینی تنظیموں، سیاسی جماعتوں اور سماجی اداروں نے نہ صرف احتجاجی ریلیاں نکالیں بلکہ ہڑتالیں بھی کیں۔ حکومتی کولیشن میں شامل پارٹیوں کے اراکین نے بھی ان احتجاجی جلوسوں میں شرکت کی لیکن گذشتہ منگل کو لاہور اور پشاور میں نکلنے والے احتجاجی جلوسوں میں شامل بعض عناصر نے زبردست توڑ پھوڑ کی، سرکاری اور نجی املاک کو نقصان پہنچایا، پنجاب اسمبلی کو آگ لگانے کی کوشش کی گئی، ایک وہ ریستوران نذر آتش کر دیئے گئے۔ متعدد کاروں اور موٹر سائیکلوں کو آگ لگا دی گئی۔ سرکاری عمارتوں

پر سنگ باری کی گئی۔ ایک بینک پر دھاوا بولا گیا جس میں دو افراد جاں بحق ہو گئے۔ پشاور میں بھی صورتحال اندوہناک رہی جس پر صوبائی حکومت نے سخت نوٹس لیا۔ خاص طور پر حکومت پنجاب نے شاہرہ قائداعظم پر جلوس نکالنے پر پابندی عائد کردی اور پر امن احتجاجی ریلیوں کے لئے طے پایا کہ ڈسٹرکٹ ناظم لاہور کی اجازت سے مینار پاکستان میں احتجاجی جلوس نکالے جاسکتے ہیں۔ لیکن بعض دینی جماعتوں نے حکومتی پابندیوں کو قبول کرنے سے انکار کیا اور ان جلوسوں کو مذہب کی آڑ میں اپنے سیاسی ایجنڈے کیلئے استعمال کرنا شروع کردیا۔ اس تمام تر صورتحال کا نوٹس لیتے ہوئے صدر مملکت کا یہ فیصلہ یقیناً لائق تحسین ہے کہ یہ معاملہ اقوام متحدہ میں اٹھایا جائے گا اور اس مقصد کیلئے اسلامی کانفرنس کا تعاون حاصل کیا جائے گا۔ صدر مملکت کی ایک عرصے سے یہ کوشش ہے کہ اسلامی کانفرنس کی تشکیل جدید کی جائے اسے موثر، فعال اور متحرک تنظیم بنایا جائے جو نہ صرف اسلامیان عالم کے مسائل حل کرے اور مسلم ممالک کے درمیان تنازعات کے تصفیے میں کردار ادا کرے بلکہ اجتماعی طور پر امہ کے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے کر اقوام عالم سے بین المذاہب ڈائیلاگ کر کے مغرب اور عالم اسلام کے درمیان حائل خلیج کو پاٹنے کی کوشش کرے اور اب خاکوں کی اشاعت سے اسلامیان عالم کے جو جذبات مجروح ہوئے ہیں ان کے پیش نظر اسلامی کانفرنس اقوام متحدہ سے تعاون کرے اور اس عالمی تنظیم کی مدد سے مستقبل میں ان تمام اقدامات کو روکنے کا لائحہ عمل تیار کرے جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اس سلسلے میں حکومت پاکستان کی طرف سے اقوام متحدہ میں اپنے سفیر کو بعض ہدایات بھی دے دی گئی ہیں اور امکان موجود ہے کہ اقوام متحدہ موجودہ معاملات پر قابو پانے کیلئے کوئی ضابطہ اخلاق تیار کرے گی۔ جہاں تک سیکرٹری جنرل کوفی عنان کا تعلق ہے وہ پہلے ہی ان خاکوں کی اشاعت کی مذمت کر چکے ہیں۔ خوش قسمتی سے صدر بش آئندہ 3 مارچ کو بھارت کا دورہ مکمل کرنے کے بعد اسلام آباد آئیں گے جہاں وہ پاک بھارت تعلقات کو مستحکم بنانے، دونوں ملکوں کے درمیان امن عمل کو آگے بڑھانے اور کلیدی مسئلہ کشمیر کے تصفیے کے سلسلے میں اپنا کردار ادا کرنے کا عزم رکھتے ہیں اور پاکستان کے ساتھ سٹریٹجک تعلقات کو مزید مضبوط بنانے کے علاوہ اقتصادی رابطوں کو فروغ دینے کی تجاویز بھی ساتھ لا رہے ہیں وہاں صدر مملکت موجودہ صورتحال کا جائزہ لیتے ہوئے توہین آمیز خاکوں کا معاملہ بھی ان کے سامنے اٹھائیں گے تاکہ مسلمانوں کے جذبات کا احترام کیا جائے۔ دنیا کی واحد سپر پاور کے سربراہ کی حیثیت سے صدر بش نے اگر اس معاملے میں دلچسپی کا اظہار کیا تو یقیناً مغربی اخبار آئندہ ایسی حرکت نہیں کر پائیں گے جس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہو۔ مزید برآں صدر بش کے تعاون سے بین المذاہب ہم آہنگی کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے میں بھی مدد مل سکتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ پاکستان کی

دینی جماعتیں توہین آمیز خاکوں کے خلاف صدر جنرل پرویز مشرف کی قیادت میں حکومت کی مساعی کو سامنے رکھتے ہوئے اس بات کا اہتمام کریں گی کہ خاکوں کے خلاف احتجاج پرامن ہو اور توڑ پھوڑ کی کوئی کارروائی نہ ہو سکے۔ اس سے ثابت ہو گا کہ اسلام امن کا داعی ہے، محبت اور یگانگت کو فروغ دیتا ہے اور عالمی برادری کے اتحاد کا حامی ہے۔ اس سے پاکستان کا وقار بلند ہو گا اور عالمی سطح پر پاکستان بین العقیدہ ہم آہنگی کی جو کوششیں کر رہا ہے وہ کامیابی سے ہمکنار ہوں گی۔

(اداریہ۔ روزنامہ صحافت، 27 فروری 2006ء)

احتجاجی تحریک یا اپوزیشن کا سیاسی ایجنڈا؟

پاکستان سمیت پورے عالم اسلام میں گذشتہ ہفتوں کے دوران توہین آمیز خاکوں کے خلاف زبردست احتجاجی تحریک چل رہی ہے۔ توہین رسالت کے اس واقعہ سے پورے عالم اسلام میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی ہے کیونکہ کوئی مسلمان بھی سرور کائنات ﷺ کے خلاف گستاخی کو برداشت نہیں کرسکتا۔ چنانچہ متعدد اسلامی ملکوں نے ڈنمارک کے ساتھ اپنے سفارتی اور اقتصادی رابطے ختم کر دیئے ہیں۔ پاکستان نے بھی اپنا سفیر واپس بلا لیا ہے اور ملک بھر میں شروع ہونے والی احتجاجی تحریک میں اپوزیشن کے ساتھ حکومتی پارٹیوں نے بھی شرکت کی۔ صدر جنرل پرویز مشرف اور وزیر اعظم شوکت عزیز نے خاکوں کی اشاعت کی زبردست مذمت کی اور دنیا کی ہر فورم میں اس مسئلے کو اٹھایا۔

اسلامی کانفرنس کی تنظیم نے اس سلسلے میں فعال کردار ادا کرنے کی اپیل کی اور فیصلہ کیا کہ یہ مسئلہ اقوام متحدہ میں پیش کیا جائے گا تاکہ عالمی سطح پر کوئی ایسا ضابطہ اخلاق تیار کیا جاسکے جس کے تحت کوئی بد بخت رسالت مآب اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اجمعین کے خلاف اہانت انگیز مواد شائع نہ کر سکے۔ لیکن بدقسمتی سے گذشتہ 14 فروری کو اے آر ڈی کے تعاون اور متحدہ مجلس عمل کے اعلان پر لاہور اور پشاور میں جو احتجاجی ریلی نکالی گئی اس میں شرکاء نے نہ صرف اپنے جذبات کا اظہار کیا بلکہ سرکاری اور نجی املاک کی توڑ پھوڑ اور گھیراؤ جلاؤ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ پنجاب اسمبلی کی عمارت کو آگ لگانے کی کوشش کی گئی۔ ایک بینک دھاوا بولا گیا، متعدد ریستورانوں اور پرائیویٹ دفاتر کو نذر آتش کیا گیا۔ دکانوں کو نقصان پہنچایا گیا، متعدد موٹر سائیکلوں اور کاروں کو جلا دیا گیا اور بعض جگہوں پر فائرنگ بھی ہوئی جس کے نتیجے میں دو افراد جاں بحق ہوئے۔

پشاور میں بھی صورتحال سنگین رہی۔ حکومت پنجاب نے تو لاہور میں بگڑتے ہوئے حالات کو سنبھالنے کیلئے رینجرز کو طلب کر لیا اور جن لوگوں کو نقصان پہنچا تھا ان کو معاوضہ ادا کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور صوبائی حکومت نے بھی طے کیا کہ آئندہ شاہرہ قائداعظم پر جلوس نکالنے کی پابندی عائد ہوگی البتہ پر امن احتجاج کیلئے مینار پاکستان گراؤنڈ کو استعمال کرنے کی اجازت دی گئی جس کیلئے ڈسٹرکٹ ناظم لاہور سے قبل از وقت اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔ بہر حال لاہور، پشاور اور بعض دوسرے شہروں میں احتجاجی ریلیاں اتنی زوردار تھیں کہ پوری دنیا نے ان کا نوٹس لیا۔ بالخصوص مغربی ملکوں کے سفارتخانوں

نے ان کے بارے میں اپنی حکومتوں کو تفصیلی رپورٹ بھیجی جس سے واضح ہو گیا کہ دنیائے اسلام کے ساتھ ساتھ پاکستان کے عوام کسی صورت میں بھی رسالت مآب ﷺ کے خلاف گستاخی کو برداشت نہیں کرتے۔ اسی حوالے سے ہماری قومی اسمبلی اور سینٹ نے بھی زبردست قراردادیں منظور کیں جن کے نتیجے میں پاکستان نے ڈنمارک سے تعلقات منقطع کر لئے۔ اس صورتحال پر ڈنمارک حکومت نے سعودی عرب کے اخبار میں معذرت نامہ شائع کرایا جو پاکستانی اخبارات میں بھی نقل کیا گیا۔

صدر بش اور دنیا کے دوسرے عمائدین اور حکمرانوں نے مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے گستاخ خاکوں کی اشاعت کو ناپسندیدہ قرار دیا لیکن ہماری اپوزیشن نے اس کامیابی کو کافی نہ سمجھا اور لاہور سمیت پاکستان کے دوسرے شہروں میں احتجاجی ریلیوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ لاہور میں تحفظ ناموس رسالت ﷺ محاذ نے ہر دوسرے تیسرے روز احتجاج کی ''کال'' دینا شروع کر دی۔ متحدہ مجلس عمل نے بھی یکے بعد دیگرے احتجاجی ریلیاں منعقد کیں اور گذشتہ 26 فروری کو لاہور میں زبردست مظاہرہ کرنے کا فیصلہ کیا لیکن حکومت کی بروقت مساعی سے لاہور کی ناکہ بندی کی گئی اور متحدہ مجلس عمل کے سربراہ قاضی حسین احمد اور تحریک انصاف کے صدر عمران خان کو گرفتار کر لیا گیا اور ناصر باغ تک ایم ایم اے کے کارکنوں کو پہنچنے سے روکا گیا۔ تاہم شہر میں ایک ایسی صورتحال تھی کہ عام لوگ اپنی دکانوں اور کاروباری اڈوں پر نہ پہنچ سکے۔ یومیہ اجرت پر کام کرنے والے مزدور بے روزگاری کا شکار رہے۔ سرکاری دفاتر میں چھٹی کی وجہ سے لوگ اپنے گھروں سے باہر نہ نکلے اور بعض افراد نے پتنگ بازی کا شغل اختیار کئے رکھا۔ سڑکوں پر ویگنیں اگرچہ چل رہی تھیں لیکن جگہ جگہ پولیس ناکوں کی وجہ سے ٹریفک کے مسائل پیدا ہوئے اور پیدل سفر کرنے والوں کیلئے مشکلات پیدا ہوئیں۔ اس طرح عام شہری روزمرہ کی ہڑتالوں اور احتجاجی مظاہروں سے تنگ آ گئے ہیں۔ لیکن متحدہ مجلس عمل نے گرفتاریوں کے خلاف اگلے روز بھی یوم احتجاج منانے کا اعلان کیا اور 3 مارچ کو ہڑتال کرنے کا اعلان کیا لیکن اس سلسلہ میں متحدہ مجلس عمل کے سربراہ قاضی حسین احمد کی تقریر کا یہ پہلو انتہائی اہمیت کا حامل اور پاکستانی عوام کیلئے ایک لمحہ فکریہ ہے کہ ''تحفظ ناموس رسالت کی تحریک امریکی غلاموں سے نجات تک جاری رہے گی'' اس طرح قاضی حسین احمد نے تحریک کے ذریعے اپنے سیاسی ایجنڈے کا اعلان کر دیا ہے۔ انہوں نے یہ بات منکشف کر دی ہے کہ اپوزیشن تحفظ ناموس رسالت کیلئے احتجاجی تحریک کی آڑ میں حکومت کے خلاف رائے عامہ کو منظم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس طرح اب وہ اسے حکومت مخالف تحریک چلانا چاہتے ہیں۔

قبل ازیں بھی انہوں نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ صدر مملکت کو 23 مارچ کی سلامی لینے کا

موقع نہیں ملے گا۔اس سے اپوزیشن کی سوچ کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس طرح اپنے سیاسی ایجنڈے پر کام کرنا چاہتے ہیں۔اپوزیشن کی اس سلسلے میں حکمت عملی اور لائحہ عمل اگرچہ منظر عام پر نہیں آیا لیکن مسلسل احتجاجی ریلیوں کے پیش نظر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ متحدہ مجلس عمل اور اے آر ڈی عوام پر اپنا سیاسی ایجنڈا واضح کریں اس سے عام لوگوں کا بھلا ہوگا اور وہ شعوری طور پر اس بات کا جائزہ لیں گے کہ کیا وہ تحفظ ناموس رسالت کیلئے احتجاجی تحریک میں حصہ لے رہے ہیں یا وہ اپوزیشن کے سیاسی مقاصد کی تکمیل کیلئے ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔حقیقت بھی یہ ہے کہ 14 فروری اور اس کے بعد مختلف شہروں میں احتجاجی ریلیوں کی وجہ سے اسلامیان پاکستان کے جذبات کا کھل کھلا کر اظہار ہو چکا ہے اور پوری دنیا پر واضح ہو گیا ہے کہ پاکستان کے عوام توہین رسالت کو کسی صورت برداشت نہیں کرتے اب اگر ریلیوں کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے اپوزیشن اپنے مخصوص سیاسی زاویے کے تحت کام کرنا چاہتی ہے تو اسے کھل کر اس کا اظہار کرنا ہوگا تا کہ عوام پوری طرح سوچنے سمجھنے کے بعد اپوزیشن کے ساتھ تعاون یا عدم تعاون کا فیصلہ کر سکیں۔عام لوگوں کو یہ موقع ملنا چاہیے کہ وہ موجودہ حکومت کی ترقیاتی کوششوں، بھارت کے ساتھ امن عمل جاری رکھنے کی مساعی اور کلیدی مسئلہ کشمیر سمیت تمام تنازعات کے تصفیے کیلئے عالمی رائے عامہ کی تائید حاصل کرنے کی جدوجہد کو سامنے رکھ کر کوئی فیصلہ کر سکیں۔اس وقت صدر بش کی پاکستان میں آمد ایک تاریخی واقعہ ہے اور ان کے بیانات سے یہ امکان روشن ہوتا دکھائی دیتا ہے کہ بھارت پر مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کیلئے دباؤ بڑھ جائے گا اور اس تنازع کے تصفیے سے جنوبی ایشیا کے ممالک امن کا گہوارہ بن جائیں گے اور اقتصادی ترقی کی راہ پر گامزن ہو جائیں گے بالخصوص پاکستان اپنے جغرافیائی محل وقوع کے نتیجے میں جنوبی ایشیاء، وسطی ایشیا اور مشرق بعید کے درمیان تجارتی سرگرمیوں کا مرکز بن جائے گا اور تیزی سے ترقی کرنے والا ملک ثابت ہوگا۔ جہاں تک ناموس رسالت کے تحفظ کا مسئلہ ہے اس پر اسلامیان عالم اور پاکستان کے عوام نے کھل کر احتجاج کیا ہے لیکن اس احتجاج کی آڑ میں اگر اپوزیشن اپنے سیاسی ایجنڈے پر عمل کر لیتی ہے تو اپوزیشن لیڈروں کی طرف سے اس کی وضاحت ہونی چاہیے تا کہ پاکستان کے لوگ تمام سیاسی پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے موجودہ صورتحال کے حسن و قبح کا جائزہ لینے کے بعد آئندہ اقدامات کے بارے میں کوئی ٹھوس موقف اختیار کر سکیں۔

(اداریہ۔روزنامہ صحافت، 28 فروری، 2006ء)

ڈنمارک اور دیگر یورپی ممالک مسلمانوں سے معافی مانگیں

خبر رساں ایجنسیوں کی اطلاع کے مطابق سب سے پہلے توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے ڈنمارک کے اخبار نے مسلمانوں سے معافی مانگ لی ہے۔ اخبار نے اپنی ویب سائٹ پر ایک پیغام نشر کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ان خاکوں سے بظاہر دنیا بھر کے لاکھوں مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے جس پر ہم معذرت خواہ ہیں کیونکہ جو کچھ ہوا اخبار نہیں چاہتا تھا۔ ادھر صدر جنرل پرویز مشرف اور وزیر اعظم شوکت عزیز نے دولت مشترکہ کے سیکرٹری جنرل ڈان میکینن پر واضح کیا ہے کہ توہین رسالت اپنی ناپاک جسارت سے تہذیبوں کے درمیان تصادم کا خطرہ بڑھ رہا ہے جسے روکنے کیلئے واضح حکمت عملی اپنائی جائے۔ دولت مشترکہ کے سیکرٹری جنرل ڈان میکینن نے کہا کہ میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر سخت شرمندہ ہوں تاہم اس مسئلے کا حل مذاکرات کے ذریعے نکالا جانا چاہیے دریں اثناء پاکستان سمیت سارے عالم اسلام میں یہ مطالبہ زور پکڑتا جا رہا ہے کہ ڈینش وزیر اعظم اور دیگر یورپی ممالک کی معافی تک احتجاج جاری رہے گا۔ ڈنمارک کے ایک اخبار میں شائع ہونے والے توہین آمیز خاکوں نے پورے عالم اسلام میں غم وغصہ کی لہر دوڑا دی ہے۔ پاکستان سمیت تمام اسلامی ممالک میں ڈینش اخبار کی اس جسارت کے خلاف زبردست احتجاجی مظاہرے ہو رہے ہیں۔ مظاہروں کی شدت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ پاکستان کے مختلف شہروں میں متعدد افراد جاں بحق ہو چکے ہیں۔ ایران، لیبیاء اور نائجیریا میں پر تشدد مظاہرے ہوئے ہیں جن میں درجنوں جانیں ضائع ہوئی ہیں۔ لیبیا میں مظاہرین نے اٹلی کے قونصلیٹ آفس کو آگ لگا دی۔ اس مظاہرے میں پندرہ افراد جاں بحق ہوئے۔ اگلے روز افریقی ملک نائیجریا میں مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا۔ معاملات اس وقت زیادہ خراب ہو گئے جب یہ مظاہرے مسلم عیسائی فسادات میں تبدیل ہو گئے۔ اس دوران کئی عبادت گاہوں کو نذر آتش کر دیا گیا۔ ایک دوسرے کی املاک پر بھی حملے کئے گئے۔ بی بی سی کے مطابق نائجیریا کے شمالی شہر میدوغری میں پولیس فائرنگ سے 16 افراد کے ہلاک ہونے کی اطلاعات بھی ملی ہیں۔ افغانستان اور صومالیہ میں چھ افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ اس سارے معاملے کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ڈنمارک نے

ابھی تک مسلمانوں سے اظہار ندامت نہیں کیا۔ آزادی اظہار کے نام پر جس دیدہ دلیری کے ساتھ پورے عالم اسلام کی توہین کرنے کی کوشش کی گئی اسے کسی طرح بھی درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔ آزادی اظہار کا مطلب تو یہ ہے کہ اسے جابر اور استحصالی قوتوں کے خلاف استعمال کیا جائے نہ کہ لوگوں کی دل آزاری کیلئے ڈنمارک کے علاوہ دوسری یورپی حکومتوں کے طرز عمل کو بھی افسوسناک ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔ برطانیہ، فرانس، جرمنی اور سپین جیسے با اثر اور مہذب ملکوں نے بھی مسلمانوں کے مشتعل جذبات کو ٹھنڈا کرنے کی کوئی صورت نہیں نکالی بلکہ ان ممالک کے دانشور مسلمانوں کے ردعمل کو تہذیبوں کے درمیان تصادم سے تعبیر کررہے ہیں۔ ڈنمارک اور یورپی ممالک کی قیادت ہوش مندی کا مظاہرہ کرتی تو یہ معاملہ خوش اسلوبی سے طے ہوسکتا تھا۔ اگر ڈنمارک کے وزیراعظم اس جسارت پر امت مسلمہ سے معافی مانگ لیتے تو اس سے ان کا اور ان کے ملک کا وقار بلند ہوتا۔ اس سے ڈنمارک کی ''سوشل ڈیمو کریسی'' کو بھی نقصان نہ پہنچتا۔ ڈنمارک اور یورپ کی ضد کے باعث معاملات مسلم ممالک کی حکومتوں کے کنٹرول سے بھی باہر جاتے رہے ہیں۔ پاکستان، ایران، افغانستان، لیبیاء، انڈونیشیا، ملائیشیا میں ہونے والے مظاہروں کی شدت میں اضافہ ہورہا ہے۔ نائجیریا میں جو کچھ ہوا، وہ یورپ کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہے۔ امریکہ کے سابق صدر بل کلنٹن نے ڈنمارک کے اخبارات کی جسارت پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اس کی مذمت کی ہے۔ صدر بش بھی اسے ناپسند کرچکے ہیں۔ اب ڈان میکلن بھی اس حرکت پر شرمندہ ہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ کیا یہ با اثر شخصیات ڈنمارک کی حکومت پر دباؤ نہیں ڈال سکتیں۔ صدر مملکت جنرل پرویز مشرف کی تجویز انتہائی معقول ہے کہ کرۂ ارض کو پرامن بنانے کیلئے بین المذاہب ہم آہنگی ناگزیر ہے اور ایک ایسا عالمی قانون بننا چاہیے جس کے تحت مستقبل میں کسی شخص یا حکومت یا ادارہ کو کسی بھی مذہب یا عقائد اور خصوصاً انبیاء کرام کی توہین کی اجازت نہیں ہونی چاہیے ڈان میکلن اور دیگر با اثر شخصیات کو چاہیے کہ وہ ڈینش حکومت پر دباؤ ڈالیں تاکہ وہ مسلمانوں سے معافی مانگیں بصورت دیگر یہ آگ ہرگز ٹھنڈی نہ ہونے پائے گی۔

(اداریہ۔ روزنامہ آفتاب، 21 فروری، 2006ء)

توہین مذاہب کیخلاف عالمی معاہدہ، وقت کی اہم ضرورت

وزیراعظم پاکستان شوکت عزیز نے تجویز پیش کی ہے کہ مذاہب کی توہین روکنے کیلئے عالمی معاہدہ کیا جائے اور دنیا بھر میں مستقبل میں توہین رسالت کے واقعات کو روکنے کیلئے مشترکہ لائحہ عمل طے کرنے کی غرض سے اوآئی سی وزرائے خارجہ کا ہنگامی اجلاس بلایا جائے۔ وزیراعظم شوکت عزیز اوآئی سی کے سیکرٹری جنرل اکمل الدین مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کرر ہے تھے دریں اثناء پاکستان میں سعودی سفیر علی ایس عواض العسیر نے توہین مذاہب کے خلاف عالمی معاہدہ کیلئے پاکستانی تجویز کی حمایت کا اعلان کی ہے۔ اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ سعودی عرب توہین مذاہب کیخلاف اقوام متحدہ کے ذریعے قرارداد منظور کرانے کی پاکستانی تجویز کی حمایت کرے گا اور اس مسئلے پر انفرادی اور اجتماعی سطح پر سعودی عرب پاکستان اور ساری اسلامی امہ کا ساتھ دے گا ادھر سیکرٹری جنرل اوآئی سی نے وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری کے ساتھ پریس کانفرنس میں کہا کہ یورپی ممالک کو بھجوائی گئی پانچ تجاویز کا جواب ملنے پر اوآئی کا ہنگامی اجلاس بلانے کا حتمی فیصلہ ہو سکے گا۔ خاکے بنانے والے کے خلاف فتویٰ قتل پر انہوں نے کہا کہ یہ اسلام کی روح کے منافی ہے۔ آتش زنی کے واقعات کو افسوسناک قرار دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مسلمان اپنا ہی نقصان کرر ہے ہیں۔ اس طرح پیغمبر اسلام کی خوشنودی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ڈینش اشیاء کے بائیکاٹ کے سوال پر انہوں نے کہا کہ یورپی ممالک کی اشیاء کا بائیکاٹ صارف کا فیصلہ ہے۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر عالم اسلام بلکہ ساری دنیا میں شدید ترین غم وغصہ اور مظاہروں کے باوجود ابھی تک خاکے شائع کرنے والے بعض اخبارات اور ممالک نے معافی نہیں مانگی اور نہ ہی شرانگیز کارٹون کی اشاعت میں ملوث افراد کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی ہے بلکہ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ڈنمارک کی حکومت کے وزیراعظم نے اس معاملہ پر جس قسم کے رویے کا مظاہرہ کیا اس سے صورتحال میں بگاڑ ہی پیدا ہوا جبکہ یورپی یونین کی طرف سے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف مناسب اقدام نہ کرنے کی وجہ سے یورپ اور اسلامی ممالک کے درمیان فاصلہ پیدا ہوا ہے ایسے حالات میں ضرورت اس امر کی

ہے کہ دنیا بھر کی حکومتیں، اقوام متحدہ اور مذاہب عالم کے رہنما مشترکہ طور پر اس اقدام کی مذمت کریں جس کی وجہ سے دنیا میں تہذیبی تصادم کے خدشات میں اضافہ ہوا ہے ویسے بھی دیکھا جائے تو عالمی اخلاقیات یا صحافتی اصول وضوابط اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ آزادی اظہار کی آڑ میں کسی کی دل آزاری کی جائے بلکہ صحافتی اخلاقیات کا بنیادی تقاضا ہے کہ دنیا کے ہر مذہب، نظریہ اور عقیدہ کا احترام کیا جائے اور مذہبی شخصیات کے تقدس کی ہر قیمت پر حفاظت کی جائے۔ اسی بنیاد پر پاکستان اور او آئی سی نے مشترکہ طور پر مذہب کی توہین روکنے کیلئے عالمی معاہدہ کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ پاکستان نے تو پہلے بھی مذاہب عالم کے احترام کیلئے اسلامی کانفرنس تنظیم میں چار نکاتی فارمولا پیش کر رکھا ہے اور اسلام ممالک کے وزرائے خارجہ کا ہنگامی اجلاس بلانے کی تجویز بھی زیر غور ہے تاکہ اس واقعہ سے پیدا ہونے والی صورتحال پر عمل کیلئے موثر حکمت عملی اختیار کی جاسکے۔ پاکستان اور او آئی سی کی طرف سے مذاہب عالم کے احترام کیلئے عالمی معاہدہ کا مطالبہ یقیناً ایک مثبت اور تعمیری تجویز ہے جس پر عالمی برادری کو فوری توجہ دینی چاہیے ہم اس پر عملدرآمد کیلئے ضروری ہے کہ دنیا کے 57 اسلامی ممالک اس مسئلہ پر متفقہ لائحہ عمل طے کریں اور اقوام متحدہ سمیت تمام عالمی فورمز میں اس مطالبہ کے حق میں آواز بلند کی جائے اسی طرح توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر پرتشدد احتجاج، جلاؤ گھیراؤ اور توڑ پھوڑ کا رویہ بھی نامناسب ہے اس کے مقابلہ میں ہونا یہ چاہیے کہ دنیا کی آبادی کے پانچویں حصہ پر مشتمل اسلامی امہ انتہائی منظم اور پر امن انداز میں اپنے ردعمل کا اظہار کرے اور اتفاق واتحاد سے دنیا کو قائل کیا جائے کہ عالمی امن وسلامتی کے تحفظ کیلئے تہذیبی تصادم کے نظریات کی حوصلہ شکنی کی جائے اور مذاہبت عالم کے درمیان ڈائیلاگ کے ذریعے اخلاق ضابطہ تشکیل دیا جائے۔ مسلمان عالم کو یہ حقیقت بھی مدنظر رکھنی چاہیے کہ عالمی امن کی دشمن قوتیں اور ایسے حالات پیدا کرنے کی سازشیں کر رہی ہیں کہ مذہبی جذبات کو ہوا دے کر دنیا کے مستقبل کو غیر محفوظ کیا جائے اس مذموم مقصد کیلئے اسلام اور مسلمانوں کے احساسات سے کھیلنے کی مذموم کوشش کی گئی ہے جس کو اسی صورتحال میں ناکام بنایا جاسکتا ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان تحمل اور تدبیر جیسی اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے جذبات کا اظہار کریں اور دنیا کو مدلل طریقے سے قائل کیا جائے کہ مذاہب کے درمیاین منافرت پیدا کرنے والے لوگوں وقرار واقعی سزا دی جائے تاکہ عالمی امن اور سلامتی کی حقیقی معنوں میں ضمانت دی جاسکے۔ جہاں تک پرتشدد مظاہروں اور جلوسوں کا سلسلہ ہے تو اب تک یہی دیکھنے میں آرہا ہے کہ خاکے شائع کرنے والوں کی حکومتوں کے خلاف جلسہ وجلوس برپا کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اس لئے بھی کہ یہ احتجاج ہم اپنے ملکوں میں کر رہے ہیں۔ اپنی ملک کو نذر آتش کر رہے ہیں۔ اپنی معیشت کو نقصان پہنچا رہے ہیں اور اپنے مسائل ہی میں اضافہ کر رہے ہیں یا

توان ملکوں میں یہ جلسہ وجلوس برپا کیا جائے جہاں یہ خاکے شائع ہوئے۔ایسا ہونہیں رہا اور ایسا ممکن بھی نہیں کیونکہ وہاں جو پاکستانی روزگار کی خاطر گئے ہوئے ہیں وہ یہ رسک لینے کی پوزیشن میں نہیں۔تو پھر اپنے ملک میں گھیراؤ جلاؤ کی پالیسی اپنانے سے ہم کس کا نقصان کر رہے ہیں؟ خاکے بنانے والوں کیلئے فتویٰ قتل پر اظہار خیال کرتے ہوئے او آئی سی کے سیکرٹری جنرل اکمل الدین اوگلو نے کہا ہے کہ یہ فتویٰ اسلام کی روح کے خلاف ہے۔

ان کے اس بیان سے ہماری اپنی صفوں میں ایک نئی بحث چھیڑنے کا امکان ہے۔ بحث چھڑنا نہ چھڑنا الگ بات ہے ڈینش وزیراعظم کا یہ بیان خاصا اہم ہے کہ اب یہ صرف ڈنمارک اور مسلم دنیا کا مسئلہ نہیں رہا پوری یورپی یونین اور مسلم دنیا کا تنازعہ بن چکا ہے اور یہ کہ قتل کی دھمکیاں ملنے کے بعد خاکے بنانے والے بارہ کارٹونسٹوں کو مکمل سیکورٹی فراہم کردی گئی ہے۔ہم نے اس کی حفاظت کیلئے تمام ضروری اقداماتِ کر لئے ہیں۔ ہمارے فتویٰ اور جلسے جلوسوں اور اپنی ہی املاک جلا کر راکھ کر دینے کا ان ممالک پر یہ اثر ہو رہا ہے۔تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ظاہر ہے ہمیں اسلامی روایات کے مطابق اس مسئلے کا حل تحمل اور بردباری سے ڈھونڈنا ہوگا۔کوئی بھی مسلمان پیغمبر اسلام کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔اس سے یورپی دنیا اچھی طرح آگاہ ہے۔ انہیں باور کرانا ہوگا کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں ہونی چاہیے۔درست کہ ابھی معاملہ تہذیبی ٹکراؤ کی طرف نہیں گیا لیکن کل کو ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ایسا نہ ہو تو بھی مسلم امہ کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور اگر آج مسلم ممالک معاشی طور پر کمزور اور ٹیکنالوجی کے اسلحہ سے لیس نہیں تو انہیں باہمی اتحاد قائم کرنے اور اپنی کمزوریوں کو دور کرنے سے تو کوئی نہیں روک رہا۔ مسلم اقوام کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کی عسکری اور اقتصادی لحاظ سے مضبوط تر کریں اپنا سرمایہ اسلامی دنیا کی ترقی کیلئے استعمال کریں اور سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کیلئے ٹھوس عمل اقدام اٹھائیں اور ایک طاقتور مسلم امہ کے پلیٹ فارم سے امریکہ اور یورپی اقوام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنی بات منوانا زیادہ آسان ہوگا مسلم امہ نوشتہ دیوار پڑھ کر اگر آج بھی اتحاد یکجہتی اور یگانگت کی راہ پر گامزن نہیں تو پھر تذلیل اور رسوائی سے اسے کوئی نہیں بچا سکتا کیونکہ خدا بھی انہی کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ خوش قسمتی سے اس وقت سعودی عرب اور پاکستان کی قیادت مل کر اس مشن کیلئے ٹھوس لائحہ عمل بھی پیش کر سکتی ہے اور اسے عملی جامہ پہنانے کی جرات بھی رکھتی ہے۔بہرحال او آئی سی کا پلیٹ فارم اس وقت مضبوط اور فعال کرنے کی ضرورت ہے اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صبر وتحمل اور دانش وحکمت عملی کے ساتھ امریکہ اور دوسری عالمی قوتوں کو توہین مذاہب کے خلاف عالمی معاہدہ پر آمادہ کیا جا سکتا ہے یہی اس مسئلے کا بہترین حل ہے۔ (اداریہ۔روزنامہ آفتاب ۔24فروری،2006ء)

ناموس رسالت ﷺ اور سیاسی مفادات

حکمران جماعت بھی پابندی کرے

صدر جنرل پرویز مشرف نے کہا ہے کہ پاکستان ایک بین الاقوامی قانون کے ذریعے کسی بھی مذہب کے خلاف توہین آمیز مواد کی اشاعت پر پابندی لگانے کی کوششوں میں پیش پیش ہے قومی سلامتی کونسل کے اجلاس میں صدارتی کلمات کے دوران صدر مملکت نے یقین دلایا کہ توہین رسالت کے خلاف بین الاقوامی قانون کیلئے بش سے حمایت حاصل کی جائے گی۔ ادھر صدر پرویز مشرف نے پچھلے روز خبردار کیا کہ خاکوں کے مسئلے پر کسی کو سیاسی مقاصد حاصل نہیں کرنے دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ نازیبا خاکوں کی اشاعت کے خلاف احتجاج میں حکومت عوام کے ساتھ ہے اور اس کی مذمت کرنے میں پاکستان عام مسلم ممالک سے آگے ہے تاہم انہوں نے کہا کہ شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کیلئے تمام اقدام کئے جائیں گے۔ اسلام اور دیگر مذاہب توہین آمیز مواد کی اشاعت پر پابندی کا بین الاقوامی قانون وقت کی اہم ضرورت ہے جس کا صدر بش اگر حمایت کریں گے تو ان کے حق میں بھی بہتر ہوگا بہر حال یہ اطمینان بخش بات ہے کہ پاکستان توہین رسالت پر مبنی خاکوں کے خلاف بقول صدر پرویز مشرف سب سے آگے ہے اور ایسے واقعات کو روکنے کیلئے بین الاقوامی قانون کی تجویز بھی پاکستان کی طرف سے پیش کی گئی ہے صدر مشرف اپنے اس موقف میں بھی حق بجانب ہیں کہ عظمت مصطفےٰ ﷺ کے نام پر کسی کو سیاست نہیں کرنی چاہیے اس طرح توہین رسالت کے خلاف احتجاج دھرنوں اور ریلیوں کے دوران ٹریفک میں رکاوٹ ڈالنا، کاروبار کو بند کرانا اور عام شہریوں کو مشکلات میں اضافہ کرنا، جہاں نبی کریم کی تعلیمات کے سراسر منافی ہے وہیں یہ حرکتیں ہماری جگ ہنسائی کا سبب بھی بن رہی ہیں۔ اس سلسلے میں حکومت کی غفلت یا نااہلی کی سزا عوام کو دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ حب رسول ﷺ کا تو اولین تقاضا ہی یہ ہے کہ ان کے امتی کی زبان، ہاتھ یا کسی اور عمل سے دوسرے انسانوں کو معمولی تکلیف بھی نہ پہنچے۔ حکومتی اہلکاروں کو اپنے روایتی ہتھکنڈے اختیار کر کے ان لوگوں کو گرفتار کرنا جو اپنے پیارے رسول ﷺ کی محبت میں سڑکوں پر نکل آئے ہیں انہیں مشتعل اور حالات کو زیادہ خراب کرنے کا سبب بنتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کے ناموس مبارک کے تحفظ میں کئے جانے والے مظاہروں اور نکالی

جانے والی ریلیوں کے شرکا کا معاملہ عام دنوں کی کارروائیوں سے مختلف ہے لہٰذا ان کے ساتھ حکومتی اہلکاروں کی بدسلوکی نہ صرف قابل حیرت و مذمت ہے بلکہ ان کی عاقبت خراب کرنے کا باعث بھی بن سکتی ہے لہٰذا ان پر لازم ہے کہ سخت احتیاط کریں۔توہین آمیز خاکوں پر پوری امت مسلمہ سراپا احتجاج بنی ہوئی ہے لیکن خاکوں کی آڑ میں سیاسی مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کرنا کسی بھی جمہوری اور قابل قبول نہیں مذہب کے نام پر عوام کو اشتعال دلانا قومی املاک کی توڑ پھوڑ کرنا، زبردستی دکانیں، مارکیٹیں بند کرا کے ملک کا اربوں روپے کا نقصان کروانا افسوسناک فعل ہے۔ 14 فروری کو لاہور میں جو کچھ ہوا اس کی عوام نے بھرپور مذمت کی عوام جہاں شرپسندوں کی توڑ پھوڑ پر برہم تھے وہاں انہیں صورتحال پر قابو پانے میں انتظامیہ کی ناکامی پر بھی تشویش تھی۔اس سلسلے میں دینی حلقوں اور علماء کرام کی طرف سے مذمت سب سے پہلے 14 فروری کے جلوس کے منتظمین نے جو لاہور کے اہلسنت کے مدارس کے ناظمین اور شیخ الحدیث صاحبان پر مشتمل تھے انہوں نے واضح کیا کہ جلوس 2 بجے داتا دربار سے روانہ ہونا تھا تاہم 10 بجے دن ہی شہر کے مختلف حصوں میں شرپسند عناصر نے توڑ پھوڑ کی کارروائیاں شروع کر دیں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پولیس کہاں تھی اور اس نے بروقت کارروائی کر کے شرپسند عناصر کو کیوں نہیں روکا۔اگر پولیس الرٹ ہوتی تو جلوس سے قبل یا جلوس کے دوران شرپسند عناصر کو تخریب کاری کی جرات نہ ہوتی اگلے دن تمام علماء کرام نے وزیراعلیٰ پنجاب کے ساتھ نصف دن گزارا اور مل کر صورتحال کا جائزہ لیتے رہے اور ذمہ دار عناصر کے خلاف سخت کارروائی کا مطالبہ بھی کیا گیا۔وزیراعلیٰ پنجاب نے اسی دوپہر ملک کے اخبارات کے مالکان و مدیران کو تور پھوڑ کے افسوسناک واقعات کی تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ نامعلوم شرپسند عناصر اور حکومت کے سیاسی مخالفوں نے شرانگیزی کی ہے جن کا کھوج لگایا جائے گا وزیراعلیٰ نے یہ یقین دہانی بھی کرائی کہ اس سلسلے میں پولیس و دیگر ایجنسیوں کی کوتاہی کا بھی سختی سے نوٹس لیا جائے گا تاہم پنجاب حکومت کی انتظامی مشینری نے نامعلوم شرپسند عناصر کا کھوج لگانے کی زحمت ہی گوارا نہ کیا اور سارا ملبہ دینی مدارس کے درویش صفت علماء کرام و منتظمین پر ڈال کر ان کے خلاف دہشت گردی کے مقدمات قائم کر دیئے۔کہا جاتا ہے کہ پنجاب حکومت نے ایجنسیوں کی اس اطلاع پر کہ اہل سنت مدارس کے سربراہ نواز شریف کے حامی ہیں جس کی بنا پر افسر شاہی نے انہیں سبق سکھانے کی ٹھان لی اور دہشت گردی کی سخت ترین دفع کے تحت مقدمات درج کر لیے گئے اس صورتحال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے دینی مدارس کے ایک نمائندہ نے آفتاب کو بتایا کہ ہم نے 14 فروری کے جلوس کیلئے پنجاب کے گورنر اور وزیراعلیٰ کو دعوت دی تھی کہ وہ ناموس رسالت ریلی کی قیادت کریں حکومت نے اپنے بدانتظامی پر پردہ ڈالنے کیلئے علماء کرام کو جھوٹ مقدمات میں

پھنسانے کی کارروائی کی ہے اس کے باوجود علماء کرام صبر و تحمل سے کام لے رہے ہیں کیونکہ انہیں یقین ہے کہ اگر وہ گرفتاریاں پیش کر دیں تو عوامی ردعمل حکومت کے خلاف تحریک کی صورت اختیار کر سکتا ہے تاہم ہمارا مقصد ناموس رسالت کی حفاظت اور اس کے دشمنوں کے خلاف احتجاج کے سوا کچھ نہیں۔

حیرت کی بات ہے کہ ایک طرف سندھ کے وزیر اعلیٰ، علماء کرام اور ارکان اسمبلی کی ریلی کی قیادت کر رہے ہیں اور علماء اور حکومت کے درمیان احترام اور اعتماد کا رشتہ مضبوط ہو رہا ہے دوسری طرف پنجاب میں جید علماء کرام، شیخ الحدیث اور قرآن و سنت کی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کے خلاف دہشت گردی کے مقدمے درج ہو رہے ہیں۔ اس میں اب کوئی شک باقی نہیں رہا کہ کوئی خفیہ ہاتھ موجودہ صوبائی حکومت کو کمزور کرنے کے درپے ہے اور علماء کرام اور حکومت میں تنازعہ کھڑا کر کے عوام کو سڑکوں پر لانا چاہتا ہے وزیر اعلیٰ صاحب! کافی سمجھدار اور منتظم اور منجھے ہوئے سیاست دان ہیں انہیں اس صورتحال پر فوری قابو پالینا چاہیے اور علماء کرام اور طالب علموں کے خلاف مقدمات ختم کر کے انہیں احترام کے ساتھ رفیق کار بنانا چاہیے۔ صدر مشرف اگر یہ کہہ رہے ہیں کہ ناموس رسالت پر کسی کو سیاسی مفاد حاصل نہیں کرنے دیا جائے گا تو اس سلوگن کی زد میں حکمران جماعت بھی آتی ہے مسلم لیگ کو بھی وسیع القلبی سے کام لیتے ہوئے اپنے سیاسی مخالفوں کو کم از کم ناموس رسالت ریلی کے نام پر گرفتار نہیں کرنا چاہیے۔

(اداریہ۔ روزنامہ آفتاب، 3 مارچ، 2006ء)
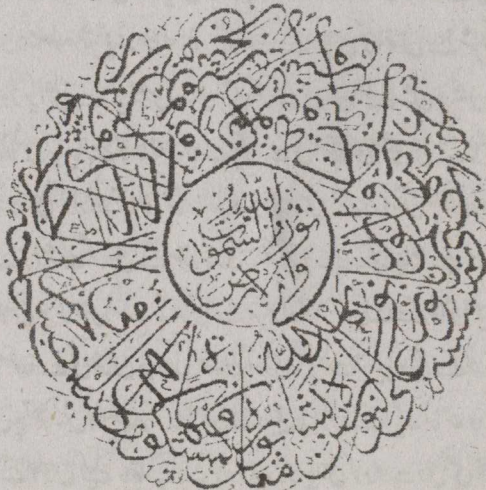
ملک محبوب الرسول قادری

اسیرانِ تحفظ ناموس رسالت

ڈنمارک اور دیگر یورپین ممالک میں حضور نبی کریم ﷺ کے گستاخانہ خاکوں کی اشاعت پر پورا عالم اسلام سراپا احتجاج بن گیا عرب وعجم میں اس سانحہ فاجعہ پر صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ الحمدللہ پوری امت نے بیداری کا عملی مظاہرہ کیا۔ اہل وطن جہاں کہیں بھی تھے انہوں نے اپنے قلبی رنج اور دلی دکھ کا اظہار کیا۔ لاہور میں 14 فروری 2006ء کو اس سلسلہ میں تاریخ ساز پر امن احتجاجی مظاہرہ تحفظ ناموس رسالت محاذ کے زیر اہتمام ہوا ارباب اقتدار نے اس سلسلہ میں گرفتاریاں، چھاپوں اور مقدمہ بازی شروع کی۔ اسیران تحفظ ناموس رسالت کی تفصیل آپ بھی پڑھئے۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمی، مولانا احمد علی قصوری، اشرف مصطفیٰ، محمد طاہر رضوی، مولانا منظور احمد جماعتی، مولانا عابد جلالی، مفتی محمد خان قادری، حفیظ اللہ سہروردی، قاری مشتاق قادری، مولانا نعیم نوری اور قاری محمد خان کے خلاف تھانہ سول لائن، تھانہ گڑھی شاہو اور تھانہ لوئر مال میں مقدمات درج ہوئے۔ اکثر پر بیک وقت دو دو تھانوں میں مقدمات درج ہوئے لیکن ان میں سے کسی کی گرفتاری عمل میں نہ آسکی۔ مولانا ارشد حسین گردیزی اور ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیا واضح رہے کہ مختلف تھانوں میں درج کرائی جانے والی ایف آئی آر میں ان حضرات کے نام اسی انداز میں لکھے گئے ہیں۔ لہٰذا ہم ریکارڈ کی درستگی کے لئے من وعن چھاپ رہے ہیں۔

حافظ محمد ریاض مکان نمبر E-6 مین روڈ قاسم پورہ لاہور کینٹ فون نمبر 042-6663692 تحفظ ناموس رسالت کے لئے جدوجہد کرنے کے جرم میں سینتیس 37 دن جیل میں رہا ہے۔

پولیس نے کچھ ایسے افراد کو بھی گرفتار کر کے پابند سلاسل کر دیا جن کے نام کسی بھی تھانے میں درج ہونے والی کسی بھی ایف آئی آر میں شامل نہیں تھے۔ ان میں محمد تاجور نعیمی ولد مفتی محمد حسین نعیمی، خرم یونس ولد خالد نسیم، سید ذوالفقار علی شاہ عرف گڈ ولد ابن علی شاہ، راشد محفوظ ولد محفوظ الرحمٰن نعیمی، عاصم محفوظ ولد محفوظ الرحمٰن نعیمی، عبدالحمید راہی ولد عبدالوحید خان، اقبال احمد ولد فضل دین، مجاہد عبدالرسول، امانت ولد سلیمان، شمعون ولد بشیر، حافظ ندیم ولد شوکت علی، محمد فاروق ولد امان اللہ شاہ، محمد عبداللہ جان، محمد فرقان،

عبدالرحمٰن، محمد ارشد، سبحان ساجد، محمد شاہد صدیق ولد محمد صدیق انصاری، عثمان ولد عبدالرزاق، محمد افضال ولد فیروز دین۔

مختلف تھانوں میں درج ہونے والی ایف آئی آر میں نامزد 25 افراد جو گرفتار ہوئے ان میں نذیر احمد عباسی ولد محمد عباسی، کامران مسعود ولد محمد اکرم، گل احمد ولد شیخ احمد سعید، حافظ ساجد عمران ولد منیر احمد، حافظ جہانگیر ولد گل بادشاہ، حافظ محمد ریاض ولد محمد امین، حافظ غلام علی ولد اللہ دتہ، شہزاد ولد نصیر احمد، عاطف ولد فیروز، ارشاد احمد ولد محمد لطیف، (مزدہ ٹرک ڈرائیور مع ٹرک) وقاص ولد ارشاد، محمد یوسف ولد اقبال، غلام شہباز ولد محمد رفیق، محمد سلیم ولد محمد رمضان، فرحان ولد نثار، صدیق ولد محمد رفیق، فضل الٰہی ولد عارف، محمد سجاد ولد سکندر علی، عدنان علی ولد سید امان اللہ، محمد ارشاد علی ولد ہدایت علی، الطاف حسین، محمد عاصم ولد غلام سرور، محمد اویس ولد عبدالعزیز، محمد راشد ولد غلام مرتضٰی، مدثر ولد شاہ محمد شامل ہیں۔

14 فروری کی تحفظ ناموس رسالت کی ریلی میں شرکت کے جرم میں گرفتار ہونے والے 88 بے گناہ اسیروں کے اسمائے گرامی اور ایڈریس بھی ملاحظہ ہوں۔ نعیم عباس ولد محمد عارف...... گلی نمبر 7 مکان نمبر 7 ملت پارک خدا بخش روڈ، لاہور، فاروق ملک ولد غلام حیدر...... 316-A گلشن راوی لاہور، محمد احمد ولد اکبر علی...... مکان نمبر 27 دھنی رام روڈ نیو انارکلی لاہور، ارشد علی ولد جمیل احمد...... بادامی باغ لاہور، خرم یونس ولد خالد...... ممتاز سٹریٹ حبیب اللہ گڑھی شاہو لاہور، کاشف بشیر ولد بشیر خالد...... خالد بن ولید کمبر ہال نمبر 106 پنجاب یونیورسٹی اولڈ کیمپس لاہور، شہباز حسین ولد محمد خان...... مدرسہ انوار المصطفٰی گلی نمبر 35 ملتان روڈ شاہ نور سٹوڈیو، ثناء اللہ ولد فیض احمد، فاروق احمد کالونی ضلع سرگودھا، غلام دستگیر ولد نواز، ناصر باغ تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا، آصف کریم ولد عبدالکریم...... فیروز سٹریٹ نزد مسجد سیاہی گوہر نئی آبادی گڑھی شاہو، عبدالباسط ولد محمد خلیل...... 109 ڈی گلشن راوی لاہور، خرم اعجاز ولد اعجاز...... گلی نمبر 19 مکان نمبر 348 عثمان کالونی دھرم پورہ، محمد ادریس ولد محمد اقبال...... مکان نمبر 8 گلی نمبر 3 باہو سٹریٹ الحمد کالونی اقبال ٹاؤن، راشد ولد غلام مرتضٰی...... چوہان پارک چوک صابر جنرل سٹور سانده لاہور، طائف افتخار ولد محمد افتخار...... مکان نمبر 89 گلی نمبر 21 انور سٹریٹ راج گڑھ لاہور، علی گوہر ولد ایوب گوہر...... جناح پارک گلبرگ III لاہور، عثمان یوسف ولد محمد یوسف...... مکان نمبر 221/222 مریڑ حسن راولپنڈی، احتشام قیوم ولد عبدالقیوم...... جناح پارک گلبرگ III لاہور، جمیل احمد ولد رفیق...... سکھرہ ضلع نارووال، حافظ شاہد ولد ایوب، پاکستان چوک نزد جنازہ گاہ مزنگ لاہور، حافظ عرفان ولد صادق...... ابوبکر شریک سانده خورد لاہور، سعید ولد کریم...... دادا گلی نمبر 2 نیو چوہدری پارک بند روڈ لاہور، محمد طاہر ولد طارق...... مکان نمبر 25 گلی نمبر 16 حسن سٹریٹ ملتان روڈ لاہور،

فضل الٰہی ولد عارف......حیدری ریسٹورنٹ چوک یتیم خانہ لاہور، حافظ ساجد ولد منیر احمد......تھانہ ویکن روڈ کوٹ بخش تحصیل و ضلع حافظ، امانت علی ولد سبحان...... چک نمبر 30 فارم تحصیل رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ، بلال علی ولد ہدایت علی...... 298 نیو مسلم ٹاؤن وحدت روڈ لاہور، عبدالرسول ولد عبدالرزاق......مکان نمبر 21 پیپلز کالونی گوجرانوالہ، محمد ندیم ولد شوکت......محلہ اسلام آباد لکھوڈیر روڈ باغبانپورہ لاہور، محمد شمعون ولد حاجی بشیر......کموٹ گرجا موبل ننکانہ ضلع اوکاڑہ، کامران مسعود ولد اکرم......اندرون لوہاری گیٹ نیوانارکلی لاہور، عمر فاروق ولد صغیر احمد......چوک مدنی بادامی باغ لاہور، کلیم اللہ ولد چراغ دین......مین بازار کریم پارک مالی پورہ لاہور، سید ارشد حسین ولد طالب حسین......گلی نمبر 15 مکان نمبر 48 گنج مغل پورہ لاہور، فیصل منظور ولد منظور احمد......مکان نمبر 64 سٹریٹ نمبر 141 اسلام پورہ سمن آباد، فرحان ولد نثار احمد......گلی نمبر 11 مکان نمبر 136 امیر روڈ بلال گنج لاہور، شاہد اختر ولد اختر حسین...... 47 ناظم آباد شاد باغ لاہور، غلام شہباز ولد رفیق...... بلال گنج سردار چپل لاہور، تاجور نعیمی ولد مفتی محمد حسین نعیمی...... 40 ایمپریس روڈ شملہ پہاڑی لاہور، محمد سلیم ولد محمد رمضان......مولا بخش چوک بلال گنج لاہور، محمد جمشید ولد حاجی شرافت......مکان نمبر 166، گلی نمبر 3 صدیق کالونی، حافظ غلام علی ولد اللہ دتہ......چک نمبر 44 فوجیاں والا ضلع ساہیوال، محمد علی ولد بشیر احمد ......شامکے تھانہ منڈی لاہور، حافظ جہانزیب ولد گلبہار شاہ......تحصیل و ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، شہباز ولد شریف......جندر کالونی برکی لاہور، نذیر احمد ولد عباس علی......اندرون لوہاری گیٹ لاہور، صدیق ولد رفیق......مولا بخش چوک بلال گنج لاہور، افضال ولد فیروز دین......مکان نمبر 13-A گلی نمبر 15 مین بازار مکھن پورہ، مظہر فرید ولد نذیر احمد......گلی نمبر 171 مدینہ کالونی عقب شالامار باغ لاہور، محمود سبحانی ولد سلیم......ایمپر روڈ مزنگ لاہور، ذیشان ولد سمیع اللہ......گلی نمبر 24 مکان نمبر 24 گڑھی شاہو لاہور، عرفان ولد بوستان......گکھڑ شائیں مکان نمبر 6 گلی نمبر 66 مسلم کالونی نزد اندرون مسجد شاہدرہ لاہور، شہزاد ولد حسیب......مکان نمبر 38 گلی نمبر 8 سردار چپل چوک بلال گنج لاہور، سلامت علی ولد فضل دین......تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ، کریم خان ولد خوشی......گاؤں قلعہ کھمبل تحصیل و ضلع آزاد کشمیر، طارق ولد افضال......مکان نمبر 2، گلی نمبر 21 چھوٹا ساندہ لاہور، خرم شہزاد ولد عباس......مکان نمبر 13-A گلی نمبر 15 مین بازار مکھن پورہ لاہور، اشفاق ولد مشتاق...... 163 گلی نمبر 12 صداقت پارک ساندہ لاہور، عبدالشکور ولد مہر دین......صدیقیہ کالونی کھوکھر روڈ بادامی باغ لاہور، حافظ ریاض ولد امین...... 16-E قاسم پورہ تھانہ غالب مارکیٹ لاہور، سجاد ولد سکندر......گلی نمبر 9 مکان نمبر 26 مسلم پورہ ساندہ کلاں لاہور، سہیل خان ولد جلال خان......مکان نمبر 3986 چوک سوتر منڈی اندرون

لوہاری گیٹ لاہور، وقاص ولد افتخار...... مکان نمبر 2 گلی نمبر 2 سکیم نمبر 2 شاد باغ لاہور، طالب ولد جمال دین...... شیش محل داتا دربار لاہور، الطاف حسین ولد عالم گیر...... فیض آباد دالیس بلاک نیو ملتان کہروڑ، علی شیر ولد محمد خان...... چک نمبر D-93 نور پور ضلع پاکپتن، عمر دراز ولد نواز...... چکن نمبر 44/15 میاں چوک ضلع خانیوال، خضر عباس ولد غلام نبی...... چک نمبر 559 تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد، محمد فاروق ولد پھول خان...... چونی کے راجہ جنگ ضلع قصور، ذوالفقار علی ولد سعید امین علی...... مکان نمبر 12 گلی نمبر 12 داتا نگر بادامی باغ لاہور، ساجد علی ولد عمر شریف...... رفاعی دربار چوہان روڈ لاہور، شہزاد ولد غلام نبی...... مکان نمبر 7 گلی نمبر 8 مغل سٹریٹ قلعہ گجر سنگھ، اللہ دتہ ولد امیر...... چک نمبر 23 جڑی تھانہ صدر اوکاڑہ، عاصم ولد محفوظ الرحمٰن نعیمی...... مسجد دالگراں چوک 97 ریلوے روڈ محمد بلڈنگ لاہور، محمد صدیق ولد نذیر احمد...... سکنہ T-5 شیر ربانی جنرل سٹور شیل ٹاؤن لاہور، مدثر رضا ولد شاہ محمد...... مدرسہ شیخ الاسلام H بلاک سبزہ زار سکیم ملتان روڈ لاہور، ارشاد احمد ولد لطیف، ترپئی تھانہ نیناں کوٹ ضلع نارووال، محمد دین ولد محمد یاسین...... مکان نمبر 15 منٹگمری روڈ لاہور، عثمان ولد ہارون...... جامع مسجد تلواردی نیو انارکلی، آصف عرف چن ولد عبداللہ خان...... C-95 علامہ اقبال روڈ فضل سٹریٹ گڑھی شاہو لاہور، بابر جاوید ولد اسحاق...... مکان نمبر 1084H چوک وزیر خان اندرون دلی دروازہ، بابر ولد منظور...... بکر منڈی بند روڈ لاہور، محمد یاسر ولد محمد اسلم...... مکان نمبر 22 گلی نمبر 16 نکلسن روڈ لاہور، طارق ولد اکرم...... مکان نمبر 8 گلی نمبر 20 مکھن پورہ مغلپورہ، طیب ولد یعقوب...... گوجرانوالہ۔

اس رپورٹ کی تیاری میں اسیران ناموس رسالت کے لئے خورد ونوش کا انتظام کرنے والے اہل سنت کے نہایت مخلص اور بے لوث بزرگ کارکن محترم محمد صدیق سیکرٹری صاحب حفظہ اللہ نے ہمارے ساتھ تعاون فرمایا جس پر ہم ان کے شکر گزار ہیں اور دُعا گو بھی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی سعی کو مشکور فرما کر توشۂ آخرت بنائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی

ناموسِ رسالت کا تحفظ

سرکار دو عالم کی عزت و ناموس کا مسئلہ کس قدر اہمیت کا حامل اور کتنا نازک بھی اس کی اہمیت جاننے کے لئے ذیل کی عبارت ملاحظہ فرمائیں جو آپ کے لئے کچھ نہ کچھ مواد ضرور فراہم کرے گی۔

انبیاء کرام اور رسل عظام صلوات اللہ علیہم اللہ تعالیٰ کی اس زمین پر اس کے خلیفہ ہیں۔فرشتوں کو خطاب

''انی جاعل فی الارض خلیفة'' (سورہ بقرہ)

کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر جز دوم صفحہ 165 مطبوعہ ایران پر لکھتے ہیں۔

''انما سماہ اللہ خلیفة لا نہ یخلف اللہ فی الحکم بین المکلفین من خلقہ''

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو خلیفہ اس لئے قرار دیا کہ رسل عظام رب تعالیٰ کے احکام اس کے بندوں تک پہنچانے میں اس کے نائب ہیں۔

یہی بات حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔خلیفہ کا اطلاق واحد و جمع نیز نر اور مادہ سبھی پر ہوتا ہے۔

تفسیر کبیر ہی کے صفحہ 166، جز دوم میں اس کا تذکرہ ان الفاظ مین کیا گیا۔

الخلیفة اسم یصلح للواحد و الجمع کما یصلح للذکر والا نثیٰ

حضرت علامہ محمود آلوسی حنفی تفسیر روح المعانی جلد اوّل صفحہ 22 پر رقم طراز ہیں۔

'' خلیفة: انہ خلیفة اللہ تعالیٰ فی ارضہ و کذا کل نبی استخلفھم فی عمارة الارض وسیا سة الناس وتکمیل نفوسھم وتنفیذ امرہ فیھم لا لحاجتہ بہ تعالیٰ''

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو زمین پر اپنا خلیفہ نامزد کیا تا کہ اس کے احکام کو ان میں نافذ کر پائیں امور سیاست میں ان کی تربیت کریں اور انسانی قدروں کی تکمیل کریں یہ کسی حاجت کے پیش نظر نہیں۔

امام آلوسی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''انسانی خلقت غائیت کدورت اور ظلمت جسمانی میں تھی اور قدرت باری تعالیٰ غائیت تقدس میں اور فیضان کے لئے مناسبت شرط تا کہ فیضان حاصل ہوانبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے ذوجہتین بنایا تا کہ فیضان باری تعالیٰ کو بندوں تک پہنچا سکیں۔''

آقائے دوجہاں ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ولهذا كان صلى الله عليه وسلم افضل خلق الله تعالىٰ على الاطلاق بل هو الخليفة على الحقيقة فى السبع الطباق

(روح المعانی صفحہ 220، جلداوّل)

یعنی اسی لئے رسول اللہ ﷺ رب تعالیٰ کی تمام مخلوق سے افضل بلکہ اس کے ساتوں طبقوں میں اس کے حقیقی خلیفہ ہیں۔

انہی اولوالعزم ہستیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات

یعنی یہ رسل عظام کی جماعت جنہیں ہم نے بعض کو بعض پر شرف عطا کیا۔ ان میں سے بعض وہ بھی ہیں جن سے کلام فرمایا اور دوسرے بعض کو درجوں بلندی عطا فرمائی۔

الرسل'' ....'' استغراق کا ہے مراد جمیع رسل عظام ''کلم اللہ'' سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سرکار دو جہاں اور حتمی اور سبھی پر شرف **بعضهم على بعض** سے مراد ذات مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ **فقيل انه موسىٰ و محمد عليهما الصلوٰة والسلام رفع بعضهم** سے مراد امارفع **درجات بعضهم على كلهم فذالك مختص بنبينا محمد** ﷺ ''

(تفسیر مظہری جلد 1، صفحہ 354)

یہی وجہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام ا کی عزت وتوقیر اور ان کے احکام کی اتباع کا حکم دیا۔ **وما ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله** (القرآن) ہم جس رسول (علیہ السلام) کو بھی بھیجا اس کی اطاعت کا فرمان جاری کیا۔

اور آخر میں جب بعثت مصطفوی ہوئی تو ان سے گفتگو کے آداب سکھائے

1۔ يا ايها الذين امنوا اذا ناجيتم الرسول فقدموا بين يدى نجوٰكم صدقة ذالك خير لكم واطهر (مجادلہ آیۃ 12)

ان کی مجلس میں بیٹھنے کے قانون وضع کیے۔

2﴾ یا ایھا الذین امنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجلس فافسحوا یفسح اللہ لکم (مجادلہ آیۃ 11)

1﴾ "اے ایمان والو رسول اکرم ﷺ سے ہم کلام ہونے سے قبل صدقہ دیا کرو یہ تمہارے قلوب کی طہارت کا باعث ہوگا۔"

آداب مجلس کی تعلیم میں فرمایا

2﴾ اے ایمان والو! جب تمہیں کہا جائے کہ آنے والوں کے لئے جگہ کشادہ کرو تو کھل جایا کرو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی پیدا فرما دے گا۔ (الآیت)

سرکار دو جہاں ﷺ کی معیت میں چلنے کے آداب ذکر کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

یا ایھا الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم (الحجرات آیت 1)

"اے ایمان والو! کبھی بھی چلنے میں نیز حکم بیان کرنے میں اللہ اور اس کے رسول پر آگے آگے نہ چلو"

آداب گفتگو میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون (الحجرات آیت 2)

اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی کریم ﷺ کی آواز پر اونچا نہ کرو۔ اور ایک دوسرے کی طرح نبی کریم ﷺ کو مت آواز دو (باز نہ آئے تو) تمہاے اعمال ضائع کر دیئے جائیں گیا اور تمہیں اس کا شعور بھی نہ ہوگا۔"

احتیاط کے پہلو کو اس قدر ملحوظ رکھا گیا کہ اگر کسی لفظ میں ادنیٰ سی بے ادبی کا شائبہ بھی نکلتا ہو تو اسے آپ کے لئے استعمال سے منع کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکافرین عذاب الیم (البقرہ آیت 104)

(رسول اللہ ﷺ کو جب کبھی کسی مسئلہ کے سمجھنے کے لئے متوجہ کرنا پڑے) تو لفظ راعنا کا استعمال نہ کرو بلکہ "انظرنا" سے عرض کرو اور کافروں کے تکلیف دہ عذاب ہے۔

یہود کی زبان میں راعنا اچھے معنیٰ میں استعمال نہ ہوتا تھا اور وہ اس کا استعمال کر کے اپنی بد باطنی کا ثبوت فراہم کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کے استعمال ہی سے منع کر دیا۔ اور پر ذکر کی گئی چند آیتیں

صرف بطور نمونہ عرض کی گئیں ورنہ درجنوں آیات طیبات اسی مفہوم و معنی پر دال ہیں۔

انبیاء کرام اور رسل عظام ہی وہ بزرگ نفوس قدسیہ ہیں جن کی تعظیم و تکریم کو اللہ تعالیٰ نے ہر فرد پر فرو انسانی پر لازم قرار دیا ہے۔

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله (القرآن)

یعنی رسول کی ہر بعثت اسی لئے ہے کہ اس کی اللہ تعالیٰ کے اذن سے اطاعت کی جائے اطاعت تبھی ہوتی ہے جب مطاع کا وقار اور عزت دل و دماغ میں ہوگی۔

یہ حکم تو سبھی انبیاء اور رسل صلوات اللہ وسلامہ علیھم کے لئے ہے نبی آخر محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ نے الگ سے احکام بیان فرمائے۔

وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا (سورہ فتح آیت 9)

نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر بجالاؤ اور رب تعالیٰ کی صبح و مسا تسبیح بیان کرو۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے تفسیر کبیر صفحہ 86، ج 28 میں زیر آیت مذکورہ تحریر فرمایا۔

"اتی بما یجب من التعظیم والا جتناب عما یحرم من السوء الفحشآء بالتنزیة

قرآن مجید نے صیغہائے امر استعمال کئے جس سے تعظیم بجالانے کی واجب ہونا اور ان امور سے جو برے ہوں بچنا لازم ہے۔

سورہ منافقون میں ارشاد باری ہوا۔

واللّٰہ العزہ ولرسولہ وللمؤمنین (القرآن)

عزت اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کے لئے ہے۔

انبیاء کرام سبھی اللہ تعالیٰ کے نائب اس لئے ان سبھی کی تعظیم و تکریم بجالانا ہر فرد انسانی پر ضروری اور ان امور سے اجتناب کرنا جن کی وجہ سے ان نفوس قدسیہ کی اہانت کا پہلو نکلتا ہو لازم۔ اور امام الانبیاء ﷺ کے معاملہ میں تو اور بھی چوکنا ہونا ضروری ہے۔ اب تصویر کا دوسرا رُخ ملاحظہ ہو۔

ان الذین یؤذون الله ورسولہ لعنهم الله فی الدنیا والاخرة

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے۔ (سورہ احزاب آیت 57)

آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا نام تو تعظیم کے طور پر ذکر ہوا۔ ایذا سے مراد رسول اللہ ﷺ ہی کی ایذا ہے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے معاملہ کو اپنا معاملہ قرار دیا۔" من یطع الرسول فقد اطاع الله "یعنی جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بجالاتا وہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول

اللہ ﷺ کے معاملہ کو اپنا معاملہ قرار دیا یہی بات امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے تفسیر کبیر میں لکھی آپ فرماتے ہیں۔

"ویجوز ان یکون المراد بایذاء اللہ ورسولہ ایذاء رسول اللہ ﷺ بطریق الحقیقۃ وذکر اللہ لتعظیمہٖ"

وایذائہ علیہ السلام ایذاء لہٗ تعالیٰ لانہ لما قال من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (تفسیر سورہ احزاب آیت 52)

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

"من اذی رسول اللہ ﷺ بطعن فی شخصہٖ او دینہ او نسبہٖ او صفتہ من صفاتہٖ او بوجہ من وجوہ الشین فیہ صراحۃً او کنایۃ او تعریضاً او اشارۃ کفر لعنہ اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہ عذاب جھنم وھل یقبل توبتہ قال ابن ھمام کل من ابغض رسول اللہ ﷺ بقلبہٖ کان مرتداً الساب بطریق الاولیٰ و یقتل عندنا حداً ولایقبلُ توبتہ فی اسقاط القتل قالوا ھذا مذھب اھل الکوفۃ ومالک" (تفسیر مظہری جلد 7، صفحہ 382، سورہ احزاب)

"کوئی بھی شخص جو رسول اللہ ﷺ کی ذات عالیہ میں طعن کرنے یا آپ کے دین یا آپ کے نسب یا من جملہ صفات میں سے کسی صفت میں یا آپ کی طرف کوئی بھی برائی منسوب کرنے کی وجہ سے آپ کو ایذاء پہنچاتا ہے یہ برائی خواہ صراحتاً ہو کنایۃً ہو یا اشارۃً وہ کافر ہو جائے گا اگر (مسلمان نے ایسا کیا تو مرتد کہلائے گا) یہ کافر و مرتد پر اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں لعنت بھیجتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

ایسا شخص اگر توبہ کر لے تو کیا توبہ قبول ہوگی یا نہ کمال الدین ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"سرکار سے دل میں بغض رکھنا ارتداد ہے۔ بُرا کہنے والا بدرجہ اولیٰ مرتد قرار دیا جائے گا۔ اس کی سزا قتل ہے ہمارے ہاں۔ اس کی توبہ قبول نہ ہوگی کہ ہم قتل کے ٹالنے میں توبہ قبول کریں یہی مذہب اہل کوفہ اور امام مالک کا ہے۔"

سورہ توبہ میں بھی اسی مضمون کا اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم (سورہ توبہ آیت 61)

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی دل آزاری کرتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

فقہاء عظام کے اس بارے عندیہ جاننے سے پہلے ایک حدیث انور سنتے جائیے جو اس طرح کے

لوگوں کے لئے درس عبرت ہے جو سرکار دو عالم ﷺ کی ایذاء کا باعث بنتے ہیں۔

عن انس بن مالک ﷺ قال کان منا رجل من بنی النجار قد قرأ البقر وال عمران و کان یکتب لرسول الله ﷺ فانطلق هار باحتیٰ لحق باهل الکتاب قال فرفعوه قال هذا قد کان یکتب لمحمد فاعجبوا بهٖ فما لبث ان قصم الله عنقه فیهم فحفر والهٗ فواروه فاصبحت الارض قد نبذته علی وجهها ثم عادوا فحفروا له فواروه فاصبحت الارض قدنبذته علی وجهها ثم عادوا فحفر واله فواروه فاصبحت الارض قد نبذته علی وجهها فترکوه منبوذًا (مسلم شریف عربی جلد دوم صفحہ 370، مطبوعہ کراچی)

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ بنی نجار سے ایک آدمی جس نے سورہ بقرہ اورال عمران کو سیکھ رکھا تھا اور کاتب وحی بھی تھا (یہ منافق بارگاہ مصطفوی میں گستاخی کا مرتکب ہوا) اور بھاگ کر اہل کتاب سے جاملا۔ انہوں نے اسے بڑا عہدہ پیش کیا لوگوں کو بتایا گیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا کاتب تھا تو انہوں نے تعجب کیا ابھی ان کے پاس اسے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ وہ ہلاک ہو گیا لوگوں نے اس کے لئے قبر کھود کر اس میں دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو دیکھا ک زمین نے اسے باہر پھینک دیا ہے۔ اسے پھر دفن کیا اگلے دن زمین پھر اسے باہر پھینک دیا اس سے اگلے دن پھر یہی ہوا اس پر لوگوں نے اسے ایسے بے گوروکفن چھوڑ دیا۔

گویا ارض وسماء کی ہر شے گستاخ رسول ﷺ کو سمجھتی اور اس سے نفرت کرتی ہے۔

اصول:۔ فقہاء عظام رحمھم اللہ تعالیٰ کے اقوال کہ اہانت نبی کا ارادہ بھی کفروارتداد ہے۔ ذکر کرنے سے پہلے ایک اصول عرض کرتا ہوں۔

جو حد بھی جزا کے طور پر لاگو ہو وہ توبہ سے ساقط نہیں ہوا کرتی۔ امام سرخسی علیہ الرحمہ مبسوط جز 10 کے صفحہ 110 پر لکھتے ہیں۔

وما یکون مستحقا جزاء لا یسقط بالتوبة کالحدود فانه بعد ما ظهر سببها عند الامام لا تسقط بالتوبة.

مثال میں حدود کا ذکر کیا کہ قاضی کے ہاں سبب سامنے آجانے کے حد توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ اور یہ کہ جرائم کی حدود میں مرد وعورت برابر ہیں۔

وفی اجزیة الجرائم الرجال والنساء سواء کحدالزناء

(مبسوط جز 10، صفحہ 109، بیروت لبنان)

النہر الفائق شرح کنز الدقائق مطبوعہ بیروت لبنان صفحہ 253، جلد 3 پر ہے۔

"قالوا ارتد بسبہٖ ﷺ ثم تاب فانہ یقتل حدا ولا تقبل توبتہ فی اسقاط القتل ولا فرق بین ان یجیئی تائبا اویشھد علیہ بذالک بخلاف غیرہ من المکفرات فان الانکار فیہ توبة فلا تقبل الشھادة"

اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے کی وجہ سے مرتد ہوا (العیاذ باللہ) اگر توبہ بھی کر لے تو بھی اسے قتل کر دیا جائے گا اور قتل کو ساقط کرنے میں اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ خواہ وہ توبہ کر کے آئے یا اس کی توبہ پر شہادت موجود ہو۔ باقی امور میں وجہ کفر کوئی اور شے بن رہی ہو تو توبہ کا مسئلہ دیگر ہے۔ اہانت رسالت میں نہیں۔

(مصنف سراج الدین بن ابراہیم بن نجیم حنفی المتوفی 1000ھ)

بحر الرائق جلد 5، صفحہ 126 ,125، مطبوعہ کوئٹہ، الشیخ زین الدین ابن نجیم فرماتے ہیں۔

''کل من ابغض رسول اللہ ﷺ بقلبہٖ کان مرتدا فالساب بطریق اولیٰ ثم یقتل حداً عند نافلا تقبل توبتہ فی اسقاطہٖ القتل قالو ھذا مذھب اھل الکوفہ ومالک ونقل عن ابی بکر الصدیق ؓ لا فرق بین ان یجیئ تائبا من نفسہٖ اوشھد علیہ بذالک

ہر وہ شخص جو رسول اللہ سے دلی بغض رکھے وہ مرتد ہوگا اس لئے آپ ﷺ کو گالی دینے والا بدرجہ اولیٰ مرتد ہوگا۔ (العیاذ باللہ) ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہ ہوگی جس کی وجہ سے قتل کو ساقط کیا جا سکے یہی اہل کوفہ (احناف) اور امام مالک کا مسلک ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے منقول ہے کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ خود توبہ کر کے آئے یا پھر اس کے تائب ہونے پر شہادت مل جائے۔

خاتم المحققین علامہ کمال الدین ابن ہمام فتح القدیر جلد پنجم کتاب الارتداد کے صفحہ 332 پر لکھتے ہیں۔

''کل من ابغض رسول اللہ ﷺ بقلبہ کان مرتدا فالساب بطریق الاولیٰ ثم یقتل حدا عندنا ولا تعمل توبتہٗ فی اسقاط القتل''

اس میں عندنا کا تذکرہ نشان دہی ہے کہ احناف کا یہی مذہب ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی مالابد کے صفحہ 117 پر لکھتے ہیں۔

''اگر اہانت کسے از پیغمبراں کرد کافر سود'' یعنی اگر کسی شخص نے انبیاء کرام میں سے کسی کی بھی اہانت کی کافر ہو جائے گا۔

قاضی صاحب ہی مالابد کے صفحہ 126 پر رقمطراز ہیں۔

''علامہ علم الھدی در بحر محیط گفتہ ہر کہ ملعون در جناب پاک سرور کائنات ﷺ دشنام دہد یا اہانتکند یا در امر از امور دین او یا در صورت مبارک یا در وصف از اوصاف شریفہ او عیب کند خواہ مسلمان بود یا ذمی یا حربی گرچہ از راہزل کردہ باشد ان کافر است واجب القتل توبہ او مقبول نیست، واجماع امت بران است کہ بے ادبی واستخفاف بر کس از انبیاء کفر است خواہ فاعل او حلال دانستہ مرتکب شود یا حرام دانستہ''

حضرت علامہ نے بحر محیط میں لکھا کہ جو ملعون سرکار دو عالم ا کی ذات عالیہ کو گالی دے یا اہانت کا مرتکب ہو یا دینی امور میں سے کسی امر کا یا سرکار کے حلیہ مبارکہ میں سے کسی عضو کا یا آپ کے اوصاف میں کسی وصف کا عیب نکالے۔ ایسا کرنے والا خواہ مسلمان تھا یا ذمی کافر یا حربی اگرچہ یہ سب کچھ اس نے مذاق میں کیا وہ واجب القتل ہے اس کی توبہ بھی قبول نہ ہوگی اس پر تمام امت کا اتفاق ہے۔

فتاویٰ خیریہ صفحہ 103، مطبوعہ بیروت لبنان۔ علامہ خیرالدین رملی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

''من سب رسول الله ﷺ فانه مرتد و حكمه حكم المرتدين يفعل به ما يفعل بالمرتدين لا توبة له اصلاً اجمع العلماء ان كافر ومن شك في كفر فقد كفر''

خیرالدین رملی علیہ الرحمہ نے فرمایا جو رسول اللہ ﷺ کے لئے نازیبا کلمات کہتا ہے وہ مرتد ہے اور اس کا حکم مرتدین کا حکم ہے (یعنی قتل کیا جانا) اس کی توبہ اصلا قبول نہ ہوگی۔ نیز اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ جو ایسے شخص کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

توہین رسالت ﷺ کا مرتکب حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا باغی ہے اور باغی اس کی زمین پر رہنے کے قابل نہیں اس لئے زمین کو اس سے پاک کردیں گے۔

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

تحفظ ناموس رسالت

ارشاد باری تعالیٰ

لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا

تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔ (الفتح 9)

So that O people you may belive in Allah and His Messenger and pay respect to him and honour him and that you may glorify him morning and evening.

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ. واعدلھم عذابا مھینا

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے

Undoultedly those who annoy Allah and his messenger Allah's curse is upon them in the world and in the hereafter and Allah has kept prepared for them degrading torment.

فرمان رسول ﷺ

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین

(بخاری شریف حدیث نمبر 15)

تم میں سے کوئی مومن نہیں جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

No me of you well be a beliver till he loves me more than his father his childern and all the gathered mankind

قول محققین:۔

اذا سبت رسول اللہ او واحدا من الانبیاء علیھم السلام یقتل حدا ولا توبۃ لہ اصلا

(فتاویٰ حسب المفتین مخطوط ورق 337)

جب کسی نے رسول اللہ ﷺ یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو گالی دی اس کو بطور حد

قتل کردیا جائے گا۔ اور اس کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہے۔

آج ڈنمارک کے اخبار میں سید المرسلین، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے گستاخانہ خاکوں کا چھپنا، رسول اللہ ﷺ کی ہمہ جہت توہین ہے۔ اس مذموم حرکت سے فضائیں زہریلی اُور حالات تلخ ہو چکے ہیں۔ زمین و آسمان کا چپہ چپہ حالت کرب میں ہے۔ خطرہ ہے کہیں زمین پر کوئی عذاب کا آتش فشاں نہ پھٹ پڑے اور کہیں آسمان خون کی بارش نہ کر دے۔

اے یہود و نصاریٰ!

اسلام نے تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ادب کا درس دیا اور مسلمان عملاً اس پر قائم ہیں۔ تم نے انسانیت کی جان اور سب سے بڑے انسان حضرت محمد عالم ﷺ کی توہین کر کے امن عالم کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ اور تہذیبوں کے تصادم کے لئے تم نے جلتی پر تیل کا کام کیا ہے۔

اے مسلم حکمرانو!

تم اپنی غیرت کا ثبوت دیتے ہوئے ڈنمارک سے اپنے سفارتی تعلقات کے انقطاع کے ساتھ ڈنمارک حکومت سے مجرم مانگو اور انہیں او۔ آئی۔ سی اجتماع میں برسرِ عام قتل کرو۔

اے نام نہاد روشن خیالو!

تم اپنی پست خیالی، کج فکری اور بزدلی کو مسلمانوں کے جذبہ ایمان پر مسلط نہ کرو۔ ہمارا دین جگر لالہ کی ٹھنڈک ضرور ہے۔ مگر وقت کے سمندروں کے دل دہلا دینے والا طوفان بھی ہے۔ ہمیں صرف نرمی کی نیند نہ سلاؤ۔ بلکہ حکم قرآن "ولیجدوا فیکم غلظه۔ (سورۃ توبہ آیت 123)" (اور چاہئے کہ وہ کافر تم میں سختی پائیں) کی گرمی کی بھی بات کرو۔

اسلام صرف محبت نہیں بلکہ اس میں بغض و عداوت کا بھی ایک مکمل باب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

ان احب الاعمال الی اللہ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ

(مسند امام احمد، 146/5)

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کے لئے کسی سے محبت کرنا اور اللہ کے لئے کسی سے دشمنی کرنا ہے۔

اے مسلمانو!

جب رسول اللہ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد از دمان کے لوگ مرتد ہوئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف زبان کھولی تو اس علاقے کے امیر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

اسمعونی فی ابی وجدی ولا تسمعونی فی النبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم (نصب الرایہ 456/3)

مجھے میرے ماں باپ کی گالی دے لو مگر مجھے رسول اللہ ﷺ کے بارے کوئی نازیبا بات نہ سناؤ۔

آج کی غیرت مسلم بھی یقیناً یہی ہے۔ ہمیں سب کچھ برداشت ہے مگر توہین رسالت برداشت نہیں۔ چنانچہ

❁:۔ ہر ملک، شہر گلی، محلے، دفتر اور دکان میں، ہر اجتماع، کانفرنس، سیمینار، حلقہ ذکر اور درس میں گستاخوں اور ان کے ایجنٹوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کیجئے۔

❁:۔ ربیع الاوّل شریف کے مہینے میں ہر محفل میلاد میں خطباء اور مبلغین تحفظ ناموس رسالت کے موضوع پر تقاریر کریں اور یہود و نصاریٰ کے شرارتوں کے رد کے ساتھ گستاخی کو جنم دینے والی زہریلی فکر کا بھی رد کریں۔

❁:۔ یہ مکمل سال ہر لمحہ، ہر ساعت، ہر دن اور ہر رات تحفظ ناموس رسالت کے لئے گرجتے برستے، دھڑکتے اور جھپٹتے جذبات کے ساتھ گذاریئے۔

❁:۔ حکمرانوں کو ڈنمارک سے سفارتی تعلقات کے انقطاع کے ساتھ ساتھ گستاخوں پر شرعی حد لگوانے کے لئے مجبور کیجئے۔

❁:۔ قید و بند کی صعوبتوں سے گھبرائے بغیر راہ عزیمت کے مسافر بن کر ناموس مصطفیٰ ﷺ پر پہرہ دیجئے۔

او۔آئی۔سی!

❁:۔ اپنی مردہ ضمیری کو چھوڑ کر زندہ دلی کا مظاہرہ کرے۔

❁:۔ ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے قانون بین الاقوام میں قانون سازی کے لئے کردار ادا کرے۔

اے عاشقان رسول ﷺ

آج جگر کا خون، آنکھوں کا نم، نہاں خانہ دل کا اضطراب، خیالات کی افسردگی جذبات کی حرارت، ایمان کی روح اور یقین کی پختگی کا ایک ہی نعرہ ہے۔

شراب عشق احمد ﷺ میں کچھ ایسی کیف و مستی ہے
کہ جان دے کر بھی اک دو بوند مل جائے تو سستی ہے

اٹھو ایک فرض پورا کرنے کے لئے اور ایک قرض اتارنے کے لئے آگے بڑھیئے۔ اگر ڈنمارک کے گستاخوں کو امت نے قتل نہ کیا اور وہ اپنی طبعی موت مر گئے تو سوا ارب امت کا روز محشر رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا جواب ہوگا۔

چودھری محمد رفیق باجوہ، مرحوم کی ایک یادگار تحریر

کائنات کے گستاخ

جس شخصیت کی وہ حمد کرے جس کے سوا کسی کو حمد زیبا نہ ہو۔ جو انسانی تاریخ میں ''محمد'' ﷺ نام پانے والا پہلا ایسا بشر ہو، جس پر وہ وحی نازل ہوئی ہو کہ اگر کسی پہاڑ پر نازل ہوتی تو روئی کے گالوں کی طرح اُڑ گیا ہوتا۔ نور اور سوز کو سمو لینے والا وہ جسم کہ مثل روشنی کے اس کا بھی سایہ نہ ہو۔ جس نے خلاؤں تک کو یوں تسخیر کر دکھایا ہو کہ فرش سے عرش اور عرش سے فرش تک کے صدیوں کے فاصلے طے کر آئے اور ابھی بستر گرم اور کنڈی ہل رہی ہو۔ جس نے خالق و مخلوق کے درمیان فاصلوں کو یوں تسخیر کرنا سکھایا ہو کہ بندے اپنے اللہ سے صیغۂ حاضر متکلم میں مخاطب ہوں۔ جس نے ''اهبطوا'' کے عمل کی فرقتوں کے کرب میں مبتلا انسانیت کو ''قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى'' اور ''نَحْنُ اَقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد'' کے لطف سے آشنا کیا۔ جس نے تاریخِ کائنات میں پہلی مرتبہ ''قانونِ رجعت'' بیان کر کے کائنات کے مخفی ''قانونِ عود'' کو اس طرح واضح کیا ہو کہ حیاتِ دنیوی و اخروی میں ایک مسلسل و مستقل ربط آشکار ہو گیا ہو۔ جس پر یہ رازِ کائنات واضح کیا گیا ہو کہ شہادت سلامتی کا دوسرا نام ہے کہ جس انسانِ فانی کو اس کی دنیوی زندگی میں اللہ کی دید میسر آ جائے، وہ اللہ کی راہ میں قتل بھی کر دیا جائے تو بھی نہیں مرتا اور یوں زندہ رہتا ہے جیسے روزِ حشر دیدارِ الٰہی کے بعد سب انسان غیر فانی ہو جائیں گے۔ وہ یٰسین جس نے پیدائشی طور پر انسانی زندگی کی گیارہ منازل یوں تسخیر کر لی کہ معصوم رہنا سازگار رہا۔

وجہ نمودِ کائنات مگر مزمل، تختِ رسالت پر متمکن مگر دوش پر کملی، شاہِ شاہاں مگر سورۃ المدثر کا مدثر، جس کی انگلی اُٹھے تو قمر شق ہو جائے، نگاہ اُٹھے تو آمادۂ قتل عمر فاروق ؓ بن جائے۔ ایسا مصطفیٰ ﷺ جس نے مرتضیٰ تربیت کئے۔ وہ مُرسلِ رسا کہ اُمتی آج بھی دورانِ صلوٰۃ اس سے صیغۂ حاضر میں کلام کرتے ہیں۔ وہ انسانِ کامل کہ خود خالق جس کی تکمیل کا ثنا خواں ہو۔ تخلیقات الٰہی کی وہ ہستی واحد جس کی اطاعت کو اطاعتِ الٰہی سے مربوط کر دیا گیا۔ وہ جو عالم ہائے زمان و مکان و لازمان و لامکان کے لئے رحمت ہے کہ جو اس کی پیروی میں نہ رہا، اس نے خود کو درہم برہم کر لیا۔ وہ کائناتی رحمتوں سے محروم ہو گیا۔ اس نے رحمتوں کو زحمتوں میں تبدیل کر لیا۔ اس کی تعمیر اس کی ہلاکت کا باعث بن گئی۔ اس نے

حیات سے منہ موڑ کر مُردنی خرید لی۔ جو اس کی تکریم سے محروم ہو گیا، تذلیل اس کا مقدر بن گئی۔

جس طرح حضور ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ ان سے محبت اللہ سے محبت ہے۔ اسی طرح ان کی شان میں گستاخی اللہ کی شان میں گستاخی ہے۔ جو کوئی ان کی رسالت سے منکر ہو۔ اس کے خلاف جہاد بالسیف فرض ہے۔ تو پھر یہ بھی کوئی پوچھنے والی یا کوئی تحقیق طلب بات ہے کہ اُن کے گستاخ کی سزا کیا ہے؟ لیکن ہم اس زمانے سے تعلیم حاصل کئے ہوئے ہیں جہاں گستاخانِ رسول ﷺ کو سزا دینے والے لقمہ دار بنا دیئے گئے اور ہم فقط آنسو بہا کر ہاتھ مل کر یا چند دل ملول ہو کر رہ گئے یا مترنم شعر گوئی پر گزارا کرتے رہے۔

علم و عمل کے میدان میں جس نے جو دیا ہو لاریب دیا ہو۔ اُس کی شان میں گستاخی کائنات سے دشمنی کے مترادف ہے۔ آج تک کائنات تو کیا، کائنات کے کسی معمولی سے معمولی قانونِ قدرت کو بھی کوئی شکست نہیں دے سکا۔ اُن کی شان میں گستاخی کائنات کو انتقام کی دعوت دینا ہے۔ کائنات میں اس کی سزا موت یا پھانسی یا قتل پر ہی ختم نہیں ہو جائے گی۔ جب تک کائنات موجود ہے، کائنات انتقام لے گی اور کائنات معدوم ہونے لگے گی تو ماورائے کائنات کے سپرد کر دی جائے گی کہ لو، ان کو سنبھالو کہ یہ گستاخانِ رسول ﷺ ہیں۔ اس رسول ﷺ کے گستاخ جو زمان و مکان و لازمان کے لئے رحمت، سراپا بن کر مُرسل ہوئے۔

انسان کی محبت میں کمی رہ جائے تو وہ اپنے فراق کو محبوب کے بت بنا کر تسکین دے لیتا ہے۔ محبت اگر کامل ہو تو انسان محبوب کے بت یا تصویر کا محتاج نہیں ہوتا۔ جو دل میں بس رہا ہو۔ اُسے آنکھوں کے رُو برو لانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آنکھوں کے ذریعے دل میں اُتر جانا ایک عمل ضرور ہے اور اہم بھی ہے۔ مگر دل کے ذریعے نگاہوں میں بس جانا لاثانی عمل ہے اور محبت کی وہ منزل ہے جہاں محبوب کا گستاخ تو کیا، اس کا رقیب بھی گوارا نہیں ہوتا۔ ندیدوں کو کیا خبر کہ حضور ﷺ کی تصویر کیوں نہ بنی۔ کیوں نہیں بنائی جا سکتی!!! اللہ نے حُب رسول ﷺ کے ذریعے بت پرستی کو کیونکر فعلِ ناگوار قرار دیا!!! قرآن پاک میں کسی بھی پیغمبر علیہ السلام کی توہین سے اس لئے منع فرمایا گیا کہ سبھی پیغمبر رسول آخر الزمان ﷺ کے معتقد ہیں۔ جس کے سارے پیشرو اس کے پیروکار ہو جائیں اس کے مقام کی توحید سے کون انکار کر سکتا ہے، تاوقتیکہ طبیعت از خود کفر وارد کرنے پر مائل نہ ہو گئی ہو۔

انسان تو اپنی ماں کی توہین پر قتل کر دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ حُب رسول ﷺ تو ماں کی محبت سے کہیں زیادہ اہم، بلند مرتبہ اور معتبر ہے۔ گستاخی رسول ﷺ پر محبانِ رسول ﷺ کو عمدِ قتل سے باز نہیں رکھا جا سکتا۔ چاہے اس کا انجام کچھ بھی ہو اور تاریخ ایسی تماثیل سے بھری پڑی ہے۔ گستاخانِ رسول ﷺ کے

ساتھ کائنات نے کیا برتاؤ کیا اور مسلمانوں نے کیا اس مضمون میں اعادہ کیے بغیر اس اہم امر کی طرف ہر مسلمان کی توجہ مبذول کرواسکوں تو خوش بخت ہو جاؤں کہ معاشرہ غیر اسلامی تعلیم و تربیت کی وجہ سے احکامِ رسول ﷺ سے غیر آگاہ ہو چکا ہے۔ اور زمانہ اس کوشش میں ہے کہ امت کے جسد سے روحِ محمد ﷺ نکال لی جائے۔ اس کا ایک طریقہ شرعِ پیغمبر ﷺ کا آشکار نہ ہونے دینا اور مختلف مسالک کے ذریعے اسے متنازع بنائے رکھنا بھی ہے۔

نوبت بہ ایں جارسید کہ لوگوں کو یہ امتیاز بھی میسر نہیں رہا کہ اللہ اس کو کہتے ہیں جس کے سوا کوئی قانون ساز، کوئی الٰہ نہ ہو، قانون ساز واحد نہ ہو تو خدا ہو سکتا ہے۔ گاڈ ہو سکتا ہے۔ ایشور ہو سکتا ہے۔ دیوتا ہو سکتا ہے۔ اللہ نہیں کہلا سکتا۔ لفظ اللہ کا کسی دنیوی زبان میں کوئی متبادل نہیں۔ جو اللہ احد یعنی قانون ساز واحد کا رسول ﷺ ہو۔ اس کا رسول جس کے سوا کسی اور کے احکام کی پابندی یعنی عبادت زیبا نہیں بلکہ کفر کے مترادف ہے۔ اس کی شان میں گستاخی پر جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے۔ نہیں کرو گے تو اللہ تمہارا الٰہ نہیں رہے گا، اور پوچھے گا

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

جس کی تحقیر برداشت ہو سکے، وہ محترم نہیں ہوتا۔ جو محترم نہ ہو وہ راہنما نہیں ہوتا۔ جس کے قول پر قیل و قال ہونے لگے، اس کی اطاعت کے جذبہ کو مجروح ہونا لازم ہوتا ہے۔ عام حاکم اپنے مفاد کے تحفظ کے لئے احکام جاری کرتے ہیں لیکن اللہ اور رسول ﷺ کے احکام میں قطعی صمدیت ہوتی ہے۔ کہ وہ جو بھی حکم فرماتے ہیں، قطعی طور پر بے غرض، بے لوث اور انسانوں ہی کے مفاد میں ہوتا ہے۔ جس کی رسالت میں الٰہیت کا احترام اور جس کی الٰہیت میں بندوں ہی کا مفاد مقصود ہو، اُس کی شان میں اتنی سی بھی گستاخی کہ کوئی اپنی آواز کو اُن کی آواز سے بلند کرے۔ نظام کائنات کو گوارا نہیں۔ اگر کوئی ایسا کرے تو کائنات اُسی لمحہ برانگیختہ ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص کو سزا دینے والا وہ کچھ کر سکتا ہے جو کائنات اس گستاخ کے لئے کر رہی ہوتی ہے۔ چنانچہ اُس لمحے کائنات اور انسان کا عمل ہم آہنگ ہوتا ہے۔ کائنات سے ہم آہنگی ہی انسانی زندگی کا سب سے بڑا انعام اور کارنامہ ہے۔ ایسا ہر اقدام انسانوں کا اکملیت کی طرف بڑھتا ہوا قدم ہوتا ہے۔

معاشرے میں اگر آج ماؤں بہنوں، بیٹیوں، والدین، اساتذہ یا بزرگوں کا احترام نہ رہے تو کیا معاشرہ شفقتوں سے عاری نہ ہو جائے گا؟ بربریت اس کا ورثہ بن جائے گی؟ جس معاشرے میں پیغمبروں کا احترام نہ رہے وہ معاشرہ درندوں کے معاشرے سے بھی بدتر ہو جائے گا۔ اور جس معاشرے

میں وجہ نمود کائنات اور پیغمبروں کے پیغمبر ﷺ کا احترام نہ رہے گا۔ کائنات اس معاشرے پر ٹوٹ پڑے گی۔ چاہے اس معاشرہ میں کتنے ہی ناظم و حاکم اور کتنے ہی مفکر و مفسر اپنی برتری کے دعویدار کیوں نہ ہوں۔ اُس معاشرے کی دنیا ہی نہیں آخرت بھی لُٹ جائے گی۔ ایسا معاشرہ فقط اُس دوزخ کی تعمیر کر رہا ہوگا جس کی آگ نہ کبھی بجھے گی، نہ اس کی تپش کم ہوگی۔ جو معاشرہ راضی برضائے الٰہی ہو جائے۔ اُس کی معتبری لافانی ہوتی ہے اور جو معاشرہ راضی برضائے رسول ﷺ ہو جائے اس کی بقا کے خود اللہ تعالیٰ ضامن ہوتے ہیں۔ یعنی

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

خوش مقدر ہیں وہ لوگ جو زمانہ حال کے گستاخِ رسول ﷺ کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور اس کو کی پُشت پناہی کرنے والی طاقتوں کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے!!

(ماہنامہ نعت، لاہور، فروری 1991 ''شہیدِ انِ ناموسِ رسالت'' حصہ دوم)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

فتاوی میں امام اعظم ابو حنیفہ کا مذہب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے بھی نبی کریم ﷺ کو گالی دی وہ قتل کیا جائے گا برابر ہے کہ وہ مومن ہو یا کافر۔

(تفسیر مظہری، جلد:۴، صفحہ:۱۹۱، فتح القدیر: جلد:۴، صفحہ:۳۸۱)

ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الصارم المسلول میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ایک اور قول نقل کیا ہے کہ اس طرح کے گستاخ رسول ﷺ سے توبہ کا مطالبہ کیے بغیر اسے قتل کیا جائے گا چاہے وہ اسلامی ملک کا رہنے والا ہو یا نہ ہو۔

راجا رشید محمود (مدیرِ اعلیٰ ماہنامہ ''نعت'' لاہور)

تحفظِ ناموسِ رسالت کی کوششیں

(تحسین، چشم پوشی، مخالفت)

ایک ہستی............

کہ جہاں پیدا ہوئی، جہاں اس کا بچپن گزرا، جہاں اس نے اوائلِ شباب اور پھر بھرپور شباب کے دن گزارے، جس چھوٹے سے گاؤں میں اس کے چالیس تینتالیس سال بیتے تھے۔ اس کے کردار نے دیکھنے والوں، ملنے والوں، اس کے ساتھ کاروبار کرنے والوں کی آنکھیں خیرہ کیے رکھیں۔ وہ ہستی اپنے قبیلے کی آنکھ کا تارا ہی نہ تھی، وہاں کے سب قبیلے اس کو ''حکم'' مانتے تھے۔ اس کے شفاف اور بے داغ کردار و عمل کی، اس کی دانش و حکمت کی، اس کی صداقت و امانت کی قسم کھاتے تھے، اپنی امانتیں اس ہستی کے پاس رکھواتے تھے، اپنے مناقشات اس سے فیصل کراتے تھے۔ جب وہ ہستی کوہِ صفا پر کھڑی ہوئی تو کوئی ایک آواز ایسی نہ تھی جو اس کے خلاف اٹھتی، کوئی ایک انگلی نہ تھی جو اس کی زندگی کے کسی پہلو کی طرف اٹھ سکتی۔

وہ ہستی............

جس نے اپنی نبوت و رسالت کا اعلان فرمایا، خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی راہ دکھائی، خود ساختہ بتوں اور مظاہرِ فطرت کو پوجنے سے منع کیا، آباء واجداد کی راہوں پر چلنے والوں کو ان کی غلط روی کا احساس دلانے کی کوشش کی، تو مخالفتیں ہوئیں، حق کو تسلیم نہ کرنے کی روش اختیار کی گئی، اس ہستی کی دعوت کے راستے میں کانٹے بھی بچھائے گئے......لیکن......اس کی سیرت پر حرف زنی نہ کی جاسکی۔ بات نہ مانی لیکن جھوٹا نہ کہا جاسکا۔ اس ہستی اور اس کے مٹھی بھر ساتھیوں کا مقاطعہ تک کیا گیا، لین دین روک دیا گیا، مگر اپنی امانتوں کا امانت دار اس کے سوا کسی اور کو نہ بنایا جاسکا۔

وہ ہستی............

اپنی جنم بھومی چھوڑ کر دوسرے شہر کو ہجرت بھی کر گئی، اسے مار دینے تک کی سازشوں نے سو اونٹوں کی پیشکش تک بات پہنچائی۔ اس دوسرے شہر میں بھی کوشش کی گئی کہ ان کا ناطقہ بند کیا جائے۔ لڑائیاں

تک لڑی گئیں، لیکن ان کے بے داغ اور مصفّٰی کردار پر کلوخ اندازی تو کیا، ہلکے پھلکے جھوٹ کی کوئی تلوار بھی سیدھی نہ کی جا سکی۔

وہ ہستی............

جس کی دعوت و تبلیغ نے جھوٹے خداؤں کے سروں کو نیہوڑا دیا، جھوٹوں کی کمر توڑ دی، آس پڑوس ہی نہیں دور دور کے رہنے والے اس ہستی کی بارگاہ میں حاضر ہو ہو کر اس کی حقانیت کو تسلیم کرنے کا اعلان کرنے لگے۔ ایسے میں بھی معاندین اس ہستی کی مہر آسا شخصیت کی طرف کسی اعتراض کی نگاہ نہ اٹھا سکے

وہ ہستی............

چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود، اور اس ہستی کے ماننے والوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی خواہشیں دل میں پالنے والی طاقتوں کی ساری کوششوں کے باوجود، آج بھی نظر رکھنے والے، صاحبِ دل اور اہلِ انصاف جس کی سیرت و کردار کے حضور حرفِ استحسان پیش کرتے ہیں۔ جس شخص کی نگاہِ نقد اس ہستی کے سوانح کے تمام گوشوں میں جستجو کرتی ہے، اسے خوبیوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ خوبیاں جو شخصیت کو تو بڑا ثابت کرتی ہی ہیں، معاشرے کو بھی صاف ستھرا بناتی ہیں، ماحول کو بھی ہر آلودگی سے پاک رکھتی ہیں، انسانیت کو اس کے اوجِ کمال تک پہنچانے کی راہ دکھاتی ہیں...... اس مبارک ہستی کی زندگی کے ایک ایک گوشے سے پھوٹتی ہیں۔

اس صورتِ حال میں جب کوئی بد بخت، شپرّہ چشم، خرِ نا مشخّص اس ہستی معصوم کی شان میں کسی گستاخی کا ارتکاب کرتا ہے تو کائنات کا ذرہ ذرہ اس پر نگاہِ غیظ ڈالتا ہے، کائنات کا مالک و مختار اسے "اَبْتَـــرُ" کرتا ہے۔ اس کے "زنیم" ہونے کا اعلان فرماتا ہے۔ جس ہستی کے لئے کائناتیں تخلیق کی گئیں، جسے رب کریم نے اپنے اوصاف کا مظہر بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا، جس کی معصومیت اپنے ذمے رکھی، جس کی جان کے دشمن بھی اس کی ذات کے کسی گوشے کی طرف انگشت نمائی نہ کر سکے،...... اس کے خلاف کچھ کہنے والے، اس کی شان سے فروتر کوئی کلمہ ادا کرنے والے، اس کی ناموس و حرمت پر ژاژ خائی کی جسارت کرنے والے سے بڑھ کر مستحقِ قتل اور کون ہو سکتا ہے۔

حضورِ پُر نور ہادیٔ اعظم، نور مجسم رحمتِ ہر عالم ﷺ، خالق و مالکِ حقیقی جل شانہ کے محبوب ہیں۔ متفق علیہ حدیثِ پاک ہے "حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی تمام محبتوں سے زیادہ محبت میرے ساتھ نہ رکھے، وہ مومن نہیں۔ پھر خدا کے محبوب ﷺ کی شان میں کسی گستاخی کو برداشت کرنے سے بڑھ کر کفر کیا ہو گا۔ اور اگر کوئی اپنی سب سے محبوب ہستی کی ناموس پر کوئی چھینٹا پڑنے دے تو اس کا ایمان کہاں ہے؟

اصل میں اسلام دشمن طاقتیں وقتاً فوقتاً ایسی جسارتوں کے ذریعے مسلمانوں کے ایمان کا امتحان لیتی رہتی ہیں۔ انکی خواہش ہے کہ "روحِ محمد ﷺ" مومن کے دل سے نکال دیں۔ لیکن ہر زمانے میں ناموسِ رسالت کے کسی نہ کسی محافظ نے ایسی کوششوں، ایسی تحریکوں کے سدِ باب کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے عالمِ کفر پر ثابت کر دیا ہے کہ ہم ان کی تہذیبی، ثقافتی، سیاسی یورشوں کے آگے تو سرنگم نظر آتے ہیں مگر جہاں ہمارے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کی حرمت و ناموس کا موقع آتا ہے، ہمارے لئے جان لینا اور جان دینا کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔

عہدِ نبوی (ﷺ) اور عہدِ صحابہ (رضی اللہ عنھم) سے لے کر آج کے دورِ انحطاط تک جہاں کہیں ایسا واقعہ پیش آیا، غیرتِ اسلامی کا ایک نہ ایک علمبردار اٹھا اور اس نے ملبوسِ شماتت کے پرخچے اڑا دیئے۔ خطیبوں نے گستاخ کے خلاف لب کھولے، اربابِ ادب نے قلم کو بگٹٹ کیا، شعراء نے اپنے جذبات کو مربوط و منظوم صورت میں پیش کیا، شعر و سخن کی زبان دی۔

اس موضوع پر اردو کے چند شعراءِ کرام کی منظومات میں سے نمونے کے طور پر چند اشعار نذرِ قارئینِ کرام ہیں۔

ہم اپنے دین پر جان اپنی وار سکتے ہیں
ہمارے دین کا مطلب ہے آبروئے رسول ﷺ

﴿صابر گیلانی﴾

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے، مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ طیبہ کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

﴿ظفر علی خان﴾

جو ہو تحفظِ ناموسِ مصطفیٰ ﷺ پہ فدا
بفضلِ حق وہ سعادت نصیب ہو جائے
قبولِ خالق کون و مکان ہو اس کا عمل
اسے مقامِ شہادت نصیب ہو جائے

﴿قمر یزدانی﴾

ہے شرطِ اوّلِ ایماں محبت سرورِ دیں ﷺ کی
تحفظ فرض ہے ناموسِ پیغمبر ﷺ کا امت پر

ضیا محمد ضیا

ہماری جان بھی قرباں ہے ناموسِ رسالت پر
لٹا دیں دولتِ کونین ہم اس ایک دولت پر

محمد حنیف نازش قادری

جو غلامِ احمدِ مرسل ﷺ ہے اس پر لا جَرم
فرض ہر شام و سحر ہے حفظِ ناموسِ رسول ﷺ

عزیز لدھیانوی

دنیا میں جو ناموسِ نبوت کا امیں ہے
گہوارۂ رحمت میں ہے وہ ، خواہ کہیں ہے

سید ہلال جعفری

نبی ﷺ کے نام پہ جاں دینے والے زندہ ہیں
بقائے زیست کا ساماں ہے احترامِ رسول ﷺ

محمد افضل کوٹلوی

عشقِ نبی ﷺ والوں سے پوچھو، تخت سے بہتر تختہ ہے
کوئی بڑا اعزاز نہیں ہے اس اعزازِ شہادت سے

محمد حسین آسی

عشق میدانِ وفا میں ہو چکا تھا سرخرو
عقل ابھی بیٹھی ہوئی پڑھتی تھی قرآنِ مجید

علیم ناصری

اربابِ وفا کا دل دُکھانے والے
اخلاق کی دھجیاں اڑانے والے
پھٹ جائے فلک تجھ پہ، گرے تجھ پر رعد
حرمت پہ نبی ﷺ کی حرف لانے والے

حزیں کاشمیری

خدا کے قہر سے وہ شخص بچ سکتا نہیں ہرگز
وہ جو گستاخِ دربارِ گہر بارِ نبوت ہے

(محمد اکرم رضا)

ناموسِ مصطفیٰ ﷺ پہ دل و جان وار دو
گستاخ کو جو دیکھو، بلا خوف مار دو

(فیض رسول فیضان)

کر دیا جاں دے کے ثابت غازی علم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے
قیمتی ہے غازیوں کی جاں سے ناموسِ رسول ﷺ

(اصغر نثار قریشی)

تجھے معراجِ عشقِ شاہ ﷺ سُولی پر مبارک ہو
تجھے اوجِ سعادت کا یہ تاجِ سر مبارک ہو

(عیش فیروز پوری)

گرم رکھتی ہے یاد اس کی اپنا لہو
جب شہادت نے کی تھی تری آرزو
تو رسالت کے دربار میں سرخرو
تو پیمبر ﷺ کے اسلام کی آبرو

(مجید تمنا)

ذرہ ذرہ تیری تربت کا چراغِ طور ہے
مشرقستانِ مہ و خورشید ہے یہ سرزمیں

(صابر خلیلی)

میں اپنے رب کریم جل وعلا کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے کہ اس نے شعر گو کی حیثیت سے بھی مجھے اس موضوع پر سب سے زیادہ لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ نامور محقق ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ، صدرِ شعبہ علومِ اسلامیہ جی سی یونیورسٹی لاہور نے لکھا۔

”تحفظِ ناموسِ مصطفیٰ ﷺ شاعرِ نعت راجا رشید محمود کا خاص موضوع ہے۔ آج تک کسی نعت گو نے اس مضمون پر اتنا زور نہیں دیا۔ بلکہ اس کے عشرِ عشیر بھی کسی نے نہیں کہا۔“

(شاعرِ نعت راجا رشید محمود۔ صفحہ 106)

الحمدللہ! میری ہر دوسری چوتھی نعت میں اس موضوع پر کوئی شعر ضرور ہوتا ہے، کئی نعتیں خاص اسی موضوع پر ہیں۔ نیز حرمتِ سرکار ﷺ کے حوالے سے اب تک ماہنامہ "نعت" کے ایک ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل مضامین نظم ونثر شائع کر چکا ہوں۔

ایک مجموعہ کلام، "منظومات" میں صفحہ 91 تا 102 پر "مناقبِ شہیدانِ ناموسِ سرکار ﷺ" ہیں۔ میرے 42، اردو مجموعہ ہائے نعت میں سے ایک "قطعاتِ نعت" میں اس عنوان سے گیارہ قطعات ہیں۔ دو قطعے یہ ہیں۔

بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں جو بھی گستاخی کرے
وہ ہے مرتد، قتل اس بدبخت کا واجب ہوا
ابن منذر، فاسی و حنبل ہوں یا قاضی عیاض رحمہم اللہ
ذکر سب کرتے ہیں اس بارے میں اک اجماع کا

❁ ❁ ❁

شانِ آقا ﷺ میں ہوا تنقیص کا جو مرتکب
دینِ قیم میں نہیں ہے اس کی توبہ بھی قبول
اس کی تفصیلات ہیں "اَلصَّارِمِ الْمَسْلُوْل" میں
ابن تیمیہ نے یوں کی ہے بیاں شانِ رسول ﷺ

"الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول ﷺ" ابن تیمیہ کی ایک اہم تصنیف ہے۔ چھ سو صفحات پر مشتمل اس کتاب میں موضوع پر سیر حاصل بحث ہے لیکن بدقسمتی دیکھئے کہ اپنی عمر کے آخری حصے میں خود ابن تیمیہ سے شانِ رسالت میں گستاخیاں ہوئیں چنانچہ شعبان 726ھ میں اس بنا پر اسے پابندِ سلاسل کر دیا گیا کہ اس نے روضہ سرکار ﷺ کی زیارت کے لئے کئے جانے والے سفر کو شرک کہا۔ وہ ذیقعدہ میں قید ہی میں مرا۔ پروفیسر این میری شمل اپنی کتاب "اینڈ محمد ﷺ از ہز میسنجر" میں لکھتی ہیں کہ ابن تیمیہ کو دمشق میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعلین مبارک کے نقش کی توہین کرنے کی وجہ سے غیر معمولی سزا سنائی گئی۔

برصغیر میں جن محافظانِ ناموسِ حضور ﷺ نے اپنے خون سے داستانِ محبت رقم کی ان میں سے چند اہم نام یہ ہیں:

غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ:۔

راجپال کی گستاخانہ کتاب نے اسے 6، اپریل 1929ء کو غازی کے ہاتھوں واصلِ جہنم کرایا۔ 30 اکتوبر کو میانوالی جیل میں غازی اپنے آقاﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوگیا۔

باوجودِ معصیت لاہور جو مامون ہے
چتر داتا رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اس پر سایہ علم الدین رحمۃ اللہ علیہ کا

غازی عبدالقیوم شہید رحمۃ اللہ علیہ:۔

نتھو رام کی گندی زبان کو ایڈیشنل جوڈیشنل کمشنر کراچی کی عدالت میں 20 ستمبر 1934ء کو غازی نے خاموش کردیا اور 19 مارچ 1935 کو تختہ دار کو چوم کر ہمیشہ کے لئے امر ہوگئے۔

نورِ نظر تھا عبداللہ کا ، آقا ﷺ کا شیدائی تھا
مرگ وزیست کا اک اک نکتہ اس پر حق نے کھول دیا

شاعرِ مشرق حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے ''لاہور و کراچی'' کے عنوان سے غازی علم الدین اور غازی عبدالقیوم کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ (ضربِ کلیم)

نظر اللہ پر رکھتا ہے مسلمانِ غیور
موت کیا شے ہے؟ فقط عالمِ معنیٰ کا سفر
ان شہیدوں کی دِیَت اہلِ کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر
آہ، اے مردِ مسلماں تجھے کیا یاد نہیں
حرف ''لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَر''

غازی عبدالرشید قاضی شہید رحمۃ اللہ علیہ:۔

مسلمانوں کو ہندو بنانے والی تحریکوں شُدھی اور سنگھٹن کا داعی شردھانند تھا۔ وہ اسلام اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے بارے میں بھی نازیبا باتیں کرتا تھا۔ غازی سید عبدالرشید نے جو ایک خوشنویس تھے، دسمبر 1926ء میں قلم ہاتھ سے رکھا اور موذی کا سر قلم کردیا...... اور خود جامِ شہادت نوش کیا۔ افسوس کہ اس پر تحریکِ خلافت کے لیڈروں نے ہندوؤں سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا۔

سرکار ﷺ تجھ سے خوش ہیں اللہ تجھ سے راضی عبدالرشید قاضی
فردا ترا ہے روشن، ضوبار تیرا ماضی عبدالرشید قاضی

غازی محمد صدیق شہید رحمۃ اللہ علیہ:۔

فیروز پور کے اس غازی نے پالا مل سنار کو 17 ستمبر 1934ء کو بابا بلھے شاہ کے مزار کے پاس قصور میں جہنم رسید کیا۔ 6 مارچ 1935ء کو خود جنت کی راہ لی

آگیا فیروز پور سے پالا مل کو مارنے
قتل کر ڈالا اسے اس مردِ باکردار نے
آخر آخر منہ کی کھائی کفر کی یلغار نے
خواب میں یہ کام سونپا اُس کو خود سرکار ﷺ نے
حکم کی تعمیل نے اس کا بڑھایا مرتبہ

غازی میاں محمد شہید رحمۃ اللہ علیہ:۔

تلہ گنگ (میرے ضلع چکوال) کے اس باغیرت فوجی جوان نے ایک ہندو ڈوگرے چرن داس کو گستاخی کے جرم پر سزا دی اور 12، اپریل 1938ء کو مدراس ہی میں شہید اور دفن ہوا۔

یہ قصرِ کفر و ضلالت آخر کو اب تزلزل میں آگیا جو
میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ نے قتل شاید کیا چرن داس ڈوگرے کو

غازی مُرید حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ:۔

میرے ضلع چکوال کے گاؤں بھلہ کریالہ کے اس نوجوان نے 8 اگست 1937ء کو ضلع حصار کے قصبہ نارنوند میں پہنچ کر خرِ شاتت وٹنری ڈاکٹر رام گوپال کو اس کے انجام تک پہنچا دیا اور خود 24 ستمبر کو آقا حضور ﷺ کے دربارِ گہر بار میں حاضر ہو گیا۔

مار ڈالا نبی ﷺ کے شاتم کو
زندہ باد اے میاں مرید حسین رحمۃ اللہ علیہ

غازی محمد عبداللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ:۔

مردود مرتد چلچل سنگھ کو مارنے پر شہادت کے مرتبے کو پانے والا خانقاہ ڈوگراں کا نوجوان زندہ باد

ایک بے غیرت کہ بد قسمت بھی تھا، بے راہ بھی
پہلے تھا نورِ محمد، پھر وہ چلچل سنگھ بنا
اور ڈھایا اک ستم ، سرکار ﷺ کی توہین کی
کیوں نہ غازی قتل کرتا اس کو ، سو اُس نے کیا

غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید رحمۃ اللہ علیہ:۔

ڈنمارک کے اخبار نے توہین رسالت پر مبنی کارٹون چھاپے، غازی عامر چیمہ جرمنی میں بغرضِ حصولِ تعلیم مقیم تھے۔ وہاں کے اخبار نے بھی یہ کارٹون شائع کر دیئے تو غازی نے اخبار کے مالک کو زخمی کر دیا جو بعد میں مر گیا۔ غازی کو 3 مئی 2006ء کو تشدد کے ذریعے جیل میں شہید کر دیا گیا۔

نعرۂ توحید سے قصرِ شقاوت ڈھا دیا
عطرِ غیرت خونِ ہمت سے کیا کس نے کشید — جرأت عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ
حفظِ ناموسِ نبی ﷺ تھا مطمحِ قلب و نظر
مصطفیٰ ﷺ پر جان قربان کر کے لی جنت خرید — قسمتِ عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ
کیسے توہینِ نبی ﷺ برداشت کر سکتا تھا وہ
خیلِ فاروقِ معظم ﷺ کا تھا اک فردِ فرید — حضرتِ عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ

راجا سیدا کبر ایڈووکیٹ نے بتایا کہ ایک انگریز جج کے خانساماں نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی پر ایک میجر کو چھری مار کر ہلاک کر دیا۔ سر محمد شفیع رُکن پارلیمنٹ خانساماں کا کیس لڑ رہے تھے۔ دورانِ سماعت حضور ﷺ کے ذکر پر سر شفیع جذباتی اور آبدیدہ ہو گئے۔ دو انگریز جج سماعت کر رہے تھے۔

انہوں نے کہا: سر شفیع! آپ کے پائے کا قانون دان بھی اتنا جذباتی ہو گیا؟

جواب میں سر شفیع بولے۔ ''سر! اگر شفیع بھی اس خانساماں کی جگہ ہوتا تو یہی کچھ کرتا۔''

امرتسر کے گرجا گھر کے سامنے ایک پادری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل بیان کر رہا تھا۔ وہ حضورِ اکرم ﷺ کا اسمِ گرامی احترام سے نہیں لیتا تھا۔ ایک بھنگڑ کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا۔ ''پادری! ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برحق نبی مانتے ہیں اور ان کا نام ادب سے لیتے ہیں۔ تو بھی ہمارے سچے سرکار ﷺ کا نام ادب سے لے۔ وہ نہیں مانا، جب تیسری بار ایسا ہی ہوا تو بھنگڑ نے بھنگ گھوٹنے والا ڈنڈا مار کر پادری کو جہنم پہنچا دیا۔ یہ عاشقِ صادق پکڑا گیا، موت کی سزا ہوئی۔ اپیل میں انگریز جج نے یہ لکھ کر بری کر دیا کہ پادری کا قاتل تکیہ نشین بھنگڑ ہے۔ کوئی مولوی نہیں، واضح ہے کہ یہ قتل کسی رنجش کی بنا پر نہیں ہوا۔ پادری نے اس کے جذبات مجروح کیے تو ایسا ہوا۔ لہٰذا میں اسے بری کرتا ہوں۔ (یہ واقعہ محقق عصر حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمہ اللہ تعالیٰ نے امیرِ ملت پیر جماعت علی شاہ علی پوری کے حوالے سے بیان کیا)

شہیدانِ ناموس رسالت میں بہت سی خصوصیات مشترک نظر آتی ہیں۔ یہ سب نوجوان یا جوان تھے۔ انھوں نے اپنے کارنامے کسی فوری اشتعال کے تحت نہیں غور و فکر کے زیر اثر انجام دیئے۔ زیادہ

غازیوں کو خواب میں سرکارِ ابد قرار ﷺ نے زیارت سے مشرف فرمایا اور گستاخ کی شکل دکھا کر ڈیوٹی پر مامور کیا۔ اسی لئے ان میں سے ہر ایک اپنی کارکردگی پر تفاخر کا اظہار کرتا رہا، تاسف کی کوئی صورت نہیں بنی۔ سب نے موذیوں کو للکار کر مارا، سب نے قتل کا اقرار اور اس پر اصرار کیا۔ ان میں سے کوئی موقع سے فرار نہیں ہوا۔ خود گرفتاری دی۔ موت کی سزا سننے کے بعد سوائے ان بدبختوں کے، ہر قاتل کا وزن کم ہو جاتا ہے۔ لیکن ان سب خوش قسمت ہستیوں کا وزن پھانسی کی کوٹھڑیوں میں بڑھتا رہا۔

ان عظیم المرتبت انسانوں کے کارناموں پر پوری ملت اسلامیہ کا سر فخر سے بلند ہوا کیونکہ انھوں نے سب مسلمانوں کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا کیا۔ لیکن ایک طبقے کا کردار اس معاملے میں قابلِ مذمت بھی رہا۔ مثلاً غازی سید عبدالرشید قاضی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ہزاروں مسلمانوں کو ہندو بنا لینے والے گستاخِ رسول ﷺ شردھانند کو واصل جہنم کیا تو مفتی کفایت اللہ دہلوی نے غازی عبدالرشید شہید کے بارے میں فتوئی دیا کہ وہ جنت سے محروم ہے۔ کہا کہ ”کافر معاہد کا قاتل جنت کی بُو بھی نہیں سونگھے گا۔“ (روزنامہ ”ہمدم“ لکھنؤ، جنوری 1927ء)

شردھانند کے قتل کے دو ماہ بعد خلافت کمیٹی کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون نے ہندوؤں اور ان کے لیڈر شردھانند کے ساتھ اپنی محبت کا، اور شاتمِ رسول ﷺ کے قاتل غازی عبدالرشید کے اقدامِ قتل پر تاسف کا اظہار یوں کیا۔

”سوامی شردھانند کے قتل کے واقعے نے ہندو مسلمانوں کے درمیان نفرت اور ناانصافی کی خلیج کو اور بھی وسیع کر دیا ہے۔ جس طرح اس قتل کا ہونا بیان کیا گیا ہے وہ بہت ہی افسوسناک ہے اور ہم مسلم پریس اور مسلم لیڈر اس واقعہ پر افسوس کر چکے ہیں۔ مجھے بھی ہندو بھائیوں کے ساتھ ان کے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے۔“ (خطبہ صدارت جناب سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون، 26,27,28 فروری 1927ء بمقام لکھنؤ، قاضی محمد مجتبیٰ کوتانوی نے نیپئر روڈ کراچی سے شائع کیا)

کتاب ”رنگیلا رسول“ کے ناشر راجپال کو غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کتے کی موت مار دیا تو ابوالکلام آزاد نے ”ایک عزیز طالب حق ہندو“ کے خط کے جواب میں لکھا۔

”میں ایک لمحے کے لئے بھی یہ طریق عمل پسند نہیں کر سکتا کہ مسلمان اپنی طبیعت اس انداز کی بنا لیں کہ جہاں کسی ٹٹ پونجئے نے ایک چار ورقی رسالہ چھاپ کر شائع کر دیا، ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک تمام مسلمان شور و واویلا مچانا شروع کر دیں کہ اسلام کی کشتی غرق ہو گئی اور تحفظِ ناموسِ رسول ﷺ کی حفاظت کا سوال پیدا ہو گیا۔

نعوذ باللہ۔ اگر چند جاہل اور کور چشم انسانوں کے بکواس کر دینے سے ناموسِ رسول ﷺ کی حفاظت کا سوال پیش آسکے یا اسلام اور مسلمانوں کے لئے یہ کوئی مصیبت ہو، ایسا سمجھنا اسلام کی عزت و شرف اور مسلمانوں کی مذہبی خودداری کے اس درجہ خلاف ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایک مسلمان اس کا تصور بھی کرسکتا ہے۔ اس قسم کا ایک رسالہ کیا معنی، اگر ایک ہزار یا ایک لاکھ رسالے بھی چھاپ دیئے جائیں جب بھی نعوذ باللہ، اسلام اور داعی اسلام کے ناموس کے تحفظ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوسکتا'' (ابوالکلام آزاد۔ تصریحاتِ آزاد۔ مکتبہ اشاعتِ ادب، لاہور۔ بار اوّل دسمبر 1960ء صفحہ 165, 164)

ناموسِ رسالت سے دلی تعلق رکھنے والے قارئینِ محترم کو میں ایک تکلیف دہ واقعہ یاد دلانا چاہتا ہوں۔ اگست 1980ء میں اس وقت کے صدر ضیاء الحق نے ایک دو روزہ علماء کنونشن بلایا۔ اس میں سید محمود احمد رضوی نے یہ قرارداد پیش کی جس کی تائید عرفان حیدر عابدی نے کی اور کنونشن کے شرکا نے متفقہ طور پر اسے منظور کیا کہ

''حکومت اللہ تعالیٰ، حضور رسول اکرم ﷺ، خلفاءِ راشدین اور اہلِ بیت کی شان میں گستاخی کو قابلِ دست اندازی پولیس جرم قرار دے'' (نوائے وقت لاہور، 23 اگست 1980ء)

ضیاء الحق نے اس تجویز سے کلی اتفاق کرتے ہوئے جلد از جلد قانون بنانے کا وعدہ کیا۔ لیکن قانون بناتے وقت اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ کا نام نکال دیا گیا۔ نوائے وقت 18 ستمبر 1980ء کی خبر تھی۔

''امہات المومنین اہلِ بیتِ کرام، خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی جُرم قرار دے دی گئی۔ صدر نے تعزیرات پاکستان میں نئی دفعہ شامل کر دی''

دیکھئے قرارداد کیا تھی قانون کیا بنا، لیکن زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ یہ حرکت نہ تو صدر کو نظر آئی، نہ سید محمود احمد رضوی اور عرفان حیدر عابدی کو اس پر تعجب ہوا، نہ علماء کنونشن میں شامل ''علما و مشائخ'' میں سے کسی ایک نے بھی اس پر احتجاج کیا۔ معلوم ہوا کہ کنونشن میں کھانے پینے کے ساتھ ٹی اے ڈی اے لیتے ہی ان کا تعلق ہر چیز سے ختم ہو چکا تھا۔

ایسے میں صرف ایک نحیف سی آواز میری تھی جو صفحہ قرطاس پر کندہ ہوئی۔ میں ان دنوں ماہنامہ ''نوار الحبیب'' بصیر پور میں ''ستارہ یمانی'' کے نام سے کالم ''طلوع'' لکھا کرتا تھا۔ ذوالحجہ 1400ھ (1980ء) کے شمارے میں میں نے نوائے وقت کی اس موضوع پر ساری خبروں کی سرخیوں کی عکسی نقل

کے ساتھ صورتِ حال لکھ دی تھی لیکن..........

پانچ سال بعد جب اہانت رسول ﷺ کا کیس وفاقی شرعی عدالت میں چلا تو ''نورالحبیب'' نے ستارہ یمانی کا یہی کالم اپنے جمادی الاوّل 1406ھ کے شمارے میں دوبارہ شائع کیا۔

پاکستان کے ''اسلام پسند'' صدر کو پاکستان کے کسی مولوی کو، پاکستان کے کسی عامی کو، نہ حکومت کی اس حرکت پر غصہ آیا، نہ میرے کالم کو پڑھ کر ندامت یا غیرت کا احساس ہوا۔ لیکن مجھے اطمینان ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں میرے احساسات و جذبات پذیرا ہو گئے۔ الحمدللہ!

میں نے ماہنامہ ''نعت'' کے پانچ شماروں بعنوان ''شہیدانِ ناموسِ رسالت'' کے اداریوں میں بھی اپنے جذبات و احساسات کو زبان دی تھی۔ فروری 1991ء کا اداریہ دیکھئے۔

''قصرِ تاریخ کے شکستہ حصوں میں راجپال، شردھانند، پالامل، سلمان رشدی، اور ان جیسے دوسرے بھوت پریت ہونکتے بھونکتے دکھائی دیتے ہیں۔

اس مخلوق کا سلسلہ نسب ''حَمَّالَةَ الْحَطَبِ'' اور ''بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْم'' کے کھنڈرات میں ملتا ہے۔

اس نسل کے پھیلے ہوئے ہونٹوں اور لٹکتی ہوئی زبانوں کا انقطاع تاریخ کے ہر دور کی اہم ضرورت رہی ہے۔

تاریخ کے ہر عہد اور قصرِ تاریخ کے ہر حصے کی یہ اہم ضرورت، وقت پر متصرف کسی شخص نے پوری کر دکھائی

جب بھی ایسا موقع آیا، گویا جوانمردی اور جاں سپاری کا سورج بامِ قصر پر چمکا۔ جھروکوں سے جھانکنے والے چہروں پر حیرت و استعجاب کے نقوش گہرے ہو گئے۔ آس پڑوس کے باسیوں نے نعرہ ہائے تحسین بلند کیے۔ تھڑدلوں کی زبانیں گنگ ہو گئیں، حوصلہ مندوں نے سینے تان لئے۔

ناموسِ رسالت کے محافظ، وقت پر حکمران تھے، دلیری ان کے قدم چومتی رہی، دنیا حیران ہوئی کہ ان سے پہلے جان لینے اور جان دینے کا عمل اتنا معمولی کب تھا۔

قصرِ تاریخ کے کھنڈرات کو شاتمیت کے بھوتوں کا مدفن بنا کر خوشی سے دار پر جھول جانے والے.......... انسانیت کا ناز ہیں، ملت کا سرمایہ ہیں، اللہ کے محبوب ہیں، ان کے ذکر میں جھک جانے والے سر کہیں نہیں جھکتے !!''

جہنم کا مگرمچھ منہ کھولے ابھی تک سلمان رشدی شیطان کے انتظار میں ہے۔ میری ایک آزاد نظم ''سلمان رشدی کا قاتل''، بھی حاضر ہے۔

وہ ایک لمحہ

وہ وقت پہ حکمران لمحہ

کہ جب عزیمت کی جرأت افزا منڈیر پر جھلملاتے دیپک

اگائیں گے روشنی کی فصلیں

دھنک جمے گی فضا میں ہر سُو، محافلِ رنگ ونور ہوں گی

زمانے بھر میں اجالا ہوگا

اجالا ہوگا سعادتوں کا

سعادتوں کا اجالا ہوگا جسارتوں سے

جسارتیں

جو محبتوں کی نقیب ہوں گی

جو میرے آقا ﷺ کی عزتوں اور حرمتوں کا نشاں رہیں گی

جسارتیں جو علم اٹھائیں گی حفظِ ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کا

اور

بے اصل رُشدی ایسا خبیث اُس لمحے مارا جائے گا

جرأتوں کے، جسارتوں کے، عزیمتوں کے شناسا ہاتھوں سے

میرے ہاتھوں سے

جو شہیدِ ناموسِ سرکار ﷺ ہیں

راجا رشید محمود

شان اُن کی بڑی ، ان کا رُتبہ بڑا جو شہیدانِ ناموسِ سرکار ﷺ ہیں
اُن پہ لطف و کرم خاص اللہ کا جو شہیدانِ ناموسِ سرکار ﷺ ہیں
عشق کا منتہا جان کا ہارنا...... راز یہ ہم پہ افشا اُنھوں نے کیا
منزلِ زیست کے ہیں وہی رہنما جو شہیدان ناموس سرکار ﷺ ہیں
جب بھی فتنہ اُٹھا، یہ مٹاتے گئے جاں لُٹاتے گئے سر کٹاتے گئے
ان پر حُرمت نبی ﷺ کی ہوئی آئینہ جو شہیدانِ ناموسِ سرکار ﷺ ہیں
اُن سے خائف ہوئی موت، ڈرتی رہی، جبہہ سا ہو گئی، پاؤں پڑتی رہی
ڈرنے والے اجل سے کہاں ہیں بھلا، جو شہیدانِ ناموسِ سرکار ﷺ ہیں
کیسی اُلفت نبھائی ہے سرکار ﷺ سے کس محبت سے لپٹے ہیں وہ دار سے
پائیں گے خود پیمبر ﷺ سے اس کا صلہ جو شہیدانِ ناموسِ سرکار ﷺ ہیں
رو نور دانِ راہِ طلب! جان لو یہ حقیقت، کہ ہے دو قدم مان لو!
اُن کے مدفن سے فردوس کا فاصلہ جو شہیدانِ ناموسِ سرکار ﷺ ہیں
آؤ مل کر چلیں اُن کے مرقد پہ ہم، ہوں مؤدب، پڑھیں فاتحہ دم بدم
اُن سے ٹوٹے نہ یہ ربط، یہ سلسلہ جو شہیدانِ ناموسِ سرکار ﷺ ہیں
سرنگوں، لرزاں، حیراں نظر آئی جب ماسوا چند لوگوں کے مخلوق سب
شان اُن کی ذرا حشر میں دیکھنا جو شہیدانِ ناموسِ سرکار ﷺ ہیں
حق کے محبوب ٹھہرے، ہوئے اولیاء، اُن کو سرکار ﷺ کا قرب حاصل ہوا
ہے اُنھیں خوف کس کا، انھیں حُزن کیا جو شہیدانِ ناموسِ سرکار ﷺ ہیں
شاتمانِ نبی ﷺ کا مخالف رہوں، جان حرمت پہ سرکار ﷺ کی وار دوں
جاؤں، کر لوں اُنھیں رہبر و رہنما جو شہیدانِ ناموسِ سرکار ﷺ ہیں
میرے دل میں نبی ﷺ کی محبت رہے، دشمنانِ نبی ﷺ سے عداوت رہے
کر عطا اُن کا جذبہ مجھے اے خدا جو شہیدانِ ناموسِ سرکار ﷺ ہیں
سالکانِ رہِ عشق میں آخری سامنے اپنے ہیں عامرِ رحمۃ اللہ علیہ باوفا
اُن کا مل جائے محمود کو راستہ جو شہیدانِ ناموسِ سرکار ﷺ ہیں

رفعتِ عامر شہید

راجا رشید محمودؔ

شوکتِ عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ و حشمتِ عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ
عام ہے بالائے نہ افلاک یہ دید و شنید
رفعتِ عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ

نعرۂ توحید سے قصرِ شماتت ڈھا دیا
عطرِ غیرت خونِ ہمت سے کیا کس نے کشید
جراَت عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ

حفظِ ناموسِ نبی ﷺ تھا مطمحِ قلب و نظر
مصطفیٰ ﷺ پہ جان قربان کر کے لی جنت خرید
قسمتِ عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ

کیسے توہینِ نبی ﷺ برداشت کر سکتا تھا وہ
خیلِ فاروقِ معظم رضی اللہ عنہ کا تھا اک فردِ فرید
حضرتِ عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ

موت نخلِ زندگانی کا ثمر ہے بے گماں
جاودانی زندگی کی ہے مگر واحد کلید
سیرتِ عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ

اس کے ملنے والے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ تھی
فضلِ سرور ﷺ سے سلیم اور رحمتِ رب سے سعید
فطرتِ عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ

پا گیا ہے بار وہ آقا ﷺ کی بزمِ خاص میں
صاحبانِ فکر کی سوچوں سے ہے بڑھ کر بعید
عظمتِ عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ

مصطفیٰ ﷺ کے نام پر مرنے کی اہمیت ہے یہ
''ساروکی'' میں زائروں کو مغفرت کی ہے نوید
تُربتِ عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ

تو رہِ غیرت پہ چل سکتا ہے بے خوف و خطر
یہ سمجھ، تجھ کو ملا ہے مرشدِ کامل رشیدؔ
صورتِ عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ

توہین نبی ﷺ کیوں ہے گوارا

عاصم احمد، ملتان

ڈنمارک سے جو اٹھا وہ لعب کیسے ہوا تھا
گستاخوں نے جو ڈھایا وہ غضب کیسے ہوا تھا
سب بھول چکے آج کہ کب کیسے ہوا تھا
اے نامی مسلمانو! وہ سب کیسے ہوا تھا
سرکار ﷺ کی آقا ﷺ کی جو توہین ہوئی تھی
معلوم ہے کس درجہ وہ سنگین ہوئی تھی؟

مومن کو تو سرکار ﷺ ہیں اجداد سے پیارے
ماں باپ بھی رشتوں سے اولاد سے پیارے
اغراض سے اموال سے امداد سے پیارے
اور ایسے کروڑوں کے بھی اعداد سے پیارے
ان سب سے نہ ہوں پیارے تو ایمان کہاں ہے
خود پوچھئے اپنے سے مسلمان کہاں ہے

تخلیقِ دو عالم کا تو سرکار ﷺ ہیں عنوان
ہیں جن و بشر شجر و حجر ان کے ثنا خوان
خود ان کی ثنا کرتا ہے افلاک پہ رحمان
ناموس پہ اس ہستی کی جو ایسی ہے ذیشان
اے ڈیڑھ ارب لوگو لگائے کوئی الزام
اور سامنے تم سب کے انہیں دے کوئی دشنام

گر تم کو گوارا ہے تو یہ زیست ہے بے کار
اور مر کے بھی اعمال ہیں سب باعثِ آزار
گستاخِ نبی ﷺ پر تو ہمیشہ سے ہے پھٹکار
پھر کیوں نہ دیا جائے اسے جان سے ہی مار
لازم ہے وجود اس کا یہ دھرتی نہ اٹھائے
مسلم پہ بھی لازم ہے اسے بڑھ کے مٹائے

ڈنمارک ہو اٹلی ہو کہ ہو ناروے، یو کے
ہر صاحبِ ایمان جو ان ملکوں پہ تھوکے
اور قطعِ تعلق سے کوئی ان کے نہ چوکے
پھر کیسے نہ جھک جائیں گے یہ سود کے بھوکے
طے کیجئے ان ملکوں سے کچھ بھی نہ منگائیں
کھانے کی برتنے کی کوئی شے نہ دوائیں

تھی عشقِ نبی ﷺ سے ہی میسر سبھی عظمت
دنیا پہ بٹھا رکھی تھی اسلام کی ہیبت
پیوند لگے کپڑوں میں کرتے تھے حکومت
اور جانتے تھے الفتِ سرکار ﷺ کی سطوت
کیوں آج گوارا ہوا غیرت کا جنازہ
کیوں نام ہے مسلم نہیں ایمان جو تازہ

اے مومنو! توہینِ نبی ﷺ کیوں ہے گوارا　　مضبوط نہیں گویا کہ ایمان ہمارا
اللہ کی قسم اللہ تمہارا ہے تمہارا　　سنتا ہے اسے جائے اگر دل سے پکارا
ایماں کی ہے تکمیل محبت سے انہی کی
تقدیس ہی مقصود ہے ناموسِ نبی ﷺ کی

توہین سہے جاتے ہو غیرت ہے کہاں آج　　ایمان کی دولت وہ حمیت ہے کہاں آج
زندہ ہو اگر اب بھی تو حرکت ہے کہاں آج　　وہ جذبہ وہ خودداریٔ ملت ہے کہاں آج
مومن کا تو بس ایک اثاثہ ہیں محمد ﷺ
ملجا وہی آقا بھی ہیں مولا ہیں محمد ﷺ

یہ ڈیڑھ ارب دنیا میں زندہ ہیں کہ لاشیں　　اس راکھ میں آؤ کسی غازی کو تلاشیں
ثانی کوئی عامر کا کہ قیوم کا ڈھونڈیں　　کل ہم میں کئی غازی تھے وہ آج کہاں ہیں
ناموسِ رسالت ﷺ نے ہے جو پھر سے پکارا
بتلانا ہے دنیا کو ہمیں کیا ہے گوارا

کل گزرے کو آقا ﷺ کی جو توہین ہوئی تھی　　کچھ روز یہ امت بڑی غمگین ہوئی تھی
ہنگامے اٹھا کر کہیں تسکین ہوئی تھی　　پھر بھول گئی بات جو سنگین ہوئی تھی
کیوں بجھ گئے شعلے جو بھڑکنے کو تھے بے تاب
گویا کہ کیا بند ہے توہین کا ہر باب

یوں چپ ہیں کہ توہین کی کر لی ہے تلافی　　گستاخ سبھی ملکوں نے مانگی ہے معافی
اب بات کوئی ہوگی نہ امت کے منافی　　پھر ایسا نہیں ہوگا ہے یہ بات اضافی
ہر آن برہنہ ہی یہ شمشیر رہے گی
اب دنیا میں اسلام کی توقیر رہے گی

یہ دین یہ اسلام طریقِ شہِ دیں ہے　　آقا ﷺ کی محبت میں ہی یہ دنیا حسیں ہے
تنویر ہے یہ قبر کی جب اس کا یقیں ہے　　اور حشر میں بخشش بھی بغیر اس کے نہیں ہے
کل ان کی طرف جاؤ گے کیا قبر میں لے کر
منہ آپ کو دکھلاؤ گے کیا حشر میں دے کر

گستاخوں کو گر زور سے بازو کے نہ روکا　　یعنی کہ ہر ایک گام اگر ان کو نہ ٹوکا
ہر گام لگائیں گے یہ اک تازہ کچوکا　　کھا جاؤ گے ان لوگوں سے دارین کا دھوکا
دیں پاؤ گے اس طور نہ دنیا ہی ملے گی
توہینِ نبی ﷺ دہر میں گر جاری رہے گی

تحفظ ناموسِ رسالت

افضال احمد انور

خاکے جو چھپے مبنی بہ توہین پیمبر ﷺ
ناقابلِ برداشت ہے گستاخ کا یہ وار
اے دانش مغرب! ہے یہ تضحیک و تمسخر
آزادیِ اظہار کہ آزادیِ آزار؟

جس بھیس میں تنقیصِ شہِ کونؐ و مکاں ﷺ ہو
ہے خالق و مخلوق کی اس بھیس پہ لعنت
جو جو بھی شہ دیں ﷺ کی ہے توہین کا مجرم
اس شخص پہ، اخبار پہ، اس دیس پہ لعنت

خاکے یہ دل آزار ہیں، جس جس نے بھی چھاپے
اس اس پہ خداوند کی لعنت ہو ابد تک
ہم شمعِ رسالت کے ہیں پروانے سب انور
پیچھا کبھی چھوڑیں گے نہ دشمن کا لحد تک

ان ﷺ کی شان تو ہر اک لمحہ
پہلے سے ہے دونی بڑھ کی
شان گھٹانے والے سن لیں
ان ﷺ کے دشمن ہی ہیں ابتر

دشمنِ احمد ﷺ پہ رب کی لعنتیں ہوں بے شمار
اُس کے ہر خلیے میں رہتا ہے نزاعِ باہمی
اس کی توبہ کیسی؟ کیا اس کی معافی؟ دوستو!
جس کی قسمت میں ہے ذلت کا عذابِ دائمی

بہاوفضیلت النبی

1427ھ

محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری (حسن ابدال)

وہ ایڈیٹر لعنتی ڈنمارکی اخبار کا
انتقامِ قادر و قاہر کی زد میں آگیا

اُس نے کی توہین و تنقیص محمد مصطفیٰ ﷺ
اس صدی کا بد تریں ملعون تھا، مردود تھا

ہو گیا دنیا ہی میں جل کر وہ نا ہنجار راکھ
کسرِ شانِ مصطفیٰ ﷺ کا اُس نے بدلہ پا لیا

زندہ ہو اُس کی زمیں پر جو ہے گستاخِ حبیب ﷺ
یہ خدائے پاک کی غیرت کو کب منظور تھا

جو کرے ہرزہ سرائی مصطفیٰ ﷺ کی شان میں
لازمی اُس کو ذلیل و خوار کرتا ہے خدا

جان نثارِ آبروئے مصطفیٰ ﷺ عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ
جس کو عشاقِ محمد ﷺ میں مقام اعلیٰ ملا

اُس کے چہلم سے بھی پہلے شاتمِ سرکار ﷺ کو
آگ کا ایندھن خدائے مصطفیٰ ﷺ نے کر دیا

جو حبیب کبریا ﷺ کے بے ادب ہیں اور بھی
کوئی اُن کا بھی نہیں انجام اور اس کے سوا

جو اولی الابصار ہیں طارقؔ وہ ہوں عبرت پذیر
دیکھ لیں ''یہ رفعتِ ذکرِ محمد مصطفیٰ ﷺ''

2006ء

ناموسِ رسالت

ضیا محمد ضیا (پسرور، ضلع سیالکوٹ)

ہے شاہد آج بھی تاریخ اس زندہ حقیقت پر
کہ آنچ آنے نہیں دیتے غلام آقا ﷺ کی عزت پر

ہوا ہرزہ سرا جب بھی کوئی شانِ رسالت میں
گیا بچ کر نہ زندہ پھر وہ اپنی اس جسارت پر

دکھاتا ہے کوئی جانباز رہ اُس کو جہنم کی
جھپٹتا ہے کوئی دیوانہ اُس ابلیس فطرت پر

دیے ہر دور میں عشاق نے جانوں کے نذرانے
کیا سب کچھ تصدق اپنا ناموسِ رسالت ﷺ پر

اگرچہ راستہ روکا کئے دار و رسن اُن کا
مگر چلتے رہے اہلِ وفا راہِ عزیمت پر

کبھی زنجیر سے اُلجھے، کبھی شمشیر سے کھیلے
ہے ناز اسلام کو اُن جاں نثارانِ نبوت پر

کٹا دیتے ہیں سر اپنے، لُٹا دیتے ہیں گھر اپنے
خدا رحمت کرے ان عاشقانِ پاک طینت پر

ہے شرطِ اوّلِ ایماں محبت سرورِ دیں ﷺ کی
تحفظ فرض ہے ناموسِ پیغمبر ﷺ کا امت پر

سلام اُس ﷺ پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں
بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سرفروشی کے فسانے میں

اک جان فدا جس نے شہ طیبہ ﷺ پہ کی ہے
قدموں پہ نثار اس کے ہیں ہم لاکھوں کی جانیں
عُشاقِ نبی ﷺ کا ہے وہ مخدوم ابد تک
در ارض و سما اس کی سماتی نہیں شانیں

عامر رحمۃ اللہ علیہ سے بلالِ حبشی رضی اللہ عنہ تک ہے یہی رسم
چل تو بھی محبت کی اسی راہ پہ انور
یہ جاں جو ملی ہے تجھے سرکار ﷺ کے صدقے
سرکار ﷺ پہ قرباں ہو تو کیا اس سے ہے بہتر

پیاری جسے ہر شے سے ہے سرکار ﷺ کی عزت
کونین میں عزت ہے تو عزت ہے اسی کی
کی جس نے فدا جاں شہ لولاک ﷺ پہ انور
ہستی کے لئے ناز شہادت ہے اس کی

یہ جن کے ہیں شہکار وہ لعنتی ہیں
یہ جن کا ہے کردار وہ لعنتی ہیں
یہ جنکے ہیں افکار وہ لعنتی ہیں
جو ان کے ہیں معمار وہ لعنتی ہیں
رہیں گے جہاں بھر میں طوفان اٹھا کے
محمد ﷺ کے توہین آمیز خاکے

ارشد فارانی

تعارف

کنزالایمان سوسائٹی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ دنیائے اسلام اس عظیم شخصیت کے کارناموں سے بخوبی واقف ہے۔ خصوصاً تصنیف وتالیف میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمتہ کو اعلیٰ مقام حاصل ہے جہاں انہوں نے مختلف علوم وفنون پر ایک ہزار سے زیادہ کتب تصنیف کیں وہاں انہوں نے قرآن حکیم کا ترجمہ بنام ''کنزالایمان'' بھی کیا یہ ترجمہ ان کی دوسری تصانیف کی طرح ان کے عشق رسول ﷺ کا آئینہ دار ہے۔ ''کنزالایمان سوسائٹی'' کا قیام اس ترجمہ قرآن حکیم کی ترویج واشاعت کے سلسلہ میں مارچ 1983ء میں عمل میں آیا۔

اغراض ومقاصد

- اردو ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' کی اشاعت ومفت تقسیم۔
- اختر رضا لائبریری کا قیام۔
- اعلیٰ حضرت فری ڈسپنسری کا قیام۔
- گنج بخش سائنس کالج کا قیام۔
- اسلام کے صحیح عقائد ونظریات کی ترویج واشاعت کے لئے غیر مطبوعہ ونایاب کتب ورسائل کی معیاری اشاعت وتقسیم۔
- امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی یاد میں ''قومی امام احمد رضا کانفرنس'' کا انعقاد۔
- اسلامی، قومی، تہواروں پر خصوصی اجتماعات کا اہتمام۔
- درس قرآن وحدیث کا خصوصی اہتمام کرنا۔
- انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے کوشاں رہنا۔

خدمات کا مختصر جائزہ:۔

1:۔اختر رضالائبریری:۔

19 اکتوبر 1984ء کو دہلی روڈ صدر بازار لاہور کینٹ میں ''اختر رضالائبریری'' کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ لائبریری نبیرہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد اختر رضا خان الازہری مدظلہ العالی صدر سنی جمعیت العلماء ہند کے نام نامی سے منسوب ہے۔

لائبریری میں ہر شعبہ ہائے زندگی سے متعلق ہزاروں مفید ترین کتب اور 100 سے زائد رسائل و جرائد کے علاوہ اخبارات اور علمائے کرام کی تقاریر، نعت خوانی، اور دروسِ قرآن کے آڈیو ویڈیو کیسٹ ،سی ڈی عوام کے استفادہ کے لئے بلا معاوضہ موجود ہیں۔

قرب وجوار کے تشنگان علم شام کے اوقات میں لائبریری آکر سیر ہوتے ہیں لائبریری کے قیام سے لے کراب تک کے اخبارات رسائل وجرائد کے فائل بھی موجود ہیں۔

2:۔قاری کلاس:۔

سوسائٹی کی جانب سے چالیس روزہ قاری کلاس کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں سولہ سال سے پینسٹھ سال کی عمر تک کے احباب ناظرہ قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ سینکڑوں طلباء اس کلاس کے ذریعے ناظرہ قرآن پاک پڑھ چکے ہیں۔ قاری کلاس کے طلباء کے کورس کی کتابیں اور کاپیاں، پین وغیرہ سوسائٹی کی طرف سے مفت مہیا کی جاتی ہیں اور کلاس کے اختتام پر اسناد ودیگر کتب کے علاوہ مترجم قرآن پاک کنزالایمان کے نسخے بھی تمام طلبہ میں مفت تقسیم کیے جاتے ہیں۔

3:۔مقدس اوراق کو بے حرمتی سے بچانا:۔

سوسائٹی کی جانب سے قرآن حکیم و حدیث شریف کے مقدس اوراق کو دفتر میں جمع کر کے انہیں اسلامی طریقہ سے تلف کردیا جاتا ہے۔

4:۔معاشرہ میں غیر شرعی حرکات روکنا:۔

کنزالایمان سوسائٹی کی طرف سے اصلاح معاشرہ کے لئے مختلف مواقع پر علمی مجالس کا اہتمام کیا

جاتا ہے جن میں علمائے کرام اپنی بصیرت افروز تقاریر کے ذریعے معاشرہ میں موجود برائیوں کو دور کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سوسائٹی کی طرف سے اصلاحی پوسٹر بھی شائع کیے جاتے ہیں جن میں عوام کو غیر شرعی رسومات کو ترک کرنے کی تلقین کی جاتی ہے اب تک درج ذیل عنوانات کے تحت ہزاروں کی تعداد میں پوسٹر شائع کئے جا چکے ہیں۔

- محکمہ اوقاف سے اپیل (درگاہ حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں)
- کیا حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ نے کہا تھا یا کیا تھا کہ؟
- اپیل بنام اسسٹنٹ کمشنر صاحب (جشن عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر ڈسکو ڈانس وغیرہ کے بارے میں)
- آخری چہار شنبہ کی کوئی حقیقت نہیں۔

5:۔ کتب ورسائل کی اشاعت:۔

سوسائٹی کی طرف سے اب تک درج ذیل عنوانات کے تحت کتب ورسائل ہزاروں کی تعداد میں شائع کر کے مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔

- ☆ لمحہ فکریہ
- ☆ چالیس احادیث نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
- ☆ وصایا قمریہ
- ☆ شاہ فہد کے نام مکتوب گرامی
- ☆ رہبر و راہنما
- ☆ قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کا خصوصی انٹرویو
- ☆ تاثیر قرآن
- ☆ روزوں کے فضائل ومسائل
- ☆ نماز مترجم
- ☆ محمد رسول اللہ ﷺ قرآن میں

کئی ایک مسودے سرمایہ کمی کے پیش نظر اشاعت کے منتظر ہیں۔

6:۔ قومی امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد:۔

سوسائٹی کے زیر اہتمام 1987ء سے الحمرا ہال لاہور میں امام اہلسنت امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی یاد میں ہر سال ملکی سطح پر ''قومی امام احمد رضا کانفرنس'' نہایت تزک واحتشام کے ساتھ انعقاد پذیر ہوتی ہے جس میں ملک بھر سے علماء مشائخ دانشور، شاعر، ادیب، قانون دان، اور صحافی وغیرہ امام اہل سنت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

7:۔ماہنامہ ''کنزالایمان'' لاہور کا اجراء:۔

سوسائٹی کے زیراہتمام مارچ 1991ء سے انگریزی اوراردو میں ماہنامہ ''کنزالایمان'' شائع ہو رہا ہے۔جس کے ذریعے دین اسلام کے صحیح عقائدونظریات کی اشاعت وترویج کا کام کیا جارہا ہے۔

8:۔خصوصی اجتماعات:۔

سوسائٹی کے زیراہتمام ہرسال رمضان المبارک کے دوران جامع مسجد قاسم خان لاہور چھاؤنی میں چھٹی کے دن بعد نماز فجر درس قرآن کے اجتماعات ہوتے ہیں۔علاوہ ازیں لاہور کی مختلف مساجد میں

☆ 3 رمضان المبارک کو حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے یوم وصال پر

☆ 10 رمضان المبارک کو ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یوم وصال اور فتح مکہ کے موقع پر۔

☆ 17 رمضان المبارک کو ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے یوم وصال اور جنگ بدر کے موقع پر۔

☆ 21 رمضان المبارک کو خلیفہ چہارم امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یوم شہادت پر اور 26 رمضان المبارک کو جشن نزول قرآن کے موقع پر روحانی محافل کا انعقاد کیا جاتا ہے۔روحانی محفل بعد نماز عصر ہوتی ہیں۔اورافطاری کا بھی انتظام ہوتا ہے اس کے علاوہ 12 ربیع الاول کو ہرسال بعد نماز عصر اختر رضا لائبریری میں محفل میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

نوٹ:۔

2006ء سے ماہِ رمضان المبارک میں بعد نماز فجر روزانہ درسِ قرآن برائے مرد حضرات کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔

9:۔محفل نعت:۔

امام احمد رضا کے یوم وصال (انگریزی حساب سے) کے موقع پر 2000ء سے اکتوبر کے آخری ہفتہ کو بعد نماز مغرب اخترِ رضا لائبریری میں سالانہ محفل نعت کا انعقاد کیا جارہا ہے۔جس میں ملک کے نامور نعت خواں حضرات کلام اعلیٰ حضرت پیش کرتے ہیں۔اورکسی عالم دین کا بیان بھی ہوتا ہے۔

10:۔ماہانہ درسِ قرآن (برائے خواتین)

جون 2004ء سے خواتین کے لئے ماہانہ درسِ قرآن کا اہتمام کیا گیا ہے۔نامور مبلغات درس قرآن دیتی ہیں۔

11:۔کنزالایمان نعت اکیڈمی کا قیام:۔

جولائی 2004ء سے نعت خوانی کے اسرار ورموز سے آگاہی کے لئے کنزالایمان نعت اکیڈمی قائم ہے۔اور ہراتوار کو اختر رضالائبریری میں کلاس ہوتی ہے۔

12:۔محفل بڑی گیارہویں شریف:۔

مئی 2006ء سے غوثِ صمدانی قطب ربانی حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں اختر رضالائبریری میں عظیم الشان ''محفل بڑی گیارہویں شریف'' منعقد ہوتی ہے۔

آئندہ عزم (انشاءاللہ عزوجل)

گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ فری سائنس کالج:۔

مخدوم الاولیاء سندالواصلین حضرت علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی یاد میں گنج بخش کالج کے قیام کا منصوبہ ہے۔ جہاں پر مستحق ونادار طلباء کی سرپرستی کی جائیگی اورانہیں زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے مفت تعلیمی سہولتیں فراہم کی جائیں گی تاکہ وہ معاشرہ میں اپنا مقام بنا سکیں۔

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ فری ڈسپنسری:۔

شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی کی یاد میں ''اعلیٰ حضرت فری ڈسپنسری'' کے قیام کا منصوبہ ہے جہاں پر غریب ومتوسط طبقہ کے افراد کو علاج معالجہ کی مفت سہولتیں دستیاب ہوں گی۔

قرآن پاک کی اشاعت ومفت تقسیم:۔

دنیا کے دیگر مذاہب کی مقدس کتب کی تقسیم مفت ہوتی ہے ان کا کوئی ہدیہ نہیں لیا جاتا لیکن قرآن حکیم جو کہ دنیا کے ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں کی الہامی کتاب ہے کو حاصل کرنے کے لئے ہدیہ دینا پڑتا ہے۔ ''کنزالایمان سوسائٹی'' کا سب سے اہم اور بڑا منصوبہ یہی ہے کہ قرآن پاک کو وسیع پیمانے پر شائع کر کے اس کو مفت تقسیم کیا جائے۔ اس منصوبہ پر لاکھوں روپے کی لاگت آئیگی اس لئے اس کی اشاعت کے لئے ایک علیحدہ فنڈ قائم کر دیا گیا ہے جس میں صرف اشاعت قرآن پاک کے لئے فنڈ جمع ہوگا اس کا نام ''کنزالایمان فنڈ'' ہے قرآن پاک اردو ترجمہ کے علاوہ دنیا کے دیگر زبانوں میں علیحدہ علیحدہ شائع کیا جائے گا۔

کنزالایمان سوسائٹی اپنے ان عظیم مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کوشاں ہے لیکن اس گراں دور میں علوم وفنون اور قرآن کی خدمت کچھ آسان کام نہیں ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ صاحب ثروت حضرات سوسائٹی کی سرپرستی فرماتے ہوئے مقدور بھر تعاون فرمائیں تاکہ یہ منصوبہ جات پایہ تکمیل کو پہنچیں۔

ترسیل زر کا پتہ

محمد نعیم طاہر رضوی۔ بانی وصدر

کنزالایمان سوسائٹی دہلی روڈ لاہور کینٹ۔ پاکستان

پوسٹ کوڈ:۔54810 فون نمبرز:۔ 6681927 - 6680752

موبائل:۔0333-4284340

بذریعہ چیک ڈرافٹ بنام ''کنزالایمان'' کا بنوا کر بھیجیں۔

حبیب بینک لمیٹڈ لاہور کینٹ۔ برانچ اکاؤنٹ نمبر 71-5685

کنز الایمان سوسائٹی
کی
مطبوعات

نمبر	کتاب	مصنف
1	لمحہ فکریہ	عبدالخالق صدیقی
2	وصایا قمریہ	خواجہ قمرالدین سیالوی
3	چالیس احادیث مبارکہ	بشیر احمد ملک
4	شاہ فہد کے نام خط	خواجہ حمیدالدین سیالوی
5	رہبر و رہنما	پرفیسر مسعود احمد
6	تاثیر قرآن	طارق محمود بٹ
7	علامہ شاہ احمد نورانی کا خصوصی انٹرویو	
8	روزے کے فضائل و مسائل	محمد نعیم طاہر رضوی
9	نماز مترجم	مولانا محمد شفیع اوکاڑوی
10	محمد رسول اللہ ﷺ قرآن میں	علامہ ارشد القادری

ماہنامہ کنزالایمان

خصوصی شمارے

نمبر شمار	نام شمارہ	صفحات	تاریخ اشاعت
1	تحریک خلافت و ترک موالات نمبر	112	نومبر 1994ء
2	تحریک پاکستان نمبر	264	اگست 1995ء
3	پروفیسر ڈاکٹر آفتاب نقوی شہید نمبر	40	جنوری 1996ء
4	ختم نبوت نمبر	112	ستمبر 1997ء
5	قائد اعظم نمبر	160	ستمبر 1998ء
6	حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نمبر	80	مئی 1999ء
7	چودھری حمایت علی شہید نمبر	112	دسمبر 1999ء
8	حکیم محمد موسیٰ امرتسری نمبر	304	جنوری 2001ء
9	قائد ملت علامہ شاہ احمد نورانی نمبر	288	فروری 2004ء
10	انٹرنیشنل سُنّی ڈائریکٹری نمبر	480	مارچ 2004ء
11	حضرت سید امیر شاہ گیلانی نمبر	64	جنوری 2005ء
12	غازی محمد اسحاق شہید نمبر	64	جون 2005ء

the faith of the other. The British media, which is not wimpish and which can be the most aggressive in the world, can today claim the respect of Muslims because of its restraint British Muslims today feel closer to their country.

Hindus and Muslims have lived with one another as long as Muslims and Christians have. You can go through the literature, popular songs or journalism of India and you will not come across a Hindu writer insulting the Prophet of Islam or a Muslim writer insulting a Hindu deity This does not mean that either has changed his faith. It merely means that in India we have a culture that respects the right of another to believe in a different creed, and values a neighbor's sentiment as much as his own. The Danish prime minister began to perspire only when Muslims across the world started to boycott Danish products. His object of worship is commerce, so the only retribution he understands is an insult to that commerce.

Muslims who think that violence is the answer have got it wrong. Violence is wrong in itself, and counterproductive. A boycott of Danish products is far more productive. Who did we Indians learn this from? Mahatma Gandhi, of course. His challenge to the British Empire began with a boycott of British goods. It is only when he made a bonfire of the colonizer's cloth did the world's mightiest empire begin to shiver It is not too difficult to live without Danish cheese, or even Bang and olufsen. One would, in fact; like to extend the logic. If you have to buy a European product, buy British. That would be a nice way of saying thank you. The Danish prime minister is searching for answers. But in order to get the right answers you have to ask the right questions. Here is a suggestion, Mr Prime Minister Do not worry about the enemies Denmark has made. Worry instead about the friends Denmark has lost.

(The writer is editor-in-chief of the Asian age and Deccan Chronicle)

(The SUN, 13th February2006)

One reason for the anger is the conviction of gratuitous bias against Muslims. It has now emerged, thanks to a story in the Guardian, that the same Danish newspaper rejected a series of cartoons against Jesus some three years a because they were deemed to be offensive.

It was the correct decision. Journalists like the editor of the German publication Die Welt; who has gone on record to say that the publication of the cartoons is at the core of our culture would not find enough freedom in his press to publish a cartoon (produced in a British newspaper, the Independent, in January 2003) showing Israeli Prime Minister Arid Sharon dining off Palestinian babies. I am a journalist too, and would not publish it either. But the editors of continental Europe have suddenly broken into paroxysms of morel indignation at any attempt to question their right to publish offensive cartoons against Islam. Freedom of press was not trotted out to defend nastiness against Jesus or indeed Israel,s prime minister. To do so now is mendacity

The International Herald Tribune of Feb 9 reported that fleming Rose, cultural editor of Jyllands-Pasten (the Danish newspaper that started the controversy) told CNN that his paper was ready to publish cartoons of the Holocaust that were being encouraged by an irresponsible Iranian newspaper, as if two wrongs added up to a right His newspaper, however, quickly denied any such intentions.

I was in Britain last weekend when this storm was raging I don't think that British newspapers have any less desire for a free press than their Continental counterparts. And yet, none of them published the cartoons although there was doubtless pressure to do so The BBC (more accurately known as the British Broadcasting Corporation) did a typical weaselly sort of fudge, showing a bit and then removing the image so that it could claim to have it both ways, but no one was very impressed.

Instead, newspapers from across the ideological sternum, from the Observer on the left to the Sunday Telegraph on the right, published powerful and moving accounts of what it meant to respect

But I have yet to come across a nation or society that offers freedom of expression without the qualification of libel or similar safeguards. One of our editors asked the Danish Embassy in Delhi to let us know if they had any libel laws. They promised to get back to us. We are still waiting. But text is not difficult to find in the age of Internet I quote from Section 2668 of the Danish penal code: "Any person who publicly or with the intention of dissemination to a wide circle of people makes a statement or imparts other information threatening, insulting or degrading a group of persons on account of their race, colour, national or ethnic origin, belief or sexual orientation, shall be liable to a fine, simple detention or imprisonment for a term not exceeding two years.' Section 140 adds, "Those who publicly mock or insult the doctrines or worship of any religious community that is legal in this country will be punished by a fine or incarceration for up to four months."

This is as civilized as it gets. The reason for such legislation is not a history of abuse against Islam, but a history of virulent anti-Semitism, for which Europe holds some kind of pernicious record warmly applaud such laws that protect Jews from verbal and image-barbarism. There are laws in Europe by which anyone denying the Holocaust can end up in jail, and a poor British historian is in an Austrian jail at the moment for doing so. Excellent Then why is Danish Prime Minister Anders Fogh Rasmussen pleading helplessness? He did not have to convict anyone himself, for the very good reason that he cannot. But he could have easily referred the matter to his own country's judiciary and awaited their decision. During the long months when nothing happened over the cartoons this would have been sufficient to calm Muslim unease over the insults The cartoons appeared on Sept. 30. There was no public reaction in October, November, December and most of January. But there was official reaction. The Saudi and Libyan governments withdrew their ambassador The Danish prime minister who is desperate for a peaceful dialogue now held no press conferences then. Eleven ambassadors of Muslim countries wanted to talk to him. They got a police letter that they construed as a snub.

M.J Akbar

A caricature of freedom

Sequence and consequence do not always follow the same logic The publication of the gratuitously offensive cartoons against the Prophet of Islam (you can translate that, literally, to the Prophet of Peace for Islam means peace) has already resonated through contemporary events. It will also echo far into the future. Any single days newspaper was sufficient to indicate that simmering resentment against the presence of foreign troops in Afghanistan, for instance, found a reason to escalate into anger. There are too many questions around this conscious provocation by an irresponsible Danish newspaper, fuelled by a less than comprehensible Danish government, and not enough answers.

The first question must surely be the simplest one: Why? More than one answer has been offered. One editor of the paper appeared on European television and said, so primly that he was on the verge of sounding pompous, that the cartoons were not meant to hurt Muslims but only to represent, through an image, that a number of Muslims had become terrorists. This is the sort of argument that sounds reasonable to a neutral mind until you pare open the first layer of deception. If that was the purpose, why not use an image of Osama Bin Laden? Why use the image of the Prophet; which by itself is offensive to a faith that rejects, very strongly any iconography or deification? We have published cartoons on Osama fairly regularly in our papers without anyone raising any objection.

This is buttressed by the 'freedom of press" argument, a view endorsed so strong by the media of continental Europe (but not, repeat not; by British media) that sensible publications like La Monde have reprinted the cartoons twice.

Far be it for me to decry press freedom. it is my bread and butter

solidarity with the phoney free-speech issue.

A huge responsibility now rests on the mainstream European media. The extrem1st slogans carried during the anti-cartoon protests do not represent the views of all Muslims and should not be portrayed as such. Moderate Muslim leaders in European countries have been speaking out all week to urge restraint and condemn the protesters' violence. The trouble that these long-standing tensions and arguments in Muslim communities where voices of moderation have consistently sought to counter the radicals were rarely reported. Extremism is a better story.

Muslims are not only an important part of Europe's new diversity. They are diverse among themselves. To suggest that, because almost all of Europe's Muslims felt offended by the cartoons, they all support slogans calling for revenge and beheadings is as inaccurate it is for people in Muslim countries to claim that every European approved the cartoons' publication. There are liberals, conservatives, modernisers and traditionalists in all communities, just as there are those who know the bounds of good taste and bigots who do not. -The Guardian

(The Sun, 12th February2006)
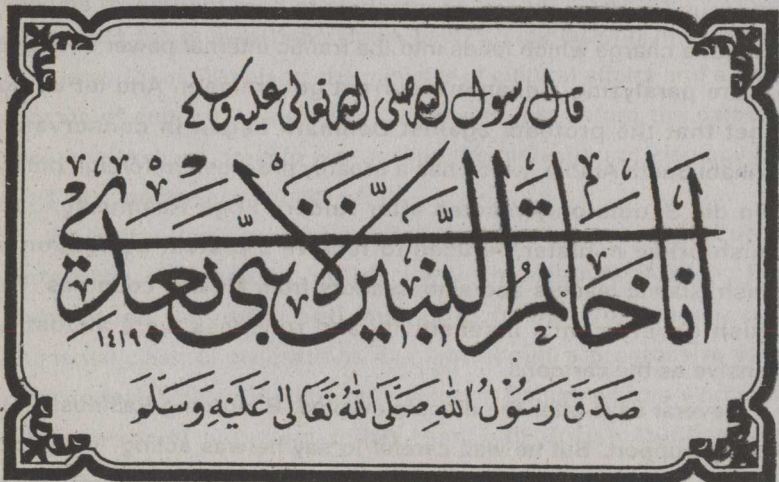
cartoons and become question about the limits of protest However justifiably outraged, should demonstrators boycott a country's products, let alone carry slogans calling for beheadings? Overreaction may be more offensive than the initial provocation. It is also counterproductive. It is likely to create even more Islamophobes.

Here too it is important to keep cool. The cartoon row is being seized on by people with a gamut of special agendas. In Gaza, the first protesters who attacked EU offices were not from Hamas but were hotheads linked to the defeated Fatah movement as well as Islamic Jihad and others who never contested last month's elections. The protesters may have wanted to embarrass Hamas or snatch the limelight for their own movements.

In Iran, the deliberately confrontational new president is exploiting what he sees as yet another way of keeping grassroots support. He came in on a platform of promises to help the economic underclass but has failed to deliver; even as Iranian capital flees the country, the stock market falters and investors hold back on new projects in fear of war with the United States. What easier diversion than despicable denials of the Holocaust and synthetic tirades about the cartoons being a western conspiracy?

In Lebanon, anti-Syrian politicians use the crisis to denounce Damascus for allegedly getting marchers to burn the Danish embassy in Beirut a charge which feeds into the frantic internal power struggles. that are paralyzing. Lebanon's current government. And let us not forget that the protests against Denmark began in conservative Wahhabi Saudi Arabia, which has a broadly pro-western foreign policy. Even die Saudis only reacted after Anders Fogh Rasmussen, the Danish prime minister, refused to receive a protest delegation of Danish Islamic leaders and ambassadors from Muslim countries. The Danish government's insensitivity and rudeness were almost as offensive as the cartoons.

Several days after the dispute erupted, Bush rang Rasmussen to express support. But he was careful to say he was acting "in light of the violence against Danish and other diplomatic missions" not in

American constitution's emphasis on individual rights regardless of origin, led Americans long ago to come to terms with the cultural differences within their rainbow nation and celebrate diversity pluribus unum "unity from many" as their motto puts it.

In Britain we are further back. If there is a tolerance spectrum, with resistance to diversity at one end, acceptance of it in the middle and celebration of it at the other end, Britain lies somewhere near the middle. It was no accident that Jack Straw, with his Blackburn constituency and a substantial following of moderate Muslim voters, was the first minister to denounce the cartoons. He knew how offensive his constituents found them. No doubt the Foreign Office's Arabists also put in a word, and this time were listened to.

Denmark is still at the spectrum's prejudiced end, a traditionally mono-ethnic country that has not yet accepted the new cultures in its midst. Public discourse is stuck where it was in Britain a generation ago, with angry talk about 'guests' who ought to conform to the host country' or go home. Try telling that to a Kurdish refugee from Saddam Hussein's Iraq, let alone to his Copenhagen-born son.

In an excellent piece in Der Spiegel, Jytte Klausen, a Danish political scientist who has interviewed more than 300 Muslim leaders in western Europe over the past five years, says "religious tolerance and respect for human rights have been sorely lacking in Denmark. She quotes Brian Mikkelsen, the minister of cultural affairs and a fierce advocate of cultural "restoration" ,as saying just before the cartoons appeared: We have gone to war against the multicultural ideology that says that everything is equally valid"

When the demonstrations started and other papers in Europe printed the cartoons in 'solidarity' with Jyllands-Posten, they compounded the initial anti-Muslim error by trying to stir up a continental clash of civilisations. But why should a progressive paper in Britain feel 'solidarity' with anti-immigrant Danish editors who made a major error of judgment rather than with British Muslims who universally deplored the cartoons?

Now the issue has moved beyond the decision to print the

Jonathan Steele

Europe's cartoon battle lines are drawn

It is not often that the left agrees with Tony Blair let alone George Bush. But the good sense the two leaders have shown in the Danish cartoons affair by siding with leftwing and liberal critics of the offensive drawings publication is one of the more remarkable aspects of the drama. The Bush Blair position is a useful antidote to those who claim that fear is stalking the offices of western newspapers, where cowardly executives allegedly shrink from publishing anything that might upset Muslims. Flemming Rose, the cultural editor of Jyliands.Posten, which first printed the unfunny cartoons, says he wanted to break away from Denmark's 'self censorship" in the face of Islam. Other European papers that followed Suit boasted of courage.

They will find it hard to claim that the men who sent ground troops into one of the oldest capital cities of the Arab world, and still keep them there on an open. Ended basis in spite of opposition from a majority of Iraqis, are afraid to upset Muslims. Nor can one seriously argue that Bush is now trying to appease the Islamic world after "learning a lesson" from Iraq. He continues to 1'flame many Muslims with his sabre-rattling over Iran.

The fact is that on the cartoon issue the great neocon and his ideological advisers were pragmatic and smart enough to see that the drawings were in poor taste, deliberately provocative and grotesquely inaccurate in suggesting that every Muslim is a would be martyr and, worse still, that the Qur'an advocates suicide bombing.

Bush's reaction shows that Americans have a better understanding of multiculturalism than most Europeans. Racial, religious and ethnic discrimination are obviously still present in the United States, but its long history of mass immigration, as well as the

revealing how much the cartoons linking Mohammad and terrorism hurt the feelings of people who feel humiliated by the West. Mohamed Mestiri, head of the International Institute of Islamic thought in Paris, said respect was the main issue for Muslims outraged by the images they consider blasphemous. "It's all about creating a culture of respect, of wanting to live together under the roof of a plural citizenry," he said. Reuters

(SUN, 14th February2006)

فسادانگیز خاکے

نہ کم، تُھو کنے سے ہو شانِ فلک کچھ　　گھٹے مہر و مہ کی نہ اس سے چمک کچھ

نہ ہو ماند تاروں کی اس سے دمک کچھ　　نہ ہے اس میں شبہ نہ ہے اس میں شک کچھ

کرشمے ہیں مغرب کی باطل ادا کے

محمد ﷺ کے توہین آمیز خاکے

گلستانِ تزویر، تہذیب مغرب　　رذیلوں کی جاگیر تہذیب مغرب

ضلالت کی تصویر تہذیب مغرب　　کمینوں کی تقدیر تہذیب مغرب

ثمر ہیں یہ مغرب کی آب و ہوا کے

محمد ﷺ کے توہین آمیز خاکے

منور ترین آسمانِ محمد ﷺ　　بہار آفرین گلستانِ محمد ﷺ

ہے خود ذاتِ حق مدح خوانِ محمد ﷺ　　ہو اور اس سے کیا بڑھ کے شانِ محمد ﷺ

اُڑایا ہے خود کو عدو نے اُڑا کے

محمد ﷺ کے توہین آمیز خاکے

فرنگی گدھوں کی حماقت یہ خاکے　　یہودی سگوں کی غلاظت یہ خاکے

ہیں کلچر کے ان کی علامت یہ خاکے　　انہی کے لئے ہیں ہلاکت یہ خاکے

رہیں گے مصور کو آخر مٹا کے

محمد ﷺ کے توہین آمیز خاکے

ارشد فارانی

Blasphemy row deepens as Muslims demand respect for Islam

PARIS: The row over caricatures of Prophet Mohammad (PBUH) resembles a dialogue of the deaf, with many European spokesmen defending the right to free speech and Muslims insisting Islam must be treated with respect.

Calls for moderation, both from Muslim leaders and European politicians, risk getting lost in a public debate dominated by Europeans afraid of losing a core right of their culture and Muslims struggling to win more recognition for theirs. Muslims look back on centuries of Western hostility toward, and misunderstanding of, their religion and say the time is ripe with the higher profile for Muslims in the Middle East and Europe for Western countries to treat them as equals.

Egypt's ambassador in Copenhagen, Mona Omar Attia, highlighted the stalemate in comments after she heard Danish Prime Minister Anders Fogh Rasmussen say his government could not apologize for anything that Danish newspapers had printed.

'This means that the whole story will continue and that we back to square one again, The government of Denmark has to do something to appease the Muslim world," she said. In separate statements, the French and German interior ministers defended their traditions against Muslim taboos.

"Why should the government apologize for something that happened in the exercise of press freedom?" Germany's Wolfgang Schaeuble asked. "if the state intervenes, that is the step toward limiting press freedom" In Paris Nicolas Sarkozy said "Given the choice, I prefer too (many caricatures to too much censorship.

The word "respect" repeatedly pops up in Muslim coin-ments,

A regrettable thing is that it was commissioned for making such sketches. We are very hurt what's happened and the incident has been condemned by every Pakistani including the government, the parliament and the people of Pakistan," he added.

To another question he added, some Western countries have no sentiments for Muslims. They just wanted to stimulate hatred against the Muslim community. They wanted to develop a stereotype image of Muslims that they are terrorists and are not tolerant.

He observed that actually, Muslims are patient and respect other religions. They also give due respect to humanity, he claimed.

Waseem Sajjad claimed that such acts would increase the gulf between Muslims and others as more than one billion population of the world is Muslims. Muslims world wanted to minimize the gulf. They wanted to develop an environment of understanding with other nations.

Now the world has become a global village and if, the gulf increases then both ends will be the sufferers, be stressed.

To another query, the Leader of the House, this is no freedom of press or freedom of expression. Freedom of press don't mean that you can co things which hurts sentiments of such a vast population of the world. No international or national law accepts this, he concluded. -APP

(Sun, 9th February2006)

یقیناً یہ جس لعنتی نے بنائے
مقدر خود اپنے ہی اس نے جلائے

خود اپنے ہی رستے میں کانٹے بچھائے
ستم امن اور خیر پر اس نے ڈھائے

رہیں گے یہ دنیا کی بنیاد ڈھا کے
محمد ﷺ کے توہین آمیز خاکے

ارشد فارانی

Muslims should take concerted action against blasphemy: Sajjad

ISLAMABAD: The MuslimWorld should collectively take up the blasphemous cartoons issue so that in future no one could dare to do such acts again.

While speaking in a PTV programme on Wednesday Leader of the House in Senate, Waseem Sajjad said the Organization of Islamic Countries (OIC) meeting should convened immediately in which appropriate steps should taken against the European newspapers, which published blasphemous Cartoons.

'There should be discussion in the OIC that what economic and political action should be taken to confront such acts. This is more serious incident to the event in which 'Masjide-Aqsa' was set ablaze, he stated.

Waseem Sajjad observed that the Muslims World should not indulge in violence but in an organized manner such acts should be confronted.

To a question he said, basically, Danish and some other Western countries are prejudiced against Islam and Muslims and they demonstrate this in many stays. Islam is a religion of peace and it teaches us that all religions should be respected. A charter of human rights giving rights to every human being was given 1400 years ago by Islam to the world, waseem remarked.

First, these cartoons were published in September, but Muslim World could not get information about them. After some time, these blasphemous cartoons were re-produced in some other newspapers of European countries and then the entire Muslim World reacted and a wave of sorrow and anger spread in every Islamic country.

These sketches have hurt the sentiments of the Muslim community as no Muslim community such acts. These acts may raise the possibilities of clash of civilizations, he added.

British slams European newspapers for publishing sacrilegious cartoons

LONDON: British Foreign Secretary Jack Straw has condemned the decision by some European newspapers to reproduce cartoons of the Prophet Muhammad as "disrespectful". But he praised the UK media for its "considerable responsibility and sensitivity" for not publishing them. He said freedom of speech did not mean an "open season" on religious taboos. Hundreds of British Muslims are protesting outside the Danish embassy in London, The cartoons first appeared in a Danish newspaper. Among the images which have sparked outcry is one of Muhammad with a turban shaped bomb on his head. They have sparked protests across the Middle East on thursday night a protest was held outside the BBC's Television Centre, after the corporation aired "glimpses" of the images, which it said it used "responsibly". Netnews

(The Sun, 4th February2006)

شرارت سراسر ہے صہونیت کی
خباثت ہے لاریب نصرانیت کی

ہے تذلیل و تضحیک انسانیت کی
کھلی ہے علامت یہ شیطانیت کی

کیے ملحدوں نے یہ کیسے دھماکے
محمد ﷺ کے توہین آمیز خاکے

ارشد فارانی

According to the Quran, a believer is one who restrains his anger and pardons (3:133). What kind of believers are we that we always talk of punishing rather than restraining and pardoning? Now it is for us to decide whether we follow some political leaders or hooligans or the Quran, which again and again emphasizes wisdom and restraint, tolerance and understanding.

Modern world values education, understanding. tolerance and coexistence. We were given these virtues by Qur'an more than 1400 years ago. But we never studied Qur'an and when we studied it we did so to light our sectarian battles against each other. For us sectarian dogmas became central rather than the Qur'anic ethics. Let us make serious efforts to make Qur'anic ethics central and these dogmas peripheral. It requires tremendous courage and commitment to truth and without such commitment we can be anything but religious. Now it is for Muslims to decide- acceptability or narrow-mindedness and intolerant sectarianism? The world will judge us not by our dogmas but by our morality and ethics.

(The Writer is one of India's well known writers. He heads the institute of Islamic Studies and the Centre for study of Society and Secularism, Bombay)

(The Sun, 17th February2006)

سمجھتے ہیں اس کو وہ روشن خیالی
جو آجائے جی میں وہ مستی رچالی

گلستان کو کر دیں گے غارت یہ مالی
زمانے نے اُن کی حقیقت ہے پا لی

پڑے ان سے شہر تمدّن پہ ڈاکے
محمد ﷺ کے توہین آمیز خاکے

ارشد فارانی

prove the point.

Since there is so much hostility between Western Christians and migrant Muslims, it erupts in different ways. The recent cartoons and caricature of the Prophet should be seen in this light. The events of 9/11 have only aggravated the whole situation. Be it the Salman Rushdie affair or the cartoons published in the Danish newspaper it is part of the same phenomenon. Deep prejudices against Islam and Muslims spring up in different forms and are defended in the name of the press freedom. But one cannot defend the right to abuse others or caricature founders of religion in the name of the freedom of press or opinion. One can concede that West is much more secularised but the West has taken more than three centuries to secularise and this process of modernization and secularization has begun only in the last few decades. Cultural differences are there but these should not be depicted as hostile resulting in clashes. The Muslim world is still far behind in science and technology. When the West with all its progress has not been able to shed its prejudices and hostile perceptions, how can one expect it fromthe Islamic world?

The Muslim intelligentsia also needs to cultivate more tolerance. One has the right to protest but this right should be exercised peacefully. As there are some limitations to the right to the freedom of press, there are certain well-defined limitations to the right to protest in democracy. The Muslim intelligentsia and leaders should reflect deeply as to why their demonstrations tend to be violent. Are they not playing into the hands of those leaders who have their political agenda? If Islam is are religion of peace and it indeed is, why Muslims tend to be so violent in their reactions? Let us realize that no one can live in this multireligious world on one's own terms. It was not becoming of Muslims to tear flags of Denmark or set to fire their embassies or become so violent that police had to fire and kill demonstrators.

A silent and peaceful demonstration is far more telling thin a violent one. Since these demonstrations are over a religious issue they should be imbued with religious dignity and religious values.

life. They have lived and coexisted with different religions harmoniously. Even in the absence of political democracy tolerance toward other religions and cultures has been their way of life. We do not find bloodshed in Asian countries between followers of different religions throughout medieval ages.

In the West on the other hand, though there has been political democracy and tolexance for political differences its record on religious and cultural tolerance. has not been very glorious. Since political democracy demands tolerance and freedom of opinion, they tried to apply to religious and cultural field too but I am afraid, not with very great success. Below the surface they remin monorelegious and mono-cultural.

There is one more dimension to this problem. The West has never been very comfortable with Muslims. Islam was always seen as a religion of the alien, and hostile alien, at that France with all its democrate and secular values became very uncomfortable with hijab worn by schoolgirls and at last the central government banned it. How the hijab worn by schoolgirls could be a threat to French secularism, we fail to understand. In fact the hijab was only a symbol. Behind it they saw Islam as a threat In all European countries, Muslims are recent migrants and are perceived as double threat- as migrant and as Muslim. All migrants make natives uncomfortable and more so if they belong to a religion or culture perceived to be hostile. Prof Huntington of Harvard had given vent to the Western feelings when he wrote Clash of Civilizations.

Western countries were compelled to allow Asian and African migrants as they were experiencing acute shortage of manpower after World War U but the Asian and African migrants soon realized they are condemned to remain on the margins of Western society They do not get opportunities for better and well-paid jobs and their children, out of frustration, take to drugs or crimes or to violence further reinforcing the images of violent outside The rejection becomes more intense leading to more tensions. Recent disturbances in France, which continued for several months, between the police and young Africans,

Asghar Ali Engineer

Sacrilegious Cartoons and Muslims

There have been demonstrations, some violent and some peaceful, throughout Islamic world over cartoons published in a Danish paper caricaturing the Prophet Muhammad (peace be upon him) In Afghanistan several people have been killed in very violent demonstrations. When Salman Rushdie published his novel Satanic Verses there were violent protests in many Muslim countries and Ayatollah Khomeini issued a fatwa to kill Rushdie and even declared an award on his head. That time too, the European nations had invoked human rights and the freedom of opinion to defend Rushdie for his insulting remarks against Islam and the Prophet.

Is it really a matter of the freedom of expression or something else, which is not spelt out? It would be really simplistic to reduce it to the freedom of press though it might appear to be so. It is a multilayered and multicausal phenomenon. One cannot deny that throughout the Western world there is tension between Westerners and Muslims. In every European country Muslims are seen as not only outsiders but also as a menace, a threat, to their values and their culture. In many countries this tension is quite palpable.The fact is that for Western world pluralism is a very new phenomenon and they are finding it very hard to digest it Their democracy has been monolingual, monoreligious and monocul.

True, political democracy is well established in the West but the freedom of opinion and differences of opinion are confined to political sphere and within the framework of a nonreligious and monoculture situation. For Asians, on the other hand, pluralism has been a way of

Bulldozing globalisation - through media images, markets and the exhibition of powerful unilateral military might - perpetuates a feeling of issecurity amongst communities at the receiving end. This sense of insecurity is coupled with a growing sense of inequality and unjust power relations. When coupled with cultural stereotypes and distrust, we have a potent recipe for alienation. The insecurity is often felt most by immigrant populations (with less power in given social and cultural conditions), and those who feel discriminated against and excluded from the economic benefits of globalisation. These conditions create alienation, and violate people's sense of dignity.

In many ways, dignity is at the core of the notion of rights. When the sense of dignity and identity is violated, people tend to react with violence. The recent unest and riots we have seen in France, Australia and elsewhere are symptomatic of the growing sense of alienation and the violation of a people's sense of being, beliefs diginity and identity.

However, tnere are political forces and fundamentalist elements who are trying to make political capital of such insecurity and alienation. They tend to use any means to accelerate the process of alienation and make long-tern or short-tern political capital of it. The cartoon controversy has proved a very good tool for such people to turn alienation into anger and violence and help their own propaganda. The cartoon crisis is a result of the sense of alienation and the cynical use of such conditions by the network of vested political interests and religious fundamentalists.

But we cannot allow this clash of civilisation , as Samuel Huntingion termed it, to continue unchallenged. We need to build more bridges and counter the stereotypes based on religion, culture and identities.

The Writer is based in Bangkok and works for ActionAid.

(The News, 14th March2006)
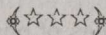
and January 30 and in the beginning of February 2006 in a number of European newspapers in France, Germany, Italy and Spain, that made it a global issue. The protest that began in Europe spread like wildfire, resulting in protest marches and violence, leading to the loss of lives and destruction of Danish embassies in many countries around the world.

This crisis is not just about a cartoon. It is more about the globalisation of images, visuals and perceptions reinforcing a sense of alienation and the resulting anger leading to violence and conflict based on perceived violations of dignity and identity. This is not the first time there has been tension between the right to express and the right to belief, between secular fundamentalists and religious fundamentalists. The protests against the novel (and film and theatre adaptations) of the last templation of Christ, the fatwa and protests against Salman Rushdie in 1989 in the wake of his novel the Satanic verses and tbe outrage of Hindu fundamentalists at M F Hussain's painting of a nude goddess Saraswati exemplified these tensions.

However, there is a critical difference between the present protests and the earlier ones. The key difference is the role of the media in this theatre of postmodern times.

This whole controversy was created by the media and fanned by the media and now the media stands in amazement when the violence and protests erupt across the world. It is the re-publication of a set of cartoons followed by the globalised telecasting of small protests here and there on 24x7 news channels and various blogs and Internet sites that has added fuel to the fire.

Every single protest has been televised, and these powerful images have inspired and ignited others, though most of the people who are protesting have never even seen the cartoons in question. A key difference is the speed with which the images and perceptions are globalised through 24X7 television (ever in search of more juicy stories and news to churn out as visual products in a marketplace) and the extent to which websites and blogs have become a medium for mobilization and political action of one kind or another.

John Samuel

Cartoon crisis: globalisation and alienation

Even as it connects the world, globalisation is creating a sense of alienation, injustice and inequality amongst communities. Twenty fourXseven media coverage of the controversy over the Danish cartoon of the Prophet Mohammad (PBUH) has reinforced this sense of alienation.

One of the predicaments of our times is that the more we are connected through the processes of globalisation, the more alienated we seem to get from each other, in terms of idencation of the growing social and cultural anomalies in a globalised world. In one way the latest cartoon crisis is a symptom of a larger social and cultural malady.

Let us look at the facts behind the cartoon controversy. On September 30, 2005, a Danish newspaper, Jyllonds-Posten, published 10 cartoons, caricaturing the Prophet Mohammad in a variety of satirical situations.

They were published along with an editorial criticizing the self-conssorship of the Danish writer Kare Bhuitgen, who complained that he was unable to find an illustrator for his children's book about the Prophet. While some of the images were gental, others could easily be perceived as reinforcing the new offensive stereotypes, both in terms of the politics associated with the 'war on terror' and in terms of culture and religion.

How did a set of cartoons published four months ago became such a big issue with global dimensions? Though the mild and rather liberal foreign minister of Egypt noted the offensive nature of the cartoons and registered his protest, the global media in general did not take notice of it. It was the re-publication of the cartoons in Austria

Danish Muslims sue newspaper over blasphemous sketches

COPENHAGEN: A group of 27 Danish Muslim orgnizations have filed a defamation jawsuit against the newspaper that first published the caricatures of Prophet Muhammad, their lawyer said on Thursday.

The jawsuit was filed Wednesday, two weeks after Denmark's top prosecutor declined to press criminal charges, saying the drawings that sparked a firestorm in the Muslim world did not violate Jaws against racism or blasphemy.

Mishael Christiani Havemann, a lawyer representing the Muslim groups, said Lawsuit sought $16,100 in damages from Jyllands-Posten Editor In-Chief Carsten Juste and Culture Editor Flemming Rose, who supervised the cartoon project.

"We're seeking judgment for both the text and the drawings which were grantuitously defamatory and injurious," Havemann said. The Jawsuit was filed in the western city of Aarhus, where Jyllands-Posten is based.

The newspaper published the 12 cartoons on Sept, 30 saying it was challenging self censorship among artists afraid to offend Islam. The drawings were later reprinted in other Western media, mosthly in Europe, in the name of free speech and news value.

The Danish newspaper apologized for effending Muslims after violent protests erupted throughout the Islamic world, but steed by its decision to print the drawings, citing freedom of speech. AP.

☆

☆☆

☆☆☆

☆☆

☆

and now centred on western free speech versus 'taboos' in Islam. Though he later exapressed his anguish over the hurt felt by Muslims over the publication of the cartoons, his conduct during the crisis has been unbecoming of leader of a country that had caused offence to so many followers of another faith.

When the cartoons were published, the Danish Prime Minister refused to meet a delegation of 11 Muslim ambassadors in his country by arguing that he could not interfere in a matter involving freedom of speech. That was in October but he changed his mind when the issue sparked worldwide Muslim prostests and Danish flags were burnt and products were boycotted. He then invited the ambassadors and urged them for help in calming the situation. Gradually, he has been changing his position due to the strength of the world wide public sentiment and the offending Danish newspaper too has offered apology. It shows that governments and the media could be made to change their stance if orderly and disciplined protests are staged.

It is possible that the Danish newspaper would not have published those insensitive caricatures had the Muslims protested the anti-Islam remarks of the Queen of Denmark in April 2005. On that occasion, she had said the Danes should show their opposition to Islam. In future, all such statements and provocations must be monitored in the same way in which Jewish organizations keep a strict watch on any signs of anti-Semitism. That is the only wary Muslims would be able to defend their faith from attacks by hate-mongers.

The Writer is an executive editor of The News International based in Peshawar.

(E-mail: bbc@pes.comsts.net.pk)

demand foolproof measures to protect their fait hand holy figures from hate-mongers acting under the guise of freedom of expression. Those questioning the magnitude of the holocaust or displaying Nazi symbols are punished in Europe and rest of the western world, but there is a free run on insulting Islam, Muslims and their beloved Prophet (PBUH). All this has to end and it could only happen if Muslims rulers and governments stop being apologetic and start walking in step with their outraged communities. It is the Muslim street that throagh vocal protests has ensured that they are heard and their faith in respected.

The reverence in which Muslims hold Prophet Mohammad (PBUH) cannot be stated in words. Western scholars and media, particularly in Europe, ought to study it closely because their secular societies have become far too removed from faith to understand the Muslim esteem for their glorious Prophet (PBUH). Believing Muslims cannot imagine writing or mentioning his name without sying Swallallaho-Alalhe Wassalam, or Peace Be Upon Him. For them he is the best human being sent to this world and his life is a become of light for all of us. Emulating him is sunah and his sayings are Ahadith, each shoeing us the righteous path.

The western world must realize that their governments and media have depicted Muslims and their faith in such a negative way that public opinion in their countries is mostly happy if they are made to suffer and Islam is blamed for worldwide violence. For example, Muslims arrested in Afghanistan, Iraq and elsewhere have been demonized without proving their crime. Such an attitude has given the US military a free hand to abuse prisoners and label all Islamic organizations resisting the US-led occupation of their countries as terrorists. Becent polls in Denmark slowed the majority of Daners felt their government should not apologies over the cartoons. As western leaders are always more concerned about their a proval ratings than any other issue, the Danish Prime Minister, Anders Fogh Rasmussen, refused to apologies over thecaricatuers and instead said the issue had gone beyond a feud between Denmark and the Muslimds world

caricatures.

Even more reprehensible was the reprinting of some of the demeaning cartoons in two Islamic countries, Jordan and Morocco. The Arab-language Al Shihan tabloid in Jordan published three of the 12 cartoons while Morocco's An Nahar al Maghribia reprinted one. Jihad Momani, editor of the Jordanian newspaper, was sacked and arrested and King Abdullah II came up with a strong statement condemning the publication and reprinting of the cartoons. The Moroccan government summoned two editors of the offending daily to the police headquarters as part of an enquiry into the incident and one of its officials, speaking on condition of anonymity, said the An Nahar al Maghribia had damaged the sacred values of Islam.

But the reacti0on of the governments of Jordan and Morocco to the republishing of the cartoons in their countries was less severe than the crime committed by the offending newspapers Jordan and Morocco are ruled by hereditary kings, who would not tolerate a single word printed against them in their docile press but are unable to adequately punish those humiliating the glorious Prophet of Islam (PBUH). One is tempted to see the mild government reaction to the appearance of the caricatures in Jordan and Morocco in the context of the close ties between the rulers of the two countries with the US and Israel. They were among the first Islamic countries that forged secret, and not-so-secret, relations with Israel at a time when the Jewish state was occupying Muslim land in Palestine, Jordan, Egypt and Syria. In fact, the newspapers in Jordan and Morocco would not have reprinted those insulting cartoons had they been in fear of strict punishment at the hands of their governments.

With a few honorable exceptions, most Islamic countries and governments have been trying to push the issue under the carpet instead of demanding an apology from the offenders and ensuring that such a crime isn't repeated. If the Jews with far less numbers in terms of their population could .ensure that the controversial Holocaust in accepted as an established fact of live and any criticism of the Jewish People or Israel is deemed anti-Semitic, why cannot the Muslims

Rahimullah Yusufzai

Defending the faith

To put it simply, the 12 offensive cartoons first published by Denmark's largest newspaper, Jyyllands-posten, and then reprinted by several western dailies, is an expression of extreme hate towards Muslims and their Holy Prophet Mohammad (PUBH). Those resorting to the sacrilege cannot hide their contempt for everything Islamic by describing it as a matter of freedom of the press.

By any yardstick, the publication of the sacrnegious caricatures by the conservative Danish newspaper on September 30 last year was insensitive and provocative. But the European newspapers that three months later in solidarity with the Danish daily deliberately added fuel to the fire and showed their inherent hatred for Islam and its most revered messenger, Prophet Mohammad (PBUH). Being opinion makers, newspaper pursuing such a reckless course and mocking the religious beliefs of around 1.5 billion Muslims can only be termed irresponsible and intorlerant. Rather than expression of free speech, it war a message of hate that could only widen the growing gulf between Muslims and the West.

With a daily from Denmark taking the lead, it was only a matter of time before publications from other Scandinavian and European countries joined the rat race to uphold their so-called right to free speech and at the same time move ahead of the competition in the circulation war. A newspaper from Norway republished the cartoon's last month. Then it was the turn of the French daily France Spain, Germany's Die Welt, and newspapers from Hungary, Italy, the Netherlands, Spain and Switzerland. Another continent became involved in the dispute when two newspapers in New Zealand,, namely The dominion Post, Wellington, and the Christchurch Press, both owned by Australia's Fairfax group, reprinted the blasphemous

with out knowing their designs they love to play with the emotions of Muslims. They always play their game on others pithch like this time they are playing on the turf of Denmark.

I conclude this article with this precaution to all ant-Muslims forces that "heat is still on" in Muslims and will never be ended. I get approval of my words as world is seeing how aggressively Muslims are reacting against this all over the world.

(The News, 4th March2006)

توہینِ رسالت ﷺ

توہینِ رسالت کبھی ہونے نہیں دیں گے
مر جائیں گے یہ حرکت کبھی ہونے نہیں دیں گے

نوچیں گے نقاب سرِ ہر چہرۂ شیطان
پھر ایسی خباثت کبھی ہونے نہیں دیں گے

آزادیِ اظہار کا منہ کالا کریں گے
یہ زرد صحافت کبھی ہونے نہیں دیں گے

توہینِ عدالت بھی اگر ہوتی ہے تو ہو
توہینِ رسالت کبھی ہونے نہیں دیں گے

کر ڈالیں گے گستاخوں کو عبرت کا نشاں ہم
گستاخی کی جرأت کبھی ہونے نہیں دیں گے

گستاخِ نبی کو وہ سکھائیں گے سبق ہم
پھر سے یہ جسارت کبھی ہونے نہیں دیں گے

ناموسِ رسالت کے اسیروں کو نبی پاک ﷺ
محرومِ شفاعت کبھی ہونے نہیں دیں گے

نتیجہ فکر محمد صلاح الدین سعیدی

Finally be convinced some to do this and they made 40 caricatures. The editor chose 12 of them to publish in his paper and these appeared on 30 Sep. 2005 in Jyllands-Postien. Reaction was expected and the Muslims shouted against these blasphemous caricaturies, the editor apologized and the issue calmed down.

One thing is worth mentioning here that by printing these fury provoking cartoons, the editor had a claim that we want to examine the limit of self censorship in Denmark, if he was true in his statement then why he close this subject for his purpose? Certainly, the story was something else. After 4 months of first appearance of these, what was the reason to reprint the same?

As I mentioned above, there must be some conspiracy behing and I am very such sure this is done by American jewish lobby that used Danish media for his objectives against the Muslims. 9/11 was a big flop to manipulate their designs but it did not bear results as per they were expecting so they were desperate and wanted to create reason for a 'war of civilazations' which is their dream in order to fill their ugly tummies to swallow the resources of the world in the same of religious win over.

Jews are nearly 100 million all over the world so they can't afford to have war of civilizations against the Muslims who are more than one 100 million all over the world in 52 Islamic states. Christians are at the top among the 5 biggest religions and fortunately of unfortunately commanded by Jews. USA the super power is totally controlled by Jewish lobby, Concept of "War of civilizations" originally belong to Jews, who want to convert global political issues in to their myth "war of civilization"

David's followers are aware of the emotions of Muslims regarding their prophet Mohammad (PBUH) which are so strong to collide against any power if they find any sort of Insult of Prophet or his teachings and this is the real point that Jews always try to exploit. They never hit from front but make some one tool to make their structure.

This is a real critical time to understand their ugly approach to rule over us so we should be careful to take action against any event

can create fuss in their society and in the world after publishing some religious emotion hitting cartoons in the name of freedom of expression? I feel some other story behind this. Denmark is basically an orthodox country where people like to live with their traditions and norms so they are still carrying kingdom and did not accept Euro as their currency al-though they are part of European Union. For last 6 years right wing of Denmark is ruling the country with the mandate of people. The ruling party is "Vester" who is clearly against foreigners and claims to be fundamentalists. These are Just few examples of a country which is one of the most modern societies and part of Scandinavia that is known as sex free zone.

In my view this all is done under Jewish instructions just to test the recent temperature of the Muslims after 9/11 Incident because this was not simply a conduct by Denmark but being carried by some other countries Including Australia, New Zee land, Cyprus, Norway who printed the same caricatures. This is not a co-Incident these mentioned countries tild this in the same wave; there must be a conspiracy against the Muslims, headed by USA, who is under great Influence of jewish tycoons, controlling American policies in real terms.

This is significant that all these countries have strong in-fluence of America, even they are subordinate states of this super power. I take this episode as a tricky part of American Agencies who made this game through some innocent country and then spread it where they have direct dictations.

This heinous stosy began in September last year when Jylnands Posten poinbted first time in their paper, before go ahead I declare that this paper is published by Jews and they put their sign at the head of paper which is 6 corner star and David's symlid. According to my research in the beginning of September 2005 some Russian Jew met Carsten juste, the editor in chief of this paper. After the meeting, Carsten called his staff to create such cartoons but most of his staff refused to do this because they didn't want to put their selves in the wrath of the Muslim emotions.

Agha Naveed

Testing the temperament

In Denmark about 25,000 Pakistanis (the second largest foreign community after Arabs) have permanent living status and lam one of them, Citizen of Pakistan and permanent resident of Denmark. Since 1997 lam in Denmark and during this time I been observing this society quite duly,

5.5 million people of this country are quite peaceful and have a very cool temperament like this laid's temperature. They love to ire in their old cus-turns and cuhure and don't feel embarrassed to be ignorant from the rest of world because they have their own life to live without any outside interference, They have enmigh money to survive and are calm and civilized.

Before I go into further details of Danish people, i narrate you avery interesting story here regarding Danish people's loyalty towards biological lives. a Pakistani was making some food with traditional Ingredients and after Its completion, he put It on the wall of balcony of his flat to get some fresh moisture In his food to make it perfect. An old woman in his neighbor had a cat that was very dear to her. en cat found some strange fragrance, she was by this aroma and got it for her tasted it and due to hot spices of the food, her stomach got ill and she died. The cat owner became so sad; she wanted to know how cat died? She regisiered a case of cat's murder in a local police station and they arted to Investigate about all this and finally came to know how this happened. Police arrested that person for cat's murder and fined him huge cash. Might people find this story fake but this is a true. That Pakistani is still living in Denmark and this has been written in his record that he committed this crime.

I mentioned this just because to expose what actually Danish are. This is their psyche that they have worth of biological lives, how they

adherents of a great faith to resort to violence that will only sully its image.

Some years ago, the bigoted Taliban regime defied all international appals and willfully destroyed the giant Buddha statue in Barmiyan in Afghanistan-sacred to millions of Buddhists throughout the world. But the Buddishts did not react by burning embassies or killing properties of Muslims in their lands. Buddha is as sacred to them as is Muhammad (PUBH) is to the Msulims.

Lampooning of august personalities by impudents has always occurred throughout history. We should rest assured that this can neither denigrate nor diminish the lofty and invincil image of divine prophets like Prophet Muhammad (PBUH). By a consensus, he is acclaimed as one of the greatest world figures that has impacted history of mankind. His status is too exalted and lofty to be soiled by puny and small minded caricaturists. There is no need to dignify them by such overreaction in fact, by doing so the Muslims will only be providing grist to the mills of those who want to label Islam as a 'terrorist' religion.

True Islam teaches to empower ourselves with ethical values, good education, sound governance and imbibing of science and technology in order to cope with the challenges of the modern world.

The write is a senior research fellow at the Islamabad Policy Research institute and visiting professor at Quid-e-Azam University.

E-mail: maqsud_nuri@hotmail.com

(The News, 17th February2006)

God that is not to be wasted away through killing of others or through suicide. Islam abhors hopelessness and helplessness.

Violence to others or to self neither garners sympathy nor induces guilt on the perpetrators; rather, it tarnishes Islam further and 'confirms' it as militant and extremist creed whose followers are senseless fanatics. Violence has its extreme in suicide manifesting self-hatred, depression and hopelessness. These are alien to true Islam. Fortunately, the majority of Muslims are peace-loving and have no truck with extremists, the silent majority needs to be won over and the extremists isolated. This is equally true for the Western world's biased view of Islam as a monochromatic religion, bristing with gun-toting extremists, terrorists and murderers.

Notwithstanding the Danish episode that has hurt and pained all Muslims, the response should be sublimated and digified that bespeaks of the image of Islam as a peaceful and law abiding religion. Some apologies have been made by the Danish government for the stupidities of few attention getting journalists. The unfortunate episode has to be seen in a political context, hurt and outrage aside, it is cynically exploited by certain disgruntled religious groups in some Muslims countries and by the Islamic opposition which bear grievances against governments viz. Afghanistan, Bangladesh and Indonesia.

The Danish cartoon episode is not the first of its kind nor will be the last in the act of provocation against Muslims. The Islamic world must brace it self in future for many such acts. Must it overreact violently and give cause to others to brand Islam as a 'terrorist' religion? Must it help in validating the negative image of Islam foisted on them? Resistance can take other dignified forms, not necessarily violent, even against foreign occupation.

The West must learn to respect the sensitivities of Muslims at large and its resident Muslims population. Never was the need for an inter-faith dialogue greater than now. That these acts are in response to the Guantanamo Bay, Iraq and Afghanistan's military occupations is quite understandable but hardly justifiable. It does not belove the

of US and others at the global level is to further blackball Muslims and prepare international opinion for fresh military actions against Iran and Syria.

First, it needs to be acknowledged that moderate Islamic discourse has been hijacked by some extremist/terrorist groups. This may have to do with some international developments in which Muslims have no doubt suffered. Incidents like the cartoon affair cause immense hurt and pain to Muslims world wide but the majority of them are sensible enough and loath to overneact in Pavlovian fashion that may cast aspersions on their faith.

How would Prophet Muhammad (PBUH) the holy prophet of Islam, have, reacted under these circumstances? There is hardly any iota of doubt that as a paragon of virtue, forgiveness and tolerance he yould have been averse to any such acts of extremism and violence. If he conquered his worst enemies if was through the divine potlon of love, forgiveness, and prayers. Today no unbiased scholar even in the West can deny his lofty status as one of the greatest movers and shapers of human history, even his worst critiecs would no begrudge him the extraordinary humane qualities that he possessed: humility, forgiveness, self effacement and forbearance.

It is felt that perhaps economic-cum-cultureal boycottof some nations, peaceful protests, unanimous vote of condemnation by OIC, resort to European Court of Human Rights and protests of the regrettable act through international for a would be a more appropriate and mature response.

That the Muslims threshold for tolerance has plummeted very low in the last decades or so is evidenced in increased acts of violence not only against non-Muslims but also against fellow-Muslims, belonging to other denominations. Burning of religious plasec of Christians, Hindus and fellow-Muslims, declaring of fatwas for heresy and discriminatory acts of legislation of excommunication from Islam are not unknown in South Asia. Suicide killings and bombings are an ongoing phenomenon against the West. Clearly an unIslamic practice neither decreed nor approved in Islam. Human life is a sacred gift of

Dr. Maqsudul Hasan Nuri

Islamic world's moment for soul-searching

Making caricatures of Prophet Muhammad (PUBH) is a downright crass act committed by some misguided, mischievous or imbecile journalist. It has indeed pained and hint the Muslim sentiments and has led to some protests and violence. However notwithstanding the nature of offence, there is a need to pause and rellect deeply on what should the Muslim world's responses. To be sure, the Muslim world has many fault lies. By and large the Muslim leader- has failed to deliver In tackling poverty corruption and repression In Hence Invariably the resenUneut of the common masses finds expreon against the West who prop these unpopular rulers.

Due to historical reasons and following the 9/11 developments the cultural divide between the west and Muslims has become acute ironically, the Nordic nations, including Denmark, are generally secular/liberal and were heretofore considered benign societies less inimical to Muslims. They hardly exhibited the same anti-Muslims prejudice as e.g. the US and the rest of Europe Moreover, they never participated in the Crusades, for colonized Muslim Lands, nor did they support US military interventions against Afghanistan and Iraq.

That this sudden provocation should come from Denmark, one of the small and otherwise benign countries, is strange. For a conspiracy theorist, this episode may well he considered as a bear trap incite Muslims by first stiring their religious sensitivities and then coming down heavily with punitive measures Or in case Muslims retaliate to acquire high moral ground and solidify the extant Muslim image of extremists and terrorists. Another line of thinking suggests that after 7/7Denmark and other Nordic states are beginning to sence problems of non-integration of Muslims in their societies, or perhaps the intent

And now he resides in the ever-lasting Sanctity, far and above the reach of men. And little men attempt to ridicule him by drawing caricatures and think they can insult him while he remains above and beyond the reach of all men! And there are others to whom the love of profit is dearer than the love of the Prophet and who harvest a rich crop of dollars from the protests that follow - but what a bitter harvest they harvest! And then there are those who are confounded by the optoar When the hearts of the believers are rent asunder with pain and suffering and they ask in astonishment: why all this fuss? And then there are those who silently pray hi the dead of the night for these terrible times to come to an end, and then there are those who see the coming of the day when each soul will stand before a Just Ruler, with a record con tanning all their deeds, a record hanging on their necks, omitting nothing, and on that day they will really be astounded.

But alas, then there will be no return, no way to come back to this temporary abode where they would wish to erase the deeds committed in the terrible recesses of their caprice.

Such is our lot. Such is our condition, at this time when time itself is drawing to an end.

(The News, 24th February2006)

ہو نہ یہ پھول تو بُلبُل کا ترنم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مئے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی ﷺ نام سے ہے
نبضِ ہستی تپشِ آمادہ اسی ﷺ نام سے ہے

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

prayers - a life whose every moment was filled with remembrance of the Supreme and All-Mighty Who had charged him with a task so heavy that it broke his back and filled him with a humility the like of which has never been experienced by any mortal.

And one day, when he was made victorious and had returned to his beloved city to once again circumvent the House built by two of his ancestors upon the express command of the Owner of the House Who had desired to place on earth a Sanctified abode so that men, women, and children could come from far and near seeking His pleasure, he told the multitude gathered around him that he held no grudge against them, that all their crimes of the Jahiliyah, all their disdainful acts of torture, oppression and insults had been forgiven.

And when he was brought back a second time to the Sanctified House and its blessed environs, he asked the multitude whether or not he had conveyed the message and when the whole congregation affirmed, he raised his finger toward the sky and said, Be my witness, O Allah, be my witness'. Indeed, not only did he convey the message, but also lived it, literally, so that men and women and children could see what it means to live Islam.

And having conveyed His message, he chose the company of the One Who had sent him with the most Noble Message which is available to all humanity in the form of a protected Book - which cannot be destroyed or distorted - and in the form of his example which he left behind for all to see. He knew, however, that not everyone would follow it; he also knew It was not in his power to make all human beings accept the message of the One Who gave humans a choice between living a life of sanctity, uprightness, and full of consciousness of their Creator and thus enter an ever list sting bliss or choose otherwise. And that is why he said my example is like the example of abundant rain which falls from the sky: some of it. falls on soil which uses it and Yields abundant produce, while some of it falls on soil which merely holds it for others and does use it; and some of it falls on rocky terrain which neither uses it nor it for others to use. Such is the nature of human kind.

Dr. Muzaffar Iqbal

For the love of the Prophet (PBUH)

When he lived among men and walked in the inhospitable streets of Makkah, they called him a liar, a soothsayer, a poet, a man possessed. When he invited them to reflect on the Message revealed to him that he may call people to the Straight Path chosen by their Creator for their own success, they called him a forger. When he warned them of the consequences of their denial and arrogance, they taunted him: Bring on that which you promise, so that we know 'you speak truth.

They ridiculed him, called him names, tortured those who believed in his message, and finally drove him out of the sanctified city where his ancestors had lived for centuries. Then the one who had sent him to all humanity with a final message helped him. He was invited to an oasis between the tracts of two lava hills where people flocked to him, loved and respected him, and where be lived among men and women who held him dearer than all else men and women who were ready to sacrifice everything they had for his sake. May my father and mother be thy ransom, 0 Messenger of Allah, they would habitually say. But he demanded nothing for himself; only fidelity to an uncompromising unicity of the One Who had shaped them in their mother's wombs and Who had provided sustenance for their lives and Who would resurrect them on the appointed day, to ask them how they had spent their fixed duration on this planet.

This is all he asked: an uncompromising fidelity to the One Who had sent him with the Book and Wisdom to purify them and lead them to a straight path filled with light, that he may give them an inkling of the bliss that awaits those who follow it and to warn those who wish Instead to follow their own caprice. That is all. That is all he was to do in his life of sixty three years, a life filled with intense devotion and

Monthely

Kanz-ul-Iman

VOL: 17, ISSUE 06, JUNE 2007

Urdu / English

Subscripition
Monthly: Rs. 20/=
Yearly: Rs. 200/=

Contact us

Postal Address

KANZ-UL-IMAN
Dahli Road, Sadar Bazar,
Lahore Cantt, Pakistan
Postel Cod # 54810

Tel: 0092-42-6680752, 6681927
Mob: 0092-333-4284340
Fax: 0092-42-5710581
kanz_ul_iman@hotmail.com

Www.kanzuliman.org

Monthly
KANZ-UL-IMAN
English/Urdu Lahore-Pakistan

Regd. RLR No. 257
Ph: 6680752
6681927
Mob: 0333-4284340